باب چہارم

عقیدہ (۳)

اللہ تعالیٰ کا پیغام

اللہ تعالیٰ کا عمومی پیغام

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۳۸ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۳۹

ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ، جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے، اور جنہوں نے (اس کو) قبول نہ کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ دوزخ میں جانے والے ہیں (اور) وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

(۲:۳۸تا۳۹)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کی بیوی حوا کو جنت سے بے دخل کرنے اور زمین پر انسانی زندگی کا سلسلہ شروع کرنے کا فیصلہ کیا، جو کہ نسل در نسل تا قیامت چلتا رہے گا، اور انسان پر اس زمین کو اس کے تمام وسائل و امکانات کے ساتھ ترقی دینے، نیز خود انسانی زندگی کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر بہتر سے بہتر بنانے کے لئے جدوجہد کرنے کی ذمہ داری ڈالی، تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ اس کی طرف سے ہدایت و رہنمائی بھی ملتی رہے گی جس کی مدد سے انسان پیش آنے والی دقتوں کو دور کرے اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ان متوتر پیغامات کی طرف واضح اشارہ ہے جو انسانوں کی رہنمائی کے لئے ان کے پاس آتا رہے گا تا کہ ان کے اندر راست روی و نیک عملی کو ابھرنے اور ترقی کرنے کا موقع ملتا رہے جو کہ ان کے اندر القاء کی گئی ہے اور جس کے ساتھ وہ کمزوریاں بھی لگی ہوئی ہیں جن سے بچنے کی ذمہ داری خود انسان پر ہی ہے [۹۱:۸] اور جن کا شیطان استحصال کرتا ہے۔ انسان جب بھی اللہ تعالیٰ کے پیغام پر عمل کرے گا جو

پیغمبروں کے ذریعہ یا آسمانی کتابوں کے واسطے سے انسانوں کے لئے آیا ہے تو انسان کو ماضی کا کوئی رنج اور مستقبل کا کوئی خوف نہ ہوگا[۲:۳۸]۔ وہ نہ تو بھٹکے گا اور نہ مادی یا روحانی ونفسیاتی واخلاقی اذیت میں مبتلا ہوگا[۲۰:۱۲۳]۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو نظر انداز کرتے ہیں اور صرف اپنے انسانی وہم وگمان کی پیروی کرتے ہیں اور شیطان کے بہکاوں میں آتے ہیں جو ان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے میں لگا رہتا ہے، وہ اس دنیا میں مادی وروحانی طور پر کنگال ہوجاتے ہیں، اور آخرت کی زندگی میں وہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اور اپنا پیغام پہنچانے والے پیغمبروں کو بھیجا ہے جن میں سے کچھ کے ساتھ اللہ کے صحیفے بھی آئے ہیں، جنھیں کتاب کی شکل میں یا اور کسی تحریری شکل میں محفوظ کیا گیا تاکہ اس کی ہدایت پیغمبر کے دنیا سے جانے کے بعد بھی محفوظ رہے۔ یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کے تمام پچھلے پیغمبروں کو بھی مانتے ہیں اور ان میں سے بعض پر اللہ کی جو کتابیں اتریں ان کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے پیغمبر تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنا پیغام دیا اور غالباً زمین پر بھی ان کی طرف وحی اتاری[دیکھیں گزشتہ حصہ ''بنی نوع انساں'']۔ آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی قربانی جو اللہ کے نزدیک مقبولیت کے حوالہ سے ان کے درمیان تنازعہ کا سبب بن گئی تھی، قربانی کی آسمانی تعلیمات کی ایک نظیر ہے[۵:۲۷ تا ۳۱]

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

(مسلمانو!) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اُتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتابیں) موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں اُن پر اور جو اور پیغمبروں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے ملیں اُن پر (سب پر ایمان لائے)، ہم اُن پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (معبودِ واحد) کے فرماں بردار ہیں۔ (۲:۱۳۶؛ نیز ۳:۸۴)

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

رسول (اللہ) اس کتاب پر جو اُن کے رب کی طرف سے اُن پر نازل ہوئی، ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی۔ سب اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم اُس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔ اے رب ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (۲:۲۸۵)

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔ (۳:۸۵؛ نیز ۳:۱۹)

قرآن اور سنت کے مطابق، یہ مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کے ان تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں جو محمد ﷺ سے پہلے دنیا میں تشریف لائے، اور اسی طرح قرآن سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں [۲:۱۷۷، ۲۸۵؛ ۴:۱۳۶، ۱۴۹ تا ۱۵۱؛ نیز رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث جس میں آپ نے اسلام، ایمان اور احسان کی تعریف بیان کی، جس کی روایت مسلم، ابوداؤد، الترمذی اور النسائی نے کی ہے]۔ اسلام کا پیغام اللہ تعالیٰ کے پچھلے پیغامات کا سلسلہ اور اس کی تکمیل ہے اور مسلمانوں کے عقیدے میں یہ بات شامل ہے کہ وہ انسانیت کے نام اللہ تعالیٰ کے پیغام ہدایت کے تمام واسطوں پر ایمان رکھیں اور ان میں کوئی تفریق نہیں کریں باوجود اس کے کہ اللہ کے نزدیک اس کے نبیوں کی فضیلت اور قربت کے مختلف درجے ہیں۔ تاہم تمام پیغمبروں کی تعلیمات کا نچوڑ ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان پوری طرح اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کردے اور اس کی ہدایت کو پوری طرح اپنالے۔ اس لحاظ سے اسلام، جس کا مطلب اللہ کے آگے خود سپردگی ہے، اپنے وسیع تر مفہوم میں صرف محمد ﷺ کی تعلیم کا ہی نام نہیں ہے، بلکہ یہ ان بنیادی عقائد کا نام ہے جو پوری انبیائی تاریخ میں انبیاء کے ذریعہ انسانوں کو بتائے جاتے رہے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

مومنو! اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور جو کتاب اُس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ اور جو شخص اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے پیغمبروں اور روزِ قیامت سے انکار کرے وہ رستے سے بھٹک کر دُور جا پڑا۔ (۴:۱۳۶)

حقیقی ایمان کسی پیدائشی سند سے یا موروثی طور پر منتقل ہونے سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ جن لوگوں کو اس طریقے سے ایمان حاصل ہوتا ہے انہیں اپنے ایمان کو تازہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اس یقین کو پہنچ جائیں کہ وہ ایمان کی حقیقت کو جانتے ہیں اور ایمان کے تقاضوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ اللہ پر، اس کے پیغمبروں پر پر، اس کی کتابوں پر، فیصلہ کے دن پر (موت کے بعد اٹھائے جانے پر) اور آخرت کی زندگی پر یقین، ایمان کے بنیادی عناصر ہیں جنہیں عقلی اطمینان اور روحانی جذبے سے مضبوط کیا جاسکتا ہے۔ یہ عقائد جو کہ ہمیشہ سے ہی موجود رہے ہیں، ایک انسانی ضرورت ہیں اور یہ اولین انسانوں کے اندر موجود تھے۔

جیسا کہ فرشتوں کا معاملہ ہے، جن میں سے جبرئیل علیہ السلام خاص ہیں، کہ یہ ایک واسطہ ہیں جو نبیوں کے پاس وحی اور آسمانی صحیفے لے کر آتے تھے، اس لئے فرشتوں پر ایمان کو اللہ کے پیغام پر ایمان سے الگ نہیں کیا جاسکتا [۱۶:۲، ۱۰۲؛ ۲۶:۱۹۳ تا ۱۹۵؛ ۴۲:۵۲؛ نیز دیکھیں ۲:۹۸؛ ۱۷۷؛ ۲۸:۵؛ ۴:۱۳۶، ۱۴۹ تا ۱۵۱؛ ۲۲:۷۵؛ ۳۵:۱]۔ البتہ، فرشتے اگرچہ اللہ نے صرف اپنے پیغمبروں کے پاس بھیجے لیکن عام انسانوں کو اللہ کا پیغام ان کے جیسے انسانوں کے ذریعہ ہی پہنچا [۶:۸ تا ۹؛ ۵۰، ۱۱۱؛ ۱۱:۱۲؛ ۱۵:۷ تا ۸؛ ۱۷:۹۵؛ ۲۵:۷، ۲۱ تا ۲۲]، کچھ فرشتوں کو اس دنیا میں انسانوں کے حوالے سے کچھ خصوصی ذمہ داریاں سپرد کی گئی ہیں [۲:۲۴۸؛ ۳:۴۲، ۴۵، ۱۲۴ تا ۱۲۵؛ ۴:۹۷؛ ۶:۹۳؛ ۸:۹، ۵۰؛ ۱۱:۶۹ تا ۷۰، ۸۱؛ ۱۶:۲۸، ۳۲؛ ۳۲:۱۱؛ ۴۱:۱۴؛ ۹۷:۴]۔ آخرت میں انسان فرشتوں کو دیکھیں گے کیوں کہ اس وقت جس طرح پوری کائنات میں بہت سی تبدیلیاں ہوجائیں گی اسی طرح خود انسان کے اپنے اندر بہت سے تبدیلیاں آجائیں گی [۲:۲۱۰؛ ۶:۱۱۱، ۱۵۸؛ ۱۶:۳۳؛ ۴۳:۷۷؛ ۶۶:۶؛ ۶۷ تا ۶۸؛ ۶۹:۱۷؛ ۷۴:۳۱؛ ۷۸:۳۸؛ ۸۹:۲۲]۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ
يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ
نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ
سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا
لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ
رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ
يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾

جو لوگ اللہ سے اور اُس کے پیغمبروں سے کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اُس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے بیچ میں ایک راہ نکالنی چاہتے ہیں ، وہ بلا شبہ کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور ان میں فرق نہ کیا (یعنی سب کو مانا) ایسے لوگوں کو وہ عنقریب ان (کی نیکیوں) کے صلے عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۴:۱۵۰ تا ۱۵۲)

جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور انفرادی و سماجی زندگی میں استحکام و توازن کے لئے اس ایمان کو ضروری سمجھتا ہے تو اس کے لئے معقول بات یہی ہے کہ وہ انسانیت کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کے پیغام ہدایت کو بھی مانے جو اللہ نے مختلف زمانوں میں اور مختلف مقامات پر اپنے منتخب پیغمبروں کے ذریعہ سے انسانوں کو دیا ہے۔ البتہ اس پیغام کی صداقت و حقانیت اور سند کی جانچ اس کے اپنے معیار کے مطابق کی جاسکتی ہے، اس میں کسی تعصب کو آڑے نہیں آنا چاہئے یا کسی قوم کے تئیں پہلے سے قائم کسی خیال کی وجہ سے اس عمل سے خود کو نہیں روکے رکھنا چاہئے [۳:۷۲ تا ۷۶؛ ۵:۱۸ تا ۱۹؛ ۶:۱۵۵ تا ۱۵۷؛ ۷:۷۵ تا ۷۶، ۸۸؛ ۱۱:۲۷، ۹۱ تا ۹۳؛ ۴۳:۳۱، ۳۲، ۵۱ تا ۵۴]۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ
مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ
اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ
يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَ
رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ
نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾
رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ
عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا
حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾

(اے محمدؐ!) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی تھی اور داؤد کو ہم نے زبور بھی عنایت کی تھی۔ اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم تم سے پیشتر بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات تم سے بیان نہیں کئے اور موسیٰ سے تو اللہ تعالیٰ نے باتیں بھی کیں۔ (سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ (۴:۱۶۳ تا ۱۶۵)

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۭ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ
اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾

ہم نے تم کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ہدایت کرنے والا گزر چکا ہے۔ (۳۵:۲۴)

اللہ تعالیٰ نے جس طرح محمد ﷺ سے پہلے دوسرے لوگوں کو اپنا رسول اور نبی بنانے کے لئے چنا تھا، جن میں سے ہر ایک پر محمد ﷺ کے امتی ایمان رکھتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر بنانے کے لئے منتخب کیا اور ان پر اپنی ہدایت نازل کی جس کی تبلیغ کرنے کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی۔ تاریخ میں محمد ﷺ کو ان کے صحیح مقام و مرتبہ پر رکھا جانا چاہئے، نہ ان کے اصل مرتبہ اور حیثیت سے کم اور نہ زیادہ: ''کہہ دو کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی) ایک معبود ہے'' [۱۸:۱۱۰]۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متواتر آنے والی ہدایت مختلف مقامات پر، مختلف قوموں کی طرف اور مختلف پیغمبروں کے ذریعہ سے بھیجی گئی جو خود اس قوم میں سے ہی ہوتے تھے اور ان کی ہی زبان بولتے تھے [۱۴:۴]؛ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کے لوگوں کا بھائی قرار دیا ہے [۷:۶۵، ۷۳، ۸۵؛ ۱۱:۵۰، ۶۱، ۸۴؛ ۲۶:۱۰۶، ۱۲۴، ۱۶۱؛ ۲۷:۴۹؛ ۲۹:۳۶]۔ محمد ﷺ کے بارے میں دیکھیں ۲:۱۵۱؛ ۹:۱۲۸]۔ چنانچہ محمد ﷺ اس دیوار یا عمارت کی ایک اینٹ ہیں جو اللہ کے پیغام ہدایت کا اعلان کرتی ہے، جیسا کہ خود محمد ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں فرمایا ہے [بہ روایت بخاری، مسلم، ابن حنبل اور ترمذی]۔

اللہ تعالیٰ کی ہدایت کبھی بھی کسی خاص قوم کے لئے مخصوص یا محدود نہیں رہی ہے؛ جن قوموں کا قرآن میں ذکر ہے وہ وہ جزیرۃ العرب اور سرزمین مصر و فلسطین کے مختلف مقامات پر بکھری ہوئی تھیں۔ حضرت نوح شمالی میسوپوٹامیا (مصر) کے بالائی فرات میں اور ایشیائے کوچک کے جنوب مشرقی خطہ میں آئے۔ حضرت ہود کو جنوبی عرب میں آباد قوم عاد کی طرف بھیجا گیا، جب کہ حضرت صالح شمالی عرب میں آباد قوم ثمود کی طرف بھیجے گئے، جہاں مدین بھی واقع تھا جس کے رہنے والوں کی طرف حضرت شعیب نبی بنائے گئے تھے۔ حضرت ابراہیم میسوپوٹامیا اور کنعان میں رہتے تھے اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کے ساتھ وہ عرب میں بھی گئے جہاں انھوں نے اللہ کی عبادت کا ایک گھر یعنی کعبۃ اللہ تعمیر کیا، اور پھر حضرت اسماعیل مستقل طور سے وہیں رہے۔ حضرت اسحاق کے سلسلے سے حضرت ابراہیم کی اولادیں ایک خاص قوم میں نبی اور پیغمبر کے مرتبہ پر فائز کی گئیں جن میں سے کچھ مثلاً حضرت داؤد اور حضرت سلیمان سیاسی حکم راں بھی تھے۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے اللہ سے اتنی بڑی بادشاہت دینے کی خواہش کی کہ ان کے بعد دنیا میں کسی کو ایسی بادشاہت نصیب نہ ہو۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ دعا قبول ہوئی [۲۱:۸۱ تا ۸۲؛ ۲۷:۱۶ تا ۴۴؛ ۳۴:۱۲ تا ۱۴؛ ۳۸:۳۵ تا ۴۰] جب کہ حضرت ایوب بیماری میں صبر کی ایک علامت بنے۔ حضرت موسیٰ جنہیں اللہ سے براہ راست ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا وہ اپنی قوم کے رہنما اور مربی بنے، اور حضرت عیسیٰ کو جو کنواری ماں کے بطن سے پیدا ہونے کا عجوبہ تھے، کئی طرح کے معجزے بخشے گئے تھے، یہ دونوں ہستیاں (مریم اور ابن مریم) وحی الٰہی کی تاریخ میں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ مزید برآں، نبی اور رسول صرف انہی قوموں اور مقامات میں نہیں آئے جن کا ذکر قرآن میں ہوا ہے؛ ایسے بھی بہت سے نبی رہے ہوں گے جن کا ذکر قرآن میں نہیں کیا گیا ہے [۴:۱۶۴؛ ۴۰:۷۸]۔

اللہ تعالیٰ کا پیغام پہلے مقامی طور پر اور کچھ مخصوص لوگوں کو مخاطب کر کے آتا رہا اور پھر ایک عالم گیر پیغام بن گیا۔ اس تبدیلی کی ایک علامت یہ ہے کہ اللہ کے پیغام کو جھٹلانے والوں کے لئے اس دنیا میں اللہ کی طرف سے براہ راست سزا آخرکار ختم ہوگئی۔ مثال کے طور پر حضرت عیسیٰ کی بھی اگرچہ مخالفت ہوئی، ان کے خلاف منصوبہ بندی ہوئی اور یہاں تک کہ انہیں قتل کر دینے کی بھی کوشش کی گئی، لیکن ان بدکاروں کو تباہ نہیں کیا گیا اور ان سب کو جیتے رہنے دیا گیا۔ محمد ﷺ کے دشمنوں نے بھی جب انہیں مارنے کی منصوبہ بندی کر لی تو ان کو مکہ سے مدینہ جانا پڑا، یہاں تک قرآن صاف طور سے کہتا ہے کہ ''اگر اللہ چاہتا تو (اوروں کی طرح) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے [۴۷:۴]۔ قرآن کا یہ بیان کہ ''اور جب تک ہم (کسی قوم میں) پیغمبر نہ

بھیج لیں (اس قوم کو ہلاک کرنے کے لئے) عذاب نہیں دیا کرتے [۱۵:۱۷؛ نیز دیکھیں ۱۳۱:۶؛ ۵۹:۲۸]، کا اشارہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست سزا ملنے کی طرف ہوسکتا ہے جو حق کی واضح نشانیاں اور ثبوت دیکھنے کے بعد اس کے پیغام کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس دنیا میں اس براہ راست آسمانی عذاب کو آخرت میں اللہ کی طرف سے مجرموں کو ملنے والی سزا کے لئے ایک عمومی شرط نہیں سمجھا جاسکتا (یعنی یہ ضروری نہیں کہ جن منکرین حق پر دنیا میں اللہ کی طرف سے عذاب نہیں آیا انہیں آخرت میں بھی سزا نہیں ملے گی)، البتہ افراد اور قوموں کو اپنے برے اعمال کے نقصان دہ نتائج اس دنیا میں فطری قوانین کے تحت کو بھگتنے پڑ سکتے ہیں، جب کہ حتمی فیصلہ اور سزا تو آخرت میں ہی ہوگی۔

وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ہم جو پیغمبروں کو بھیجتے رہے ہیں تو خوشخبری سنانے اور ڈرانے کو پھر جو شخص ایمان لائے اور نیکوکار ہو جائے تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے۔ (۴۸:۶)

اللہ کے نبیوں اور رسولوں نے کسی مافوق الفطرت طاقت کا مظاہرہ نہیں کیا کہ انسانی عقل اس سے دنگ رہ جائے اور انسان اسے ماننے پر مجبور ہو جائے؛ اس کے برخلاف انھوں نے اور ان کے پیغام نے انسانی استعداد کو بڑھانے کا کام کیا۔ ایک اللہ پر اور آخرت کی زندگی پر ایمان اچھے برے حالات میں افراد اور سماج کو توازن پر قائم رکھتا ہے اور اس دنیا کی زندگی کو استحکام، پیداواریت، انصاف، اخلاقیات اور امن وسکون کے لئے ایک واحد بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغام ہدایت کو قبول کرتے ہیں اور اپنی تمام قوتوں کو فروغ دیتے ہیں انہیں اس دنیا میں سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی وہ مامون ہوں گے اور انہیں کبھی کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

وَ تِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيْنٰهَاۤ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو اُن کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں۔ بے شک تمہارا رب دانا اور خبردار ہے۔ اور ہم نے اُن کو اسحاق اور یعقوب بخشے (اور) سب کو ہدایت دی اور پہلے نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور اُن کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی۔ اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی، یہ سب نیکوکار تھے۔ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی۔ اور ان سب کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی، اور ان کے بعض باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بھی، اور ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا رستہ بھی دکھایا تھا۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر اپنے بندوں میں سے جسے چاہے چلائے۔ اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم

يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحُكۡمَ وَ النُّبُوَّةَ ۚ فَاِنۡ يَّكۡفُرۡ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدۡ وَ كَّلۡنَا بِهَا قَوۡمًا لَّيۡسُوۡا بِهَا بِكٰفِرِيۡنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰٮهُمُ اقۡتَدِهۡ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔـلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٰى لِلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۹۰﴾

(شریعت) اور نبوت عطا فرمائی تھی اگر یہ (کفار) ان باتوں سے انکار کریں تو ہم نے ان پر (ایمان لانے کے لئے) ایسے لوگ مقرر کردئے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو تم انہی کی ہدایت کی پیروی کرو۔ کہہ دو کہ میں تم سے اس (قرآن) کا صلہ نہیں مانگتا یہ تو دنیا والوں کے لئے محض نصیحت ہے۔ (۶:۸۳ تا ۹۰)

ان آیات میں ۱۸ نبیوں کے نام تین طبقوں میں آئے ہیں۔ لیکن ان میں عرب کے اندر آنے والے تین ابتدائی پیغمبروں کے نام نہیں ہیں جن میں سب سے پہلے حضرت ہود تھے جنہیں قوم عاد کی طرف بھیجا گیا تھا جو جزیرۃ العرب کے جنوب میں بستے تھے، دوسرے صالح علیہ السلام تھے جو شمال میں بسنے والی قوم ثمود کی طرف بھیجے گئے تھے، اور ان تینوں میں سب سے آخری شعیب علیہ السلام تھے جو مدائن کی طرف بھیجے گئے اور مدائن بھی شمال میں ہی آباد تھے۔

(الف)۔ پہلے طبقہ میں دس انبیاء ہیں جنہیں متقدمین کہا جاسکتا ہے۔ یہ تھے نوح، ابراہیم، ان کے بیٹے اسحاق، یعقوب (اسحاق کے بیٹے)، اور پھر آل یعقوب کا ذکر ہے جو یوسف سے شروع ہوتا ہے اور موسیٰ و ہارون تک پہنچتا ہے، اور آخر میں داؤد و سلیمان کا ذکر ہے جن کا ذکر قرآن نے نبیوں کے طور پر ہی کیا ہے نہ کہ بائبل کی طرح محض بادشاہوں کے بطور۔

دس نبیوں کا یہ پورا طبقہ، حضرت ایوب کو چھوڑ کر، ان اشخاص کی نمائندگی کرتا ہے جنھوں نے ایک اللہ پر ایمان اور صرف اسی کی عبادت کی دعوت دی، اس کی تبلیغ کی اور اسے مضبوطی دی۔ ان کی مستقل اور جاں فشاں کوششوں کی بدولت، اس طبقہ کو مندرجہ بالا آیات میں محسنین کہا گیا ہے۔ ایوب علیہ السلام کا ذکر داؤد و سلیمان کے بعد آیا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ یہ نام ان کی ترتیب کے لحاظ سے نہیں بیان ہوئے ہیں کیوں کہ داؤد اور سلیمان کا ذکر موسیٰ و ہارون سے پہلے آیا ہے۔ دو دوسرے مقامات پر حضرت ایوب کا ذکر داؤد و سلیمان کے بعد آیا ہے [۲۱:۸۷ تا ۸۳؛ ۳۸:۳۰ تا ۴۰]۔ حضرت ایوب کا ذکر بائبل میں تفصیل سے آیا ہے جس کے مطابق ابتداء میں انہیں آسودگی وخوشحالی حاصل تھی، بعد میں ان کی دولت جاتی رہی، اولادیں ختم ہوگئیں اور انہیں بیماری لگ گئی، لیکن مصیبت کی حالت میں ان کے غیر متزلزل صبر کی وجہ سے اللہ نے انہیں اس کا صلہ دیا۔ بعض لوگ اس واقعہ کو قدیم عرب کی روایت مانتے ہیں اور اس لحاظ سے ایوب علیہ السلام ایک عرب باشندہ قرار پاتے ہیں نہ کہ یہودی، ’’جیسا کہ ان کے نام ایوب کی نوعیت اور ان کی کتاب کے پیش منظر: شمالی عرب سے ظاہر ہوتا ہے‘‘ (فلپ ہٹی، ہسٹری آف دی عربس، لندن، ۱۹۳۷، ص۔ ۴۲ تا ۴۳]۔ اسمتھ کی بائبل ڈکشنری یہ بتاتی ہے کہ ایوب ("Job") کا تعلق آرمینائی نسل کی ایک شاخ سے تھا جو میسوپوٹامیا کے نشیبی علاقہ (غالباً فلسطین کا جنوبی یا جنوب مشرقی علاقہ) میں آباد ہوگئی تھی۔ جو بھی ہو بہر حال ایوب علیہ السلام کا ذکر بنی اسرائیل کے ذیل میں آیا ہے [۶:۸۴]۔

(ب) دوسرے طبقہ میں زکریا علیہ السلام کا ذکر ہے جنھوں نے حضرت عیسیٰ کی والدہ مریم علیہا السلام کی پرورش کی تھی، ان کے بیٹے حضرت یحییٰ کا ذکر ہے (جو عیسائیوں میں ’جان دی باپٹسٹ‘ کے نام سے معروف ہیں کیوں کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ کو بپتسمہ دیا تھا)، اور عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ یہ تینوں ایک ہی زمانہ اور ایک ہی مقام کے نبی ہیں۔ حضرت الیاس کو بائبل میں نبی کے طور پر ذکر کیا گیا ہے جنہیں ایلیجاہ کہا گیا ہے [I Kings 17ff, II Kings 1-2] جو ۹ویں صدی قبل مسیح میں اسرائیل کی شمالی بادشاہت میں رہتے تھے اور جن

کے بعد الیسع (Elisha) نبی بنائے گئے جن کا ذکر اوپر کی آیتوں میں تیسرے طبقہ کے ذیل میں آیا ہے۔ اگرچہ الیاس عیسیٰ علیہ السلام سے صدیوں پہلے ہوئے لیکن ہمیشہ سے یہ مانا جاتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی شکل میں واپس آئیں گے [میتھیو ۱۱: ۱۴؛ ۱۷: ۳]۔

حضرت عیسیٰ اپنی دل نشیں تعلیمات اور پرامن و پرمحبت رویہ کی وجہ سے ہدایت ربانی اور مذاہب کی تاریخ میں امتیازی شان رکھتے ہیں قطع نظر اس کے کہ ان کے بعض شاگردوں اور خاص طور سے پال کی زندگیوں میں کچھ درشت اقوال وافعال نظر آتے ہیں۔ اس دوسرے طبقہ کو جس میں حضرت عیسیٰ کی شخصیت مرکزی ہے اس حقیقت کے باوجود کہ وہ ان میں آخری تھے، اوپر کی آیتوں میں بھلائیوں اور صالحیت کا نمونہ بتایا گیا ہے، یعنی ''الصالحین''۔

(ت) چار نبیوں پر مشتمل آخری طبقہ میں وہ انبیاء ہیں جو مختلف مقامات پر مختلف زمانوں میں نبی ہوئے۔ حضرت اسماعیل یعنی حضرت ابراہیم کے بیٹے ریگستان عرب میں رہتے تھے، ان کا ذکر پہلے طبقہ میں ان کے والد کے ساتھ نہیں ہے۔ جس جگہ اللہ کا گھر کعبۃ اللہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے مل کر تعمیر کیا تھا وہ علاقہ حضرت اسماعیل کی کوششوں سے آباد ہو گیا تھا اور کعبۃ اللہ محمد ﷺ کی بعثت کے وقت عرب میں ایک مذہبی مقام بن کر مقبول و معروف ہو چکا تھا۔ یونس علیہ السلام (Jonah) نینوا کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے جو بائبل کی تفصیلات کے مطابق اسیریا کا دارالحکومت تھا۔ ابتداء میں چوں کہ ان کے لوگوں نے ان کی دعوت کو مسترد کیا تو انھوں نے ناراض ہو کر وہ جگہ چھوڑ دی۔ یہ ایک ایسا عمل تھا جس کی اجازت انہیں اللہ کی طرف سے نہیں دی گئی تھی چنانچہ انہیں مچھلی نے نگل لیا۔ تب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انھوں نے توبہ کی اور اللہ کی رحمت سے وہ بچ گئے اور انھوں نے اپنا کار دعوت پھر سے شروع کیا جس کا نتیجہ پہلے سے بہتر رہا [۱۰: ۹۸]۔ حضرت لوط کو سوڈوم اور گومورہ میں اپنی قوم کی طرف سے سخت مخالفت و مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا [جینیسس ۱۸: ۲۰ تا ۲۱]، ۱۹: ۲۴ تا ۲۸] جن کی جنسی بدکاری اور غیر فطری جنسی دلچسپی کے خلاف وہ لگاتار متنبہ کرتے رہے تھے، اور جب اللہ کی طرف سے عذاب کے فرشتے نازل ہوئے اور انسانی شکل میں وہ حضرت لوط کے پاس آئے تو ان کی قوم کے بدکاران نو واردوں کی طرف بھی بری نیت سے آمادہ ہوئے جس کی وجہ سے تنازعہ بہت بڑھ گیا [۱۱: ۷۷ تا ۸۳]۔ الیسع بنی اسرائیل کی دو جماعتوں کے درمیان باہمی تنازعہ میں پھنسے اور پوری ثابت قدمی کے ساتھ حق پر جمے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آخری طبقہ کے نبیوں میں قدر مشترک ان کی ثابت قدمی اور مزاحمت تھی کہ سخت مخالفت کے ماحول میں وہ اپنے ایمان پر قائم رہے اور لوگوں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دیتے رہے اور اس طرح انھوں نے ناقابل برداشت مشکلات پر قابو پایا۔ اللہ پر غیر متزلزل ایمان والے یہ لوگ مشکل حالات میں اللہ کے بھروسہ پر صبر و استقامت کی مثال ہیں۔ اپنی ثابت قدمی اور استقلال کی وجہ سے یہ انبیاء اللہ کی نصرت کے مستحق بنے اور دوسرے لوگوں پر انہیں فتح حاصل ہوئی۔

انبیاء کی یہ تین جماعتیں تمام انبیاء اور رسولوں پر محیط نہیں ہیں کیوں کہ جن انبیاء کے نام ان آیات میں آئے ہیں ان کے علاوہ ''اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم تم سے پیشتر بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات تم سے بیان نہیں کئے'' [۴: ۱۶۴؛ ۴۰: ۷۸؛ نیز دیکھیں ۳۵: ۲۴]۔

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى ۫ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَ نَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَ قَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ

اور کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر کرو بے شک وہ (ہمارے) برگزیدہ اور پیغمبر مرسل تھے۔ اور ہم نے ان کو طُور کی داہنی جانب پکارا اور باتیں کرنے کے لئے نزدیک بلایا، اور اپنی مہربانی سے انکو اُن کا بھائی ہارون پیغمبر عطا کیا۔ اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو وہ وعدے

نَبِيًّا ۝۵۳ وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ؗ اِنَّهٗ كَانَ
صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝۵۴ۚ وَ كَانَ يَاْمُرُ
اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۖ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝۵۵
وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ؗ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا
نَّبِيًّا ۝۵۶ۙ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝۵۷ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَ مِمَّنْ
حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؗ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ ؗ
وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَ اجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ
الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ۝۵۸ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ
يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝۵۹ۙ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا
فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۝۶۰ۙ

کے سچے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے نبی تھے، اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ (وبرگزیدہ) تھے۔ اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کرو وہ بھی نہایت سچے نبی تھے اور ہم نے اُن کو اونچی جگہ اٹھا لیا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے پیغمبروں میں سے فضل کیا (یعنی) اولاد آدم میں سے اور اُن لوگوں میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا۔ جب اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدے میں گر پڑتے اور روتے رہتے تھے۔ پھر ان کے بعد چند ناخلف اُن کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو (چھوڑ دیا گویا اُسے) کھو دیا اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب ان کو گمراہی (کی سزا) ملے گی۔ ہاں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا۔ (۱۹:۵۱ تا ۶۰)

گزشتہ آیات میں حضرت ابراہیم کی دعوت الی اللہ کا ذکر کرنے کے بعد اللہ کے دوسرے پیغمبروں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کا بیان ہے۔ ان آیات میں آل ابراہیم کی ایک دوسری شاخ اسماعیل کا بھی حوالہ ہے، جنھوں نے اپنے عمل سے لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی اور اس پیغام کو لوگوں میں پھیلایا کہ اللہ کی عبادت کریں، غریبوں کی مدد کریں۔ اور موسیٰ و اسماعیل دونوں کا نبی اور رسول کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ ان دونوں اصطلاحوں میں فرق ہے۔ نبی پر اللہ کی طرف سے پہلے سے آئی ہوئی تعلیم پر عمل کے لئے لوگوں کو دعوت دینے کی ذمہ داری ہوتی ہے یا نبی اور ان کے ساتھیوں کی مدد کرنا ہوتی ہے، نبی پر پیغام کو زیادہ بڑے دائرے میں پہنچانے یا کسی نئی سماجی تبدیلی کی ذمہ داری نہیں ہوتی جس طرح رسول پر ہوتی ہے۔ لہٰذا اگرچہ ہر رسول نے اپنا کام نبی کی طرح ہی شروع کیا اور بنیادی طور سے وہ نبی ہی تھے کہ ان پر وحی اتری، لیکن ہر نبی لازمی طور سے رسول نہیں تھے۔

ان آیات میں دوسرے انبیاء کے حوالے بھی ہیں۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ حضرت ادریس، جن کا ذکر قرآن میں یہاں کے علاوہ ایک اور مقام [۲۱:۸۵] پر بھی آیا ہے بائبل میں مذکور ایلیجاہ ہو سکتے ہیں جنہیں قرآن میں الیاس کہا گیا ہے [۶:۸۵؛ ۳۷: ۱۲۳ تا ۱۳۲]، لیکن اس مفروضے کے حق میں کوئی ٹھوس ثبوت اور دلیل نہیں ہے۔ بنی آدم میں رسول کے سلسلہ اور طوفان نوح میں بچ جانے والے لوگوں، نیز اولاد ابراہیم کا ذکر، ایک طرف اسحاق و یعقوب کے واسطے سے اور دوسری طرف اسماعیل کے واسطہ سے، اوپر کی آیتوں میں ذکر ہے اس بات کو اجاگر کرنے کے لئے کہ اللہ کی وحدانیت کا پیغام مختلف مراحل میں لگاتار آتا رہا ہے۔ البتہ انسانی ذہن اور اس کی آزادروی کی وجہ سے بعد کی نسلوں کے طور طریقوں میں تبدیلی آئی قطع نظر اس کے کہ ان کے آباؤ اجداد کتنے دین دار اور اللہ کی بندگی میں کس قدر مخلص تھے

[۵۹:۱۹]۔لہذا، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور ان کی دعوت توحید کے وقت عرب میں اور عرب کے باہر بھی ہر جگہ بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل دونوں اپنے آباواجداد کے دین حنیف پر قائم نہیں تھے۔

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا
غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَ الْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ٍالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾

تو جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم اُن سے بھی پرسش کریں گے اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے۔ پھر اپنے علم سے اُن کے حالات بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب تو نہیں تھے۔ اور اس روز (اعمال کا) تولنا برحق ہے تو جن لوگوں کے (اعمال کے) وزن بھاری ہوں گے وہ تو نجات پانے والے ہیں اور جن لوگوں کے وزن ہلکے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا اس لئے کہ ہماری آیتوں کے بارے میں بے انصافی کرتے تھے۔
(۷:۶ تا ۹)

اللہ تعالیٰ کے سامنے انسان کی جواب دہی بالعموم سب کے لئے ہے، خود رسول بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ہر ایک کے اعمال تولے جائیں گے کہ اس دنیا میں انھوں نے کتنے اچھے اعمال انجام دئے۔ ترازو یا میزان میں اعمال تولے جانے اور بھلائیوں و برائیوں کا موازنہ کرنے کی منظر نگاری قرآن میں کئی جگہ کی گئی ہے [۲۱:۴۷؛ ۲۳:۱۰۲ تا ۱۰۳؛ ۱۰۱:۶ تا ۹]، چنانچہ فیصلہ کے دن اللہ کا فیصلہ پوری طرح انصاف کے ساتھ ہوگا۔ ایک ایسے زمانہ میں جب ہم نے کمپیوٹرائزڈ تکنیک سے وزن تولنے کی مشینیں بنالی ہیں، یہ بات سمجھنا آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی میزان اوصاف اس قدر نفیس اور مہین ہوگی کہ اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا
يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَ لِذٰلِكَ
خَلَقَهُمْ ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ
الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ
اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَ جَآءَكَ فِيْ
هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے، مگر جن پر تمہارا رب رحم کرے اور اسی لئے اس نے ان کو پیدا کیا ہے، اور تمہارے رب کا قول پورا ہو گیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) اور پیغمبروں کے وہ سب حالات جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں اُن سے ہم تمہارے دل کو ثابت رکھتے ہیں اور ان (قصوں) میں تمہارے پاس حق پہنچ گیا اور (یہ) مومنوں کیلئے نصیحت اور عبرت ہے۔ (۱۱:۱۱۸ تا ۱۲۰)

اگر اللہ چاہتا تو ساری انسانیت کو ایک ہی قوم بنا دیتا جس کا طرز فکر و عمل ایک ہی ہوتا، یقینی طور سے وہ ایسا کر سکتا تھا، لیکن اس کی مشیت یہ تھی کہ انہیں فرق واختلاف کے ساتھ پیدا کرے۔ اس نے یہ چاہا کہ ہر فرد کو ارادہ وانتخاب کی آزادی ہو اور ایک فرد دوسرے فرد کی پسند وانتخاب سے اختلاف کرنے کا موقع رکھے۔

انتخاب کی آزادی سے بھلائی اور برائی دونوں کا صدور ہو سکتا ہے، انعام وسزا کا، جنت ودوزخ کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حق کو جھٹلانا اور ایمان نہ لانا بھی عین قرین قیاس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے پیغمبروں کے تجربات وواقعات قرآن میں بیان کئے گئے ہیں اور یہ

دکھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو جھٹلائے جانے اور مخالفت کے شدید دباؤ میں بھی وہ پیغمبر کتنے ثابت قدم رہے، اپنی دعوت پر جمے رہے اور صبر و استقلال کے ساتھ انھوں نے مخالفت کا سامنا کیا۔ ان گزشتہ پیغمبروں کے حالات و تجربات سے واقفیت اور ان کے عمل و ردعمل سے آگاہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کے نتائج اور اقدامات سے پیش گی باخبر رکھنے کا ذریعہ ہے۔ یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والوں کے دل و دماغ کو روشن رکھنے اور انہیں حقائق سے آشنا کرنے کے لئے ہے تا کہ وہ ماضی کے واقعات سے اپنے حال اور مستقبل کے لئے مفید سبق حاصل کر سکیں۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِیَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚۖ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَ اِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ہم نے تم سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے اور ان کو بیویاں اور اولاد بھی دی تھی اور کسی پیغمبر کے اختیار کی بات نہ تھی کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے۔ ہر (حکم) قضا (کتاب میں) مرقوم ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے اور اُسی کے پاس اصل کتاب ہے۔ اور اگر ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں تمہیں دکھائیں (یعنی تمہارے رُوبرو ان پر نازل کریں) یا تمہاری مدتِ حیات پوری کر دیں (یعنی تمہارے انتقال کے بعد عذاب بھیجیں) تو تمہارا کام (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔

(۱۳:۳۸تا۴۰)

پچھلی قوموں اور نبیوں کی تاریخ کو قرآن دوہراتا ہے تا کہ اس کے اصل حقائق اور مستقل اسباق ذہن نشیں ہو جائیں، اور اس پورے بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ کو چھوڑ کر جو معجزانہ طریقے سے پیدا ہوئے تھے، پچھلے تمام انبیاء بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ایک نارمل انسان (بشر) تھے جو ازواج و اولاد رکھتے تھے اور ان میں سے کوئی بھی فرشتہ نہیں تھا، جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی مخالفت کرنے والے مطالبہ کر رہے تھے[۶:۸ تا۹؛ ۱۵:۷ تا۸؛ ۲۳:۲۴؛ ۴۳:۵۳]۔ اور یہ کہ معجزاتی علامتیں جس کا مطالبہ منکرین کرتے تھے[۲:۱۱۸؛ ۶:۳۷؛ ۱۰:۲۰؛ ۱۳:۷، ۲۷؛ ۲۰:۱۳۳؛ ۲۱:۵] اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی مرضی سے جس کو چاہا اسی کو دیں، اور یہ ایمان لانے کا موجب نہیں تھے کیوں کہ ہر انسان کو الگ ذہن اور مرضی دی گئی ہے[۶:۴، ۲۵، ۳۵، ۱۲۴؛ ۷:۱۴۶؛ ۱۲:۱۰۵]۔ اصل میں تو یہ کائنات اور اس کی جملہ مخلوقات اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی (قرآن) اللہ تعالیٰ کی مستقل نشانی ہیں جسے عقل و بصیرت رکھنے والا ہر انسان دیکھ سکتا ہے[۶:۳۷ تا ۳۸؛ ۲۹:۵۰ تا ۵۱]۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے متواتر پیغات میں ان باتوں کی تصدیق و توثیق کی ہے جو ہمیشہ کے لئے ہیں اور انسان کی مستقل ضرورت ہیں، اور جس چیز کو اس نے بدلنے کی ضرورت سمجھی ہے کہ وہ اب غیر متعلق ہو گئی ہے اسے اس نے تبدیل کر دیا ہے[دیکھیں ۲:۱۰۶]۔ وہ اس حق و حکمت کا منبع ہے جو ہر زمانے میں اتاری جاتی رہی ہے، کتاب ہدایت کی شکل میں، نبیوں کی تعلیمات میں اور ان کی زندگی کے عملی نمونوں میں، جو انھوں نے حالات و ضروریات کے تحت کیے اور کئے۔ نبی کا کام صرف اللہ کا پیغام بے کم و کاست پہنچا دینا تھا۔ وہ خود اپنی طرف سے کوئی معجزہ یا کرشمہ نہیں دکھا سکتے تھے۔ انھوں نے حق کے منکروں پر خود اپنے کمال سے کوئی فتح حاصل نہیں کی، یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ وہ

رسول ﷺ کی زندگی میں اس غلبہ اور فتح کو دکھا دے یا ان کے بعد۔ البتہ، اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کا فیصلہ آخرت میں تمام لوگ یقینی طور سے دیکھ لیں گے۔ دنیا کی اس زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں ایک بہترین توازن ہے جسے مومن کو خوب اچھی طرح سمجھنا چاہئے تا کہ وہ محض مادی حصولیابیوں کی دوڑ دھوپ اور بے حرکت روحانیت کی افراط وتفریط سے بچ سکے۔

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ
لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ
هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ
اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَ ذَكِّرْهُمْ
بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ
شَكُوْرٍ ﴿٥﴾

اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان بولتا تھا تا کہ انہیں (احکامِ الٰہی) کھول کھول کر بتا دے پھر اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے جاؤ اور اُن کو اللہ کے دن یاد دلاؤ اس میں اُن لوگوں کے لئے جو صابر (وشاکر) ہیں (قدرتِ الٰہی کی) نشانیاں ہیں۔ (۱۴:۴تا۵)

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ
كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿٧﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى اِنْ
تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ
حَمِيْدٌ ﴿٨﴾ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ
نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۛ وَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا
يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ
اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ
مُرِيْبٍ ﴿٩﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ
ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ
اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا
كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾ قَالَتْ
لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ
اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ مَا كَانَ لَنَآ

اور جب تمہارے رب نے (تم کو) آگاہ کیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔ اور موسیٰ نے (صاف صاف) کہہ دیا کہ اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ناشکری کرو تو اللہ بھی بے نیاز (اور) قابلِ تعریف ہے۔ بھلا تمہیں اُن لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے (یعنی) نوح اور عاد اور ثمود کی قوم اور جو اُن کے بعد تھے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں (جب) اُن کے پاس پیغمبر نشانیاں لے کر آئے تو اُنہوں نے اپنے ہاتھ اُن کے مونہوں پر رکھ دیئے (کہ خاموش رہو) اور کہنے لگے کہ ہم تو تمہاری رسالت کو تسلیم نہیں کرتے اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم اس کے تئیں شک میں ہیں۔ ان کے پیغمبروں نے کہا کہ کیا (تمہیں) اللہ (کے بارے) میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے؟ وہ تمہیں اس لئے بلاتا ہے کہ تمہارے گناہ بخشے اور فائدہ پہنچانے کے لئے ایک مدت مقرر تک تمہیں مہلت دے۔ وہ بولے تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو تمہارا یہ منشاء ہے کہ جن چیزوں کو ہمارے بڑے پوجتے رہے ہیں ان (کے پوجنے) سے ہمیں روک دو تو (اچھا) کوئی کھلی دلیل لاؤ (یعنی معجزہ دکھاؤ)۔ پیغمبروں نے اُن سے کہا کہ ہاں ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن

اَنۡ نَّاۡتِيَكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ
فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى
اللّٰهِ وَ قَدۡ هَدٰٮنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصۡبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَيۡتُمُوۡنَا ؕ
وَ عَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ ﴿۱۲﴾ وَ قَالَ الَّذِيۡنَ
كَفَرُوۡا لِرُسُلِهِمۡ لَنُخۡرِجَنَّكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِنَاۤ اَوۡ
لَتَعُوۡدُنَّ فِىۡ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ لَنُهۡلِكَنَّ
الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۳﴾

اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (نبوت کا) احسان کرتا ہے اور ہمارے اختیار کی بات نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر تمہیں (تمہاری فرمائش کے مطابق) معجزہ دکھائیں اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسا رکھنا چاہیئے۔ اور ہم کیوں کر اللہ پر بھروسہ نہ رکھیں حالانکہ اُس نے ہمیں ہمارے (دین کے سیدھے) رستے بتائے ہیں اور جو تکلیفیں تم ہمیں دیتے ہواُس پر صبر کریں گے اور اہلِ توکل کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اور جو کافر تھے انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ (یا تو) ہم تمہیں اپنے ملک سے باہر نکال دیں گے یا ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ تو اللہ نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔ (۱۴:۷ تا ۱۳)

وَ لَنُسۡكِنَنَّكُمُ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ
خَافَ مَقَامِىۡ وَ خَافَ وَعِيۡدِ ﴿۱۴﴾ وَ اسۡتَفۡتَحُوۡا وَ خَابَ
كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيۡدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنۡ وَّرَآٮِٕهٖ جَهَنَّمُ وَ يُسۡقٰى مِنۡ
مَّآءٍ صَدِيۡدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيۡغُهٗ وَ
يَاۡتِيۡهِ الۡمَوۡتُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَ
مِنۡ وَّرَآٮِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيۡظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا
بِرَبِّهِمۡ اَعۡمَالُهُمۡ كَرَمَادِ ۨاشۡتَدَّتۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِىۡ
يَوۡمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقۡدِرُوۡنَ مِمَّا كَسَبُوۡا عَلٰى شَىۡءٍ ؕ
ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِيۡدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَ يَاۡتِ
بِخَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ﴿۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ ﴿۲۰﴾ وَ
بَرَزُوۡا لِلّٰهِ جَمِيۡعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا
اِنَّا كُنَّا لَكُمۡ تَبَعًا فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّغۡنُوۡنَ عَنَّا مِنۡ
عَذَابِ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ قَالُوۡا لَوۡ هَدٰٮنَا اللّٰهُ
لَهَدَيۡنٰكُمۡ ؕ سَوَآءٌ عَلَيۡنَاۤ اَجَزِعۡنَاۤ اَمۡ صَبَرۡنَا مَا لَنَا

اور اُن کے بعد تمہیں اس زمین میں آباد کریں گے۔ یہ اُس شخص کے لئے ہے جو (قیامت کے روز) میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے عذاب سے خوف کرے۔ اور پیغمبروں نے (اللہ سے اپنی) فتح چاہی تو ہر سرکش ضدی نامراد رہ گیا۔ اُس کے پیچھے دوزخ ہے اور اُسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ اس کو گھونٹ گھونٹ پیئے گا اور گلے سے نہیں اتار سکے گا اور ہر طرف سے اُسے موت آ رہی ہو گی مگر وہ مرنے میں نہیں آئے گا اور اُس کے پیچھے سخت عذاب ہو گا۔ جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا اُن کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ آندھی کے دن اُس پر زور کی ہوا چلے (اور) اُسے اڑا لے جائے (اسی طرح) جو کام وہ کرتے رہے ان پر ان کو کچھ دسترس نہ ہو گی یہی تو پرلے سرے کی گمراہی ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں نابود کر دے اور (تمہاری جگہ) نئی مخلوق پیدا کر دے۔ اور یہ اللہ کو کچھ بھی مشکل نہیں۔ اور (قیامت کے دن) سب لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو ضعیف (العقل متبع اپنے روسائے) متکبرین سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیرو تھے کیا تم اللہ کا کچھ عذاب ہم پر سے دفع کر سکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں ہدایت کرتے اب ہم گھبرائیں یا صبر کریں ہمارے

مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٢١﴾ وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ
اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَ
مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ
فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ
اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ
اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿٢٢﴾ وَ اُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ
رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿٢٣﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ
اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا
ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿٢٤﴾

حق میں برابر ہے، کوئی جگہ (گریز اور) رہائی کی ہمارے لئے نہیں ہے۔ جب (حساب کتاب کا) کام فیصل ہو چکے گا تو شیطان کہے گا (جو) وعدہ اللہ نے تم سے کیا تھا (وہ تو) سچا (تھا) اور (جو) وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وہ جھوٹا تھا اور میرا تم پر کسی طرح کا زور نہیں تھا ہاں میں نے تمہیں (گمراہی اور باطل کی طرف) بلایا تو تم نے (جلدی سے اور بے دلیل) میرا کہا مان لیا تو (آج) مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، نہ میں تمہاری فریادرسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریادرسی کر سکتے ہو، میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ تم مجھے شریک بناتے تھے۔ بے شک جو ظالم ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ باغات میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ اُن میں رہیں گے، وہاں اُن کی دعائے ملاقات سلام ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے (وہ ایسی ہے) جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں آسمان میں۔ (۱۴:۱۴ تا ۲۴)

تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ
الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَ مَثَلُ
كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اِجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ
الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ
يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾

اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا (اور میوے) دیتا ہو اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے، اُس کو ذرا بھی قرار (وثبات) نہیں۔ اللہ مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا) اور اللہ بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (۱۴:۲۵ تا ۲۷)

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ
الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾ وَ
تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٤٩﴾
سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ

تو ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ نے جو اپنے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے اُس کے خلاف کرے گا بے شک اللہ زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔ جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیئے جائیں گے) اور سب لوگ اللہ یگانہ و زبردست کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔ اور اس دن تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے کرتے گندھک کے ہوں

النَّارُ ۝٥٠ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝٥١ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝٥٢

گے اور اُن کے مونہوں کو آگ لپٹ رہی ہوگی۔ یہ اس لئے کہ اللہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ یہ (قرآن) لوگوں کے نام (اللہ کا پیغام) ہے تا کہ ان کو اُس سے ڈرایا جائے اور تا کہ وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے اور تا کہ اہلِ عقل نصیحت پکڑیں۔ (۱۴:۴۷ تا ۵۲)

درج بالا آیات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت ہمیشہ سے اپنے مخاطبین کی سماجی وثقافتی ضرورتوں کے موافق پیش کیا گیا ہے۔ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ کے پیغام کا جو ہر خاص پیش کیا گیا ہے اور ایمان لانے والوں و ایمان لانے سے انکار کرنے والوں کے دلائل نقل کئے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے پیغمبر یا رسول انہی لوگوں میں سے بھیجے جو ان کے حالات اور مسائل سے آگاہ تھے اور اس بات کو سمجھتے تھے کہ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا پیغام کس طرح پیش کیا جائے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت اس کے پیغمبروں کی زبان سے اسی زبان میں ادا ہوا جسے وہ لوگ بولتے تھے، بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت بھی اور خود پیغمبر بھی قوم میں الگ تھلگ ہو کر رہ جاتے، جسے مخاطب کرنے کے لئے پیغام اور پیغمبر بھیجے گئے تھے۔

حال اور مستقبل کی رہنمائی کے لئے تاریخ ماضی کے تجربات سے حاصل ہونے والے سبق فراہم کرتی ہے۔مثال کے طور پر موسیٰ علیہ السلام کی دعوتی جدوجہد ایک ایسے قائد کے طور پر دیکھی جا سکتی ہے جس نے اپنی قوم کو خودغرضی اور ناعاقبت اندیشی یا کم نظری کے اندھیروں سے نکال اللہ کی ہدایت کی روشنی میں لانے کا کام کیا، اور انہیں ''ایام اللہ'' کی یاددہانی کرائی کہ جب اللہ کے فضل سے وہ فرعون کے استبداد سے بچ نکلے، آزادی حاصل کی، صحراء کی سختیوں کو جھیل کر زندہ رہے۔یہ سارے واقعات کسی کے لئے بھی عبرت اور سبق آموزی کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر چل کر اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری شکر گزار لوگوں کے لئے ایک کامیابی سے دوسری کامیابی کی طرف پیش رفت کرنے کا موجب بنتی ہے، اور نفسیاتی و سماجی توازن اور استحکام دیتی ہے۔

جزیرۃ العرب میں بسنے والی گزشتہ قوموں یعنی جنوب میں رہنے والے عاد اور شمال میں رہنے والے ثمود کے واقعات میں بہت سے مفید سبق ہیں۔اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہی میں بھٹکنے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے، لیکن اس کی منشاء لوگوں کو آزاد ذہن اور آزاد مرضی کے ساتھ کام کرنے کا موقع دینا ہے [۲:۲۶ تا ۲۷؛ ۷۵:۱۴ تا ۱۵؛ ۷۹:۳۷ تا ۴۱؛ ۹۰:۱۰؛ ۹۱:۷ تا ۹؛ ۹۲:۴ تا ۱۱]۔حق کو تکبر کے ساتھ جھٹلانے والے جان بوجھ کر دنیا کی زندگی پر ہی اپنی پوری توجہ رکھنا چاہتے ہیں اور اپنے مادی مفاد پر ہی ان کی نظر ہوتی ہے، وہ آخرت کو نظرانداز کرتے ہیں اور روح و اخلاق کے تقاضوں سے نیز دوسروں کے حقوق سے صرف نظر کرتے ہیں، اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ دوسرے لوگ بھی کسی نہ کسی طرح اللہ کے راستے سے بھٹک جائیں، اس کے لئے وہ جھوٹ اور کجروی سے بھی کام لیتے ہیں۔دوسری طرف اللہ کی ہدایت کو اپنانے والے ایک اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی ہدایت کی روشنی میں چلتے ہیں، اسی کے مطابق اس دنیا میں اپنا طرزِ عمل رکھتے ہیں؛ ساتھ ہی ساتھ آخرت میں انسان کی جواب دہی اور جزا وسزاء ملنے پر ایمان رکھتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، اللہ کے رسول ایک انسان تھے آپؐ کی فضیلت و مرتبہ آپؐ کے نبیؐ ہونے کی بنیاد پر ہے اور آپؐ کے اخلاق میں کامل ہونے سے ہے، آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی مافوق الفطری قوت و طاقت کا دعویٰ نہیں کیا الا یہ کہ اللہ کی طرف سے ہی کسی خاص وقت پر کسی خاص مقصد سے کسی معجزہ کا ظہور ہوا۔لیکن ڈھٹائی کے ساتھ حق کا انکار کرنے والے، اپنے عقل و فہم کا موثر طریقے

سے استعمال کرنے کے بجائے اور اپنی بات دلائل سے کہنے کے بجائے، ظالمانہ اقدامات کرنے پر اتر آتے ہیں، البتہ ظلم واستبداد ہمیشہ جاری نہیں رہ سکتا۔ آخرت کے معاملے میں یہ بات خاص طور سے صحیح ہے، جہاں کمزور لوگ اس دنیا میں ظالم ومتکبر لوگوں کی اندھا دھند حمایت کرنے کا خمیازہ بھگتیں گے اور جہاں ظالم وجابر لوگ انہیں اس اندھا دھند حمایت کا کوئی صلہ نہیں دے پائیں گے۔ شیطان بھی کسی گنہ گار و بدکار کی کوئی مدد نہیں کر پائے گا، چاہے دنیا کی اس مختصر سی زندگی میں وہ ان کے کتنے ہی قریب اور ان کے ساتھ ساتھ رہا ہو۔

صرف بھلائیاں اور اچھی باتیں ہی باقی رہیں گے اور فروغ پائیں گی۔ نیکیاں اور صالح اعمال و باتیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہمیشہ دل کش، مستحکم اور نتیجہ خیز ہوتی ہیں۔ جب کہ برائی کی جڑ کمزور ہوتی ہے اس لئے برائی کے لئے کہیں ٹکاؤ نہیں ہے۔ انسان کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ خود اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ تبدیلیاں لاتا رہتا ہے اور کسی بھی سماج یا تہذیب کو اپنے طے کردہ قوانین فطرت کے مطابق انجام کو پہنچاتا ہے۔ اللہ کا پیغام بھلائی ہے جس کی جڑیں گہری ہوتی ہیں، جو پائیدار ہوتا ہے، قائل کن اور قابل یقین ہے اور موثر و نتیجہ خیز ہے۔ بدکار اور گنہ گار لوگ بھٹکتے رہتے ہیں، خود کو ان تمام فوائد سے محروم کر لیتے ہیں اور آخر کار نقصان اٹھاتے ہیں۔ تفصیلات سے قطع نظر اس کا لب لباب یہ ہے کہ صرف ایک اللہ واحد ہی کی عبادت کی جانی چاہئے، اور ہر انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کی طرف سے جزا وسزا یقینی ہے: ''وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے اور تاکہ اہلِ عقل نصیحت پکڑیں'' [۱۴:۵۲]۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام رسولوں سے فیصلہ کا دن آنے کا اور ہر فرد کو اس کی کمائی کا بدلہ دینے جو وعدہ کیا ہے وہ یقینی طور سے پورا ہوگا۔ اس دنیا کی خصوصیات آخرت کی دنیا میں تبدیل ہو جائیں گی [۲۰:۱۰۵ تا ۱۰۷؛ ۳۹:۶۷ تا ۶۹؛ ۷۳:۱۴؛ ۸۱:۱ تا ۶؛ ۸۲:۱ تا ۴؛ ۸۴:۱ تا ۴]۔ آخرت میں بدکار لوگ ایک ساتھ بیڑیوں میں جکڑے جائیں گے، انہیں تارکول کے لباس پہنائے جائیں گے، عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے اور ذلیل ہوں گے، کیوں کہ دنیا میں انھوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بداعمالیاں کیں، عیش ومستی کے ٹھاٹ اٹھائے اور تکبر میں پڑے رہے۔

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۶﴾

اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو تو اُن میں بعض ایسے ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ (۱۶:۳۶)

ہر قوم کو جس کے پاس اللہ تعالیٰ نے اپنا دین بھیجا، اور ہم ٹھیک ٹھیک نہیں جان سکتے کہ وہ کون کون سی قومیں تھیں کیوں کہ ان سب کا قرآن میں ذکر نہیں کیا گیا ہے [۴:۱۶۴؛ ۴۰:۷۸]، بنیادی تعلیم یہی دی گئی تھی کہ ایک اللہ کی عبادت کریں اور برائی کی طرف لے جانے والی ان طاقتوں سے بچیں جو ظلم و ناانصافی سے کام لیتی ہیں اور سماج پر اپنا دبدبہ بنائے رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام ہدایت کا مقصد لوگوں کو اللہ کے آگے خود سپردگی کرنے اور اس کی رہنمائی کو اختیار کرنے کی دعوت دے کر انہیں ایک دوسرے کے استحصال اور غلامی سے نجات دلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی میں کسی بھی فرد، طبقہ، نسل حتی کہ عقیدہ و مذہب کے تئیں اس دنیا میں حقوق انسانی اور انصاف روائی کے سلسلے میں کوئی تعصب یا طرف داری نہیں ہے۔ جن لوگوں نے گھمنڈ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو مسترد کیا ''ان پر ضلالت مسلط ہوگئی'' ان کے تکبر اور گھمنڈ کی وجہ سے [۲:۶ تا ۷، ۲۹:۴ تا ۱۰]۔ زمخشری نے اس بیان کا مطلب یہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اکیلا

چھوڑ دیا کہ اس نے اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا انکار کرنے کو ترجیح دی۔ انسانی تاریخ ہمیں ان سرکردہ افراد، سماجوں اور تہذیبوں کا انجام بتاتی ہے جنھوں نے تکبر اور ناانصافی میں اپنے آپ کو جکڑ لیا تھا؛ ان کا زوال اور ان کی تباہی ان کے مادی فوائد کے حصول میں ہی لگے رہنے اور خود پسندی میں مبتلا رہنے کا نتیجہ بن کر سامنے آئی۔

وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ بِالۡبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ‌ؕ وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَ لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۴۴﴾

اور ہم نے تم سے پہلے مَردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے، اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہلِ کتاب سے پوچھ لو۔ (اور ان پیغمبروں کو) دلیلیں اور کتابیں دے کر (بھیجا تھا) اور ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو تاکہ وہ غور کریں۔ (۱۶:۴۳ تا ۴۴)

اللہ کے رسولوں کی انسانی فطرت اور اخلاقی مشن کو جتانے کے لئے یہ ایک اور قرآنی تاکید ہے۔ محمد ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کا ایک انسانی ذریعہ تھے جو ان لوگوں سے بات چیت کر سکتے تھے اور ان کے ساتھ گھل مل سکتے تھے جن کی طرف وہ پیغام بھیجا گیا تھا۔ ان پر اللہ کا پیغام نازل ہوا تاکہ وہ اس کی تبلیغ کریں اور لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت کریں، کیوں کہ یہ ہمیشہ لازم ہے کہ پیغام پیغمبر کے اقوال و اعمال کے ذریعہ پہنچتا اور واضح ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا پیغام ان لوگوں کے اندر پیغام کو قبول کرنے کی سنجیدہ جستجو، فہم اور غور و فکر کا بھی متقاضی ہے جو اس کے مخاطب ہیں، کیوں کہ بے رغبتی یا بے حسی اور بے توجہی اللہ کے رسول کی کسی بھی کوشش کو بے نتیجہ کر دے گی۔ یہ آیات اس بات پر بھی زور دیتی ہیں کہ اللہ کا دین بنیادی امور میں ایک ہی ہے اور تسلسل کے ساتھ آتا رہا ہے، اور اس لئے ان لوگوں کے درمیان آپسی تعلقات استوار ہونا چاہئیں جن کے پاس ایک کے بعد ایک متواتر طریقے سے اللہ تعالیٰ کا دین آتا رہا ہے، اگر وہ واقعی اللہ سے ڈرتے ہیں اور اپنی اخلاقی ذمہ داریوں کو پورا کرنے والے ہیں۔

وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۲۵﴾

اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے اُن کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔ (۲۱:۲۵)

یہ آیت اس بات پر زور دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کے ذریعہ تسلسل کے ساتھ جو پیغام آتا رہا ہے وہ ایک ہی ہے اور یہ کہ صرف اللہ کی ہی عبادت کی جائے۔ اس طرح یہ آیت انسانی ذہن کو اور انسانی سماج کو توہمات، ظلم و استبداد اور دوسرے غلط رجحانوں کے غلبہ سے نجات دیتی ہے۔

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۹۲﴾

یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو میری ہی عبادت کیا کرو۔ (۲۱:۹۲)

جب اللہ تعالیٰ کی ہستی ایک ہے تو اس پر ایمان رکھنے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہئے، کہ ان سب کی ایک ہی ٹھوس بنیاد ہے، اور ایک ہی خالق و مالک و معبود کی عبادت کرنا اور اس کی بندگی کو قبول کرنا ان کو آپس میں جوڑنے کا ایک مضبوط عامل ہے۔ البتہ، اتحاد اگرچہ انتشار اور پھوٹ کو ختم کرتا ہے لیکن اس کا مطلب تنوع کو مٹانا نہیں ہے۔ لہٰذا مقصود بس اتنا ہی ہے کہ یکساں بنیادوں اور باتوں سے باہمی افہام و تفہیم اور تعاون ہو، اس کا مطلب ایک ہی سانچے میں ڈھالنا نہیں ہے۔ ایک حقیقی اور جان دار اتحاد فاصلوں کو بھرنے، اختلافات کو

سلجھانے اور مسائل کو حل کرنے کی مستقل کوششوں کے لئے کار بند ہوئے بنا قائم نہیں ہوسکتا۔

وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

اور ہم نے نصیحت (کی کتاب یعنی تورات) کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ میرے نیکوکار بندے ملک کے وارث ہوں گے۔ عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں (اللہ کے احکام کی) تبلیغ ہے اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ہم نے تمہیں تمام اہل جہاں کے لئے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔ کہہ دو کہ مجھ پر (اللہ کی طرف سے) یہ وحی آتی ہے کہ تم سب کا معبود اللہ واحد ہے تو تمہیں چاہئے کہ فرماں بردار ہو جاؤ۔ (۲۱:۱۰۵ تا ۱۰۸)

زبور کا مطلب ہے کتاب حکمت، اور قرآن میں بعض مقامات پر اسے جمع کے صیغے میں استعمال کیا گیا ہے [۳:۱۸۴؛ ۱۶:۴۴؛ ۲۳:۵۳؛ ۲۶:۱۹۶؛ ۳۵:۲۵؛ ۵۴:۵۳]۔ یہ لفظ خاص طور سے اس کتاب کے لئے بھی بولا جاتا ہے جو حضرت داؤد پر نازل ہوئی تھی [۴:۱۶۳؛ ۱۷:۵۵]۔ اسی طرح لفظ 'ذکر' کا معنی ہے یاد دہانی، یا ایسی کوئی بات جو پہلے سے ذہن میں ہو، یا کوئی بات کسی سے کہنا [۷:۶۳، ۶۹؛ ۱۳:۲۸؛ ۱۶:۴۳؛ ۲۱:۷؛ ۳۸:۸؛ ۵۴:۲۵]، اور اس کا ایک مطلب قرآن بھی ہے کہ یہ قرآن کا ایک نام ہے [۳:۵۸؛ ۱۵:۹؛ ۱۶:۴۴؛ ۲۱:۵۰؛ ۳۶:۶۹]۔ درج بالا آیت میں دونوں الفاظ بظاہر ان کے عام معنوں میں ہی استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ نے انسانوں کی اچھے اور نیک کاموں کی طرف رہنمائی کی ہے، اور اپنی کتاب میں اس نے وعدہ کیا ہے کہ ہدایت یافتہ اور صالح لوگ زمین کے وارث ہوں گے اور انسانوں کے درمیان انصاف قائم کرنے کے لئے اللہ کی طرف سے مجاز بنائے جائیں گے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام اسی انصاف، رحمت اور مخلوقات سے ہمدردی کی دعوت دیتا ہے، جملہ مخلوقات سے ہمدردی جن میں انسان (خاص طور سے وہ جو کمزور، مظلوم اور محروم ہوں جیسے بچے، عورتیں، محنت کش، جنگی قیدی اور غلام وغیرہ)، جنات، اور دوسری ذی حیات مخلوقات سب شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا انصاف اور اس کا فضل دونوں صنفوں کے لئے ہے، ہر عمر کے لوگوں کے لئے ہے، ہر نسل وقوم اور عقیدے کے لئے عام ہے، حاکموں کے لئے بھی ہے اور محکوموں کے لئے بھی، امیروں کے لئے بھی اور غریبوں کے لئے بھی۔ لیکن یہ انصاف اور فضل ایک الٰہ واحد پر ایمان رکھنے والے اور اس کا تقویٰ اختیار کرنے والے لوگوں کے بغیر قائم نہیں ہوسکتا جو اپنا دل، دماغ، توانائیاں اور اپنی تمام طاقتیں اللہ تعالیٰ کے آگے بچھا دیں۔ اس طرح افراد اور سماج ایک طرف خود غرضی، استحصال، ظلم و جبر، لالچ اور ناانصافی و بے رحمی کی دوسری شکلوں سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں اور دوسری طرف بے ہمتی اور ناامیدی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـِٕیْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا ۖۗ اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۷﴾

جو لوگ مؤمن (یعنی مسلمان) ہیں اور جو یہودی ہیں اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک، اللہ ان (سب) میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا بے شک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ (۲۲:۱۷)

یہاں قرآن اسی چیز پر زور دیتا ہے جو دوسرے مقامات پر کئی بار کہی گئی ہے کہ مختلف عقائد اور ان کے پیروکاروں کے اختلافات کا فیصلہ حتمی طور پر اللہ ہی کو کرنا ہے، وہی ہر انسان کی نیت اور اس کے جملہ حالات سے واقف ہے [۳:۵۵؛ ۵:۴۸؛ ۶:۶۰، ۱۰۸، ۱۶۴؛

۱۰: ۲۳، ۹۳؛ ۲۷: ۲۸؛ ۲۹: ۸؛ ۳۱: ۱۵؛ ۳۹: ۷؛ ۴۵: ۱۷]۔حتیٰ کہ زرتشتیوں کو بھی، جو ثنویت کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے بظاہر توحیدی نہیں ہیں، دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک اللہ کا حوالہ دیا گیا ہے جو اپنے پورے علم اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ جہاں تک صابئین کا سوال ہے تو میں اسے اس کے عام معنی میں لینے کا قائل ہوں، کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو حق کی تلاش میں ایک عقیدے سے دوسرے عقیدے کی طرف چلے گئے، بجائے یہ ماننے کے کہ اس سے مراد عیسائیوں کا ایک مخصوص فرقہ ہے جو ''ہرّ ان'' میں معروف ہے ،کیوں کہ اوپر کی آیت میں مذکور یہ صابئین کا ایک اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے لوگوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے[دیکھیں ۲: ۶۲؛ ۵: ۶۹]، جب کہ صبیان ان میں شمار نہیں ہو سکتے۔اس لفظ کا جو مصدر ہے اس کا عربی میں معنی ہے کسی کا عقیدہ تبدیل کر لینا، اور یہ لفظ خود محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے مکہ کے لوگوں نے استعمال کیا تھا جب آپؐ نے ایک اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دینا شروع کی۔ یہ طبقہ جو عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے یہودیوں میں سے نکلا ہوگا، اور جان باپٹسٹ جس کی تعلیمات کا ایک نمائندہ تھا، عراق کے مانڈین لوگوں کی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دو دیگر ہستیوں کو بھی خدائی میں شریک کرتے ہیں، یہ آیت ان کا معاملہ بھی اللہ کے حوالہ کرتی ہے کہ وہ ان کا فیصلہ کرے گا۔ وہی ہے جو ان کی نیت، فہم، ان کی آزادی انتخاب اور ان کے جملہ حالات کی حقیقت کو جانتا ہے، کیوں کہ ''اللہ ہر چیز پر گواہ ہے''۔ اس حقیقت کو کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرے گا جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں[۴: ۴۸، ۱۱۶]اس اصول سے جوڑ کر دیکھنا چاہئے کہ ذمہ داری کے لئے لازمی اور پیشگی شرط کے طور پر ہدایت واضح ہو گئی ہو[۴: ۱۱۵؛ ۴۷: ۲۵، ۳۲]، اور اس عام اصول سے بھی الگ کر کے نہیں دیکھا جانا چاہئے کہ انسان کو اس کی استطاعت کے دائرے میں ہی مکلف اور ذمہ دار بنایا گیا ہے[۲: ۲۲۳، ۲۸۶؛ ۶: ۱۵۲؛ ۷: ۴۲؛ ۲۳: ۶۲]۔لفظ کفر کا مطلب ہے چھپانا، اور دین کی اصطلاح میں کافر وہ ہے جو خود اپنے احساس جرم کو چھپائے اور اپنے ضمیر کی آواز کو اپنے شعور سے جھٹلا دے[۶: ۳۳؛ ۷: ۵۱؛ ۱۱: ۵۹؛ ۲۷: ۱۴؛ ۲۹: ۴۷، ۴۹؛ ۳۱: ۳۲؛ ۴۰: ۶۳؛ ۴۶: ۲۶]۔

ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا ؕ کُلَّمَا جَآءَ اُمَّۃً رَّسُوۡلُہَا کَذَّبُوۡہُ فَاَتۡبَعۡنَا بَعۡضَہُمۡ بَعۡضًا وَّ جَعَلۡنٰہُمۡ اَحَادِیۡثَ ۚ فَبُعۡدًا لِّقَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۴﴾

پھر ہم پے در پے اپنے پیغمبر بھیجتے رہے۔ جب کسی اُمت کے پاس اُس کا پیغمبر آتا تھا تو وہ اُسے جھٹلا دیتے تھے تو ہم بھی بعض کو بعض کے پیچھے (ہلاک کرتے اور اُن پر عذاب) لاتے رہے اور اُن کے افسانے بناتے رہے۔ پس جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان پر لعنت ہے۔ (۲۳: ۴۴)

اللہ تعالیٰ کے رسول اور انبیاء مختلف زمانوں میں اور مختلف مقامات پر آئے۔ اگر چہ ہم ان نبیوں، ان کے زمانوں اور مقامات کی پوری فہرست نہیں بنا سکتے[۴: ۱۶۴؛ ۴۰: ۷۸]، تاہم ہم یہ مان سکتے ہیں کہ ان کی تعلیمات میں کچھ چیزیں مشترک رہی ہوں گی، کیوں کہ ان تمام کو اپنی قوموں کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی قوم کے لوگ، دوسرے بہت سے انسانوں کی طرح، خود پسندی میں مبتلا رہے اور ان کی ساری دلچسپیاں مادی لذتوں و مفادات کے گرد ہی رہیں؛ انھوں نے اپنی عقلوں کا استعمال نہیں کیا اور اپنی روح کے تقاضوں کو نظر انداز کیا۔ لیکن یہ لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں، کیوں کہ ان کے اندر نفسیاتی اور سماجی استحکام اور توازن نہیں تھا کہ اللہ اور آخرت پر ایمان سے ہی یہ چیز باقی رہتی ہے، اور انہیں اس مختصر سی زندگی کے ناگزیر انجام کا سامنا کرنا ہوگا۔ وہ محض ماضی کا افسانہ بن کر رہ گئے، اور انسان کی ناعاقبت اندیشی کی ایک مثال یا علامت بن گئے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے، (تو) کیا تم صبر کرو گے؟ اور تمہارا رب تو دیکھنے والا ہے۔ (۲۵:۲۰)

اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر انسان ہی تھے جنھوں نے لوگوں کو اخلاق، انصاف، امن، باہمی تعاون اور ہمدردی کی تعلیم دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے آشنا کیا۔ لیکن چوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزاد مرضی کے ساتھ پیدا کیا ہے، اس لئے تمام لوگ عقل و منطق سے کام نہیں لیتے ہیں اور پیغمبروں کی دعوت پر مثبت ردِّعمل نہیں دیتے۔ لوگوں کا امتحان اس بات میں ہے کہ وہ اللہ کی ہدایت پہنچنے کے بعد کیا رویہ اختیار کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح تعامل کرتے ہیں۔ یہ مستقل امتحان و آزمائش جو ہر انسان کو دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں پیش آتی ہے اللہ کی ہدایت پر عمل کرنے سے آسان ہوجاتی ہے، کہ یہ ہدایت انسانی فطرت کے تعصّبات اور انسان کی محدود صلاحیت و استطاعت کے دائرے کے باہر سے آتی ہے۔ انسانی تعلقات کی آزمائش میں کامیاب ہونے کے لئے فرد کو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہئے کیوں کہ ہدایت الٰہی تمام فریقوں کے مفادات و ضروریات کی کفایت کرتی ہے اور کسی کے ساتھ کوئی تعصب یا جانب داری نہیں برتتی، اور یہ ہدایت انصاف، رحم اور دردمندی پر مشتمل ہے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

اور تمہارا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک اُن کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے جو اُن کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں۔ (۲۸:۵۹)

اللہ تعالیٰ نے کسی بھی قوم کو اس کی مستقل بداعمالی کے لئے تب تک کوئی سزا نہیں دی جب تک کہ ان کے پاس کوئی ڈرانے والا پیغمبر نہ بھیج دیا، پھر اسے ان لوگوں نے ہٹ دھرمی کے ساتھ جھٹلا دیا [۶:۹۲، ۱۳۱؛ ۱۱:۱۱۷؛ ۱۷:۱۵؛ ۴۲:۷]۔ یہی بات کسی بھی بستی کی طرح خود مکہ اور مکہ والوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ حالانکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ اس نے بعد میں آنے والی ہدایات کے منکروں کو فوراً ہی عذاب میں نہیں پکڑا، ان کی سزا کو آخرت میں اپنے فیصلہ پر موقوف کردیا ہے۔ [۱۶:۶۱، ۱۸:۵۸؛ ۲۹:۵۳ تا ۵۴؛ ۳۵:۴۵؛ ۴۲:۱۴؛ ۴۷:۴]

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ﴿۷﴾ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۸﴾

اور جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور عہد بھی ان سے پکا لیا تاکہ سچ کہنے والوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں دریافت کرے اور اُس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۳۳:۷ تا ۸)

جب اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو نبی بنایا تو اس نے اس نبی سے دی گئی ذمہ داری کو پورا کرنے کا عہد لیا: ''جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے (قیامت کے دن) ہم اُن سے بھی پرسش کریں گے اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے [۷:۶، نیز دیکھیں ۲:۸۳؛ ۳:۱۸۷؛ ۵:۱۲، ۷۰، ۱۶۹]۔ اسی لئے حضرت یونس کو اس عہد کی خلاف ورزی کا مرتکب مانا گیا؛ ان کی قوم نے جب ان کی دعوت کو مسترد کیا تو وہ بستی

چھوڑ کر چلے گئے [۲۱: ۸۷ تا ۸۸؛ ۷: ۳: ۱۳۹ تا ۱۴۸]۔ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی کو نبی بنایا تو انہیں یہ ذمہ داری دی کہ وہ ایمان لانے کے بعد دوسروں کو اللہ کی عبادت کی دعوت دینے سے پہلے خود اللہ واحد کی عبادت کریں اور اس کی ہدایت کا اتباع کریں۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾

اور ہم نے تم سے پہلے (بہت سے) پیغمبر بھیجے ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات تم سے بیان کر دئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات بیان نہیں کئے اور کسی پیغمبر کا مقدور نہ تھا کہ اللہ کے حکم کے سوا کوئی نشانی لائے؛ پھر جب اللہ کا حکم آ پہنچا تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور اہلِ باطل نقصان میں پڑ گئے۔ (۴۰: ۷۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مختلف علاقوں اور قوموں میں بھیجے لیکن ان سب کا ذکر قرآن میں نہیں ہے [نیز دیکھیں ۴: ۱۶۴]۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ساتھ ہر موقع پر لازمی طور سے کوئی معجزاتی علامت نہیں دی گئی، یہ معجزاتی علامتیں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور مرضی سے ہی، جب اس نے چاہا سامنے آئیں، اللہ کے رسول کسی خاص مقام اور خاص لوگوں میں بغیر کسی معجزاتی نشانے کے ہی رہے۔ رسولوں کے پیغام کی صداقت کا ثبوت خود ان کا پیغام اور ان کی دعوت ہی ہوتا تھا۔ جن لوگوں نے خود کو جھوٹ میں مبتلا رکھا وہ حشر کے دن یہ دیکھ لیں گے کہ انھوں نے حق کو سمجھنے میں بہت دیر کر دی اور اب وہ ہمیشہ کے لئے نقصان میں ہیں۔

وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

اور کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے مگر الہام (کے ذریعے) سے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے القا کرے، بے شک وہ عالی رتبہ اور حکمت والا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے سے (قرآن) بھیجا ہے، تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو، لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بے شک (اے محمد ﷺ!) تم سیدھا رستہ دکھاتے ہو۔ (یعنی) اللہ کا رستہ جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے، دیکھو سب کام اللہ کی طرف رجوع ہوں گے (اور وہی ان میں فیصلہ کرے گا)۔

(۴۲: ۵۱ تا ۵۳)

درج بالا قرآنی آیات سے کسی نبی پر اللہ کی وحی نازل ہونے کی وضاحت ہوتی ہے، کہ نبی آخر کار انسان ہی ہوتے تھے۔ یہ وحی دفعتاً محسوس ہونے والا ایک داخلی تجربہ ہوتا ہے، جیسا کہ رسول ﷺ کی ایک حدیث سے اشارہ ملتا ہے، یا کوئی آواز ہوتی ہے جو پردہ کے پیچھے سے آتی ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ بہت سے معاملوں میں اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کو بھیجتا ہے اور جس پر جو وحی نازل کرنا چاہتا ہے وہ نازل کرتا ہے۔ جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ کے پاس آتے تھے۔ نبی بنائے جانے سے پہلے محمد ﷺ اپنے قبیلے اور خاندان کے ایک فرد ہی تھے، گو کہ آپ کے اندر اللہ تعالیٰ کی ہستی کے تئیں ایک گہری جستجو، لگاؤ اور عقیدت تھی۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام ہدایت

سے محمد ﷺ کو نزول وحی کا تجربہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ دین حق کو کس طرح بیان کیا جائے اور اللہ کی بندگی بجالانے کا طریقہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام نور ہے اور سیدھا راستہ ہے جسے کتاب کی صورت میں بہ آسانی محفوظ کیا جاسکتا ہے، یاد کیا جاسکتا ہے اور اس کی زیارت وتلاوت کی جاسکتی ہے۔ یہ فرد اور سماج کو انصاف، امن اور استحکام عطا کرتا ہے، کیوں کہ اس کا سرچشمہ وماخذ اللہ تعالیٰ خود ہے جو نسلی، طبقاتی، صنفی یا اور کسی بھی قسم کے تعصب وتفریق سے پاک ہے۔

وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت کرنے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم قدم بہ قدم انہی کے پیچھے چلتے ہیں۔ پیغمبر نے کہا کہ اگرچہ میں تمہارے پاس ایسا (دین) لاؤں کہ جس رستے پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا وہ اس سے کہیں سیدھا رستہ دکھاتا ہے! کہنے لگے کہ جو (دین) تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔ تو ہم نے ان سے انتقام لیا، سو دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ (۴۳:۲۳ تا ۲۵)

ان آیات میں ان مخالفتوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے مختلف پیغمبروں کو ان لوگوں کی طرف سے پیش آئیں جو عیش ومستی میں پڑے ہوئے تھے، گھمنڈ اور تکبر میں مبتلا تھے اور اپنے آباؤ اجداد کے عقائد کے اندھے مقلد بنے ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنے کرتوتوں کے نتائج اس دنیا میں بھی بھگتے، اور آخرت میں اس کے ابدی نتائج کا سامنا کریں گے۔ جیسا کہ پہلے وضاحت کی جاچکی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس دنیا میں جینے کا موقع دیا ہے اور کسی بھی غلط کام کے فطری نتائج کا سامنا کرنے کا پابند کردیا ہے، جب کہ اس نے اپنا فیصلہ اور اپنی طرف سے اعمال کی جزا وسزا کو آخرت کے لئے چھوڑ دیا ہے [۶:۶۰؛ ۱۴:۱۰؛ ۱۶:۶۱؛ ۲۰:۱۲۹؛ ۲۹:۵۳؛ ۳۵:۴۵؛ ۴۰:۶۷؛ ۴۲:۱۴؛ ۴۷:۴]

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کریں اور ترازو (یعنی قواعدِ عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور لوہا پیدا کیا اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطر بھی شدید ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں، اور اس لئے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو معلوم کرلے، بے شک اللہ قوی (اور) غالب ہے۔ اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (کے سلسلے) کو (وقتاً فوقتاً) جاری رکھا تو بعض ان میں سے ہدایت پر ہیں اور اکثر ان میں سے خارج از اطاعت ہیں۔ پھر ان کے پیچھے انہی کے قدموں پر (اور) پیغمبر بھیجے اور ان کے پیچھے مریم کے بیٹے

الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

عیسیٰ کو بھیجا اور ان کو انجیل عنایت کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی ڈال دی، اور لذات سے کنارہ کشی تو انہوں نے خود ایجاد کر لی تھی ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر (انہوں نے اپنے خیال میں) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (آپ ہی ایسا کر لیا تھا)، پھر جیسا اس کو نباہنا چاہئے تھا نباہ بھی نہ سکے؛ پس جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔ (۲۵:۵۷ تا ۲۷)

اللہ تعالیٰ کا دین حق کی واضح نشانیوں اور ثبوتوں، نیز رسول کی شخصی اور سماجی فضیلت کے اعتبار و اعتراف کے ساتھ بھیجا گیا اور اور دین و ہدایت کی تعلیمات اس کے ساتھ دی گئیں، مزید برآں اللہ تعالیٰ نے رسول کی مدد کے لئے جو مافوق الفطری نشانیاں اور معجزے دینا چاہے، وہ بھی ان کے ساتھ لوگوں کے سامنے لائے گئے۔ پیغام ہدایت یا دین کا جوہر خاص اس کی بنیادی تعلیمات ہیں اور یہ تعلیمات بعض اوقات 'کتاب' کے ذریعہ دی گئیں جو رسول پر اتاری گئی۔ ان تعلیمات میں وہ قدریں بھی شامل ہیں جو اس بات کو سمجھنے کے لئے کہ کون سے اعمال اور باتیں نیکی اور بھلائی کی ہیں اور کون سے کام گناہ اور منکر ہیں، اخلاقی و سماجی معیار وضع کرتی ہیں۔ اس حوالے سے 'احکام عشرہ' (شریعت موسوی کی تعلیمات) کو اولین سنگ میل کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

البتہ، اللہ کی ہدایت اور اخلاقی قدروں کے لئے ایک مضبوط بنیاد ضروری ہے جس کی بدولت یہ ہدایت اور اقدار فرد یا معاشرہ میں جاگزیں ہو جائیں۔ اقتصادی ترقی، قانون و انتظام کی برقراری، نیز داخلی و خارجی سلامتی اس بنیاد کے استحکام اور مضبوطی کے لیے لازمی ہیں۔ انسانی تہذیب کی تاریخ میں لوہے کی بہت اہمیت رہی ہے جو پر امن معاشی ترقی کا بھی ذریعہ ہے، مثلاً آلات و اوزار، نقل و حمل کے ذرائع، گاڑیاں، جہاز وغیرہ؛ اور سماجی و ملکی تحفظ کا بھی ذریعہ ہے کہ اس سے ہتھیار بنتے ہیں جن کی بدولت سماج اور ان کی قدروں کے تحفظ کا کام انجام دیا جاتا ہے، یا داخلی اور خارجی خطروں کا سدباب کیا جاتا ہے۔ قرآن یہ رہنمائی دیتا ہے کہ لوہے کو کس طرح ان دونوں میدانوں میں منصفانہ طریقے سے استعمال کیا جائے اور سماج کو استحصال، تشدد، ظلم اور استبداد سے بچایا جائے۔ طاقت کا استعمال جائز انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے اور جو لوگ داخلی یا خارجی سطح سے انصاف کی حدوں اور حقوق کو پائمال کرتے ہیں ان کے خلاف ہی کیا جا سکتا ہے [۲:۱۹۰، ۱۹۳]۔ اور طاقت کا استعمال مشروط و محدود اس لئے ہے کہ اس کے نقصانات کو کم سے کم سطح تک روکا جا سکے اور عام باشندے یا غیر متحارب لوگ اس کی زد میں نہ آئیں۔

اللہ تعالیٰ کے پیغام ہدایت یعنی دین کے جوہر کو سمجھنے کے بعد اور یہ جاننے کے بعد کہ اس دین کی نصرت کس طرح کی جا سکتی ہے، اوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ کے دو مستقل پیغمبروں کا ذکر ہے۔ ان کے اس تذکرے سے ایک اللہ کی عبادت پر مبنی اخلاقیات کو پیش کیا گیا ہے۔ پہلے جن پیغمبر کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت نوح ہیں جنہیں انسانیت کا دوسرا بابائے اعظم کہا جا سکتا ہے، اور دوسرے حضرت ابراہیم ہیں جنھوں نے اپنی پوری زندگی لوگوں کو ایک للہ کی عبادت کی طرف بلانے میں لگا دی، جہاں کہیں بھی وہ گئے میسوپوٹامیا، کنعان یا عرب۔ ان انبیاء کے بعد ان کی اولادوں کو اللہ کا دین ملا اور انھوں نے اس کی تبلیغ و اشاعت کی۔ لیکن ایک ایسے زمانہ میں جب انسانی تہذیب و تمدن ترقی کرتے ہوئے سماج کے قبائلی ڈھانچہ سے عالم گیریت میں بدلنے لگا تھا، اور وقت کی عظیم عالمی طاقت رومی سلطنت نے اسے آگے

بڑھانے کا کام کیا، تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو تنہا ہی رکھا اور ان کی اولادوں کا سلسلہ آگے نہیں چلا، اور حضرت عیسیٰ کے بعد جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی بنائے گئے تو ان کی کوئی اولاد نرینہ باقی نہ رہی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا دین کسی خاندان، کسی قوم یا کسی مقام و علاقہ تک محدود نہ رہا بلکہ عالم گیر بنتا گیا۔

آیات بالا کے آخر میں قرآن راہبانہ زہد و ریاضت کی نفی کرتا ہے [مثال کے لئے دیکھیں ۲:۱۶۸؛ ۵:۸۷ تا ۸۸؛ ۷:۳۱ تا ۳۲؛ ۱۶:۱۱۴ تا ۱۱۶؛ ۱۸:۷] اور یہ کہتا ہے کہ اللہ نے اس طرح کی عبادت و ریاضت کا حکم نہیں دیا تھا، وہ تو اپنے بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی ہدایت کے مطابق دنیا کی بھلائیاں حاصل کریں اور اس کی نعمتوں سے متمتع ہوں، لیکن رہبانیت کے طریقے تو عیسائیوں نے خود ہی نکال لئے اور یہ سمجھنے لگے کہ اس طرح انہیں تقدس و طہارت حاصل رہے گی۔ دوسری طرف، قرآن یہ بتاتا ہے کہ بہت سے عیسائی (نصاریٰ) دوسروں سے ہم دردی اور رحم کا برتاؤ کرتے ہیں: یہ اس لئے کہ اُن میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے [۵:۳۴]، اور دونوں فریقوں کا فیصلہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کرے گا پورے انصاف کے ساتھ، اور کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔

❀ ❀ ❀

قرآن میں مذکور انبیاء اور رسول

آدم علیہ السلام
(ملاحظہ کریں باب دوم 'بنی نوع انسان')

ادریس علیہ السلام

وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِدۡرِیۡسَ ۫ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ﴿۵۶﴾ وَّ رَفَعۡنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا ﴿۵۷﴾

اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کرو وہ بھی نہایت سچے نبی تھے اور ہم نے اُن کو اونچی جگہ اٹھا لیا تھا۔ (۱۹:۵۶ تا ۵۷)

بائبل میں غالباً ان کو ہی اینوک (Enoch) کہا گیا ہے [جینیس :۵: ۱۸، تا۱۹ اور ۲۱ تا ۲۴]، لیکن یہ محض قیاس ہے۔ بائبل کے مطابق اینوک آدم کے بیٹے سیٹھ Seth کی اولاد تھے، اور بائبل یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وہ اتنے عزیز تھے کہ اللہ نے انہیں موت نہیں دی بلکہ انہیں اپنے پاس بلا لیا، یعنی اٹھا لیا [جینسس :۵: ۲۲؛ ہبریوز ۱۱: ۵]، دوسری طرف قرآن کے بعض قدیم مفسرین مثلاً عبداللہ ابن مسعودؓ، قتادہ، عکرمہ اور الضحاک کا خیال ہے کہ ادریس الیاس علیہ السلام (Elijah) کا ہی دوسرا نام ہے۔ بائبل میں ذکر ہے کہ اینوک اور ایلیجاہ دونوں کو ہی ان کے جسموں کے ساتھ آسمان میں اٹھا لیا گیا تھا۔ اسمتھ بائبل ڈکشنری میں اینوک کے سلسلہ میں اسمتھ کے مضمون میں ہے کہ 'اینک اور ایلیجاہ دونوں انسانی جسم کے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کی تاریخی مثالیں ہیں'۔ جیسا کہ اوپر مذکور قرآنی آیت میں ہے ان کو 'اونچی جگہ اٹھا لئے جانے' کا ذکر قرآن کی تفاسیر میں بعض مسلمان مفسرین کا انہیں اینوک یا ایلیجاہ سمجھنا سمجھ میں آتا ہے۔ ادریس علیہ السلام کی رفعت غیر مادی انداز کی ہوسکتی ہے جیسا کہ اللہ سے 'ان کی قربت' سے اشارہ ملتا ہے، جیسا کہ حسن البصری سے روایت کیا گیا ہے، حالانکہ اس بارے میں ایک حدیث کی روایت یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے جسم خاکی کو جنت میں رکھا گیا ہے۔

نوح علیہ السلام (Noah)

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ؕ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے (ان سے) کہا کہ اے میری برادری کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمہارا

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝٥٩ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا
لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٦٠ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ
ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦١ اُبَلِّغُكُمْ
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ ۝٦٢ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا
وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝٦٣ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ
مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝٦٤ ع وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ
هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝٦٥

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ
كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَ تَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ
ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَ لَا
تُنْظِرُوْنِ ۝٧١ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ
اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ۝٧٢ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي
الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝٧٣
ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ
قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝٧٤

کوئی معبود نہیں۔ مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا (بہت ہی) ڈر ہے۔ تو جو اُن کی قوم میں سردار تھے وہ کہنے لگے کہ ہم تمہیں صریح گمراہی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں انہوں نے کہا کہ اے قوم! مجھ میں کسی طرح کی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔ تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے ایسی باتیں معلوم ہیں جن سے تم بے خبر ہو۔ کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے ہاتھ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم پرہیزگار بنو اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ مگر ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی تو ہم نے نوح کو اور جو اُن کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اُن کو تو بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا انہیں غرق کر دیا، کچھ شک نہیں کہ وہ اندھے لوگ تھے۔ (۷:۵۹ تا ۶۴)

اور ان کو نوح کا قصہ پڑھ کر سنا دو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم! اگر تمہیں میرا تم میں رہنا اور اللہ کی آیتوں سے نصیحت کرنا ناگوار ہو تو میں تو اللہ پر بھروسا رکھتا ہوں۔ تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر ایک کام (جو میرے بارے میں کرنا چاہو) مقرر کر لو اور وہ تمہاری تمام جماعت (کو معلوم ہو جائے اور کسی) سے پوشیدہ نہ رہے پھر وہ کام میرے حق میں کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ اور اگر تم نے منہ پھیر لیا تو (تم جانتے ہو کہ) میں نے تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگا میرا معاوضہ تو اللہ کے ذمے ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں فرماں برداروں میں رہوں۔ لیکن اُن لوگوں نے اُن کی تکذیب کی تو ہم نے اُن کو اور جو لوگ اُن کے ساتھ کشتی میں سوار تھے سب کو (طوفان سے) بچا لیا اور انہیں (زمین میں) خلیفہ بنا دیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اُن کو غرق کر دیا تو دیکھ لو کہ جو لوگ ڈرائے گئے تھے اُن کا انجام کیسا ہوا۔ پھر نوح کے بعد ہم نے اور پیغمبر اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے تو وہ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ جس چیز کی پہلے تکذیب کر چکے تھے اُس پر ایمان

لے آتے، اس طرح ہم زیادتی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ (۱۰:۱۷ تا ۷۴)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ ؗ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌۙ۝۲۵ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ۝۲۶ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ۝۲۷ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ۝۲۸

اور ہم نے نوح کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا (تو اُنہوں نے اُن سے کہا) کہ میں تمہیں کھول کھول کر ڈر سنانے (اور یہ پیغام پہنچانے) آیا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہاری نسبت عذابِ الیم کا خوف ہے، تو اُن کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو وہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں اور وہ بھی رائے ظاہر سے (نہ غور و تعمق سے) اور ہم تم میں اپنے اوپر کسی طرح کی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اے قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے (روشن) دلیل رکھتا ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے رحمت بخشی ہو جس کی حقیقت تم سے پوشیدہ رکھی گئی ہے تو کیا ہم اس کے لئے تمہیں مجبور کر سکتے ہیں؟ اور تم ہو کہ اس سے ناخوش ہو رہے ہو۔

(۱۱:۲۵ تا ۲۸)

وَ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ۝۲۹ وَ یٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۝۳۰ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّ لَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ۝۳۱ قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۝۳۲ قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ۝۳۳ وَ لَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ

اور اے قوم! میں اس (نصیحت) کے بدلے تم سے مال و زر کا خواہاں نہیں ہوں میرا صلہ تو اللہ کے ذمے ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں میں ان کو نکالنے والا بھی نہیں ہوں وہ تو اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نادانی کر رہے ہو۔ اور برادرانِ ملت! اگر میں ان کو نکال دوں تو (عذابِ) الٰہی سے (بچانے کے لئے) کون میری مدد کر سکتا ہے بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے؟ میں نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ ان لوگوں کی نسبت جن کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو کہتا ہوں کہ اللہ ان کو بھلائی (یعنی اعمال کی نیک جزا) نہیں دے گا۔ جو اُن کے دلوں میں ہے اُسے اللہ خوب جانتا ہے اگر میں ایسا کہوں تو بے انصافوں میں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ نوح! تم نے ہم سے جھگڑا تو کیا اور جھگڑا بھی بہت کیا لیکن اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر لا نازل کرو۔ نوح

إِنْ أَرَدْتُّ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ أَنْ
يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۳۴ۭ أَمْ
يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ إِجْرَامِيْ وَأَنَا
بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۳۵ۧ وَأُوْحِيَ إِلٰى نُوْحٍ أَنَّهٗ لَنْ
يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا
كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۳۶ۚۖ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا
وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ إِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۳۷
وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۣ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهٖ
سَخِرُوْا مِنْهُ ۭ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ
كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۳۸ۭ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّأْتِيْهِ
عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۳۹ حَتّٰى
إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ
زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ
وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗ إِلَّا قَلِيْلٌ ۴۰

نے کہا کہ اس کو تو اللہ ہی چاہے گا تو نازل کرے گا اور تم (اس کو کسی طرح) ہرا نہیں سکتے۔ اور اگر میں یہ چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں اور اللہ یہ چاہے کہ تمہیں گمراہ کرے تو میری خیر خواہی تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتی، وہی تمہارا رب ہے اور تمہیں اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) نے قرآن اپنے دل سے بنا لیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر میں نے دل سے بنا لیا ہے تو میرے گناہ کا وبال مجھ پر اور جو گناہ تم کرتے ہو اس سے میں بری الذمہ ہوں۔ اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے (لا چکے) اُن کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لائے گا تو جو کام یہ کر رہے ہیں اُن کی وجہ سے غم نہ کھاؤ۔ اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے روبرو بناؤ اور جو لوگ ظالم ہیں اُن کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ ضرور غرق کر دیئے جائیں گے۔ تو نوح نے کشتی بنانی شروع کر دی اور جب اُن کی قوم کے سردار اُن کے پاس سے گزرتے تو اُن سے مذاق کرتے وہ کہتے کہ اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو جس طرح تم ہم سے مذاق کرتے ہو اسی طرح (ایک وقت) ہم بھی تم سے مذاق کریں گے۔ اور تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اُسے رسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور جوش مارنے لگا، تو ہم نے (نوح کو) حکم دیا کہ ہر قسم کے (جانداروں) میں سے جوڑا جوڑا (یعنی) دو (دو جانور ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) لے لو اور جس شخص کی نسبت حکم ہو چکا ہے (کہ ہلاک ہو جائے گا) اس کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو اور جو ایمان لایا ہو اُس کو کشتی میں سوار کر لو اور ان کے ساتھ بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔ (۱۱:۲۹ تا ۴۰)

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ
إِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۴۱ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ
كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ
يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۴۲ قَالَ

(نوح نے) کہا کہ اللہ کا نام لے کر (کہ اُسی کے ہاتھ میں) اس کا چلنا اور ٹھہرنا (ہے) اس میں سوار ہو جاؤ بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ اور وہ اُن کو لے کر (طوفان کی) لہروں میں چلنے لگی (لہریں کیا تھیں) گویا پہاڑ (تھے) اس وقت نوح نے اپنے بیٹے کو کہ (کشتی سے) الگ تھا پکارا کہ بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور

سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ ؕ قَالَ لَا
عَاصِمَ الۡیَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ
بَیۡنَہُمَا الۡمَوۡجُ فَکَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِیۡنَ ﴿۴۳﴾ وَ قِیۡلَ
یٰۤاَرۡضُ ابۡلَعِیۡ مَآءَکِ وَ یٰسَمَآءُ اَقۡلِعِیۡ وَ غِیۡضَ
الۡمَآءُ وَ قُضِیَ الۡاَمۡرُ وَ اسۡتَوَتۡ عَلَی الۡجُوۡدِیِّ وَ قِیۡلَ
بُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۴﴾ وَ نَادٰی نُوۡحٌ رَّبَّہٗ فَقَالَ رَبِّ
اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَہۡلِیۡ وَ اِنَّ وَعۡدَکَ الۡحَقُّ وَ اَنۡتَ
اَحۡکَمُ الۡحٰکِمِیۡنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ
اَہۡلِکَ ۚ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ ٭ۖ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا
لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ اِنِّیۡۤ اَعِظُکَ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ
الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ اَنۡ اَسۡـَٔلَکَ مَا
لَیۡسَ لِیۡ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ وَ تَرۡحَمۡنِیۡۤ اَکُنۡ
مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۴۷﴾ قِیۡلَ یٰنُوۡحُ اہۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ
بَرَکٰتٍ عَلَیۡکَ وَ عَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَکَ ؕ وَ اُمَمٌ
سَنُمَتِّعُہُمۡ ثُمَّ یَمَسُّہُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۴۸﴾ تِلۡکَ
مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡہَاۤ اِلَیۡکَ ۚ مَا کُنۡتَ تَعۡلَمُہَاۤ
اَنۡتَ وَ لَا قَوۡمُکَ مِنۡ قَبۡلِ ہٰذَا ۛؕ فَاصۡبِرۡ ۛؕ اِنَّ
الۡعَاقِبَۃَ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۴۹﴾

کافروں میں شامل نہ ہو۔ اُس نے کہا کہ میں (ابھی) پہاڑ سے جا لگوں گا وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے (اور نہ کوئی بچ سکتا ہے) مگر جس پر اللہ رحم کرے اتنے میں دونوں کے درمیان لہر حائل ہوئی اور وہ ڈوب کر رہ گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا تو پانی خشک ہوگیا اور کام تمام کردیا گیا اور کشتی کوہِ جودی پر جاٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ بے انصاف لوگوں پر لعنت۔ اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا! اللہ! میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں ہے (تو اُسکو بھی نجات دے) تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر حاکم ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے وہ تو ناشائستہ افعال ہے تو جس چیز کی تمہیں حقیقت معلوم نہیں اُس کے بارے میں مجھ سے سوال ہی نہ کرو اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بنو۔ نوح نے کہا، میرے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز کا تجھ سے سوال کروں جس کی مجھے حقیقت معلوم نہیں اور اگر تو مجھے نہیں بخشے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ حکم ہوا کہ نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ (جو) تم پر اور تمہارے ساتھ کی جماعتوں پر (نازل کی گئی ہیں) اتر آؤ اور کچھ اور جماعتیں ہوں گی جن کو ہم (دنیا کے فوائد سے) محفوظ کریں گے پھر ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ یہ (حالات) منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں اور اس سے پہلے نہ تم ہی ان کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم (ہی ان سے واقف تھی) تو صبر کرو کہ انجام پرہیزگاروں ہی کا (بھلا) ہے۔

(۱۱:۴۳ تا ۴۹)

فَاِذَا اسۡتَوَیۡتَ اَنۡتَ وَ مَنۡ مَّعَکَ عَلَی الۡفُلۡکِ فَقُلِ
الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ نَجّٰنَا مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۸﴾ وَ قُلۡ
رَّبِّ اَنۡزِلۡنِیۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَکًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ ﴿۲۹﴾ وَ
قُلۡ رَّبِّ اَنۡزِلۡنِیۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَکًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ ﴿۲۹﴾

اور جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ جاؤ تو (اللہ کا شکر کرنا اور) کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات بخشی۔ اور کہو، پروردگار مجھ کو برکت والی جگہ اتار اور تو بہترین (جگہ) اتارنے والا ہے۔ بے شک اس (قصے) میں نشانیاں ہیں، اور ہمیں تو آزمائش ہی کرنی تھی۔ (۲۳:۲۸ تا ۳۰)

وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ
لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۚ ۝۳۷

اورقوم نوح (کا حال یہ ہوا کہ) جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا، ہم نے انہیں غرق کردیا اور انسانوں کے لئے انہیں عبرت بنادیا اور (آخرت میں ان) ظالموں کے لئے ہم نے دردناک عذاب مہیا کررکھا ہے۔
(۲۵:۳۷)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ
سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَ هُمْ
ظٰلِمُوْنَ ۝۱۴ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَآ
اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۵

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ اُن میں پچاس برس کم ہزار برس رہے پھران کو طوفان (کے عذاب) نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے۔ پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی اور کشتی کو اہل عالم کے لئے نشانی بنادیا۔ (۲۹:۱۴ تا ۱۵)

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۰۵ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ
نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۰۶ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا
تَتَّقُوْنَ ۝۱۰۶ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۰۷ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اَطِيْعُوْنِ ۝۱۰۸ وَ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ
اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۹ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝۱۱۰ قَالُوْٓا
اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝۱۱۱ قَالَ وَ مَا عِلْمِىْ
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۱۲ قَالَ وَ مَا عِلْمِىْ بِمَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝۱۱۲ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّىْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۝۱۱۳
وَ مَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۴ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ
مُّبِيْنٌ ۝۱۱۵ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ
الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝۱۱۶ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِىْ كَذَّبُوْنِ ۝۱۱۷ فَافْتَحْ
بَيْنِىْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِىْ وَ مَنْ مَّعِىَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۸ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ
الْمَشْحُوْنِ ۝۱۱۹ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ۝۱۲۰ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً ۭ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۲۱ وَ اِنَّ رَبَّكَ
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۱۲۲

قوم نوح نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب اُن سے اُن کے بھائی نوح نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟ میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور اس کام کا تم سے کچھ صلہ تو نہیں مانگتا میرا صلہ تو اللہ رب العالمین ہی پر ہے۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔ وہ بولے کہ کیا ہم تمہیں مان لیں اور تمہاری پیروی تو رذیل لوگ کرتے ہیں۔ نوح نے کہا کہ مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ان کا حساب (اعمال) میرے رب کے ذمے ہے کاش تم سمجھو۔ اور میں مومنوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں۔ میں تو صرف کھول کھول کر نصیحت کرنے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ نوح اگر تم باز نہ آ ؤ گے تو سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔ نوح نے کہا کہ الٰہی! میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا۔ سو تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں ان کو بچا لے۔ پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ان کو بچا لیا۔ پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو ڈبو دیا۔ بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ ا اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے۔ (۲۶:۱۰۵ تا ۱۲۲)

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ
امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا
صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ
شَیْـًٔا وَّ قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ﴿۱۰﴾

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ
قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ
لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲﴾ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ وَ
اَطِیْعُوْنِ ﴿۳﴾ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى
اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ
نَهَارًا ﴿۵﴾ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾ وَ اِنِّیْ كُلَّمَا
دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ
اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿۷﴾
ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ
اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ﴿۹﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ
اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّ
یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ
یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾
اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّ
جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَ
اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ یُعِیْدُكُمْ فِیْهَا
وَ یُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ
بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوْحٌ

اللہ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں اور دونوں نے ان کی خیانت کی تو وہ اللہ کے مقابلے میں ان عورتوں کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ اور داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ (۱۰:۶۶)

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ قبل اس کے کہ ان لوگوں پر درد دینے والا عذاب واقع ہو اپنی قوم کو ہدایت دو۔ انہوں نے کہا کہ اے قوم! میں تم کو کھلے طور پر نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور (موت کے) وقت مقرر تک تم کو مہلت عطا کرے گا، جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی، کاش تم اس بات کو سمجھو۔ جب لوگوں نے نہ مانا تو (نوح نے) اللہ سے عرض کی کہ پروردگار! میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا لیکن میرے بلانے سے وہ اور زیادہ گریز کرتے رہے۔ جب جب میں نے ان کو بلایا کہ (توبہ کریں اور) تو ان کو معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور (منہ پر) کپڑے ڈھانک لئے اور اڑ گئے اور اکڑ بیٹھے۔ پھر میں ان کو کھلے طور پر بھی بلاتا رہا اور ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا اور کہا کہ اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے لگاتار مینہ برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور (ان میں) تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح (کی حالتوں میں) پیدا کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں اور چاند کو ان میں (زمین کا) نور بنایا ہے اور سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے۔ اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے پھر اسی میں تمہیں لوٹائے گا اور (اسی سے) تم کو نکال کھڑا کرے گا۔ اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ رستوں میں چلو پھرو۔ (اس کے بعد)

رَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَ اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَ
وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَ قَالُوْا
لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ۬ وَّ لَا
یَغُوْثَ وَ یَعُوْقَ وَ نَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا ۚ۬ وَ لَا
تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِیْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا
فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ
الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ
لَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ
وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

نوح نے عرض کی کہ میرے پروردگار! یہ لوگ میرے کہنے پر نہیں چلے اور ان لوگوں کی اتباع کی جن کو ان کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہیں دیا۔ اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور وَدّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔ (پروردگار!) انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے، اور تو (بھی) ان کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں ترقی نہ دے۔ (آخر) وہ اپنے گناہوں کے سبب ہی غرقاب کر دیے گئے پھر آگ میں ڈال دیے گئے تو انہوں نے اللہ کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ پایا۔ اور (پھر) نوح نے (یہ) دعا کی کہ میرے پروردگار کسی کافر کو زمین پر بسا نہ رہنے دے اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہوگی۔ اے میرے پروردگار! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما اور ظالم لوگوں کے لئے تباہی کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کر۔ (۷۱:۱ تا ۲۸)

حضرت آدم کے بارے میں قرآن میں دی گئی تفصیلات سے، جن میں ان کو اللہ کی طرف سے کی گئی تاکید بھی شامل ہے، انسان کو اس کی فطرت، اس کی روحانی، عقلی و لسانی لیاقتوں، جن سے وہ صحیح اور غلط کی تمیز کرتا ہے، اور اس کی آزادیِ مرضی و انتخاب کی تعلیم ملتی ہے۔ ان بیانات سے ہمیں شیطان اور انسان سے اس کی دشمنی کا بھی پتہ چلتا ہے جو اس کی ان مستقل گمراہ کن حرکتوں سے ظاہر ہے جو اولین انسان (آدم) کے ساتھ اس نے شروع کیں اور بنی آدم کے ساتھ ابدی طور سے جاری ہیں۔ حضرت آدم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت و تاکید سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کی گمراہ کن حرکتوں کا اور اس کی وسوسہ اندازیوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے، اور یہ کہ انسان کے اندر جینے، طاقت و اختیار حاصل کرنے، اپنی برتری قائم کرنے اور جنسی تسکین حاصل کرنے کی خواہش اور جستجو رہتی ہے جس سے شیطان فائدہ اٹھاتا ہے اور اس خواہش و جستجو کو پورا کرنے کے لئے انسان کو صحیح راستے سے ہٹ کر غلط راستوں کی طرف چلے جانے کے لئے اکساتا رہتا ہے۔

قرآن کے بیان کے مطابق انسان کے لئے اللہ کی ہدایت و رہنمائی کے سلسلہ کی اگلی کڑی حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی دعوت و پیغام ہے، جن کا ذکر قرآن میں عام طور سے مختصر مختصر آیا ہے، لیکن کہیں کہیں تفصیلات بھی دی گئی ہیں جن میں الگ الگ نکتوں پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے۔ لیکن بہر حال، نوح علیہ السلام کی دعوت کا مرکزی نکتہ یا جوہر خاص وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کی دعوت کا ہے کہ "اے میری قوم اللہ کی ہی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی الہ نہیں ہے" [۷:۵۹؛ نیز ۱۱:۲۶؛ دیگر نبیوں کی دعوت کے لئے دیکھیں ۷: ۶۵، ۷۳، ۸۵؛ ۱۱:۵۰، ۶۱، ۸۴]۔ حضرت نوح کی دعوت پر لوگوں کا اعتراض و مخالفت بھی وہی تھی جو دوسرے نبیوں کے ساتھ تھی، اور اس مخالفت کا تعلق اس بات سے نہیں تھا جس بات کی طرف انہیں دعوت دی جا رہی تھی بلکہ ان کا اعتراض خود رسول پر تھا کہ وہ "تم میں سے

ہی ایک آدمی ہے'' [۷:۶۳]، اور''ہماری ہی طرح ایک بشر'' ہے[۱۱:۲۷]، اور ان پر ایمان لانے والے لوگ مخالفوں کی نظر میں ''ادنیٰ درجے کے لوگ'' تھے اور ''خالی خولی باتوں سے'' (نہ کہ غور وتعمق سے، ایمان لے آئے تھے) [۱۱:۲۷؛ نیز دیکھیں ۲۶:۱۱۱]۔ لیکن، اگرچہ نوح علیہ السلام کی دعوت پر لوگوں کا اعتراض منطق وفہم سے عاری تھا تاہم انھوں نے اس اصول پر اصرار کیا جو اللہ کے تمام پیغاموں کا اصول ہے: ہر انسان خود اپنی عقل سے سوچے اور آزادانہ طریقہ سے بات کو پرکھے اور فیصلہ کرے؛ ''۔۔۔ تو کیا ہم اس کے لئے تمہیں مجبور کر سکتے ہیں؟ اور تم ہو کہ اس سے ناخوش ہو رہے ہو'' [۱۱:۲۸]۔ نوح علیہ السلام نے انفرادی ذمہ داری پر بھی زور دیا، ''۔۔۔ اس کو (گنہ گاروں پر عذاب) تو اللہ ہی چاہے گا تو نازل کرے گا اور تم (اس کو کسی طرح) ہرا نہیں سکتے'' [۱۱:۳۳]۔

[قرآن بتاتا ہے کہ حضرت نوح نے کس طرح متواتر اور ہر ممکن طریقے سے، رات دن اور خفیہ و اعلانیہ، اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا [۷۱:۵ تا ۹]۔ انھوں نے ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور اپنے گناہوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرنے کی تاکید کی۔ انھوں نے لوگوں کو سمجھایا کہ وہ اللہ پر ایمان لا کر متوازن و مستحکم رویہ اپنائیں گے اور دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے اور صالح عمل انجام دیں گے تو انہیں اس دنیا میں بھی اس کا اچھا صلہ ملے گا اور آخرت میں بھی وہ بہترین اجر سے نوازے جائیں گے: ''وہ تم پر آسمان سے لگاتار مینہ برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور (ان میں) تمہارے لئے نہریں بہا دے گا'' [۷۱: ۱۱ تا ۱۲]۔ انھوں نے قوم کے لوگوں کی توجہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طاقت کی طرف دلائی جو کائنات کی کرشماتی تخلیق اور اس کے حیرت انگیز نظم و ترتیب سے، انسان کی تخلیق کے مراحل سے، انسانی زندگی کی چوطرفہ ترقی سے، کائنات کی رنگارنگی، چاند کے نور (منعکس ہونے والی روشنی)، اور سورج کی دھوپ سے جو کہ تپش اور روشنی کا ماخذ ہے، اور زمین کی ساخت سے جو کہ گول ہونے کے باوجود انسان کی جبلت پھرت کے لئے موزوں ہے، عیاں ہے [۷۱: ۱۳ تا ۲۰]۔ انسانی زندگی کے اس اولین زمانے میں یہ مشاہدے اور نظائر اس بات کو اجاگر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام میں پیغمبر کی عقلی، اخلاقی وروحانی دعوت کے ساتھ ساتھ ہمیشہ کائنات کی تخلیق کے طبیعاتی وظاہری پیغام پر زور دیا گیا ہے جو پوری کائنات میں نظر آتا ہے۔

لیکن، پیغام کو پیش کرنے اور لوگوں کو سمجھانے کی ان تمام کوششوں کے باوجود، حضرت نوح کے قوم کے اکثر لوگ تکبر کے ساتھ حق وسچائی کا برابر انکار کرتے رہے، انھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور حق کو سننے سے اپنے کان بند کر لئے، اپنے چہرے اپنے کپڑوں میں چھپا لیتے تاکہ پیغمبر کی نظر ان پر نہ پڑے اور دل ودماغ کو متاثر کرنے والی دعوت کے زیر اثر نہ آجائیں۔ حق کو سننے، سمجھنے اور اپنانے کے بجائے الٹا انھوں نے ان لوگوں کی پیروی کی جن کے پاس مال کی بہتات اور اولاد کی کثرت تھی، حالانکہ اس دنیا کے عیش وآرام میں مگن رہنا ان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں زبردست خسارہ کا باعث ہوا [۷۱:۲۱]۔ ان لوگوں نے اللہ کے رسول کی تمام باتوں کو مسترد کیا اور ایک اللہ کی عبادت کی طرف آنے کی دعوت کو قبول کرنے کے بجائے اپنے پانچ جھوٹے دیوتاؤں کی پوجا پرستش میں لگے رہے، بس تھوڑے سے لوگوں نے ہی حضرت نوح کی دعوت پر لبیک کہا [۱۱:۴۰]۔

اپنی قوم کے گھمنڈ اور تکبر سے حضرت نوح اتنے رنجیدہ ہوئے کہ انھوں نے آخر کار یہ دعا کی، ''کہ میرے پروردگار کسی کافر کو زمین پر بسا نہ رہنے دے'' [۷۱:۲۶]۔ قوم کی طرف سے حق کو اختیار کرنے کی ان کی ساری امیدیں آخر کار ختم ہو گئیں اور انہیں یہ یقین ہو گیا کہ وہ لوگ نہ صرف اپنی بد اعمالیوں پر قائم رہیں گے بلکہ ایمان لانے والے نیک لوگوں کو بھی راستے سے بھٹکانے کے لئے اپنا پورا زور لگاتے رہیں گے، اور یہ کہ ان کی نسلیں بھی ان کی ہی طرح منکر اور بدعمل ہوں گی [۷۱:۲۷]۔ پھر وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ بدی کے اس چشمے کا

ختم ہوجانا ہی دوسرے لوگوں کے لئے بہتر ہے۔آخری نبی محمد ﷺ نے اس طرح کے لوگوں کے حق میں بددعا کرنا پسند نہ کیا جو آپ کی دعوت کو غرور وتکبر سے مسترد کررہے تھے حالانکہ وہ محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں کو ستاتے بھی تھے اوران کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ''میں زحمت بنا کر یا لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں: میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ ان لوگوں کی نسلوں میں ایسے لوگ اٹھائے گا جو اللہ کی عبادت کرنے والے ہوں گے۔ اے میرے رب میری قوم کو ہدایت دے، یہ جانتے نہیں ہیں [بہ روایت مسلم، ابوداؤد اور ابن حنبل]۔حضرت نوح (علیہ السلام) قوم سے اس ناراضگی کے باوجود اپنے والدین کے لئے دعا گو رہے۔ انھوں نے ایمان لانے والوں کے ساتھ والدین کی مغفرت کے لئے بھی دعا کی جب کہ قوم کے لئے انھوں نے اللہ سے یہ فریاد کی تھی کہ ''ظالم لوگوں کے لئے اورزیادہ تباہی بڑھا'' [۲۸:۷۱]۔

حضرت نوح کی قوم سیلاب میں گھر گئی، لیکن خود نوح علیہ السلام اوران پر ایمان لانے والے لوگ ایک کشتی پر سوار ہو کر بچ گئے جسے بنانے کی تاکید اللہ نے خود کی تھی۔ قرآن بہت صاف الفاظ میں بتاتا ہے کہ سیلاب کی نظر وہی لوگ ہوئے ''جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا'' [۷:۶۴]، اور ''وہ اپنے گناہوں کے سبب ہی غرقاب کئے گئے'' [۷۱:۲۵]۔ اسی طرح، یہ عالم گیر سیلاب نہیں تھا؛ اس سیلاب سے وہی خطہ زمین متاثر ہوا جہاں حضرت نوح کی قوم آباد تھی، اور جس کی نشان دہی قرآن میں نہیں کی گئی ہے، لیکن جودی پہاڑ جہاں جا کر کشتی رکی تھی، اس کے بارے میں یہ مانا جاتا ہے کہ غالباً مشرقی ایشیائے کوچک یا شمالی میسوپوٹامیا میں تھا۔ حضرت نوح کی اللہ تعالیٰ نے جس طرح رہنمائی کی اس سے انسان کو یہ تعلیم ملی کہ قدرتی آفات سے کس طرح بچا جائے اور بچنے کے لئے کیا تدبیریں اختیار کی جائیں۔ اہل ایمان لوگ ایک خشک اور محفوظ مقام پر چلے گئے اوراپنے ساتھ ''ہر نوع کے حیوانوں کا ایک ایک جوڑا'' لے گئے [۱۱:۴۰]، اوراس طرح نئی آبادکاری سے سماجی زندگی دوبارہ سے شروع ہوئی اور فروغ پائی: ''ہم نے اُن کو اور جو لوگ اُن کے ساتھ کشتی میں سوار تھے سب کو (طوفان سے) بچالیا اور انہیں (زمین میں) خلیفہ بنادیا'' [۱۰:۷۳]۔ کشتی میں سوار ہونے والے اہل ایمان کو یہ سکھایا گیا کہ سفر کے دوران اللہ کو یاد کرتے رہیں اور اللہ کا نام لے کر کشتی میں سوار ہوں: ''اللہ کے نام سے (کہ) اس کا چلنا اور ٹھہرنا (اسی کے ہاتھ میں ہے)'' [۱۱:۴۱]؛ ''سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات بخشی'' [۲۳:۲۸]، اور جب ان کی کشتی بخیریت خشکی پر جا ٹکی تو انھیں سکھایا کہ:: ''کہو اے رب تو مجھے اتار مبارک اتارنا اور تو بہترین اتارنے والا ہے'' [۲۳:۲۹]۔

ان آیات میں حضرت نوح نے جس طرح اپنے بیٹے کو پکارا، اور پھر بعد میں اس کے بارے میں دعا بھی کی ان کی وہ پکار بہت دل دوز ہے۔ اللہ کے رسول ایک باپ بھی تھے جو اپنے بیٹے کے تئیں اپنے پدرانہ جذبات کو نہیں روک سکے: ''اور وہ اُن کو لے کر (طوفان کی) لہروں میں چلنے لگی (لہریں کیا تھیں) گویا پہاڑ (تھے) اس وقت نوح نے اپنے بیٹے کو کہ (کشتی سے) الگ تھا پکارا کہ بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہوجا اور کافروں میں شامل نہ ہو۔ اُس نے کہا کہ میں (ابھی) پہاڑ سے جالگوں گا وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے (اور نہ کوئی بچ سکتا ہے) مگر جس پر اللہ رحم کرے اتنے میں دونوں کے درمیان لہر حائل ہوئی اور وہ ڈوب کر رہ گیا'' [۱۱:۴۲ تا ۴۳]۔ پھر یہ کہ، حضرت نوح نے ایک باپ کے دل سے یہ چاہا کہ ان کا بیٹا آخرت میں عذاب سے بچ جائے: ''اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا: اللہ! میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں ہے (تو اُس کو بھی نجات دے) تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر حاکم ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے وہ تو ناشائستہ افعال ہے، تو جس چیز کی تمہیں حقیقت معلوم نہیں اُس کے بارے میں مجھ سے سوال ہی نہ کرو اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بنو۔ نوح نے کہا، میرے رب! میں تجھ سے پناہ

مانگتا ہوں کہ ایسی چیز کا تجھ سے سوال کروں جس کی مجھے حقیقت معلوم نہیں اور اگر تو مجھے نہیں بخشے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں تباہ ہو جاؤں گا[۱۱:۴۵ تا ۴۷]۔ان آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے فیصلہ میں کسی کی طرف داری نہیں ہے، اپنے رسول کی بھی طرف داری نہیں، البتہ حضرت نوح نے جو کچھ چاہا وہ ایک انسانی دل کی پکار تھی اور ایک فطری چاہت تھی۔

حضرت نوح کو اپنے گھر میں ایک دوسرا مسئلہ بھی درپیش تھا: ان کی بیوی ان کی دعوت کو جھٹلانے والوں کے ساتھ تھی۔ تو حضرت نوح جس طرح اپنے بیٹے کو نہ بچا سکے اسی طرح بیوی کے لئے بھی کچھ نہ کر سکے۔ مطلب یہ کہ کسی گناہ گار کے معاملہ میں اللہ کا مطلق فیصلہ کوئی رسول بھی نہیں بدلوا سکتا، ''اور ان کو حکم دیا گیا کہ ''اور داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ''[۶۶:۱۰]۔

قرآن بتاتا ہے کہ حضرت نوح اپنی قوم میں ۹۵۰ پچاس سال رہے۔ یہ طویل مدت آیا ان کے دعوت دیتے رہنے یا اپنے مقصد کے لئے جدوجہد کرتے رہنے کی ہے یا ان کی عمر کی؟ قرآن کے بیان سے دونوں ہی باتیں سمجھی جاسکتی ہیں، البتہ بائبل کا بیان یہ ہے کہ یہ نوح علیہ السلام کی عمر کی مدت ہے[جینیسس ۹:۲۹]۔

قدیم عرب میں آنے والے پیغمبر

ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام، شعیب علیہ السلام

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ ؕ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ

اور (اسی طرح) قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا، انہوں نے کہا کہ بھائیو! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم ڈرتے نہیں؟ تو اُن کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ تم ہمیں احمق نظر آتے ہو اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھائیو مجھ میں حماقت کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں، میں تمہیں اللہ کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں۔ کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے ہاتھ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے، اور یاد تو کرو جب اُس نے تمہیں قوم نوح کے بعد سردار بنایا اور تمہیں لحیم شحیم بنایا، پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ نجات حاصل کرو۔ وہ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں اُن کو چھوڑ دیں؟ تو اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اُسے لے آؤ۔ ہود نے کہا کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب (کا نازل ہونا) مقرر ہو چکا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور

اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ
اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا
اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿٧١﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ
مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰیٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿٧٢﴾ ع

تمہارے باپ دادا نے (اپنی طرف سے) رکھ لئے ہیں جن کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی تو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ پھر ہم نے ہود کو اور جو لوگ اُن کے ساتھ تھے اُن کو نجات بخشی اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اُن کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔ (۷:۶۵ تا ۷۲)

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا
تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ
عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿٧٣﴾ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ
بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ
سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ
فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ
مُفْسِدِیْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ
اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ
مُؤْمِنُوْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ
اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ
اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ
كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿٧٧﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا
فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿٧٨﴾ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ
لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا
تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿٧٩﴾

اور قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا (تو) صالح نے کہا کہ اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک معجزہ آچکا ہے (یعنی) یہی اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے معجزہ ہے تو اسے (آزاد) چھوڑ دو تا کہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور تم اسے بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ دردناک عذاب تمہیں پکڑ لے گا۔ اور یاد تو کرو جب اُس نے تمہیں قومِ عاد کے بعد سردار بنایا اور زمین پر آباد کیا کہ نرم زمین سے (مٹی لے لے کر) محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔ تو اُن کی قوم میں سردار لوگ جو غرور رکھتے تھے، غریب لوگوں سے جو اُن میں سے ایمان لے آئے تھے کہنے لگے کہ بھلا تم یقین کرتے ہو کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے گئے ہیں؟ اُنہوں نے کہا ہاں جو چیز وہ دے کر بھیجے گئے ہیں ہم اُس پر بلاشبہ ایمان رکھتے ہیں، تو مغرور (سردار) کہنے لگے کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم تو اُس کو نہیں مانتے۔ آخر انہوں نے اونٹنی (کی کونچوں) کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ صالح! جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے تھے اگر تم (اللہ کے) پیغمبر ہو تو اُسے ہم پر لے آؤ۔ تو اُن کو زلزلے نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ پھر صالح ان سے (نا امید ہو کر) پھرے اور کہا کہ اے میری قوم! میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی مگر تم (ایسے ہو کہ) خیر خواہوں کو دوست ہی نہیں رکھتے۔

(۷:۷۳ تا ۷۹) [نیز دیکھیں ۱۱:۵۰ تا ۶۸؛ ۴۱:۱۳ تا ۱۸]

وَ لَقَدۡ کَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿٨٠﴾ۙ وَ اٰتَیۡنٰہُمۡ
اٰیٰتِنَا فَکَانُوۡا عَنۡہَا مُعۡرِضِیۡنَ ﴿٨١﴾ۙ وَ کَانُوۡا یَنۡحِتُوۡنَ مِنَ
الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا اٰمِنِیۡنَ ﴿٨٢﴾ فَاَخَذَتۡہُمُ الصَّیۡحَۃُ
مُصۡبِحِیۡنَ ﴿٨٣﴾ۙ فَمَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿٨٤﴾ؕ

کَذَّبَتۡ عَادُ ۨالۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿١٢٣﴾ۚۖ اِذۡ قَالَ لَہُمۡ اَخُوۡہُمۡ ہُوۡدٌ
اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿١٢٤﴾ۚ اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴿١٢٥﴾ۙ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ
اَطِیۡعُوۡنِ ﴿١٢٦﴾ۚ وَ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ
اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿١٢٧﴾ؕ اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَۃً
تَعۡبَثُوۡنَ ﴿١٢٨﴾ وَ تَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ ﴿١٢٩﴾ۚ
وَ اِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِیۡنَ ﴿١٣٠﴾ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ
اَطِیۡعُوۡنِ ﴿١٣١﴾ۚ وَ اتَّقُوا الَّذِیۡۤ اَمَدَّکُمۡ بِمَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿١٣٢﴾ۚ
اَمَدَّکُمۡ بِاَنۡعَامٍ وَّ بَنِیۡنَ ﴿١٣٣﴾ۚۙ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿١٣٤﴾ۚ اِنِّیۡۤ
اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿١٣٥﴾ؕ قَالُوۡا سَوَآءٌ
عَلَیۡنَاۤ اَوَ عَظۡتَ اَمۡ لَمۡ تَکُنۡ مِّنَ الۡوٰعِظِیۡنَ ﴿١٣٦﴾ۙ اِنۡ
ہٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿١٣٧﴾ۙ وَ مَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ ﴿١٣٨﴾ۚ
فَکَذَّبُوۡہُ فَاَہۡلَکۡنٰہُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ
اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿١٣٩﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ
الرَّحِیۡمُ ﴿١٤٠﴾ؑ کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿١٤١﴾ۚۖ اِذۡ قَالَ لَہُمۡ
اَخُوۡہُمۡ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿١٤٢﴾ۚ اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ
اَمِیۡنٌ ﴿١٤٣﴾ۙ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿١٤٤﴾ۚ وَ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ
مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿١٤٥﴾ؕ
اَتُتۡرَکُوۡنَ فِیۡ مَا ہٰہُنَاۤ اٰمِنِیۡنَ ﴿١٤٦﴾ۙ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿١٤٧﴾ۙ
وَّ زُرُوۡعٍ وَّ نَخۡلٍ طَلۡعُہَا ہَضِیۡمٌ ﴿١٤٨﴾ۚ وَ تَنۡحِتُوۡنَ مِنَ
الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا فٰرِہِیۡنَ ﴿١٤٩﴾ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿١٥٠﴾ۚ وَ

اور (وادی) حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔ہم نے اُن کو اپنی نشانیاں دیں اور وہ اُن سے منہ پھیرتے رہے۔اور وہ پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے تھے (کہ) امن (واطمینان) سے رہیں گے۔تو اک چیخ نے اُن کو صبح ہوتے ہوتے آ پکڑا، اور جو کام وہ کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔(۱۵:۸۰ تا ۸۴)

عاد نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔اور میں اس کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ (اللہ) رب العالمین کے ذمے ہے۔بھلا تم جو ہر اونچی جگہ پر نشان تعمیر کرتے ہو اور محل بناتے ہو شاید تم ہمیشہ رہو گے۔اور جب (کسی کو) پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو! اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، اور اس سے جس نے تمہیں ان چیزوں سے مدد دی جن کو تم جانتے ہو۔اس نے تمہیں چوپایوں اور بیٹوں سے مدد دی، اور باغوں اور چشموں سے۔مجھے تمہارے بارے میں بڑے (سخت) دن کے عذاب کا خوف ہے۔وہ کہنے لگے ہمیں خواہ نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لئے یکساں ہے، یہ تو اگلوں ہی کے طریق ہیں اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔تو انہوں نے ہود کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے، اور تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے۔اور قومِ ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔جب ان کو ان کے بھائی صالح نے کہا تم ڈرتے کیوں نہیں؟ میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو، اور میں اس کا تم سے بدلہ نہیں مانگتا، میرا بدلہ (اللہ) رب العالمین کے ذمے ہے۔کیا جو چیزیں (تمہیں یہاں میسر) ہیں ان میں تم بے خوف چھوڑ دئے جاؤ گے؟ (یعنی) باغ اور چشمے، اور کھیتیاں اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف و نازک ہوتے ہیں۔اور تکلف سے پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔سو اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ

لَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۙ۝۱۵۱ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي
الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ۝۱۵۲ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ
الْمُسَحَّرِيْنَ ۚ۝۱۵۳

مانو جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔ وہ کہنے لگے کہ تم تو جادو زدہ ہو۔ (۲۶: ۱۲۳ تا ۱۵۳)

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۵۴ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ
شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۱۵۵ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ
لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۚ۝۱۵۵ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ
فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۵۶ فَعَقَرُوْهَا
فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۙ۝۱۵۷ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۵۸ وَ اِنَّ
رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۱۵۹

تم اور کچھ نہیں ہماری ہی طرح کے آدمی ہو اگر سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو۔ صالح نے کہا (دیکھو) یہ اونٹنی ہے (ایک دن) اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری اور اس کو کوئی تکلیف نہ دینا (نہیں تو) تمہیں سخت عذاب آ پکڑے گا۔ انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر نادم ہوئے۔ اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے۔ (۲۶: ۱۵۴ تا ۱۵۹)

وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَا۟ وَ قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۣ وَ
زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ
وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۙ۝۳۸

اور عاد اور ثمود کو بھی (ہم نے ہلاک کر دیا) چنانچہ اُن کے (ویران گھر) تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال ان کو آراستہ کر کے دکھائے اور اُن کو (سیدھے) رستے سے روک دیا حالانکہ وہ دیکھنے والے (لوگ) تھے۔ (۲۹: ۳۸)

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ
عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۝۱۳ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ
اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا
لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ
كٰفِرُوْنَ ۝۱۴ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ
الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ
اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَ كَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۱۵ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا
فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي

پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو کہہ دو کہ میں تم کو ایسے چنگھاڑ (کے عذاب) سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر چنگھاڑ (کا عذاب آیا تھا)۔ جب ان کے پاس پیغمبران کے آگے اور پیچھے سے آئے کہ اللہ کے سوا (کسی کی) عبادت نہ کرو کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتے اتار دیتا سو جو تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔ جو عاد تھے وہ ناحق ملک میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے رہے۔ تو ہم نے بھی ان پر نحوست کے دنوں میں زور کی ہوا چلائی تا کہ ان کو دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزا چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے اور

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَ هُمْ لَا
يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى
عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ نَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا
يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾

(اس روز) ان کو مدد بھی نہ ملے گی۔ اور جو ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا رستہ دکھا دیا تھا مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا دھند رہنا پسند کیا تو ان کے اعمال کی سزا میں کڑک نے ان کو آ پکڑا اور وہ ذلت کا عذاب تھا۔ اور جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے رہے ان کو ہم نے بچا لیا۔ (۴۱:۱۳ تا ۱۸)

وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ
خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا
تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ
عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ
فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾
قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۡ ۖ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ
بِهٖ وَ لٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ
عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ
مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا
فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي
الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ
مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۡ ۖ
فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَ لَاۤ
اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ
حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا
مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ صَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ

اور (قوم) عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ہدایت کی اور ان سے پہلے اور پیچھے بھی ہدایت کرنے والے گزر چکے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے۔ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو؟ اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اسے ہم پر لے آ ؤ۔ (انہوں نے) کہا کہ (اس کا) علم تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو جو (احکام) دے کر بھیجا گیا ہوں وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نادانی میں پھنس رہے ہو۔ پھر جب انہوں نے اس (عذاب کو) دیکھا کہ بادل (کی صورت میں) ان کے میدانوں کی طرف آ رہا ہے تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا (نہیں) بلکہ (یہ) وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے یعنی آندھی جس میں درد دینے والا عذاب بھرا ہوا ہے۔ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے تباہ کئے دیتی ہے تو وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا گنہگار لوگوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ اور ہم نے ان کو ایسے مقدور دیئے تھے جو تم لوگوں کو نہیں دیئے اور انہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے تھے تو جب کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے تو نہ تو ان کے کان ہی ان کے کچھ کام آتے تھے اور نہ آنکھیں اور نہ دل اور جس چیز سے استہزاء کیا کرتے تھے اس نے ان کو آ گھیرا۔ اور تمہارے اردگرد کی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور بار بار (اپنی) نشانیاں ظاہر کر دیں تا کہ وہ رجوع کریں۔ تو جن کو ان لوگوں نے تقرب (الٰہی) کے سوا معبود بنایا تھا

اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

انہوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی؟ بلکہ وہ ان (کے سامنے) سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور یہی وہ افترا کیا کرتے تھے۔
(۴۶:۲۱ تا ۲۸)

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾

ثمود اور عاد (دونوں) نے کھڑکھڑا دینے والی آفت (قیامت) کو جھٹلایا۔ سو ثمود تو کڑک سے ہلاک کر دیئے گئے۔ رہے عاد تو ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔ اللہ نے اس کو سات رات اور آٹھ دن لگاتار ان پر چلائے رکھا۔ تو (اے مخاطب! اگر تو موجود ہوتا تو) اس قوم کو اس طرح دیکھتا کہ گویا کہ کھجوروں کے تنے گرے پڑے ہیں۔ تو کیا تم ان میں سے کسی کو باقی دیکھتے ہو؟
(۶۹:۴ تا ۸)

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾ الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ ﴿۸﴾ وَ ثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾ وَ فِرْعَوْنَ ذِى الْاَوْتَادِ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِى الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾

تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ (جو) ارم (کہلاتے تھے اتنے) دراز قد کہ تمام ملک میں ایسے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادیٔ (قریٰ) میں پتھر تراشتے (اور گھر بناتے) تھے۔ اور فرعون کے ساتھ کیا کیا جو خیمے اور میخیں رکھتا تھا۔ یہ لوگ ملکوں میں سرکش ہو رہے تھے اور ان میں بہت سی خرابیاں کرتے تھے، تو تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا نازل کیا۔ بے شک تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔
(۸۹:۶ تا ۱۴)

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَاۤ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَ لَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

(قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب (پیغمبر کو) جھٹلایا۔ جب ان میں سے ایک نہایت بدبخت اٹھا تو اللہ کے پیغمبر (صالح) نے ان سے کہا کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے حذر کرو۔ مگر انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو اللہ نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو ہلاک کر کے برابر کر دیا، اور اس کو ان کے بدلا لینے کا کچھ بھی ڈر نہیں۔ (۹۱:۱۱ تا ۱۵)

حضرت شعیب اور اہل مدین

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ

اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا (تو) انہوں نے کہا کہ اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا
النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ
اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ
لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْۤا
اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَ اِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا
بِالَّذِيْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا
حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ
يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَاۤ اَوْ
لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ
افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ
نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ مَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ
اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى
اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ
اَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ
قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۛ اَلَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ
قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ
لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی آ چکی ہے تو تم ماپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اُسے تم ڈراتے اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اُس میں کجی ڈھونڈتے ہو اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے تو اللہ نے تمہیں جماعتِ کثیر بنا دیا اور دیکھ لو کہ خرابی کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ اور اگر تم میں سے ایک جماعت میری رسالت پر ایمان لے آئی ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کئے رہو یہاں تک کہ اللہ ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (۷:۸۵ تا ۸۷)

اُن کی قوم میں جو لوگ سردار اور بڑے آدمی تھے وہ کہنے لگے کہ شعیب! ہم تمہیں اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں اُن کو اپنے شہر سے نکال دیں گے یا تم ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔ اُنہوں نے کہا خواہ ہم (تمہارے دین سے) بیزار ہی ہوں (تو بھی؟) اگر ہم اس کے بعد کہ اللہ ہمیں اس سے نجات بخش چکا ہے تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں تو بے شک ہم نے اللہ پر جھوٹ افتراء باندھا اور ہمیں شایاں نہیں ہے کہ ہم اس میں لوٹ جائیں، ہاں اللہ جو ہمارا رب ہے وہ چاہے تو (ہم مجبور ہیں) ہمارے رب کا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے، ہمارا اللہ ہی پر بھروسا ہے اے اللہ! ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور اُن کی قوم میں سے سردار لوگ جو کافر تھے کہنے لگے کہ (بھائیو!) اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو بے شک تم خسارے میں پڑ گئے۔ تو اُن کو زلزلے نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ (یہ لوگ) جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی ایسے برباد ہوئے کہ گویا وہ اُن میں کبھی آباد ہی نہیں ہوئے تھے (غرض) جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ خسارے میں پڑ گئے۔ تو شعیب اُن میں سے نکل آئے اور کہا کہ بھائیو! میں نے تمہیں

قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّآ أَخَذْنَآ أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّآءِ
لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ (۹۴) ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ
الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ
السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۹۵) وَ لَوْ
اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ
مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۹۶) اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ
بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّ هُمْ نَآئِمُوْنَ (۹۷) اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى
اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ يَلْعَبُوْنَ (۹۸) اَفَاَمِنُوْا
مَكْرَ اللّٰهِ ...

اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کی تھی تو میں کافروں پر (عذاب نازل ہونے سے) رنج و غم کیوں کروں؟ اور ہم نے کسی شہر میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو (جو ایمان نہ لائے) دکھوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی اور انکساری کریں۔ پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ (مال و اولاد میں) زیادہ ہو گئے تو کہنے لگے کہ اسی طرح کا رنج و راحت ہمارے بڑوں کو بھی پہنچتا رہا ہے تو ہم نے اُن کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ (اپنے حال میں) بے خبر تھے۔ اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ہم اُن پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے مگر اُنہوں نے تو تکذیب کی سو اُن کے اعمال کی سزا میں ہم نے اُن کو پکڑ لیا۔ کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو اور وہ (بے خبر) سو رہے ہوں، اور کیا اہلِ شہر اس سے نڈر ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب دن چڑھے آ نازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ اللہ کے داؤ کا ڈر نہیں رکھتے! اللہ کے داؤ سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو جو اہلِ زمین کے (مر جانے کے) بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبت ڈال دیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں کہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔ (۷:۸۸ تا ۱۰۰)

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَ لَقَدْ
جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا
كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ
الْكٰفِرِيْنَ (۱۰۱) وَ مَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَ اِنْ
وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ (۱۰۲)

یہ بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم تمہیں سناتے ہیں اور ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایسے نہیں تھے کہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے ہوں اُسے مان لیں، اس طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ اور ہم نے اُن میں سے اکثروں میں (عہد کا نباہ) نہیں دیکھا اور اُن میں اکثروں کو (دیکھا تو) بدکار ہی دیکھا۔
(۷:۱۰۱ تا ۱۰۲)

وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ (۷۸) فَانْتَقَمْنَا
مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ (۷۹)

اور بَن کے رہنے والے (یعنی قومِ شعیب کے لوگ) بھی گنہگار تھے، تو ہم نے اُن سے بھی بدلا لیا اور یہ دونوں شہر کھلے رستے پر (موجود) ہیں۔ (۱۵:۷۸ تا ۷۹)

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾ وَ اتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾ وَ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٩١﴾

اور بَن کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان سے شعیب نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟ میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو، اور میں اس کام کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔ (دیکھو) پیمانہ پورا بھرا کرو اور نقصان نہ کیا کرو اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد نہ کرتے پھرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلی خلقت کو پیدا کیا۔ وہ کہنے لگے کہ تم تو جادوزدہ ہو۔ اور تم اور کچھ نہیں ہمارے جیسے آدمی ہو اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا کر گراؤ۔ شعیب نے کہا کہ جو کام تم کرتے ہو میرا رب اس سے خوب واقف ہے۔ تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا پس سائبان کے عذاب نے ان کو آ پکڑا بے شک وہ بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا۔ اس میں یقیناً نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے۔

(۲۶:۱۷۶ تا ۱۹۱)

قرآن میں قدیم عرب میں آنے والے پیغمبروں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ان پیغمبروں کا ذکر بائبل میں بھی ہے۔ عرب کے روایتی نسب ناموں میں اہل عرب کے دو طبقے ہیں۔ ایک عرب بائدہ جس میں عاد اور ثمود کے قبائل شامل ہیں جن کا ذکر قرآن میں متعدد مقامات پر آیا ہے، ان کے علاوہ طاسم اور جادی بھی ہیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور دوسرا طبقہ عرب باقیہ ہے۔ قبیلہ عاد جس میں ہود علیہ السلام کو نبی بنایا گیا تھا اس وسیع ریگستانی علاقہ میں آباد تھا جسے قرآن میں احقاف کہا گیا ہے، یہ یمن اور حضرموت کے درمیان میں واقع تھا اور خلیج فارس، بحر احمر اور بحر ہند کے قریب تھا۔ یہ لوگ بہت شان و شوکت والے تھے جس کا اندازہ ان کے عظیم الشان یادگاری کھنڈرات سے ہوتا ہے۔ معروف مغربی اسکالر محمد اسد اپنی تفسیر ''میسج آف دی قرآن'' میں لکھتے ہیں کہ 'ہود بائبل میں ذکر کردہ ''ایبر'' (Eber) کے مماثل ہو سکتے ہیں جو اسرائیلی روایات کے مطابق ''ابریم'' (I'brim) کے جد امجد تھے [جینیسس ۱۰: ۲۴ تا ۲۵، ۱۱: ۱۴ ایف ایف]''۔ ان کا خیال ہے کہ قدیم عربی نام 'ہود' جیکب (یعقوب) کے بیٹے جودہ (عبرانی میں یہودہ) کا مترادف ہو سکتا ہے۔ وہ اس نکتہ کو اجاگر کرتے ہیں کہ عبرانی زبان کا نام 'ایبر' اور اس کا عربی مبدل ''عبیر' کا مطلب ہے'' پار کر جانے والا''، اور یہ بائبل کی روایت میں اس قبیلے کے لئے ہو سکتا ہے جو قبل ابراہیمی دور میں عرب سے نکل کر میسوپوٹامیا چلا گیا تھا [آیت ۷: ۶۵ کا تشریحی نوٹ]۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ تقریباً دو سال پہلے، جدید

تکنیک اور دور تک پہنچنے والی لہروں کے ذریعہ ماہرین آثار قدیمہ نے جنوبی عرب کی قدیم تہذیب کا پتہ لگایا ہے جو ریگستان میں دفن تھی، اور یہ سمجھا گیا ہے کہ ایک زبردست ریگستانی طوفان سے یہ تہذیب فنا ہوگئی تھی، یہ تحقیق اور وضاحت قوم عاد کے بارے میں قرآن کے اس بیان کے عین مطابق ہے۔

جہاں تک ثمود کی بات ہے تو ان کا ذکر آشوری حکمراں سرگون دوئم (۷۲۲ تا ۷۰۵ قبل مسیح) کی کتباتی تاریخ میں ملتا ہے اور پلینی (Pliny) جیسے قدیم مصنفین نے اسے 'تموداِئی' کے نام سے جانا ہے، جیسا کہ فلپ ہٹی نے ''ہسٹری آف دی عربس'' [اشاعت ۱۰، میکملن، لندن ۱۹۷۰، ص۔ ۳۰] میں لکھا ہے۔ اس نباتین قبیلے نے قبیلہ عاد پر فتح حاصل کی اور اسی لئے انہیں قدیم عربی ماخذ میں کہیں کہیں عاد دوئم بھی کہا گیا ہے۔ لیکن عاد کے برعکس جو کہ جزیرۃ العرب کے جنوب میں رہتے تھے، ثمود شمال کے خطہ میں آباد تھے۔ سرگون کے ایک کتبہ میں جو ۷۱۵ قبل مسیح کا ہے، ثمود کو مشرقی اور وسطی عرب کے لوگوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو آشوریوں کے ماتحت تھا۔ محمد اسد نے انسائکلو پیڈیا آف اسلام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''تھموداسی، تھمودین کا ذکر ارسطو (Aristotle)، بطلیموس (Ptolemy) اور پلینی (Pliny) نے کیا ہے''۔ پیغمبر اسلام محمد ﷺ کے زمانہ میں ''ثمود حجاز کے شمال بعید میں شام کی سرحدوں کے قریب آباد تھے۔ چٹانوں میں کندہ ان کی یادگاریں الحجر کے خطہ میں ابھی بھی موجود ہیں [دی میسیج آف قرآن، آیت ۷: ۷۳ کا تشریحی نوٹ]؛ مزید دیکھیں موصل، شمالی حجاز عربی ترجمہ بقلم عبدالمحسن الحسینی، اسکندریہ؛ دوسساد، ''عربس ان سیریا بیفور اسلام'' اور اس کا عربی ترجمہ بقلم عبدالحمید الدواخلی اور محمد مصطفی زیادہ، قاہرہ]۔

مدین جہاں شعیب علیہ السلام نے اللہ کا پیغام لوگوں کو دیا، جزیرۃ العرب کے شمال میں شام کے صحرا کے قریب واقع تھا جو کہ جغرافیائی اعتبار سے صحرائے عرب کا ہی ایک حصہ مانا گیا ہے، اور خلیج عقبہ و بحر احمر کے پاس ہے۔ بائبل کی رو سے یہ بات واضح ہے کہ یہاں کے لوگ عربی النسل تھے۔ اہل مدین کو بائبل میں کہیں کہیں اسماعیلی بھی کہا گیا ہے (مثال کے طور پر ججز: ۸: ۲۴)۔ ابراہیم یا ابراہام جنہیں اسرائیل کا جد امجد سمجھا جاتا ہے اسماعیل کے بھی والد تھے [جینیسس ۲۱: ۲۰ تا ۲۱؛ ۲۵: ۱ تا ۶، ۱۲ تا ۱۸]، اور اس طرح مدین کے اسماعیلیوں اور شمالی عرب میں رہنے والے دیگر متعدد قبیلوں، اور قبیلہ شیبہ جو غالباً جنوبی عرب کی قدیم سلطنت شیبہ سے تعلق رکھتے ہیں، کے بھی جد امجد تھے [ایس ڈی گورٹین، جیوز اینڈ عربس، نیو یارک، ۱۹۶۴، ص۔ ۳۱ تا ۳۲]۔ بائبل کے مطابق مدین کے لوگ ابراہیم کی دوسری زوجہ کیتورہ کے سلسلہ سے ان کی آل واولاد تھے [جینسس ۲۵: ۱ تا ۶؛ ۳۷: ۲۸؛ ججز ۶: ۸؛ ایکسوڈس ۲: ۱۶ الف الف؛ ا: ۳]۔

حضرت شعیب کے ذریعہ مدین کے لوگوں کو دعوت توحید عاد میں حضرت ہود اور ثمود میں حضرت صالح کی دعوت کے بعد پہنچی۔ قرآن کا بیان ہے کہ مصر میں جب حضرت موسیٰ نے ایک مصری کو غلطی سے اور بلا ارادہ مار ڈالا تو وہ مصر سے فرار ہوکر مدین پہنچے تھے اور وہاں ایک نیک شخص نے اپنی بیٹی سے ان کی شادی کردی تھی [۲۰: ۴۰؛ ۲۸: ۲۲ تا ۲۸، ۴۵]۔ چنانچہ یہ سوال اٹھتا ہے کہ وہ نیک شخص کیا حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے کیوں کہ حضرت شعیب کو مدین میں نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ کیا یہ شعیب ہی بائبل کے جیتھرو ہیں جنہیں بائبل میں حضرت موسیٰ کا سسر بتایا گیا ہے، جنہیں رئیوایل بھی کہا گیا ہے [ایکسوڈس ۲: ۱۸]، اس نام کا مطلب ہے اللہ کا وفادار۔ فی الواقع قرآن میں اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ مدین میں حضرت موسیٰ کی ملاقات جن بزرگ سے ہوئی تھی اور جن کی بیٹی سے ان کا نکاح ہوا تھا وہ حضرت شعیب ہی ہیں، چنانچہ ہم قرآن کے حوالہ سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت شعیب حضرت موسیٰ کے ہم عصر نبی تھے۔ قرآن کی رو سے ہم بس یہی سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام مدین میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اور موسیٰ علیہ السلام بھی مدین گئے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں قوموں یعنی قوم عاد، قوم ثمود اور قوم مدین کی بستیاں ان قدیم تجارتی شاہراہوں پر واقع تھیں جو جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا، مشرقی افریقہ، مغربی ایشیا کو ملاتی تھیں اور بحیرہ روم و یورپ سے جا کر جڑتی تھیں [۱۵:۷۹] انہیں معاشی آسودگی اور جنگی طاقتیں حاصل تھیں اور بڑی بڑی عمارتیں بنانے میں وہ ماہر تھے۔ [عاد کے لئے ۱۲۸:۲۶ تا ۱۳۰؛ ۶:۸۹ تا ۸، ثمود کے لئے ۷:۷۴؛ ۱۴۶:۲۶ تا ۱۴۹؛ ۹:۸۹، اہل مدین کے لئے ۷:۸۵ تا ۸۶؛ ۱۸۱:۲۶ تا ۱۸۳]۔ قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ثمود کو زرعی آسودگی بھی حاصل تھی [۱۴۷:۲۶ تا ۱۴۸]۔ ان کے پیغمبر حضرت صالح نے انہیں جس بات کی طرف توجہ دلائی وہ تمام انسانوں کے لئے صادق آتی ہے: ''اُسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور پھر اُس میں تمھیں آباد کیا ہے (تا کہ تم اس کو ترقی دو) پس اُس سے مغفرت مانگو۔۔۔'' [۶۱:۱۱]۔ ان تمام قوموں کے لئے اللہ کا پیغام ایک ہی تھا یعنی یہ کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو [۷:۶۵؛ ۱۱:۵۰، ۶۱، ۸۴]، اپنی خواہشات نفس کی یا ان لوگوں کی بندگی نہ کرو جو طاقت اور برتری کے گھمنڈ میں مبتلا ہیں۔

ہر پیغمبر کے ذریعہ سے اللہ نے ان کی قوموں کو کچھ خاص احکامات دئے، کچھ خاص آزمائشوں میں انہیں مبتلا کیا اور کچھ خاص معجزے (یا نشانیاں) ان کے لئے مقرر کیں۔ قوم ثمود کو ایک اونٹنی کے ذریعہ سے آزمایا گیا جو اللہ کے نام پر وقف کردی گئی تھی اور جسے قرآن نے 'ناقۃ اللہ' (اللہ کی اونٹنی) کہا ہے [۷:۷۳؛ ۱۱:۶۴؛ ۹۱:۱۳]۔ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا مطلب لازمی طور سے یہی نہیں ہے کہ اس کی پیدائش مافوق الفطرت طریقے سے ہوئی یا وہ کوئی خاص قسم کی اونٹنی تھی۔ مدین کے لوگوں کو شعیب علیہ السلام نے خاص طور سے کاروبار و تجارت میں اور لین دین میں پورا ناپنے اور صحیح تولنے کا حکم دیا، اور اپنی قوم کو متنبہ کیا کہ لوگوں کو ان کے جائز حق سے محروم نہ کیا کریں اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلائیں ۷:۸۵؛ ۱۱:۸۵؛ ۱۸۱:۲۶ تا ۱۸۳]۔ لیکن شعیب علیہ السلام کی دعوت و پیغام کے جواب میں ان کا اصرار اس بات پر رہا کہ باپ دادا سے جو کچھ ہوتا چلا آرہا ہے وہ کرتے رہیں گے، ان کے ہی عقیدوں پر قائم رہیں گے اور کمانے وخرچ کرنے میں اپنی آزادی کو برقرار رکھیں گے اور اپنی خوشی و مرضی سے اپنی چیزوں پر تصرف کریں گے اور جو اچھا لگے گا وہ کریں گے [۱۱:۸۷]۔ حضرت شعیب نے انہیں یاد دلایا کہ جب وہ یہاں آئے تھے تو ان کی تعداد تھوڑی سی تھی لیکن اللہ کے فضل سے ان کی تعداد خوب بڑھ گئی [۷:۸۶]۔ وہ اپنے موقف پر جمے رہے اور خود کو اسی رویہ پر قائم رکھا جس کی تلقین وہ لوگوں کو کرتے تھے، ان کا مقصد چیزوں کو درست کرنا تھا اور اللہ کی منشاء کو پورا کرنے کے لئے وہ اسی طرح جی جان سے لگے رہے جس طرح ان کی قوم کے لوگ اپنی خود غرضیوں کو پورا کرنے اور اپنے اقتدار کو بنائے رکھنے کے لئے کوشاں تھے۔

قرآن کے ان واقعات کا مقصد تکبر کے ساتھ حق کا انکار کرنے والی قوموں پر اللہ کے عذاب کو ہی بیان کرنا نہیں ہے، نہ ان واقعات کے حوالے سے قرآن اللہ کے پیغمبروں کو انسانی فطرت اور انسان کی آزادمرضی کو بدلنے یا انسانوں پر ان کی مرضی کے برخلاف کسی بھی طرح سے اللہ کا دین تھوپنے کا ذمہ دار بنا کر پیش کرتا ہے [۷:۵۷ تا ۹۷، ۸۸ تا ۹۳؛ ۱۱:۵۹، ۶۴ تا ۶۵، ۸۸ تا ۹۳؛ ۱۲۸:۲۶ تا ۱۳۰، ۱۵۱ تا ۱۵۷]؛ بلکہ یہ واقعات اس بات کو جتاتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ افراد اور قوموں کو راحت وآسائش یا سختیوں میں ڈال کر آزماتا ہے [۷:۹۴ تا ۹۶]۔ مزید برآں، قرآن یہ یاد دلاتا ہے کہ انفرادی استحکام اور سماجی تعاون و اتحاد جو اللہ اور آخرت پر ایمان سے حاصل ہوتا ہے، اس دنیا میں بھی مفید ہے اور آخرت میں بھی اس کا بھرپور صلہ ملے گا [۷:۹۶]۔ اللہ اور آخرت پر ایمان کسی بھی طرح سے اس دنیا میں انسان کے حرکت و عمل اور تخلیقی سرگرمیوں کو کم نہ کرے، کیوں کہ یہ ایمان کو صحیح طریقہ سے نہ سمجھنے کا ہی نتیجہ ہوسکتا ہے، بلکہ اس کے بجائے اس ایمان کے نتیجے میں انسانی استعداد دوچند ہوجانی چاہئے، کیوں کہ ایمان مومن کی ڈھال ہے اور زندگی میں کامیابیوں

و ناکامیوں کے اتار چڑھاؤ میں اس کی توانائیوں کو برقرار رکھنے کا باعث ہے۔اس ایمان کی بدولت مومن کامیابی کی صورت میں اللہ کا شکر گزار ہوتا ہے اور ناکامی کی حالت میں صبر کرتا ہے۔ یہ انسان کی روحانی اور اخلاقی کمزوری ہوتی ہے اور دنیا کی لذتوں میں مگن رہنے کی لت ہوتی ہے جس کی وجہ سے کوئی فرد یا سماج مادی کامیابی یا ناکامی سے اتنا زیادہ زیادہ متاثر ہوتا ہے کہ بعض اوقات پوری طرح مضمحل و مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔

پچھلی قوموں کے تذکرے اور ان کے پاس پہنچنے والی اللہ کی دعوت کا بیان قرآن میں لطف اندوزی کے لئے نہیں ہیں، بلکہ عبرت اور سبق آموزی کے لئے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے قوانین فطرت سے آگاہی ہو اور سماج میں ان قوانین کی ضرورت کا احساس ہو [۷:۱۰۱ تا ۱۰۲؛ ۴۵:۲۲؛ ۳۸:۲۹]۔ ان واقعات میں انسانوں کی بداعمالی کی سزا کے بطور عذاب الٰہی کا جو ذکر ہے [۷:۷۲، ۷۸، ۹۱؛ ۱۱:۵۸، ۶۰، ۵۶ تا ۶۸، ۹۴ تا ۹۵؛ ۲۶:۱۳۹، ۱۵۸، ۱۸۹؛ ۲۹:۴۰]، تو اللہ کے پیغام ہدایت کی قرآنی تاریخ سے یہ ظاہر ہے کہ بعد کی قوموں کو اس طرح کے عذاب نہیں دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اس آگ سے بچا لیا جس میں ان کی قوم کے لوگوں نے انہیں پھینکا تھا، اور اس جرم عظیم کے مرتکب لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں براہ راست کوئی عذاب نہیں دیا۔ پیغمبروں کو قتل کرنے کی کامیاب اور ناکام کوششیں بہت سی ہوئیں، لیکن قرآن یہ کہیں نہیں بتاتا کہ ان جرائم کے مرتکب لوگوں کو اس دنیا میں مافوق الفطرت طریقے سے ہلاک کیا گیا ہو [۲:۶۱، ۸۷، ۹۱؛ ۳:۲۱، ۱۱۲؛ ۵:۷۰؛ ۸:۳۰؛ ۱۲:۹ تا ۱۰؛ ۲۹:۲۴]۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں قرآن بار بار اس بات کو دوہراتا ہے کہ مومنوں اور ان کے دشمنوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ آزمایا گیا، اور اس دنیا میں اللہ کے طے کردہ قوانین (سنت اللہ) پر ہی ان کا معاملہ چھوڑا گیا: ’’اگر تمہیں زخمِ (شکست) لگا ہے تو اُن لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے اور یہ دن ہیں کہ ہم اُن کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں اور اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو متمیز کر دے اور تم میں سے گواہ بنائے اور اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خالص (مومن) بنا دے اور کافروں کو نابود کر دے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بے آزمائش) جنت میں جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور (یہ بھی مقصود ہے کہ) وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے‘‘ [۳:۱۴۰ تا ۱۴۲]، ’’جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوطی سے قید کر لو پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہئے یا کچھ مال لے کر، یہاں تک کہ (فریقِ مقابل) لڑائی (کے) ہتھیار (ہاتھ سے) رکھ دے یہ (حکم یاد رکھو) اور اگر اللہ چاہتا تو (اور طرح) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا‘‘ [۴۷:۴]۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَ كَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ میں دیکھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم صریح گمراہی میں ہو۔ اور ہم اسی طرح ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے تاکہ وہ خوب یقین کرنے والوں میں ہو جائیں۔ جب رات نے اُن کو (پردۂ تاریکی سے) ڈھانپ لیا تو (آسمان میں) ایک ستارا نظر پڑا، کہنے لگے کہ یہ میرا رب ہے۔ جب

الْاٰفِلِیْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ
اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ
الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا
رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ
مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾ۚ
وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ
هَدٰىنِ ؕ وَ لَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ
رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا
تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ كَیْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا
تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ
عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا
اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ
مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ؒ وَ تِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیْنٰهَاۤ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی
قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ
عَلِیْمٌ ﴿۸۳﴾

وہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے کہ مجھے غائب ہو جانے والے پسند نہیں۔ پھر جب چاند کو دیکھا کہ چمک رہا ہے تو کہنے لگے کہ یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب وہ بھی چھپ گیا تو بول اٹھے کہ اگر میرا رب مجھے سیدھا رستہ نہیں دکھائے گا تو میں ان لوگوں میں ہو جاؤں گا جو بھٹک رہے ہیں۔ پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے کہ یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے کہ لوگو! جن چیزوں کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں اُن سے بیزار ہوں۔ میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے آپ کو اُسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ اور اُن کی قوم اُن سے بحث کرنے لگی تو اُنہوں نے کہا کہ تم مجھ سے اللہ کے بارے میں (کیا) بحث کرتے ہو؟ اُس نے تو مجھے سیدھا رستہ دکھا دیا ہے اور جن چیزوں کو تم اُس کا شریک بناتے ہو میں اُن سے نہیں ڈرتا ہاں جو میرا رب چاہے۔ میرا رب اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کیا تم خیال نہیں کرتے؟ بھلا میں اُن چیزوں سے جن کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو کیونکر ڈروں جب کہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ کے ساتھ شریک بناؤ جس کی اُس نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ اب دونوں فریق میں سے کون سا فریق امن (اور جمعیت خاطر) کا مستحق ہے اگر سمجھ رکھتے ہو (تو بتاؤ)۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا اُن کے لئے امن (اور جمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔ اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو اُن کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی، ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں، بے شک تمہارا رب دانا اور خبردار ہے۔

(۶:۷۴ تا ۸۳)

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ وَ لَمْ یَكُ
مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ۙ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ
اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَ اٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ

بے شک ابراہیم (لوگوں کے) امام (اور) اللہ کے فرماں بردار تھے جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور (اپنی) سیدھی راہ پر چلایا تھا۔ اور ہم نے اُن کو دنیا میں بھی خوبی دی تھی اور

وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾
وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾
اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا
يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِیْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ
مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا
سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ
لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ
مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ
اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ
لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِیْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ
سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَ اَعْتَزِلُكُمْ
وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ
اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَ مَا
يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ
وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا
لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾

وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔(۱۶:۱۲۰ تا ۱۲۲)

اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بے شک وہ نہایت سچے پیغمبر تھے۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنیں اور نہ دیکھیں اور نہ آپ کے کچھ کام آ سکیں۔ ابا مجھے ایسا علم ملا ہے جو آپ کو نہیں ملا تو میرے ساتھ ہو جایئے میں آپ کو سیدھی راہ پر چلا دوں گا، ابا شیطان کی پرستش نہ کیجئے بے شک شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔ ابا مجھے ڈر لگتا ہے کہ آپ کو اللہ کا عذاب آ پکڑے تو آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں۔ اس نے کہا کہ ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہے؟ اگر تو باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگ سار کر دوں گا اور تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دُور ہو جا۔ ابراہیم نے سلام علیک کہا (اور کہا کہ) میں آپ کے لئے اپنے رب سے بخشش مانگوں گا بے شک وہ مجھ پر نہایت مہربان ہے۔ اور میں آپ لوگوں سے اور جن کو آپ اللہ کے سوا پکارتے ہیں اُن سے کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب ہی کو پکاروں گا امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔ اور جب ابراہیم ان لوگوں سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے ان سے الگ ہو گئے تو ہم نے ان کو اسحق اور (اسحق کو) یعقوب بخشے اور سب کو پیغمبر بنایا۔ اور ان کو اپنی رحمت سے (بہت سی چیزیں) عنایت کیں اور ان کا ذکرِ جمیل بلند کیا۔
(۱۹:۴۱ تا ۵۰)

ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور لوط

ابراہیم علیہ السلام عراق میں

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ
عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ۚ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ
الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا
عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِیْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ

اور ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے ہدایت دی تھی اور ہم اُن (کے حال) سے واقف تھے۔ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے یہ کہا کہ یہ کیا مُورتیں ہیں جن (کی پرستش) پر تم معتکف (وقائم) ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اُن کی پرستش کرتے دیکھا ہے۔ (ابراہیم نے) کہا کہ تم بھی (گمراہ ہو) اور تمہارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں پڑے رہے۔ وہ بولے کیا

اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَ
تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا
مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ
لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا
بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًی
يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ ؕ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤی
اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْۤا ءَاَنْتَ
فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ ؕ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖۗ
كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾
فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤی اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ۙ
ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰی رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ
يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ ؕ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوْا
حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾
قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ ۙ وَ
اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾ ۚ وَ نَجَّيْنٰهُ
وَ لُوْطًا اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ وَ
وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا
صٰلِحِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ
اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ
اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ ۚ

تم ہمارے پاس (واقعی) حق لائے ہو یا (ہم سے) کھیل (کی باتیں) کرتے ہو؟ (ابراہیم نے) کہا (نہیں) بلکہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا (بھی) رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور میں اس (بات) کا گواہ (اور اسی کا قائل) ہوں۔ اور اللہ کی قسم جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں سے ایک چال چلوں گا۔ پھر ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر ایک بڑے (بت) کو (نہ توڑا) تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا؟ وہ تو کوئی ظالم ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے اس کو ابراہیم کہتے ہیں۔ وہ بولے کہ اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ گواہ رہیں۔ (جب ابراہیم آئے تو) بت پرستوں نے کہا کہ ابراہیم بھلا یہ کام ہمارے معبودوں کے ساتھ تم نے کیا ہے؟ (ابراہیم نے) کہا (نہیں) بلکہ یہ ان کے اس بڑے (بت) نے کیا (ہوگا) اگر یہ بولتے ہوں تو ان سے پوچھ لو۔ تب وہ لوگ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور (اپنے دلوں میں) کہنے لگے "واقعی تم خود ہی ظالم ہو"۔ پھر (شرمندہ ہوکر) سر نیچا کر لیا (مگر اس کے باوجود ابراہیم سے کہنے لگے کہ) تم جانتے ہو یہ بولتے نہیں۔ (ابراہیم نے) کہا کہ پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو تمہیں نہ کچھ فائدہ دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں۔ تُف ہے تم پر اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اُن پر بھی۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ (تب وہ) کہنے لگے کہ اگر تمہیں (اس سے اپنے معبودوں کا انتقام لینا اور) کچھ کرنا ہے تو اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ ہم نے حکم دیا کہ اے آگ! سرد ہو جا اور ابراہیم پر (موجبِ) سلامتی (بن جا)۔ ان لوگوں نے برا تو ان کا چاہا تھا مگر ہم نے انہی کو نقصان میں ڈال دیا۔ اور ابراہیم اور لوط کو اس سرزمین کی طرف بچا نکالا جس میں ہم نے اہلِ عالم کے لئے برکت رکھی ہے۔ اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق عطا کئے اور مستزاد براں یعقوب اور سب کو نیک بخت کیا۔ اور ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ان کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔ (۲۱:۵۱ تا ۷۳)

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ
مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا
عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ
يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا
كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ
تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ
عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ
يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَ الَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَ اِذَا
مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَ الَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾
وَ الَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾
رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اجْعَلْ
لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ
جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَ اغْفِرْ لِاَبِيْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾
وَ لَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا
بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ
وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ
مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

وَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ
الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا
فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ

اوران کوابراہیم کا حال پڑھ کرسنا دو۔جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اوران کی پوجا پر قائم ہیں۔ابراہیم نے کہا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری آواز کو سنتے ہیں؟ یا تمہیں کچھ فائدے دے سکتے یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ابراہیم نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو،تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی ، وہ میرے دشمن ہیں لیکن اللہ رب العالمین (میرا دوست ہے)۔جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے رستہ دکھاتا ہے،اور وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے،اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے۔اور وہ جو مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا،اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا۔اے اللہ! مجھے علم ودانش عطا فرما اور نیکوکاروں میں شامل کر،اور پچھلے لوگوں میں میرا ذکرِ نیک (جاری) کر،اور مجھے جنتِ نعیم کے وارثوں میں کر،اور میرے باپ کو بخش دے کہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔اور جس دن لوگ اٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا،جس دن نہ مال ہی کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے؛ ہاں مگر جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائے گا) (۲۶:۶۹ تا ۸۹)

اورابراہیم کا اپنے باپ کے لئے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اُس سے کر چکے تھے لیکن جب اُن کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اُس سے بیزار ہو گئے، کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل تھے۔ (۹:۱۱۴)

اور ابراہیم کو (یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔تم تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے اور طوفان باندھتے ہو تو جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اُسی کی عبادت کرو اور اُس کا شکر ادا کرو اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔اور اگر تم

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝١٧ وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ
قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝١٨

(میری) تکذیب کرو تو تم سے پہلے بھی اُمتیں (اپنے پیغمبروں کی) تکذیب کر چکی ہیں اور پیغمبر کے ذمے کھول کر سنا دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ (۲۹:۱۶تا۱۸)

وَ اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝٨٣ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ
سَلِيْمٍ ۝٨٤ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا ذَا تَعْبُدُوْنَ ۝٨٥
اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝٨٦ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ۝٨٧ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝٨٨ فَقَالَ اِنِّيْ
سَقِيْمٌ ۝٨٩ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝٩٠ فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ
فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝٩١ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝٩٢ فَرَاغَ
عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ۝٩٣ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝٩٤ قَالَ
اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝٩٥ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا
تَعْمَلُوْنَ ۝٩٦ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي
الْجَحِيْمِ ۝٩٧ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۝٩٨
وَ قَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝٩٩ رَبِّ هَبْ لِيْ
مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١٠٠ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝١٠١

اور انہی کے پیروؤں میں ابراہیم تھے۔ جب وہ اپنے پروردگار کے پاس (عیب سے) پاک دل لے کر آئے۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کن چیزوں کو پوجتے ہو؟ کیوں جھوٹ (بنا کر) اللہ کے سوا اور معبودوں کے طالب ہو؟ بھلا پروردگارِ عالم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تب انہوں نے ستاروں کی طرف ایک نظر کی اور کہا میں تو بیمار ہوں۔ تب وہ ان سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے۔ پھر ابراہیم ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہوا ہے تم بولتے نہیں؟ پھر ان کو داہنے ہاتھ سے مارنا (اور توڑنا) شروع کیا۔ تو وہ لوگ ان کے پاس دوڑے ہوئے آئے۔ انہوں نے کہا کہ تم ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو؟ حالانکہ تم کو اور جو تم بناتے ہو اس کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ اس کے لئے ایک عمارت بناؤ پھر اس کو آگ کے ڈھیر میں ڈال دو۔ غرض انہوں نے ان کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی اور ہم نے انہی کو زیر کر دیا۔ اور ابراہیم بولے کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے رستہ دکھائے گا۔ اے پروردگار! مجھے (اولاد) عطا فرما (جو) سعادت مندوں میں سے (ہو)۔ تو ہم نے ان کو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی۔
(۳۷:۸۳تا۱۰۱)

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝٣٦ وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ
وَفّٰۤى ۝٣٧ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝٣٨ وَ اَنْ لَّيْسَ
لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝٣٩ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝٤٠
ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝٤١ وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ
الْمُنْتَهٰى ۝٤٢

کیا جو باتیں موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں ان کی اس کو خبر نہیں پہنچی؟ اور ابراہیم کی جنہوں نے (حق طاعت و رسالت) پورا کیا۔ یہ کہ کوئی شخص دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور یہ کہ (ہر معاملہ کو) تمہارے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔ (۵۳:۳۶تا۴۲)

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى ﴿۱۹﴾

یہی بات پہلے صحیفوں میں (مرقوم) ہے۔ (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔ (۱۸:۸۷ تا ۱۹)

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور جب اللہ نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ (اے اللہ) میری اولاد میں سے بھی (پیشوا بنائیو تو اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ ہمارا اقرار ظالموں کے لئے نہیں ہوا کرتا۔ (۱۲۴:۲)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵۸﴾

بھلا تم نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جو اس (غرور کے) سبب سے کہ اللہ نے اُسکو سلطنت بخشی تھی ابراہیم سے رب کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ جب ابراہیم نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو جِلا تا اور مارتا ہے۔ وہ بولا کہ جِلا اور مار تو میں بھی سکتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے آپ اُسے مغرب سے نکال دیجئے (یہ سن کر) کافر حیران رہ گیا۔ اور اللہ بے انصافوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (۲۵۸:۲)

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾

اور جب ابراہیم نے (اللہ سے) کہا کہ اے رب مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کریگا تو اللہ نے فرمایا کہ کیا تمھیں یقین نہیں؟ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں لیکن (میں دیکھنا) اس لئے (چاہتا ہوں) کہ میرا دل مطمئن ہوجائے۔ اللہ نے فرمایا کہ چار پرندے پکڑ وا کر اپنے پاس منگوالو (اور ٹکڑے ٹکرے کروادو) پھر اُن کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھوادو پھر اُن کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے؛ اور جان رکھو کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (۲۶۰:۲)

وَ مَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ﴿۱۲۵﴾

اور اُس شخص سے اچھا دین کس کا ہوسکتا ہے جس نے حکمِ الٰہی کو قبول کیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو یکسو (مسلمان) تھے۔ اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا۔ (۱۲۵:۴)

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ

تمہیں ابراہیم اور ان کے رفقاء کے اسوہ حسنہ پر چلنا ہے جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں (اور) تمہارے (معبودوں

بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ
مَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا
وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝٤ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا
فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ اغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٥ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَ مَنْ
يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝٦

کے کبھی) قائل نہیں (ہو سکتے) اور جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کھلم کھلی عداوت اور دشمنی رہے گی ہاں ابراہیم نے اپنے باپ سے یہ (ضرور) کہا کہ میں آپ کے لئے مغفرت مانگوں گا اور میں اللہ کے سامنے آپ کے بارے میں کسی چیز کا کچھ اختیار نہیں رکھتا اے ہمارے پروردگار! تجھ ہی پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور میں (ہمیں) لوٹ کر جانا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ان لوگوں کا تختہ مشق نہ بننے دینا جو کفر کرنے والے ہیں، اور اے ہمارے پروردگار! ہمیں معاف فرما بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔ ان ہی لوگوں کے طرز عمل میں تمھارے لئے اور ہر اس شخص کے لئے اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور روز آخر کا امیدوار ہو۔ اور جو روگردانی کرے تو اللہ بھی بے پروا اور سزاوار حمد (وثنا) ہے۔ (۶۰: ۴ تا ۶)

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝١٠١ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ
يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا
تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ
شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝١٠٢ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ
لِلْجَبِيْنِ ۝١٠٣ۚ وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝١٠٤ۙ قَدْ صَدَّقْتَ
الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝١٠٥ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝١٠٦ وَ فَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝١٠٧ وَ تَرَكْنَا
عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝١٠٨ۖ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝١٠٩ كَذٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝١١٠ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١١١
وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١١٢ وَ بٰرَكْنَا
عَلَيْهِ وَ عَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ
لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝١١٣ۧ

تو ہم نے ان کو ایک نرم دل کے لڑکے کی خوشخبری دی۔ جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ (گویا) تم کو ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابا جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کیجئے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پایئے گا۔ جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔ تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ دیا۔ اور پیچھے آنے والوں میں ابراہیم کا (ذکر خیر باقی) چھوڑ دیا۔ کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے اور ہم نے ان کو اسحٰق کی بشارت بھی دی (کہ وہ) نبی (اور) نیکوکاروں میں سے (ہوں گے)۔ اور ہم نے ان پر اور اسحاق پر برکتیں نازل کی تھیں اور ان دونوں کی اولاد میں سے نیکوکار بھی ہیں اور اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والے (یعنی گنہگار) بھی ہیں۔ (۳۷: ۱۰۱ تا ۱۱۳)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَ
اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾

اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحٰق بخشے بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔ (۱۴:۳۹)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ
وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ
الزَّكٰوةِ ۪ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو وہ وعدے کے سچے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے نبی تھے۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ (وبرگزیدہ) تھے (۱۹:۵۴ تا ۵۵)

وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا
لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ
كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ
بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ
الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَ لُوْطًا
اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ
تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَ
اَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور ابراہیم اور لوط کو اس سرزمین کی طرف بچا نکالا جس میں ہم نے اہلِ عالم کے لئے برکت رکھی ہے۔ اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق عطا کئے اور مستزاد براں یعقوب اور سب کو نیک بخت کیا۔ اور ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ان کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔ اور لوط (کا قصہ یاد کرو) جب ان کو ہم نے حکم (یعنی حکمت و نبوت) اور علم بخشا اور اس بستی سے جہاں کے لوگ گندے کام کیا کرتے تھے بچا نکالا، بیشک وہ بُرے اور بدکردار لوگ تھے۔ اور انہیں اپنی رحمت (کے محل) میں داخل کیا کچھ شک نہیں کہ وہ نیک بختوں میں تھے۔ (۲۱:۷۱ تا ۷۵)

وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ
اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ؕ

اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا کہ) بیٹا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے تو مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ (۲:۱۳۲)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا
النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ
فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (کے سلسلے) کو (وقتاً فوقتاً) جاری رکھا تو بعض ان میں سے ہدایت پر ہیں اور اکثر ان میں سے خارج از اطاعت ہیں۔ (۵۷:۲۶)

وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِي
الْاَيْدِيْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى
الدَّارِ ﴿۴۶﴾ۚ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ؕ

اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کرو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے ان کو ایک (صفت) خاص (آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا۔ اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے۔ اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کرو وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔ (۳۸:۴۵ تا ۴۸)

وَ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰى قَالُوۡا
سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ
حَنِيۡذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيۡدِيَهُمۡ لَا تَصِلُ اِلَيۡهِ نَكِرَهُمۡ وَ
اَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ
اِلٰى قَوۡمِ لُوۡطٍ ﴿۷۰﴾ وَ امۡرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتۡ
فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ ۙ وَ مِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ يَعۡقُوۡبَ ﴿۷۱﴾
قَالَتۡ يٰوَيۡلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوۡزٌ وَّ هٰذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخًا ؕ
اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عَجِيۡبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ
رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ ؕ اِنَّهٗ
حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنۡ اِبۡرٰهِيۡمَ الرَّوۡعُ وَ
جَآءَتۡهُ الۡبُشۡرٰى يُجَادِلُنَا فِىۡ قَوۡمِ لُوۡطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ
اِبۡرٰهِيۡمَ لَحَلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ
اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدۡ جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمۡ
اٰتِيۡهِمۡ عَذَابٌ غَيۡرُ مَرۡدُوۡدٍ ﴿۷۶﴾ وَ لَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا
لُوۡطًا سِىۡٓءَ بِهِمۡ وَ ضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَّ قَالَ هٰذَا يَوۡمٌ
عَصِيۡبٌ ﴿۷۷﴾ وَ جَآءَهٗ قَوۡمُهٗ يُهۡرَعُوۡنَ اِلَيۡهِ ؕ وَ مِنۡ
قَبۡلُ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ هٰٓؤُلَاۤءِ
بَنَاتِىۡ هُنَّ اَطۡهَرُ لَـكُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخۡزُوۡنِ فِىۡ
ضَيۡفِىۡ ؕ اَلَيۡسَ مِنۡكُمۡ رَجُلٌ رَّشِيۡدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوۡا لَقَدۡ
عَلِمۡتَ مَا لَنَا فِىۡ بَنٰتِكَ مِنۡ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعۡلَمُ مَا
نُرِيۡدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوۡ اَنَّ لِىۡ بِكُمۡ قُوَّةً اَوۡ اٰوِىۡۤ اِلٰى رُكۡنٍ
شَدِيۡدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوۡا يٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنۡ يَّصِلُوۡۤا
اِلَيۡكَ فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ وَ لَا يَلۡتَفِتۡ

اور ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو سلام کہا انہوں نے بھی (جواب میں) سلام کہا ابھی کچھ وقفہ نہیں ہوا تھا کہ (ابراہیم) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ جب دیکھا کہ اُن کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے (یعنی وہ کھانا نہیں کھاتے) تو اُن کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف کیا (فرشتوں نے) کہا کہ خوف نہ کیجئے ہم قوم لوط کی طرف (ان کو ہلاک کرنے کیلئے) بھیجے گئے ہیں، اور ابراہیم کی بیوی (جو پاس) کھڑی تھی ہنس پڑی تو ہم نے اُس کو اسحق کی اور اسحق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ اُس نے کہا کہ اے ہے میرے بچہ ہوگا؟ میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ انہوں نے کہا کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہلِ بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں ہیں وہ سزاوارِ تعریف اور بزرگوار ہے۔ جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور اُن کو خوشخبری بھی مل گئی تو قوم لوط کے بارے میں لگے ہم سے بحث کرنے۔ بے شک ابراہیم بڑے تحمل والے نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔ اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو تمہارے رب کا حکم آ پہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے جو کبھی نہیں ٹلے گا۔ اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ اُن (کے آنے) سے غمناک اور تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے۔ اور لوط کی قوم کے لوگ اُن کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے ہی سے فعلِ شنیع کیا کرتے تھے۔ لوط نے کہا کہ اے قوم! یہ (جو) میری (قوم کی) لڑکیاں ہیں یہ تمہارے لئے (جائز اور) پاک ہیں تو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں (کے بارے) میں میری آبرو نہ کھوؤ۔ کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں؟ وہ بولے کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری (قوم کی) بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں اور جو ہماری غرض ہے اُسے تم (خوب) جانتے ہو۔ لوط نے کہا کہ اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا۔ فرشتوں نے کہا کہ لوط! ہم تمہارے رب کے فرشتے ہیں یہ لوگ ہرگز

مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ
اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ
بِقَرِيْبٍ ۝۸۱ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ
اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ۬ مَّنْضُوْدٍ ۝۸۲
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ
بِبَعِيْدٍ ۝۸۳

تم تک نہیں پہنچ سکیں گے تو کچھ رات رہے سے اپنے گھر والوں کو لے کر چل دو اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی کہ جو آفت ان پر پڑنے والی ہے وہی اس پر پڑے گی، ان کے (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح ہے اور کیا صبح اب قریب نہیں ہے؟ تو جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس (بستی) کو (الٹ کر) نیچے اوپر کر دیا اور اُن پر پتھر کی تہہ بہ تہہ (یعنی پے درپے) کنکریاں برسائیں۔ جن پر تمہارے رب کے ہاں سے نشان کئے ہوئے تھے اور وہ (بستی ان) ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ (۱۱:۶۹ تا ۸۳)

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا
سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۰ اِنَّكُمْ
لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ
قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝۸۱ وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ
قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ
يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝۸۲ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ٘
كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۸۳ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۸۴

اور (اسی طرح جب ہم نے) لوط کو (پیغمبر بنا کر بھیجا تو) اس وقت انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے پہلے اہلِ عالم میں سے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا۔ یعنی خواہش نفس پوری کرنے کیلئے عورتوں کو چھوڑ کر لونڈوں پر گرتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو۔ تو اُن سے اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا اور بولے تو یہ بولے کہ ان لوگوں (یعنی لوط اور اُن کے گھر والوں) کو اپنے گاؤں سے نکال دو (کہ) یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں۔ تو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا مگر ان کی بیوی (نہ بچی) کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں تھی۔ اور ہم نے اُن پر (پتھروں کا) مینہ برسایا سو دیکھ لو کہ گنہگاروں کا کیسا انجام ہو۔
(۷:۸۰ تا ۸۴)

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ
فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ
اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝۵۴ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ
مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝۵۵

یا جو اللہ نے اُن لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے اُس کا حسد کرتے ہیں، تو ہم نے خاندانِ ابراہیم کو کتاب اور دانائی عطا فرمائی تھی اور سلطنتِ عظیم بھی بخشی تھی۔ پھر لوگوں میں سے کسی نے تو اُس کتاب کو مانا اور کوئی اُس سے رکا (اور ہٹا) رہا تو اُن نہ ماننے والوں (کے جلانے) کو دوزخ کی جلتی ہوئی آگ کافی ہے۔
(۴:۵۴ تا ۵۵)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا
النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ
فٰسِقُوْنَ ۝۲۶

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (کے سلسلے) کو (وقتاً فوقتاً) جاری رکھا تو بعض ان میں سے ہدایت پر ہیں اور اکثر ان میں سے خارج از اطاعت ہیں۔
(۵۷:۲۶)

وَ اِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ
جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا
یَنَالُ عَهۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۲۴﴾ وَ اِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَةً
لِّلنَّاسِ وَ اَمۡنًا ؕ وَ اتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ
وَ عَهِدۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَیۡتِیَ
لِلطَّآئِفِیۡنَ وَ الۡعٰكِفِیۡنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۵﴾

اور جب اللہ نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ (اے اللہ) میری اولاد میں سے بھی (پیشوا بنائیو تو اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ میرا اقرار ظالموں کے لئے نہیں ہے۔ اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا اور (حکم دیا کہ) جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنا لو اور ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو۔

(۲:۱۲۴،۱۲۵)

وَ اِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَ اِسۡمٰعِیۡلُ ؕ
رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا
وَ اجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَكَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً
لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبۡ عَلَیۡنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ
التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا
مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ
وَ الۡحِكۡمَةَ وَ یُزَكِّیۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۱۲۹﴾
وَ مَنۡ یَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ
نَفۡسَهٗ ؕ وَ لَقَدِ اصۡطَفَیۡنٰهُ فِی الدُّنۡیَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِی
الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ ۙ
قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ وَصّٰی بِهَاۤ اِبۡرٰهٖمُ
بَنِیۡهِ وَ یَعۡقُوۡبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰی لَكُمُ الدِّیۡنَ
فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾

اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو دعا کئے جاتے تھے کہ) اے اللہ ہم سے یہ خدمت قبول فرمایا بے شک تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ اے رب ہمیں اپنا فرماں بردار بنائے رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہنا، اور (اللہ) ہمیں ہمارے طریقِ عبادت بتا اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما تو بے شک توجہ فرمانے والا (توبہ قبول کرنے والا) مہربان ہے۔ اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرمانا جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور اُن (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔ اور ابراہیم کے دین سے کون رُوگردانی کر سکتا ہے سوائے اس کے جو نہایت نادان ہو۔ ہم نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کو دنیا میں بھی منتخب کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ (زمرۂ) صلحاء میں ہوں گے۔ جب اُن سے اُن کے رب نے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں رب العالمین کے آگے سرِ اطاعت خم کرتا ہوں۔ اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا کہ) بیٹا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے تو مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ (۲:۱۲۷ تا ۱۳۲)

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۟ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ
لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ فِيْهِ
اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ۬ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ
اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ
اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمادیا پس دینِ ابراہیم (علیہ السلام) کی پیروی کرو جو سب سے بےتعلق ہو کر ایک (اللہ ہی) کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے، بابرکت اور جہان کے لئے موجب ہدایت۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا، اس نے امن پالیا۔ اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اُس کا حج کرے اور جو اُس کے حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اہلِ عالم سے بے نیاز ہی۔ (۳:۹۵ تا ۹۷)

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ
اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ
اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ
وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَاۤ اِنِّيْۤ
اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ
الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ
النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ
لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَ مَا
نُعْلِنُ ؕ وَ مَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا
فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ
اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ
اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖۗ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ
دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ
يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ میرے پروردگار! اس شہر کو (لوگوں کے لئے) امن کی جگہ بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ۔ اے اللہ! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے سو جس شخص نے میرا کہا مانا وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اے اللہ! میں نے اپنی اولاد میدانِ (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے، اے اللہ! تاکہ یہ نماز قائم کریں، تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تاکہ (تیرا) شکر کریں۔ اے اللہ! جو بات ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں تو سب جانتا ہے۔ اور اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں (نہ) زمین میں نہ آسمان میں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑی عمر میں اسمٰعیل اور اسحٰق بخشے بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔ اے اللہ! مجھے نماز پر قائم رہنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش) اے اللہ! میری دعا قبول فرما۔ اے اللہ! حساب (کتاب) کے دن مجھے اور میرے ماں باپ کی اور مومنوں کی مغفرت فرما۔ (۱۴:۳۵ تا ۴۱)

وَ اِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِیۡمَ مَكَانَ الۡبَیۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِیۡ شَیۡـًٔا وَّ طَهِّرۡ بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَ الۡقَآئِمِیۡنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۲۶﴾ وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ ﴿۲۷﴾ لِّیَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ وَ یَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ فِیۡۤ اَیَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِیۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ ۚ فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَ اَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِیۡرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لۡیَقۡضُوۡا تَفَثَهُمۡ وَ لۡیُوۡفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ وَ لۡیَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَیۡتِ الۡعَتِیۡقِ ﴿۲۹﴾

اور (ایک وقت تھا) جب ہم نے ابراہیم کے لئے خانہ کعبہ کو مقام مقرر کیا (اور ارشاد فرمایا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو صاف رکھا کرو۔ اور لوگوں میں حج کے لئے منادی کر دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دُبلے دُبلے اونٹوں پر جو دُور (دراز) رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہو کر) چلے آئیں۔ تاکہ اپنے فائدے کے کاموں کیلئے حاضر ہوں اور (قربانی کے) معلوم ایام میں چوپائے مویشی (کے ذبح کے وقت) جو اللہ نے اُن کو دیئے ہیں ان پر اللہ کا نام لیں۔ اس میں سے تم بھی کھاؤ اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاؤ۔ پھر چاہئے کہ لوگ اپنا میل کچیل دُور کریں اور نذریں پوری کریں اور خانہ کعبہ (یعنی بیت اللہ) کا طواف کریں۔ (۲۲:۲۶ تا ۲۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پیغمبری کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل ہیں۔ جوانی کے دنوں میں وہ مستقلاً لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے رہے۔ حالات کے تقاضوں کے تحت وہ جہاں کہیں بھی گئے وہاں انھوں نے لوگوں کو اسی کی دعوت دی۔ میسوپوٹامیا (عراق) میں جہاں وہ پیدا ہوئے تھے لوگ عام طور سے ستاروں اور سیاروں کی پوجا کیا کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے ستاروں اور سیاروں کی پوجا کے خلاف انسانی مشاہدے اور عقل و منطق کے دلائل کا سہارا لیا [۶: ۷۴ تا ۸۳]۔ انھوں نے ستارے کو دیکھا تو کہا کہ یہ خدا ہے، لیکن ستارے سے زیادہ چمک دار چاند کو دیکھا تو کہا کہ یہ خدا ہے، پھر سورج کی طرف توجہ کی تو کہا کہ یہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ روشن ہے، اس لئے یہی خدا ہے۔ لیکن جب اسے غروب ہوتے دیکھ لیا تو لوگوں کی توجہ اس بات کی طرف دلائی ہے کہ خدا تو اصل میں وہ ہے جو ان سب کو پیدا کرنے والا ہے جو انہیں نکالتا ہے اور انہیں غروب کر دیتا ہے اور جو تمام کائنات کو خالق و آقا ہے۔

حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے الٰہ واحد پر ایمان کے لئے استدلال کرنے کی خاص صلاحیت دی تھی۔ انھوں نے دلیل و منطق کی اس صلاحیت کو بے خوف و خطر استعمال کیا اور ایسے ظالم و جابر حکمراں کے سامنے بھی دلیل و منطق کے ساتھ اپنے عقیدے کا اعلان کیا جو خود اس بات کا دعوے دار تھا کہ ''میں مارتا ہوں اور میں جلاتا ہوں''۔ اس ناعاقبت اندیش اور سادح لوح انسان کے اس دعوے کو رد کرنے کے لئے حضرت ابراہیم نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے براہ راست اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں دی بلکہ اسے ایک ایسا چیلنج دیا جسے پورا کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ اس سے کہا کہ اگر تو لوگوں کا رب ہے تو سورج پر اپنے اختیار کو ثابت کر اور اسے مشرق کے بجائے مغرب سے نکال کر دکھا، کہ سورج ہی وہ دیوتا تھا جس کی وہاں کے لوگ خاص طور سے پوجا کرتے تھے۔ اس چیلنج کو سن کر وہ بے وقوف ہکابکا رہ گیا جو زندگی اور موت کا اختیار اس بات کو سمجھتا تھا کہ وہ کسی کو موت کی سزا دے سکتا ہے اور کسی کی موت کی سزا کو معاف کر سکتا ہے۔ جب کہ یہ چیلنج اس بات کے لئے تھا کہ نظام شمسی کو بدلنا تو تیرے بس کی بات نہیں، اور اس کا کوئی جواب اس کو سوجھا نہیں [۲:۲۵۸]۔

حق کی جستجو میں حضرت ابراہیم کے خلوص اور سنجیدگی کا ایک اور حوالہ یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ استدعا کی کہ اللہ تعالیٰ

انہیں یہ دکھائیں کہ وہ کس طرح مردوں کو زندہ کریں گے'' تا کہ ان کا دل مطمئن ہوجائے'' [۲:۲۶۰]۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات پر قدرت رکھتا ہے، اور کوئی بھی مخلوق چاہے زندہ ہو یا مردہ، ہر حالت میں اس کے ہر حکم کو بجالانے کی پابند ہے: ''اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے'' [۳۶:۸۲]۔

پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ ڈالنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے اس عمل کو بھی اپنے عقیدے کے ثبوت میں ایک دلیل کے طور پر استعمال کیا۔ یقینی طور سے انہوں نے یہ نہیں سوچ لیا تھا کہ اس عمل سے ان کی قوم میں اصنام پرستی ختم ہوجائے گی بلکہ اس کے برعکس ان جیسی ذہین ہستی کو یہ یقین رہا ہوگا کہ ان بتوں کی جگہ نئے بت نصب کردئے جائیں گے اور خود انہیں قتل کردیا جائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں نہ بچالیا ہوتا اور آگ کو ٹھنڈی ہوجانے کا حکم نہ دیا ہوتا تو حضرت ابراہیم اس آگ میں جل کر فنا ہوجاتے [۲۱:۵۱ تا ۷۳؛ ۳۷:۸۳ تا ۹۹]۔

یہ ایک دلچسپ اور اہم بات ہے کہ اندلس کے معروف فقیہ ابن حزم (متوفی ۴۵۶ ہجری بمطابق ۱۰۶۴ عیسوی) نے جو کہ اپنے استدلالی موقف کے لئے مشہور ہیں، حضرت ابراہیم کی روشن مثالوں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلمانوں کو ان کے عقیدے اور طریقے کو اپنانا چاہئے [۲:۱۳۵؛ ۳:۹۵؛ ۴:۱۲۵؛ ۱۶:۱۲۳] اور ابراہیم علیہ السلام کے عقیدے میں دلیل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام بھی وہی تھا جو اللہ کے دیگر تمام انبیاء کا پیغام رہا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، ''اللہ رب العالمین، جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے رستہ دکھاتا ہے۔ اور وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے۔ اور وہ جو مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا'' [۲۶:۷۷ تا ۸۱]۔

ابراہیم علیہ السلام نے آخرت کو ماننے پر زور دیا جہاں ہر انسان کو انصاف اور بدلہ ملے گا۔ آخرت پر ان کا عقیدہ کبھی بھی متزلزل نہیں رہا، اس وقت بھی انہیں کوئی شک نہیں تھا جب انھوں نے اللہ سے یہ جاننے کی خواہش کی کہ وہ کس طرح مردوں کو زندگی بخشیں گے'' بلکہ اس لئے کہ دل کو پوری طرح اطمینان حاصل ہوجائے'' [۲:۲۶۰]۔ انھیں یہ قوی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں حشر کے دن معاف کردیں گے [۲۶:۸۲]، اور تمام اہل ایمان کے لئے بھی انھوں نے مغفرت کی دعا کی [۱۴:۴۱]۔ انھوں نے تو ان لوگوں کے لئے بھی اللہ سے فضل و کرم کی امید کی جو ان کی اتباع نہیں کررہے تھے: ''۔ اے اللہ! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے سو جس شخص نے میرا کہا مانا وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے'' [۱۴:۳۶]۔ انھوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی انصاف کے لئے انفرادی ذمہ داری لازمی ہے [۵۳:۳۶ تا ۴۲]۔

اگرچہ وہ نور حق کو پھیلانے پر پوری طرح کاربند تھے اور خاص طور سے اپنی اولاد کو اس پر گامزن رکھنا چاہتے تھے تاہم وہ اس بات پر زور دینے میں پیش پیش تھے کہ اللہ کا دین ہر زمانہ اور ہر مقام کے لئے ہے اور ان کی اولاد کو خاص طور سے توحید پر ثابت قدم رہنا چاہئے [۲:۱۲۴، ۱۳۲؛ ۳:۳۳، ۹۶؛ ۴:۵۴]۔ وہ عراق سے چل کر، بائبل کے مطابق، کنعان و مصر گئے اور قرآن کے مطابق، عرب گئے۔ وہ جہاں کہیں بھی گئے انھوں نے لوگوں کا ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا۔ جب وہ اپنی اہلیہ ہاجرہ (علیہا السلام) اور بیٹے اسماعیل (علیہ السلام) کو وادی غیر ذی زرع مکہ میں بسانے کے لئے لے گئے تو وہاں انھوں نے مقدس گھر قائم کیا اور اللہ سے دعا کی کہ لوگوں کے دل اس بستی کی طرف مائل کردے اور ان ماں بیٹے کی طرف کچھ لوگ متوجہ ہوجائیں۔ اللہ نے ان کی دعا کو قبول کی اور وہ جگہ عرب میں ایک عظیم الشان تجارتی اور دینی مرکز بن گیا اور ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید کے اثرات وہاں ۲۵ صدیوں بعد محمد ﷺ کی بعثت تک کسی نہ

کسی انداز میں قائم رہے۔ اس طرح اللہ کے پیغمبروں کی تاریخ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک پیشوا تھے[۲: ۱۲۴]، اور ایک ایسی شخصیت تھے جن سے فضائل اخلاق کی روشنی پھوٹی اور جنھوں نے اپنے پیغام سے عقیدے اور اخلاق کی جوت جگائی، اور ان کی اولاد کے توسط سے یہ نور ہدایت انسانیت کے ایک بڑے حصہ تک پہنچا[۱۶: ۱۲۰]، کیوں کہ ان کے پیغام اور ان کی دعوت کو یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے پیروکاروں نے قبول کیا؛ "اور اُس شخص سے کس کا دین اچھا ہوسکتا ہے جس نے حکمِ الٰہی کو قبول کیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو یکسو (مسلمان) تھے۔ اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا" [۴: ۱۲۵]۔ اس طرح کروڑوں اور اربوں لوگ ابراہیم علیہ السلام سے عقیدت اور محبت رکھتے ہیں اور نسل در نسل ان کی صداقت کی گواہی دیتے آ رہے ہیں، اور اس طرح ان کی دعا قبول ہوئی[۲۶: ۸۴]، اور اس انسانی محبت سے بھی بالاتر بات یہ ہے کہ "اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا" [۴: ۱۲۵]۔

مسلمان حضرت ابراہیم کی ملت ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں[۲: ۱۳۵؛ ۳: ۶۸، ۹۵؛ ۶: ۱۶۱؛ ۱۶: ۱۲۳؛ ۲۲: ۷۸]۔ پنج وقتہ فرض نمازوں میں اور دیگر نفل نمازوں میں سے ہر نماز میں ایک یا دو بار مسلمان یہ دعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ جس طرح آپ نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر فضل و کرم فرمایا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر رحمت و برکت نازل کیجئے۔ "کہہ دو کہ مجھے میرے رب نے سیدھا رستہ دکھا دیا ہے (یعنی دینِ صحیح) مذہب ابراہیم (علیہ السلام) کا جو ایک (اللہ) ہی کی طرف کے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ (یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اوّل فرماں بردار ہوں" [۶: ۱۶۱ تا ۱۶۳]۔

یعقوب (اسرائیل)، یوسف اور ان کے بھائی؛ بنی اسرائیل (قبائل، الاسباط)

وَ وَصّٰی بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا کہ) بیٹا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے تو مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔ یہ جماعت گزر چکی ان کو ان کے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تمہیں تمہارے اعمال (کا) اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پُرسش تم سے نہیں ہوگی۔ (۲: ۱۳۲ تا ۱۳۴)

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ

بنی اسرائیل کے لئے (تورات کے نازل ہونے سے) پہلے کھانے کی سب چیزیں حلال تھیں سوائے اُن (چیزوں) کے جو یعقوب (علیہ السلام) نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو

صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

تورات لاؤ اور اُسے پڑھو (یعنی دلیل پیش کرو)۔ جو اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹے افتراء کریں تو ایسے لوگ ہی بے انصاف ہیں۔
(۳: ۹۳ تا ۹۴)

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ
مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ
اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ
يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ ۚ وَ
رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ
نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ ۚ

(اے محمد!) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی تھی اور داؤد کو ہم نے زبور بھی عنایت کی تھی۔ اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم تم سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات تم سے بیان نہیں کئے اور موسیٰ سے تو اللہ تعالیٰ نے باتیں بھی کیں۔ (۴: ۱۶۳ تا ۱۶۴)

وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا
صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ
اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ
اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ ۙ

اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق عطا کئے اور مستزاد براں یعقوب اور سب کو نیک بخت کیا۔ اور ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ان کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔ (۲۱: ۷۲ تا ۷۳)

وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ
النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي
الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب بخشے اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (مقرر) کر دی اور ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ عنایت کیا اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔ (۲۹: ۲۷)

وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِي
الْاَيْدِيْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾

اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کرو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ (۳۸: ۴۵)

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ
الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ
اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ
سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى

ہم اس قرآن کے ذریعے سے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں اور تم اس سے پہلے بے خبر تھے۔ جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے، دیکھتا (کیا) ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا! اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا نہیں تو وہ تمہارے حق میں کوئی فریب کی چال چلیں گے، کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اور

اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ
عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝٥ وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ
مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى
اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ
اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٦ لَقَدْ
كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝٧ اِذْ
قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ
عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۝٨ اقْتُلُوْا
يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ
تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝٩ قَالَ قَآئِلٌ
مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ
يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝١٠
قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ
لَنٰصِحُوْنَ ۝١١ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ
لَحٰفِظُوْنَ ۝١٢ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ
اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝١٣

اس طرح اللہ تمہیں برگزیدہ (وممتاز) کرے گا اور (خواب کی) باتوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا اور جس طرح اُس نے اپنی نعمت پہلے تمہارے دادا پردادا ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی تھی اُسی طرح تم پر اور اولادِ یعقوب پر پوری کرے گا بے شک تمہارا رب (سب کچھ) جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔ ہاں یوسف اور ان کے بھائیوں (کے قصے) میں پوچھنے والوں کے لئے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ جب انہوں نے (آپس میں) تذکرہ کیا کہ یوسف اور اُس کا بھائی ابا کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم جماعت (کی جماعت) ہیں کچھ شک نہیں کہ ابا صریح غلطی پر ہیں۔ تو یوسف کو (یا تو جان سے) مار ڈالو یا کسی زمین میں پھینک دو پھر ابا کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائے گی اور اُس کے بعد تم اچھی حالت میں ہو جاؤ گے۔ اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو جان سے نہ مارو، کسی گہرے کنوئیں میں ڈال دو کہ کوئی راہ گیر نکال (کر دوسرے ملک میں) لے جائے گا اگر تم کو کرنا ہے (تو یوں کرو)۔ (یہ مشورہ کر کے وہ یعقوب سے) کہنے لگے کہ ابا جان کیا سبب ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے؟ حالانکہ ہم اُس کے خیر خواہ ہیں۔ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب میوے کھائے اور کھیلے کودے ہم اُس کے نگہبان ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ امر مجھے غمناک کرتا ہے کہ تم اُسے لے جاؤ (یعنی وہ مجھ سے جدا ہو جائے) اور مجھے یہ بھی خوف ہے کہ تم (کھیل میں) اُس سے غافل ہو جاؤ اور اُسے بھیڑیا کھا جائے۔
(۱۲: ۳ تا ۱۳)

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا
لَّخٰسِرُوْنَ ۝١٤ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ
فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ
بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝١٥ وَ جَآءُوْۤ اَبَاهُمْ
عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝١٦ قَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ

وہ کہنے لگے کہ اگر ہماری موجودگی میں کہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں اسے بھیڑیا کھا گیا تو ہم بڑے نقصان میں پڑ گئے۔ غرض جب وہ اس کو لے گئے اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو گہرے کنوئیں میں ڈال دیں تو ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ (ایک وقت ایسا آئے گا کہ) تم ان کو اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو (اس وحی کی) کچھ خبر نہ ہوگی۔ (یہ حرکت کر کے) وہ رات کے وقت باپ کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ ابا جان ہم تو دوڑنے اور ایک

تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ
بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَ جَآءُوْ عَلٰى
قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ
اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا
تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ جَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى
دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ
دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾
وَ قَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِىْ
مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ
وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ٘ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ
تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ
حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾
وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ
الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ
رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾
وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ
رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ
مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

دوسرے سے آگے نکلنے میں مصروف ہو گئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تو اُسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ ہماری بات کا، گو ہم سچ ہی کہتے ہوں یقین نہیں کریں گے۔ اور اُن کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے۔ یعقوب نے کہا کہ (حقیقت حال یوں نہیں ہے) بلکہ تم اپنے دل سے (یہ) بات بنا لائے ہو، اچھا تو صبر جمیل (سے کام لوں گا وہی) اور جو تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ میرا مددگار ہے۔ (اب اللہ کی شان دیکھو کہ اس کنوئیں کے قریب) ایک قافلہ آوارد ہوا اور انہوں نے (پانی کے لئے) اپنا سقا بھیجا، اس نے کنوئیں میں ڈول لٹکایا (تو یوسف اس سے لٹک گئے) وہ بولا زہے قسمت یہ تو (نہایت حسین) لڑکا ہے اور اس کو قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اللہ کو سب معلوم تھا۔ اور اس کو تھوڑی سی قیمت (یعنی) معدودے چند درہموں پر بیچ ڈالا اور انہیں ان (کے بارے) میں کچھ لالچ بھی نہ تھا۔ اور مصر میں جس شخص نے اُسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے (جس کا نام زلیخا تھا) کہا کہ اس کو عزت و اکرام سے رکھو عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔ اس طرح ہم نے یوسف کو سرزمین (مصر) میں جگہ دی اور غرض یہ تھی کہ ہم اُن کو (خواب کی) باتوں کی تعبیر سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اُس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کر کے کہنے لگی (یوسف) جلدی آؤ انہوں نے کہا کہ اللہ پناہ میں رکھے وہ (یعنی تمہارے میاں) تو میرے آقا ہیں انہوں نے مجھے اچھی طرح سے رکھا ہے (میں ایسا ظلم نہیں کرسکتا) بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔ اور اس عورت نے ان کا قصد کیا اور انہوں نے اس کا قصد کیا اگر وہ اپنے رب کی نشانی نہ دیکھتے (تو جو ہوتا، ہوتا) یوں اس لئے (کیا گیا) کہ ہم اُن سے برائی اور بے حیائی کو روک دیں بے شک وہ ہمارے خالص بندوں میں سے تھے۔ (۱۲: ۱۴ تا ۲۴)

وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا
سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ

اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسف پیچھے زلیخا) اور عورت نے اُن کا کرتہ پیچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا تو) پھاڑ ڈالا اور

سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ
رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ
كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ
فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ
مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ
عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٜ وَ اسْتَغْفِرِيْ
لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي
الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ
قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا
سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ
مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ
اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ
اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا
مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَ
لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ
مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ
السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ
عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ
الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ
كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

دونوں کو دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا تو عورت بولی کہ جو شخص تمہاری بیوی کے ساتھ بُرا اِرادہ کرے اُس کی اس کے سوا کیا سزا ہے کہ یا تو قید کیا جائے یا دکھ کا عذاب دیا جائے۔ یوسف نے کہا کہ اسی نے مجھے مائل کرنا چاہا تھا، اور اس کے قبیلے میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے یہ فیصلہ دیا کہ اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ سچی اور یوسف جھوٹا اور اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ جھوٹی اور وہ سچا۔ جب اس کا کرتہ دیکھا (تو) پیچھے سے پھٹا تھا (تب اُس نے زلیخا سے کہا) کہ یہ تمہارا ہی فریب ہے اور کچھ شک نہیں کہ تم عورتوں کے فریب بڑے (بھاری) ہوتے ہیں۔ یوسف اس بات کا خیال نہ کر اور (زلیخا) تو اپنے جرم کی معافی مانگ بے شک خطا تیری ہی ہے۔ اور شہر میں عورتیں گفتگو کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے اور اُس کی محبت اُس کے دل میں گھر کر گئی ہے ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے۔ جب زلیخا نے اُن عورتوں کی (گفتگو جو حقیقت میں دیدارِ یوسف کے لئے ایک) چال (تھی) سنی تو اُن کے پاس (دعوت کا) پیغام بھیجا اور اُن کے لئے ایک محفل مرتب کی اور (پھل تراشنے کے لئے) ہر ایک کو ایک ایک چھری دی اور (یوسف سے) کہا کہ ان کے سامنے باہر آؤ جب عورتوں نے ان کو دیکھا تو ان کا رعب (حسن) ان پر (ایسا) چھا گیا کہ (پھل تراشتے تراشتے) اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بے ساختہ بول اٹھیں کہ سبحان اللہ! یہ تو آدمی نہیں کوئی کریم فرشتہ ہے۔ تب زلیخا نے کہا کہ یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں اور بے شک میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر یہ بچا رہا اور اگر یہ وہ کام نہ کرے گا جو میں اُسے کہتی ہوں تو قید کر دیا جائے گا اور ذلیل ہو گا۔ یوسف نے دعا کی کہ اللہ! جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اُس کی نسبت مجھے قید پسند ہے اور اگر تو مجھ سے اُن کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں اُن کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا۔ ۳۳۔ تو اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی اور اُن سے عورتوں کا مکر دفع کر دیا بے شک وہ سننے (اور) جاننے والا ہے۔ پھر

باوجود اس کے کہ وہ لوگ نشان دیکھ چکے تھے اُن کی رائے یہی ٹھہری کہ کچھ عرصے کے لئے ان کو قید ہی کر دیں۔ (۱۲:۲۵ تا ۳۵)

وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّیۡۤ
اَرٰىنِیۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا ۚ وَ قَالَ الۡاٰخَرُ اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ اَحۡمِلُ
فَوۡقَ رَاۡسِیۡ خُبۡزًا تَاۡكُلُ الطَّیۡرُ مِنۡهُ ؕ نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِیۡلِهٖ ۚ
اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا یَاۡتِیۡكُمَا طَعَامٌ
تُرۡزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاۡتُكُمَا بِتَاۡوِیۡلِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتِیَكُمَا ؕ
ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیۡ رَبِّیۡ ؕ اِنِّیۡ تَرَكۡتُ مِلَّةَ قَوۡمٍ لَّا
یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ هُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ وَ
اتَّبَعۡتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ ؕ مَا
كَانَ لَنَاۤ اَنۡ نُّشۡرِكَ بِاللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنۡ فَضۡلِ
اللّٰهِ عَلَیۡنَا وَ عَلَی النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا
یَشۡكُرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجۡنِ ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ
خَیۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ﴿ؕ۳۹﴾ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ
اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّیۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ
اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا
تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَ
النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۰﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجۡنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا
فَیَسۡقِیۡ رَبَّهٗ خَمۡرًا ۚ وَ اَمَّا الۡاٰخَرُ فَیُصۡلَبُ فَتَاۡكُلُ
الطَّیۡرُ مِنۡ رَّاۡسِهٖ ؕ قُضِیَ الۡاَمۡرُ الَّذِیۡ فِیۡهِ
تَسۡتَفۡتِیٰنِ ﴿ؕ۴۱﴾ وَ قَالَ لِلَّذِیۡ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنۡهُمَا
اذۡكُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنۡسٰهُ الشَّیۡطٰنُ ذِكۡرَ رَبِّهٖ
فَلَبِثَ فِی السِّجۡنِ بِضۡعَ سِنِیۡنَ ﴿ؕ۴۲﴾ وَ قَالَ الۡمَلِكُ اِنِّیۡۤ
اَرٰی سَبۡعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاۡكُلُهُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ وَّ

اور اُن کے ساتھ دو اور جوان بھی زندان میں داخل ہوئے، ایک نے اُن میں سے کہا کہ (میں نے خواب دیکھا ہے) دیکھتا (کیا) ہوں کہ شراب (کے لئے انگور) نچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ (میں نے بھی خواب دیکھا ہے) میں یہ دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور جانور ان میں سے کھا رہے ہیں، (تو) ہمیں ان کی تعبیر بتا دیجئے ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں۔ یوسف نے کہا کہ جو کھانا تمہیں ملنے والا ہے وہ آنے نہیں پائے گا کہ میں اُس سے پہلے تمہیں ان کی تعبیر بتا دوں گا، یہ ان (باتوں) میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائی ہیں، جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور روزِ آخرت کا انکار کرتے ہیں میں اُن کا مذہب چھوڑے ہوئے ہوں اور اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے مذہب پر چلتا ہوں، ہمیں شایاں نہیں ہے کہ کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک بنائیں، یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ میرے جیل خانے کے رفیقو! بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے یا (ایک) اللہ یکتا و غالب۔ جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے اُن کی کوئی سند نازل نہیں کی (سن رکھو کہ) اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے اُس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ میرے جیل خانے کے رفیقو! تم میں سے ایک (جو پہلا خواب بیان کرنے والا ہے وہ) تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور جو دوسرا ہے وہ سُولی دیا جائے گا اور جانور اس کا سر کھا جائیں گے۔ جو امر تم مجھ سے پوچھتے تھے وہ فیصل ہو چکا ہے۔ اور دونوں شخصوں میں سے جس کی نسبت (یوسف نے) خیال کیا کہ وہ رہائی پا جائے گا اُس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر بھی کرنا، لیکن شیطان نے اُن کا اپنے آقا سے ذکر کرنا اسے بھلا دیا اور یوسف کئی برس جیل خانے ہی میں

سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ
اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۝۴۳
قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ
بِعٰلِمِيْنَ ۝۴۴ وَ قَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَ ادَّكَرَ بَعْدَ
اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝۴۵

رہے۔ اور بادشاہ نے کہا کہ میں (نے خواب دیکھا ہے) دیکھتا (کیا) ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات خوشے سبز ہیں اور (سات) خشک۔ اے سردارو! اگر تم خوابوں کی تعبیر دے سکتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان سے خواب ہیں اور ہمیں ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔ اب وہ شخص جو دونوں قیدیوں میں سے رہائی پا گیا تھا اور جسے مدت کے بعد وہ بات یاد آ گئی بول اٹھا کہ میں آپ کو اس کی تعبیر (لا) بتاتا ہوں مجھے (جیل خانے) جانے کی اجازت دیجئے۔

(۱۲:۳۶تا۴۵)

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ
يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ
يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۴۶
قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ
فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝۴۷ ثُمَّ
يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ
لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝۴۸ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَ فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝۴۹ وَ
قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ
ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ
اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝۵۰ قَالَ مَا
خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ
لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ
الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ٝ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ
لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۵۱ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ
بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝۵۲

(غرض وہ یوسف کے پاس آیا اور کہنے لگا) یوسف اے بڑے سچے (یوسف) ہمیں (اس خواب کی تعبیر) بتائیے کہ سات موٹی گایوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات خوشے سبز ہیں اور سات سوکھے تاکہ میں لوگوں کے پاس واپس جا کر تعبیر بتاؤں عجب نہیں کہ وہ (تمہاری قدر) جانیں۔ انہوں نے کہا کہ تم لوگ سات سال متواتر کھیتی کرتے رہو گے تو جو (غلہ) کاٹو تو تھوڑے سے غلے کے سوا جو کھانے میں آئے اُسے خوشوں میں ہی رہنے دینا۔ پھر اس کے بعد (خشک سالی کے) سات سخت (سال) آئیں گے کہ جو (غلہ) تم نے جمع کر رکھا ہو گا وہ اس سب کو کھا جائیں گے صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا جو تم لوگ اپنے اختیار سے رکھ چھوڑ گے۔ پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا کہ خوب مینہ برسے گا اور لوگ اُس میں رس نچوڑیں گے۔ (یہ تعبیر سن کر) بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لے آؤ جب قاصد اُن کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اُن سے پوچھو کہ اُن عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟ بے شک میرا رب اُن کے مکروں سے خوب واقف ہے۔ بادشاہ نے (عورتوں سے) پوچھا بھلا اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا؟ سب بول اُٹھیں کہ حاشا للہ ہم نے اُس میں کوئی بُرائی معلوم نہیں کی، عزیز کی عورت نے کہا اب سچی بات ظاہر ہو ہی گئی ہے (اصل یہ ہے

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا
مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الۡمَلِکُ
ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ
الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی
خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾ وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا
لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنۡہَا حَیۡثُ یَشَآءُ ؕ
نُصِیۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ
الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾

کہ) میں نے اُس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اور وہ بے شک سچا ہے۔ (یوسف نے کہا کہ میں نے) یہ بات اس لئے (پوچھی ہے) کہ عزیز کو یقین ہو جائے کہ میں نے اُس کی پیٹھ پیچھے اُس کی (امانت میں) خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کرنے والوں کی تدبیر چلنے نہیں دیتا۔ اور میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس امارہ (انسان کو) بُرائی ہی سکھاتا رہتا ہے مگر یہ کہ میرا رب رحم کرے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس لاؤ میں اسے اپنا مصاحب خاص بناؤں گا۔ پھر جب ان سے گفتگو کی تو کہا کہ آج سے تم ہمارے ہاں صاحبِ منزلت اور صاحبِ اعتبار ہو۔ (یوسف نے) کہا کہ مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں۔ اس طرح ہم نے یوسف کو ملک (مصر) میں جگہ دی اور وہ اس ملک میں جہاں چاہتے تھے رہتے تھے۔ ہم اپنی رحمت جس پر چاہتے ہیں کرتے ہیں اور نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

(۱۲:۴۶ تا ۵۶)

وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا
یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَجَآءَ اِخۡوَةُ یُوۡسُفَ فَدَخَلُوۡا عَلَیۡہِ
فَعَرَفَہُمۡ وَہُمۡ لَہٗ مُنۡکِرُوۡنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَہَّزَہُمۡ
بِجَہَازِہِمۡ قَالَ ائۡتُوۡنِیۡ بِاَخٍ لَّکُمۡ مِّنۡ اَبِیۡکُمۡ ۚ اَلَا
تَرَوۡنَ اَنِّیۡۤ اُوۡفِی الۡکَیۡلَ وَاَنَا خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنۡ
لَّمۡ تَاۡتُوۡنِیۡ بِہٖ فَلَا کَیۡلَ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ وَلَا
تَقۡرَبُوۡنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوۡا سَنُرَاوِدُ عَنۡہُ اَبَاہُ وَاِنَّا
لَفٰعِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتۡیٰنِہِ اجۡعَلُوۡا بِضَاعَتَہُمۡ فِیۡ
رِحَالِہِمۡ لَعَلَّہُمۡ یَعۡرِفُوۡنَہَاۤ اِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰۤی
اَہۡلِہِمۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوۡۤا اِلٰۤی
اَبِیۡہِمۡ قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الۡکَیۡلُ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَاۤ

اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے اُن کے لئے آخرت کا اجر بہت بہتر ہے۔ اور یوسف کے بھائی (کنعان سے مصر میں غلہ خریدنے کیلئے) آئے تو یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے انہیں پہچان لیا اور وہ ان کو پہچان نہ سکے۔ جب یوسف نے اُن کے لئے ان کا سامان تیار کر دیا تو کہا کہ (پھر آنا تو) جو باپ کی طرف سے تمہارا ایک اور بھائی ہے اُسے بھی میرے پاس لیتے آنا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں ماپ بھی پوری پوری دیتا ہوں اور مہمان نوازی بھی خوب کرتا ہوں۔ اور اگر تم اُسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو نہ تمہیں میرے ہاں سے غلہ نہیں ملے گا اور نہ تم میرے پاس ہی آ سکو گے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم اس کے بارے میں اس کے والد سے تذکرہ کریں گے اور ہم (یہ کام) کر کے رہیں گے۔ اور (یوسف نے) اپنے خدام سے کہا کہ ان کا سرمایہ (یعنی غلے کی قیمت) اُن کے سامان میں رکھ دو عجب نہیں کہ جب یہ اپنے اہل و عیال میں جائیں تو اُسے پہچان لیں (اور)

اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٦٣﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ
عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ
خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَ لَمَّا فَتَحُوْا
مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا
يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ
وَ نَمِيْرُ اَهْلَنَا وَ نَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ
ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى
تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ
بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ
وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾ وَ قَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ
وَّ ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَ مَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ
اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ
وَ عَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾

عجب نہیں کہ یہ پھر یہاں آئیں۔ جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس گئے تو کہنے لگے کہ ابا (جب تک ہم بنیامین کو ساتھ نہ لے جائیں) ہمارے لئے غلے کی بندش کر دی گئی ہے تو ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تا کہ ہم پھر غلہ لائیں اور ہم اُس کے نگہبان ہیں۔ (یعقوب نے) کہا کہ میں اُس کے بارے میں تمہارا اعتبار نہیں کرتا مگر ویسا ہی جیسا اُس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا سو اللہ ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو دیکھا کہ اُن کا سرمایہ اُن کو واپس کر دیا گیا ہے کہنے لگے کہ ابا ہمیں (اور) کیا چاہئے (دیکھئے) یہ ہماری پونجی بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے، اب ہم اپنے اہل وعیال کے لئے پھر غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی نگہبانی کریں گے اور ایک اونٹ بھر غلہ زیادہ لائیں گے (کہ) یہ غلہ (جو ہم لائے ہیں) تھوڑا ہے۔ (یعقوب نے) کہا کہ جب تک تم اللہ کا عہد نہ دو کہ اس کو میرے پاس (صحیح وسالم) لے آؤ گے میں اُسے ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجنے کا مگر یہ کہ تم گھیر لئے جاؤ (یعنی بے بس ہو جاؤ تو مجبوری ہے)۔ جب انہوں نے ان سے عہد کر لیا تو (یعقوب نے) کہا کہ جو قول و اقرار ہم کر رہے ہیں اس کا اللہ ضامن ہے۔ اور ہدایت کی کہ اے بیٹا! ایک ہی دروازے میں سے داخل نہ ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا اور میں اللہ کی تقدیر تو تم سے روک نہیں سکتا (بے شک) حکم اُسی کا ہے میں اُسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اہلِ توکل کو اُسی پر بھروسا رکھنا چاہئے۔ (۱۲:۵۷ تا ۶۷)

وَ لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ
يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ
نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا
عَلَّمْنٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ ۧ وَ لَمَّا
دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ
فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

اور جب وہ ان مقامات سے داخل ہوئے جہاں جہاں سے (داخل ہونے کیلئے) باپ نے اُن سے کہا تھا تو وہ تدبیر اللہ کے حکم کو ذرا بھی ٹال نہیں سکتی تھی ہاں وہ یعقوب کے دل کی خواہش تھی جو انہوں نے پوری کی تھی اور بے شک وہ صاحبِ علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور جب وہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے حقیقی بھائی کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں جو سلوک یہ (ہمارے ساتھ) کرتے رہے ہیں

بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ
اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا
وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿٧١﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ
الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿٧٢﴾
قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ
وَ مَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ
كٰذِبِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ
جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَبَدَاَ
بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ
وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ
لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ
نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ
عَلِيْمٌ ﴿٧٦﴾ قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ
قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ
قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿٧٧﴾
قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ
اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٧٨﴾ قَالَ
مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا
عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿٧٩﴾

اُس پر افسوس نہ کرنا۔ جب ان کا اسباب تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے سامان میں گلاس رکھ دیا پھر (جب وہ آبادی سے باہر نکل گئے تو) ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ اے قافلے والو! تم تو چور ہو۔ وہ اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے؟ وہ بولے کہ بادشاہ (کے پانی پینے) کا گلاس کھویا گیا ہے اور جو شخص اُس کو لے آئے اس کے لئے ایک اونٹ بھر غلہ (انعام) اور میں اس کا ضامن ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم تمہیں معلوم ہے کہ ہم (اس) ملک میں اس لئے نہیں آئے کہ خرابی کریں اور نہ ہم چوری کیا کرتے ہیں۔ بولے کہ اگر تم جھوٹے نکلے (یعنی چوری ثابت ہوئی) تو اُس کی سزا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اُس کی سزا یہ کہ جس کے سامان میں وہ دستیاب ہو وہی اُس کا بدل قرار دیا جائے، ہم ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں۔ پھر یوسف نے اپنے بھائی کے سامان سے پہلے اُن کے سامان کو دیکھنا شروع کیا پھر اپنے بھائی کے سامان میں سے اُس کو نکال لیا۔ اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی (ورنہ) وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق مشیّت الٰہی کے سوا اپنے بھائی کو نہیں لے سکتے تھے۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں اور ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے۔ (برادرانِ یوسف نے) کہا کہ اگر اُس نے چوری کی ہو تو (کچھ عجب نہیں کہ) اُس کے ایک بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی۔ یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں مخفی رکھا اور اُن پر ظاہر نہ ہونے دیا (اور) کہا کہ تم بڑے بدقماش ہو اور جو تم بیان کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ اے عزیز! اس کے والد بہت بوڑھے ہیں (اور اس سے بہت محبت رکھتے ہیں) تو (اس کو چھوڑ دیجئے اور) اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے والے ہیں۔ (یوسف نے) کہا کہ اللہ پناہ میں رکھے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اُس کے سوا کسی اور کو پکڑیں، اگر ہم ایسا کریں گے تو بڑے بے انصاف ہوں گے۔ (۱۲:۶۸ تا ۷۹)

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ
اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ
اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ
الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَ هُوَ
خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ
اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا
كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَ سْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا
فِيْهَا وَ الْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾
قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ
الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ
وَ ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا
تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ
تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ
حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾
يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا
تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ
اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا
يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ
مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ
بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ
لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ ؗ قَدْ مَنَّ

جب وہ اس سے ناامید ہو گئے تو الگ ہو کر صلاح کرنے لگے، سب سے بڑے نے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کا عہد لیا ہے اور اس سے پہلے بھی تم یوسف کے بارے میں قصور کر چکے ہو تو جب تک والد صاحب مجھے حکم نہ دیں میں تو اس جگہ سے ہلنے کا نہیں یا اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی اور تدبیر کرے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ تم سب والد صاحب کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ کے صاحبزادے نے (وہاں جا کر) چوری کی اور ہم نے تو اپنی دانست کے مطابق آپ سے (اس کو لے آنے کا) عہد کیا تھا مگر ہم غیب (کی باتوں) کے (جاننے اور) یاد رکھنے والے تو نہیں تھے۔ اور جس بستی میں ہم (ٹھہرے) تھے وہاں سے (یعنی اہلِ مصر سے) اور جس قافلے میں آئے ہیں اس سے دریافت کر لیجئے اور ہم (اس بیان میں) بالکل سچے ہیں۔ (جب انہوں نے یہ بات یعقوب سے آ کر کہی تو) انہوں نے کہا کہ (حقیقت یوں نہیں) بلکہ یہ بات تم نے اپنے دل سے بنا لی ہے تو صبر ہی بہتر ہے عجب نہیں کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے بے شک وہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔ پھر اُن کے پاس سے چلے گئے اور کہنے لگے کہ ہائے افسوس یوسف (ہائے افسوس) اور رنج والم میں (اس قدر روئے کہ) ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور ان کا دل غم سے بھر رہا تھا۔ بیٹے کہنے لگے کہ واللہ! اگر آپ یوسف کو اسی طرح یاد کرتے رہے تو یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دیدیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے رنج وغم کا اظہار اللہ ہی سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بیٹا (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ اور یوسف اور اُس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ اللہ کی رحمت سے بے ایمان لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں۔ جب وہ یوسف کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ اے عزیز! ہمیں اور ہمارے اہل وعیال کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے اور ہم تھوڑا سا سرمایہ لائے ہیں آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا غلہ دیجئے اور خیرات کیجئے کہ اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے۔ (یوسف نے) کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ

اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا
يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٩٠

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا
لَخٰطِـِٕيْنَ ۝٩١ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ
اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝٩٢ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ
هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَ اْتُوْنِيْ
بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٩٣ۧ وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ
اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْ لَآ اَنْ
تُفَنِّدُوْنِ ۝٩٤ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝٩٥
فَلَمَّآ اَنْ جَاۗءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰي وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ
بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ښ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٩٦ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا
كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۝٩٧ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ
هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٩٨ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰي يُوْسُفَ اٰوٰٓى
اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ
اٰمِنِيْنَ ۝٩٩ۭ وَ رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَي الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ
سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ
قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ
مِنَ السِّجْنِ وَ جَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ
نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ
لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝١٠٠ رَبِّ قَدْ

جب تم نادانی میں پھنسے ہوئے تھے تو تم نے یوسف اور اُس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟ وہ بولے کیا تمہی یوسف ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں میں ہی یوسف ہوں اور (بنیامین کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے) یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے جو شخص اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (۱۲:۸۰ تا ۹۰)

وہ بولے کہ اللہ کی قسم! اللہ نے تمہیں ہم پر فضیلت بخشی ہے اور بے شک ہم خطا کار تھے۔ (یوسف نے) کہا کہ آج کے دن (سے) تم پر کچھ عتاب (وملامت) نہیں ہے اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔ یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور اُسے والد صاحب کے منہ پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائیں گے اور اپنے تمام اہل وعیال کو میرے پاس لے آؤ۔ اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو اُن کے والد کہنے لگے کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ (بوڑھا) بہک گیا ہے تو مجھے تو یوسف کی بُو آ رہی ہے۔ وہ بولے کہ واللہ! آپ اُسی قدیم غلطی میں (مبتلا) ہیں۔ جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا تو کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈال دیا اور وہ بینا ہو گئے (اور بیٹوں سے) کہنے لگے کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بیٹوں نے کہا کہ ابا ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی مغفرت مانگئے بے شک ہم خطا کار تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے رب سے تمہارے لئے بخشش مانگوں گا بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ جب (یہ سب لوگ) یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ مصر میں داخل ہو جائیے اللہ نے چاہا تو خاطر جمع سے رہئے گا، اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب یوسف کے آگے سجدے میں گر پڑے (اُس وقت) یوسف نے کہا کہ ابا جان یہ میرے اُس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے (بچپن میں) دیکھا تھا میرے رب نے اُسے سچ کر دیا اور اُس نے مجھ پر (بہت سے) احسانات کئے ہیں کہ مجھے جیل خانے سے نکالا اور اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا، آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔ بے شک میرا رب جو چاہتا ہے

اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

تدبیر سے کرتا ہے۔ وہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔ (جب یہ سب باتیں ہوگئیں تو یوسف نے اللہ سے دعا کی کہ) اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت دی اور خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا میں اور آخرت میں میرا کارساز ہے تو مجھے (دنیا سے) اپنی اطاعت (کی حالت) میں اٹھانا اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کرنا۔ (اے پیغمبر!) یہ اخبارِ غیب میں سے ہیں جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں اور جب برادرانِ یوسف نے اپنی بات پر اتفاق کیا تھا اور وہ فریب کر رہے تھے تو تم اُن کے پاس تو نہ تھے۔ (۱۲:۹۱ تا ۱۰۲)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو کہ حضرت اسحٰق کے بیٹے اور حضرت ابراہیم کے پوتے تھے پوری زندگی اللہ پر غیر متزلزل ایمان کا ثبوت دیا اور مختلف قسم کے سنگین حالات میں اس ایمان پر جمے رہے۔ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں انھوں نے اپنے دادا حضرت ابراہیم کی طرح اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کی کہ ان کی اولاد بھی اللہ کی بندگی کے عقیدے اور عمل پر قائم رہے [۲:۱۳۲ تا ۱۳۳]۔ اولاد ابراہیم کے ایمان باللہ کو قرآن میں ایک خاندانی ذمہ داری اور سعادت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک ذمہ داری تھی جو ایک قیمتی روحانی وراثت کے طور پر دی گئی اور جسے نسل در نسل مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھنا تھا اور پروان چڑھاتے رہنا تھا: ''ہم آپ کے معبود اور آپ کے دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں'' [۲:۱۳۳]۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن بار بار انفرادی ذمہ داری پر بھی زور دیتا ہے، اور کوئی فرد اپنی آبائی نسبت کی وجہ سے اپنے اعمال کی جواب دہی سے بچنے کا موقع حاصل نہیں کرسکتا: ''یہ جماعت گزر چکی ان کو ان کے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تمھیں تمہارے اعمال (کا) اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پُرسش تم سے نہیں ہوگی'' [۲:۱۳۴]۔ حضرت یعقوب کو جب ان کے فرزند عزیز حضرت یوسف کے معاملہ میں آزمایا گیا تو وہ اس آزمائش میں کھرے اترے اور اللہ پر اپنے پختہ ایمان کا ثبوت انھوں نے دیا۔ حضرت یوسف انہیں بہت عزیز تھے اور یہ حقیقت ان کے لئے بڑی دل شکن تھی کہ یوسف کو خود حضرت یعقوب کے بیٹوں نے، جو یوسف کے سوتیلے بھائی تھے، گم کر دیا تھا۔ لیکن اس طویل آزمائش میں ان کا ایمان نہیں لڑکھڑایا، اس حالت میں بھی کہ یوسف کے چھوٹے بھائی بھی ان سے چھن گئے تھے، حالانکہ یہ ایک عارضی جدائی تھی: ''بلکہ تم اپنے دل سے (جو) بات بنالائے ہو اس پر (مجھے) اچھا صبر (کرنے دو کہ یہی) خوب ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے'' [۱۲:۱۸، نیز دیکھیں ۱۲:۸۳]۔ اس طرح حضرت یعقوب نے اپنے رنج و غم پر قابو پانے کے لئے اللہ سے دعا مانگی اور اسی سے یہ امید رکھی کہ ''میں تو اپنے رنج و غم کا اظہار اللہ ہی سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' [۱۲:۸۶]؛ ''اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ اللہ کی رحمت سے بے ایمان لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں'' [۱۲:۸۷]۔

لختِ جگر یوسف کے خلاف خود اپنے ہی بیٹوں کا مکر و فریب حضرت یعقوب کے لئے بہت اذیت کا باعث تھا لیکن اس کے باوجود اپنے بیٹوں کے تئیں ان کے پدرانہ جذبات برقرار رہے۔ انھوں نے بیٹوں کو مشورہ دیا کہ شہر میں الگ الگ دروازوں سے داخل ہوں کہ پردیسی ہونے کی بنا پر ان کی تعداد سے کوئی شک وشبہ یا خطرہ واندیشہ نہ ہو اور بیٹے بہ حفاظت وسلامت واپس آئیں [۱۲:۶۷ تا ۶۸]۔ اسی

کے ساتھ انھوں نے اپنے بیٹوں کو یہ بھی سمجھایا کہ اس احتیاط کے باوجود ''میں اللہ کی تقدیر تو تم سے روک نہیں سکتا، حکم اُسی کا (چلتا) ہے میں اُسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اہلِ توکل کو اُسی پر بھروسا رکھنا چاہئے۔۔۔ بے شک وہ صاحبِ علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم سکھایا تھا'' [۱۲: ۶۷ تا ۶۸]۔

حضرت یعقوب کے زمانہ میں، جو کہ اسرائیل کے نام سے بھی معروف ہیں، اللہ کی توحید پر ایمان اور اخلاقی قدروں وآخرت کی جواب دہی کا پیغام لوگوں کو دیا گیا، لیکن ایسا لگتا ہے کہ حلال وحرام کی تفصیلات نہیں بتائی گئی تھیں: بنی اسرائیل کے لئے (تورات کے نازل ہونے سے) پہلے کھانے کی سب چیزیں حلال تھیں سوائے اُن (چیزوں) کے جو یعقوب (علیہ السلام) نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں [۳: ۹۳]۔ بعد میں اس کی تفصیلات تورات میں دی گئیں، جن میں کچھ وہ پابندیاں بھی تھیں جو صحیح راستے سے انحراف کرنے کی پاداش میں بنی اسرائیل پر لگائی گئیں: '' یہودیوں کے ظلموں کے سبب (بہت سی) پاکیزہ چیزیں جو ان کو حلال تھیں ان پر ہم نے حرام کر دیں اور اس سبب سے بھی کہ وہ اکثر اللہ کے رستے سے (لوگوں کو) روکتے تھے'' [۴: ۱۶۰]؛ ''اور یہودیوں پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گایوں اور بکریوں سے ان کی چربی حرام کر دی تھی سوا اس کے جو اُن کی پیٹھ پر لگی ہو یا اوجھڑی میں ہو یا ہڈی میں ملی ہو۔ یہ سزا ہم نے ان کو ان کی شرارت کے سبب دی تھی'' [۶: ۱۴۶، نیز دیکھیں Leviticus VII;2] ۔ دوسری طرف، حضرت مسیح کی تعلیم کا ایک مقصد یہ تھا ''کہ بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں، اُن کو تمہارے لئے حلال کر دوں'' [۳: ۵۰]۔ محمد ﷺ کی شریعت میں جو مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق آخری شریعت ہے، حرام وحلال کی تعیین معروضی طریقے کے مطابق کی گئی ہے کہ وہ ایک مستقل قانون ہے، موقع اور وقتی ضرورت کی مناسبت سے نہیں: ''پاک چیزوں کو اُن کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں اور اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں'' [۷: ۱۵۷]۔ چنانچہ آسمانی ہدایات کو مختلف سماجی، نفسیاتی اور دینی حالات کے اعتبار سے تدریجاً سمجھا جا سکتا ہے اور روزمرہ کی زندگی کی ضروریات کے تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

جناب یوسف کی داستان کئی اعتبار سے بہت معلوماتی اور سبق آموز ہے، تاریخی، سماجیاتی، نفسیاتی اور ادبی لحاظ سے اس کہانی سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔ یہ داستان حضرت یوسف کے خواب سے شروع ہوتی ہے جو انھوں نے نوعمری میں دیکھا [۱۲: ۴]، یہ خواب آخر تک پوری تفصیل کے ساتھ قرآن میں بیان ہوا ہے۔ داستان گوئی کا یہ ایک ایسا اسلوب ہے جو عربی ادب میں اس سے پہلے استعمال نہیں ہوتا تھا، اور عربی ادب میں قصہ نویسی کے ارتقاء کا موجب ہونا چاہئے تھا، لیکن فی الواقع اگلی کئی صدیوں تک ایسا ہوا نہیں۔ پے در پے واقعات اور پھر ان کا ڈرامائی طریقے سے انتہا تک پہنچنا، حضرت یعقوب کا اپنی دو جوان اولادوں سے محروم ہو جانا، اور پھر انجام داستان میں خوشی کا ماحول، اہل خاندان کا پھر سے یکجا ہو جانا، صلح صفائی اور مصر میں پرامن زندگی شروع ہو جانا، یہ سب ایک شاندار افسانہ کے دلچسپ اور انبساط انگیز اتار چڑھاؤ ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ اس قصہ میں دینی اور اخلاقی لحاظ سے ترغیب وسبق آموزی کا سامان ہے جو کسی روکھے پھیکے اور براہ راست وعظ ونصیحت کے بغیر فطری اور ہلکے پھلکے انداز میں بہت سہل طریقے سے دل ودماغ کو متاثر کرتے چلے جاتے ہیں۔

کہانی کے شروع میں ہمیں باہمی حسد کے معاملات وواقعات سے سابقہ پیش آتا ہے جو کسی بڑے خاندان میں متعدد افراد کے درمیان ایک عام بات ہے اور یہاں تو سوتیلے بھائی کا ہی معاملہ تھا: ''یقیناً یوسف اور اُس کا بھائی ابا کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم تو پورا جتھا ہیں۔۔۔'' [۱۲: ۸]۔ یہ احساس ایک برے جذبے میں بدل گیا جس کے نتیجے میں بہت سے جھوٹ گھڑنا ان کے لئے ضروری ہو گیا تھا [۱۲: ۹ تا ۱۸] اور ایک مجرمانہ منصوبہ بندی پر مترتب ہوا کہ بھائیوں نے یوسف سے پیچھا چھڑانے کی ٹھان لی۔ لیکن ان کے اس عمل کا اثر

والد کے دل پر اتنا زیادہ ہوا کہ یوسف کے بھائیوں کا یہ مقصد ہی پورا نہ ہو پایا کہ ان کے والد یوسف کو بھول جائیں اور اسے چھوڑ ان بیٹوں پر توجہ کرنے لگیں، کیوں کہ یوسف اپنے والد کے دل میں بستے تھے اور ان کی یاد ان کے دماغ کو ان کی ہی طرف لگائے رکھتی تھی۔

یوسف کو راہ گیروں کے ایک گروہ نے کنویں سے نکال لیا اور پھر وہ بازارِ مصر میں فروخت ہو کر مصر کے ایک اعلیٰ عہدیدار کے گھر پہنچ گئے جہاں انہیں عزت و وقار کی زندگی میسر آ گئی، حالانکہ اس آدمی نے انہیں بہت کم قیمت پر خریدا تھا[۱۲:۲۰ تا ۲۱]۔لیکن پھر یہ ہوا کہ اسی گھر میں یوسف ایک نئی آزمائش میں مبتلا ہوئے۔ وہ جوان ہوتے ہوتے انتہائی حسین وجمیل شخصیت کے مالک بن گئے اور ساتھ ہی ساتھ انہیں علم و دانائی کی نعمت ملی[۱۲:۲۲]۔ان کی شخصیت کے سحر سے مسحور ہو کر وہاں کی خاتون خانہ ان پر فریفتہ ہو گئی اور انہیں اپنی طرف مائل کرنے کے لئے اس نے اپنی ہر ممکن کوشش کر ڈالی۔لیکن انہیں پھسلانے کی ہر کوشش جب ناکام ہو گئی تو اس نے یوسف پر جھوٹا الزام لگا کر ان پر دباؤ بنانے کی کوشش کی۔ یوسف کی بے گناہی اور معصومیت کے ثبوت کا بیان اس کہانی کے واقعات میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ پرویا گیا ہے[۱۲:۲۵ تا ۲۹]، ایک بے گناہ پر جھوٹے الزام کی تہمت سے قاری کے ذہن پر بننے والے تناؤ کو ہلکا کرتے ہوئے، اور اللہ کی مدد کا بھروسہ دلاتے ہوئے۔ محل کی زندگی کا ایک دوسرا منظر یہ سامنے لایا گیا کہ عورتوں کی پارٹی منعقد ہوئی اور یوسف کو دیکھتے ہی ان کے ہوش اتنے اڑے کہ انھوں نے بے خبری میں اپنی انگلیاں ہی کاٹ لیں، اس طرح جوان یوسف کے حسن و دلکشی کی انتہا کا اندازہ قاری کو کرایا گیا ہے[۱۲:۳۰ تا ۳۴]۔

یوسف کو پھسلانے کے سارے منصوبے جب ناکام ہو گئے تو ان پر جبر شروع ہو گیا اور انہیں جیل میں ڈال دیا گیا[۱۲:۳۵]۔ جیل میں بھی یوسف نے اپنے ایمان کی حفاظت کی اور اللہ کی فرماں برداری پر قائم رہے، اور یہی نہیں بلکہ اپنے ساتھی قیدیوں کو انھوں نے اللہ کی بندگی میں آنے کی دعوت بھی دی[۱۲:۳۶ تا ۴۲] اور ان کے خوابوں کی تعبیر بھی انہیں بتائی۔ اللہ تعالیٰ کی وہ مشیت جس نے یوسف کو کنویں سے نکال کر، جس میں ان کے بھائیوں نے انہیں ڈال دیا تھا، مصر کے ایک محل کی پر شکوہ زندگی میں لے آئی تھی اور انہیں ایک منصب دار بنا دیا تھا وہی مشیت پھر سامنے آئی۔ بادشاہ وقت کو ایک خواب دکھا اور اس کی تعبیر بتانے والا دربار میں کوئی نہیں تھا، تو حضرت یوسف کے ساتھ جیل میں وقت گزار چکے ایک شخص نے بادشاہ کو یوسف کے علم و حکمت کی خبر دی اور اسے بتایا کہ یوسف کو خواب کی تعبیر بتانا آتی ہے، اور پھر واقعی یوسف نے بادشاہ کے خواب کی بڑی دانش مندانہ تعبیر بیان بھی کر دی۔ انھوں نے بادشاہ کو آگاہ کیا کہ سات سال تک طاری رہنے والا قحط کا زمانہ آئے گا، پھر اس کے بعد سات سال تک بہار اور پھل دار درختوں و فصلوں کے لہلہانے کا دور رہے گا۔اس تعبیر کے ساتھ انھوں نے بادشاہ کو یہ صلاح بھی دی کہ قحط سالی کے سخت حالات سے نمٹنے کے لئے کیا تدبیر اختیار کی جائے[۱۲: ۴۳ تا ۴۹]۔ بادشاہ کو اس کے خواب تعبیر بتانے سے پہلے اور اس کی بے تابی و بے چینی دور کرنے سے پہلے حضرت یوسف نے اپنی بے گناہی کو تسلیم کرانے کا کام کیا اور یہ یاد دہانی کرائی کہ انہیں جھوٹے الزام کے تحت جیل میں ڈالا ہوا ہے۔ چنانچہ ان عورتوں نے جو ملکہ محل کی دعوت پر محل میں جمع ہوئی تھیں اور اس ملکہ نے خود بھی معاملہ کی اصل حقیقت کا اعتراف کیا اور اس طرح یوسف کی بے گناہی ثابت ہوئی[۱۲:۵۰ تا ۵۲]۔

بادشاہ کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد یوسف نے از خود یہ پیش کش کی کہ انہیں اناج کے ذخیروں کی ذمہ داری دے دی جائے تا کہ وہ منصوبے کے مطابق اس پر تصرف کریں، اور اس کے لئے انھوں نے اپنی اخلاقی لیاقت اور تنظیمی صلاحیت کا حوالہ دیا[۱۲:۵۵]۔ یہ اس جواز کے لئے ایک اہم نظیر ہے کہ کوئی اہلیت و استعداد رکھنے والا شخص کسی عوامی منصب کے لئے خود کو پیش کر سکتا ہے، اور کسی منصب کے لئے کوئی امیدوار اپنی اہلیت و لیاقت کو ظاہر کر سکتا ہے۔ یہ اس بات کی بھی ایک مثال ہے کہ پیغمبر وقت نے عوام کے مفاد میں فرعون مصر کے

یہاں ایک منصب قبول کیا، اس کے باوجود کہ بادشاہ مصر اور پیغمبر وقت کے درمیان سنگین مذہبی اختلاف تھا۔ یہ پوری صورت حال اس بات کو اجاگر کرتی ہے کہ ایک اللہ پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کو فطری طور سے مشکلات پیش آسکتی ہیں اور عوام کی بہتری کے لئے اس کی امنگوں کے حوالہ سے اس کی اخلاقی قدروں کی آزمائش درپیش ہوسکتی ہے، لیکن انسانی ذہن کو ان چیلنجوں کی سطح تک بلند ہونے اور کسی مسئلہ کے حل یا کسی ممکن اصلاح کو عمل میں لانے کے مختلف طریقوں کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت یوسف کا اپنے تمام بھائیوں کو مصر بلالینا اس قصہ واقعات کا ایک ڈرامائی اختتام ہے۔ یوسف کے بھائی اناج لینے کے لئے مصر آئے تھے، اور حضرت یوسف نے انہیں دیکھا اور پہچانا جب کہ وہ خود اس ذخیرہ اناج کے ذمہ دار تھے اور اپنے منصوبے کے مطابق اناج تقسیم کررہے تھے۔ انھوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ اگلی بار اپنے سوتیلے بھائی کو بھی ساتھ لے کر آئیں اور خبردار کیا کہ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو انہیں اناج نہیں ملے گا۔ چنانچہ ان بھائیوں نے اگلی بار باپ کی منت سماجت کر کے انہیں اس بات کے لئے راضی کیا کہ چھوٹے بھائی کو ساتھ میں بھیج دیں اور ان سے یہ عہد کیا کہ اس کی پوری حفاظت کریں گے [۱۲:۵۸ تا ۶۶]۔ اسی چھوٹے بھائی کے اونٹ پر لدے سامان میں سے وہ پیالہ نکل آیا جو غائب ہوگیا تھا اور اس کی ڈھونڈ پڑ رہی تھی، اس بنیاد پر یوسف نے اس بھائی کو اپنے پاس روک لیا۔ [۱۲:۷۰ تا ۷۶]

کیا یہ پیالہ حضرت یوسف نے اپنے بھائی کو تحفہ کے بطور دیا تھا جس کی خبر نگرانی کرنے والے عملہ کو نہیں تھی، اور حضرت یوسف کو اپنے بھائی کو اپنے پاس روک لینے کا ایک بہانہ مل گیا تھا، یا کہ یہ خود ان کی تدبیر تھی کہ پیالہ یوسف کے سامان میں رکھ دیا اور پھر اس بہانے سے بھائی کو روک لیا؟ کیا یوسف کو چور ہونے کی بنیاد پر اپنے پاس روک لینے کا فیصلہ مصری قانون کے مطابق چوروں کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ تھا، یا قدیم عبرانی شریعت کی رو سے [Exodus XXII: 3] چوروں کو دی جانے والی روایتی سزا تھی؟ بہ الفاظ دیگر آیت ''ہم ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں'' [۱۲:۷۵] میں 'ہم' کی ضمیر کس کی طرف ہے؟ کیا ہم سے مراد مصر کے وہ لوگ ہیں جو کھو یا ہوا پیالہ تلاش کررہے تھے، یا یوسف کے بھائی مراد ہیں جنھوں نے چوروں کے بارے میں اپنا دستور وہاں کے عملہ کو بتایا؟ یہ ایسے دل چسپ سوالات ہیں جو جرائم کی تحقیقات اور مختلف قوانین کے باہمی تضاد کے حوالہ سے اس واقعہ سے پیدا ہوتے ہیں؟

قرآن کا بیان یہ ہے کہ: ''اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی (ورنہ) وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق مشیّت الٰہی کے سوا اپنے بھائی کو نہیں لے سکتے تھے'' [۱۲:۷۶]۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی تدبیر کا نتیجہ تھا کہ محل کے محافظ عملے نے اتفاقاً تحقیق شروع کردی اور یہ یوسف کا اپنا منصوبہ نہیں تھا یا انھوں نے ایسا کچھ سوچا بھی نہیں تھا اور انھوں نے برادرانہ جذبہ سے بھائی کے سامان میں تحفہ کے طور پر وہ پیالہ حفاظتی حکام کو بتائے بغیر رکھ دیا تھا؟ یا اللہ تعالیٰ کی تدبیر تھی کہ یوسف نے سوچ سمجھ کر ایک اقدام کیا؟ الرازی نے آیت ۱۲:۷۰ کی تفسیر میں لکھا ہے، ''قرآن میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ حفاظتی عملہ نے یوسف کے حکم سے ان کے بھائیوں پر چوری کا الزام لگایا؛ یہ قرآن کا بہت زیادہ بین ثبوت ہے کہ ایسا انھوں نے خود اپنے طور پر کیا''، اور ان کے اپنے شبہ کے مطابق کیا، بائبل کے بیان کے برعکس۔ اس تفقہ کی رو سے اور آیت ۱۲:۷۶ ''اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی۔۔۔'' کے مطابق محمد اسد نے مندرجہ ذیل نظریہ ظاہر کیا ہے: ''یوسف اپنے بھائی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے، لیکن مصر کے قانون کے مطابق اپنے سوتیلے بھائیوں کی رضامندی کے بغیر وہ ایسا نہیں کرسکتے تھے کیوں کہ وہ بھائی ہی وہاں پر اس چھوٹے بھائی کے قانونی طور سے سرپرست تھے، اور اپنے والد کے سے کئے ہوئے عہد کے پابند تھے، اور اس لئے وہ ہرگز اس بات پر راضی نہیں ہوسکتے تھے کہ یوسف کے بھائی کو وہاں پر چھوڑ کر چل دیں''۔ اسد مزید لکھتے

ہیں ''ایک ہی متبادل یوسف کے پاس تھا کہ ان پر اپنی پہچان ظاہر کردیں لیکن اس وقت تک وہ ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں تھے، اس لئے وہ اپنے بھائی کو رخصت کرنے پر مجبور تھے۔ لیکن اتفاقی طور پر ان کا تحفہ برآمد ہو جانے سے، جس کی توقع یوسف کو بالکل نہیں تھی، سارا معاملہ بدل گیا: اب یوسف کا بھائی چوری کا ملزم بن گیا، اور قانون ملک کے مطابق یوسف کو اپنے بھائی کو روک لینے کا جواز مل گیا۔ یہ الفاظ کہ ''اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی۔۔۔'' اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس انجام کی نہ تو منصوبہ بندی کی گئی تھی اور نہ یوسف کو یہ انجام معلوم تھا'' [مسیج آف قرآن، آیت ۱۲:۷۶ کی تشریح میں نوٹ نمبر ۷۷، نیز دیکھیں نوٹ ۷۲، بحوالہ آیت ۱۲:۷۰]۔

واقعات کے ڈرامائی سلسلہ کا ایک موڑ یہ آیا کہ حضرت یعقوب کو اب اپنے تین بیٹوں سے جدائی پیش آگئی، سب سے پہلے دو سگے بھائی جو اب مصر میں ہی تھے اور پھر سب سے بڑا بیٹا جس نے یہ کہہ کر وہیں رک جانے کا فیصلہ کیا کہ ''جب تک والد صاحب مجھے حکم نہ دیں میں تو اس جگہ سے ہلنے کا نہیں یا اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی اور تدبیر کرے'' [۱۲:۸۰]۔ حضرت یعقوب کی بینائی جاتی رہی تھی اور ان کا دل پارہ پارہ ہو چکا تھا، اور ان کے بیٹوں نے جو کہ اس وقت تک یوسف کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے تھے یوسف سے کہا کہ ''ہم اور ہمارے گھر والے بڑی تکلیف میں ہیں'' [۱۲:۸۸]۔ لیکن کہانی جب اپنے ڈرامائی انجام تک پہنچتی ہے تو ساری اذیتیں خوشیوں میں بدل جاتی ہیں۔ یوسف اپنی پہچان ظاہر کردیتے ہیں اور پھر بھائی ان سے معافی مانگتے ہیں جسے حضرت یوسف تسلیم کرلیتے ہیں، ''آج کے دن (سے) تم پر کچھ عتاب (وملامت) نہیں ہے اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے'' [۱۲:۹۲]۔ یہ خوش خبری باپ تک پہنچی جن کا دل تو غم سے بھرا ہوا تھا لیکن جنھوں نے امید نہیں چھوڑی تھی۔ جب یوسف کا کرتا ان کے اوپر ڈالا گیا تو ان کی بینائی لوٹ آئی اور سارے خاندان کو مصر بلایا گیا جہاں وہ راحت و مسرت کے ساتھ رہنے لگے [۱۲:۹۳ تا ۹۶]۔

کہانی کا آخری واقعہ یہ ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے بچپن میں جو خواب دیکھا تھا آج اس کی تعبیر پوری ہو رہی تھی [۱۲:۱۰۰]۔ اس شاندار و پرمسرت انجام پر یوسف نے اللہ کی حمد بیان کی اور شکر ادا کیا ''اور اُس (اللہ) نے مجھ پر (بہت سے) احسانات کئے ہیں کہ مجھے جیل خانے سے نکالا اور اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا، آپ (سب) کو گاؤں سے یہاں (میرے پاس) لایا۔ بیشک میرا رب جو چاہتا ہے تدبیر سے کرتا ہے۔ وہ دانا (اور) حکمت والا ہے، اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت دی اور خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا میں اور آخرت میں میرا کارساز ہے تو مجھے (دنیا سے) اپنی اطاعت (کی حالت) میں اٹھانا اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کرنا'' [۱۲:۱۰۰ تا ۱۰۱]۔

حضرت یوسف کی پوری کہانی میں اپنے والد کی طرح حضرت یوسف کی اخلاقی بلندی بھی ایک پیغمبرانہ سطح کی ہے۔ انھوں نے محل کی ملکہ کے بہلاوے اور پھسلاوے کی کامیاب مزاحمت کی جب کہ ان کی حیثیت وہاں غلام کی تھی اگرچہ ان کے ساتھ اس کا برتاؤ عزت آمیز تھا۔ زمخشری نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ اخلاقی فضیلت کا مطلب بری خواہشات پر قابو رکھنا ہے، نہ کہ ان خواہشات کا نہ ہونا'' [آیت ۱۲:۳۴ پر زمخشری کی تشریح]۔ بخاری اور مسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ مومن کے دل میں اگر کسی برائی کا خیال آتا ہے لیکن وہ اللہ کے ڈر سے اس برائی کو انجام نہیں دیتا ہے تو اس کے حق میں اس کے بدلے نیکی لکھی جاتی ہے کیوں کہ اس نے خود کو اللہ کی خاطر برائی سے دور رکھا۔

یوسف نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ وہ اپنے مالک کی نظر میں بے اعتبار نہ ٹھہریں اور اس کے پیٹھ پیچھے کوئی خیانت نہ کریں۔ اس داستان میں یوسف کا یہ جملہ تو بہت ہی اہمیت کا حامل ہے کہ ''میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس امارہ (انسان کو)

بُرائی ہی سکھا تا رہتا ہے مگر یہ کہ میرا رب رحم کرے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے'' [۱۲: ۵۳]۔ کچھ مفسرین نے یہ سمجھا ہے کہ یہ جملہ یوسف کے مالک کی بیوی کا ہے کہ اس نے یوسف کی بے گناہی تسلیم کرتے ہوئے اپنی نفس کی کمزوری کا اعتراف کیا، جب کے دیگر مفسرین نے اسے خود یوسف کا ہی جملہ مانا ہے۔ اس جملہ سے پہلے یہ جملہ بھی ہے کہ ''عزیز کو یقین ہو جائے کہ میں نے اُس کی پیٹھ پیچھے اُس کی (امانت میں) خیانت نہیں کی''۔ پہلی تشریح کے مطابق عزیز مصر کی بیوی یہاں یہ کہہ رہی ہے کہ اس نے یوسف کو نہیں ورغلایا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس نے ان پر جھوٹا الزام لگایا اور الزام لگا کر انہیں جیل بھجوایا، جہاں سے وہ اللہ کی مدد کے بغیر نکل ہی نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ قابل فہم بات یہی ہے کہ یہ جملہ حضرت یوسف کا ہے اس بات کو جتانے کے لئے کہ انھوں نے اپنے مالک کے ساتھ کبھی خیانت نہیں کی۔ بعد کا یہ جملہ کہ یوسف ''اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس امارہ (انسان کو) بُرائی ہی سکھا تا رہتا ہے'' ایک نبی کی حیثیت سے حضرت یوسف کی شخصیت کو کسی بھی طرح سے مجروح نہیں کرتا، جس طرح کہ آیت ۱۲: ۲۴ سے ان کی شخصیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ہر نفس انسانی بشمول کسی پیغمبر کے جو کہ ایک بشر ہی ہوتے ہیں جن پر وحی اترتی ہے [۱۸: ۱۱۰]، کسی برائی کی طرف مائل ہو سکتا ہے، لیکن نبی کا امتیاز یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ایسی کسی بھی ترغیب یا اکساہٹ پر قابو پالیتے ہیں [۲۲: ۵۲]۔ جب کہ آیت ۱۲: ۵۳ یہ بتاتی ہے کہ نفس امارہ انسان کو برائی کی طرف اکساتا ہے اور ایک دوسری قرآنی آیت ''نفس لوامہ'' کا پتا دیتی ہے جو انسان کو ہوشیار کرتا ہے [۷۵: ۲] اور انسانی نفس کی یہ دو انتہائی متضاد جہتیں انسان کے اندر توازن پیدا کرتی ہیں اور انسان کو ''نفس مطمئنہ'' [۸۹: ۲۷] کی طرف لے جاتی ہیں۔

یوسف کی اخلاقی فضیلت اور علم وحکمت [۱۲: ۲۲] کے علاوہ اس قرآنی قصے میں ان کی تعبیر بیانی کا بھی کئی بار ذکر کیا گیا ہے [۱۲: ۶، ۲۱، ۱۰۱]۔ حضرت یوسف نے جیل میں اپنے ساتھی قیدیوں کو ان کے عجیب وغریب خواب کی تعبیر بتائی، بادشاہ کے خواب کی تعبیر بیان کی، اور خود ان کا اپنا خواب جو انھوں نے بچپن میں دیکھا تھا پورا ہوا [۱۲: ۶، ۳۶ تا ۴۹، ۱۰۰]۔ تعبیر بیانی یا پیش گوئی کی یہ صلاحیت کیا محض خوابوں کے ہی معاملے میں تھی یا ''واقعات کے مطالب'' سمجھنے یا یہ کہ آگے کیا ہونے والا ہے اس کا فہم بھی مراد ہے؟ کیوں کہ یہاں 'تاویل الاحادیث' لفظ استعمال کیا گیا ہے اور حدیث کا مصدر ''حدث'' ہے جس مطلب ہوتا ہے ہونا یا 'ہوا'، ظہور ہونا، نمودار ہونا وغیرہ'' میں رازی اور محمد اسد کی طرح اس کا وسیع مفہوم لینے کے حق میں ہوں جس کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ اس کا محدود مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ حضرت یوسف نے جس طریقے سے بادشاہ کے خواب کی تعبیر سمجھتے ہوئے متوقع قحط سالی سے نمٹنے کے لئے منصوبہ بند تدبیر کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی لیاقت محض خواب کی علامتوں کا مطلب سمجھنے تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ صورت حال کو سنبھالنے کے لئے موثر منصوبہ بندی کی صلاحیت بھی اس میں شامل تھی۔ انھوں نے بادشاہ کو سات سال کے بعد پیش آنے والے اور سات سال تک جاری رہنے والے بحران کے پیش نظر اپنے ہاتھ میں کنٹرول لینے کے لئے اپنی اخلاقی فضیلت یعنی امانت داری اور تنظیمی صلاحیت کا حوالہ دیا۔ اس کے علاوہ، ان کے ''علم وحکمت'' [۱۲: ۲۲] سے بھی یوسف کی پیش گوئی کی صلاحیت کے وسیع مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

لفظ ''تاویل الاحادیث'' کو اگر اس کے وسیع تر مفہوم میں لیا جائے تب بھی، خواب کی تعبیر حضرت یوسف نے جو بھی بتائی پوری طرح صحیح نکلی۔ حضرت یوسف کے قرآنی قصے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی فرد کی روحانی استعداد اسے اس مقام پر پہنچا سکتی ہے کہ وہ آئندہ ہونے والے واقعات کی علامتوں کو سمجھ سکے۔ اور محمد ﷺ کے خوابوں کے بارے میں جو کچھ روایت کیا گیا ہے جو بعثت سے پہلے انھوں نے دیکھے اور پورے ہوئے ان سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ اور فرائڈ نے جو یہ کہا ہے کہ خواب انسان کے ماضی کے تجربات وحوادث ہوتے ہیں اور کسی انسان کی دبی ہوئی خواہشات ہوتی ہیں جو اس کے تحت الشعور میں موجود ہوتی ہیں، تو اس فلسفہ سے بھی اس کا کوئی ٹکراؤ

نہیں ہے۔انسان کے خوابوں میں یہ دونوں قسم کے عوامل جمع ہو سکتے ہیں۔روایتی علماء بھی ''ویژن'' (عربی میں 'رویا') اور ''ڈریم' (عربی میں 'حلم') میں فرق کرتے ہیں۔سوتے میں دونوں قسم کے خواب انسان کو نظر آتے ہیں، پہلا یعنی رویا یا بصیرت ایک حقیقی چیز ہے جو آئندہ ہونے والے واقعات کو دکھاتی ہے، جب کہ ڈریم یا حلم ایک دوسری چیز ہے۔حضرت یوسف کے قرآنی قصہ میں بادشاہ نے اپنے رویا کے بارے میں ذکر کیا تھا[۱۲:۴۳]،لیکن دربار میں کچھ لوگوں نے ان کی باتوں کو''پریشان سا خواب'' سمجھا اور اس کی تاویل بتانے سے معذوری ظاہر کی[۱۲:۴۴]۔

حضرت یوسف کے قصہ کا خوش کن انجام یہ ہوا کہ ان کا پورا خاندان مصر میں بس گیا جہاں انہیں ایک پردیسی کے بطور قبول کرلیا گیا اور پھر بغیر کسی روک ٹوک کے وہ وہاں ایک مدت تک رہے۔سمجھا جاتا ہے کہ یہ واقعہ ۱۸ صدی قبل مسیح کے ہائک سوس خاندان کی حکومت(Hhksos Dynasty) میں پیش آیا تھا، کیوں کہ ہائک سوس ایشیائی سامی نسل کے لوگ تھے جنھوں نے ۱۷۲۰ سے ۱۷۱۰ قبل مسیح کے درمیان مصر پر حملہ کیا تھا اور ان کا دور حکومت ۱۵۵۰ قبل مسیح تک جاری رہا تھا۔بعد میں پوری صورت حال بدل گئی تھی اور اسرائیلیوں نے بہت ستم رسیدگی کی زندگی گزاری تھی اور غالباً فرعون رامس دوم[۱۲۷۹ تا ۱۲۱۳ قبل مسیح] کے زمانہ میں یہ ستم اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا اور انہیں نجات دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بھیجا تھا۔

حضرت یوسف حضرت یعقوب کے واحد فرزند ہیں جن کا ذکر قرآن میں بہت تفصیل سے کیا گیا ہے، اگر چہ ان کے بھائیوں کے مختصر تذکرے بھی قرآن میں آئے ہیں۔البتہ قرآن میں دیگر مقامات پر ان نبیوں کے لئے الاسباط (اولاد) کا ذکر ہے جن پر مسلمانوں کو ایمان رکھنا چاہئے[۲:۱۳۶، ۱۴۰؛ ۳:۸۴، ۴:۱۶۳]۔کیا الاسباط سے مراد حضرت یعقوب کی حقیقی (پہلی نسل کی) اولاد، اور ان سے نکلے ۱۲ قبائل سے ہے:''اور ہم نے ان کو (یعنی بنی اسرائیل کو) الگ الگ کر کے بارہ قبیلے (اور) بڑی بڑی جماعتیں بنا دیا''[۷:۱۶۰]۔ کیا یوسف کے ان بھائیوں کو جنھوں نے ان کے خلاف سازش رچی تھی اور ان میں سے ایک نے انہیں مار ڈالنے کا مشورہ دیا تھا[۱۲:۹] نبیوں میں شمار کیا جا سکتا ہے؟ یعقوب علیہ السلام کی اولادوں ''اسباط'' کے توسط سے نبوت کا تسلسل لازمی طور سے تمام برادران پر محیط نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولادوں میں سے''ظالموں'' کو اپنے وعدے سے الگ رکھا تھا:''اور جب اللہ نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔انہوں نے کہا کہ (اے اللہ) میری اولاد میں سے بھی (پیشوا بنائیو تو اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ ہمارا اقرار ظالموں کے لئے نہیں ہوا کرتا''[۲:۱۲۴]۔چنانچہ یہ سمجھنا زیادہ مناسب ہوگا کہ لفظ''الاسباط'' کا مطلب وہ لوگ ہیں جو حضرت یعقوب کی اولادوں میں سے کسی بھی نسل میں نبوت کے لئے منتخب کئے گئے، نہ کہ ان کی ۱۲ اولادیں۔دوسری طرف یوسف کے سوتیلے بھائیوں نے آخر میں اپنے قصوروں کا اعتراف کرلیا تھا، اور اپنے والد سے درخواست کی تھی اللہ سے ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں، اور یوسف نے انہیں معاف بھی کر دیا تھا[۱۲:۹۱ تا ۹۲، ۹۷ تا ۹۸]۔

سورۃ کی ابتداء اس بات سے ہوتی ہے کہ ہم تمہیں اس قرآن سے ایک ''احسن القصص'' (بہترین قصہ) سناتے ہیں، اور سورۃ کا اختتام اس قصہ کے پیغام یا سبق کو ذہن نشیں کرانے پر ہوتا ہے۔اس قصہ کے بیان کا مقصد کسی تاریخی واقعہ کا علم دینا نہیں ہے، یہ محض ایک فن قصہ گوئی کا اظہار یا محض تفریح طبع نہیں ہے، بلکہ اس بات کو اجاگر کرنا ہے کہ انسانی نفس اور انسانی اخلاقیات کے لئے رہنمائی کی بہت اہمیت ہے اور یہ ہر جگہ اور ہر وقت کے لئے موزوں ہے:''ان (ماضی کے لوگوں) کے قصے میں عقلمندوں کیلئے عبرت ہے۔یہ (قرآن) ایسی بات نہیں ہے جو (اپنے دل سے) بنالی گئی ہو بلکہ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں اُن کی تصدیق (کرنے والا) ہے اور ہر چیز

کی تفصیل (کرنے والا) اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے'' [۱۲: ۱۱۱]۔

حضرت ایوب

پیغمبروں میں ان کے نام کا تذکرہ ملاحظہ کرنے کے لئے دیکھیں آیات ۴: ۱۶۳؛ ۶: ۸۴

وَ اَیُّوۡبَ اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿ۚ۸۳﴾ فَاسۡتَجَبۡنَا لَہٗ فَکَشَفۡنَا مَا بِہٖ مِنۡ ضُرٍّ وَّ اٰتَیۡنٰہُ اَہۡلَہٗ وَ مِثۡلَہُمۡ مَّعَہُمۡ رَحۡمَۃً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَ ذِکۡرٰی لِلۡعٰبِدِیۡنَ ﴿۸۴﴾

اور ایوب (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ مجھے ایذا ہو رہی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ تو ہم نے اُن کی دعا قبول کر لی اور جو اُن کو تکلیف تھی وہ دُور کر دی اور اُن کو بال بچے بھی عطا فرمائے اور اپنی مہربانی سے اُن کے ساتھ اتنے ہی اور (بخشے) اور عبادت کرنے والوں کے لئے (یہ) نصیحت ہے۔

(۲۱: ۸۳ تا ۸۴)

وَ اذۡکُرۡ عَبۡدَنَاۤ اَیُّوۡبَ ۘ اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الشَّیۡطٰنُ بِنُصۡبٍ وَّ عَذَابٍ ﴿ؕ۴۱﴾ اُرۡکُضۡ بِرِجۡلِکَ ۚ ہٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَ وَہَبۡنَا لَہٗۤ اَہۡلَہٗ وَ مِثۡلَہُمۡ مَّعَہُمۡ رَحۡمَۃً مِّنَّا وَ ذِکۡرٰی لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۴۳﴾ وَ خُذۡ بِیَدِکَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبۡ بِّہٖ وَ لَا تَحۡنَثۡ ؕ اِنَّا وَجَدۡنٰہُ صَابِرًا ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ (اے اللہ) شیطان نے مجھے ایذا اور تکلیف دے رکھی ہے۔ (ہم نے کہا کہ زمین پر) لات مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں)۔ اور ہم نے ان کو اہلِ (وعیال) اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بخشے (یہ) ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کے لئے نصیحت تھی۔ اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو بے شک ہم نے ان کو ثابت قدم پایا بہت خوب بندے تھے بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے۔

(۳۸: ۴۱ تا ۴۴)

حضرت ایوب کا ذکر قرآن میں نبیوں کے ساتھ آیا ہے [۴: ۱۶۳، ۶: ۸۴] اور آیت ۶: ۸۴ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کی اولاد تھے۔ نیز بائبل کی ایک کتاب میں بھی ان کا قصہ بیان ہوا ہے۔ ''اسمتھ کی بائبل ڈکشنری'' میں لکھا ہے کہ ''جاب (ایوب) کی رہائش اُز کی سرزمین میں ہے جس کا نام آرام کے ایک بیٹے کے نام پر ہے [جینیسس x: ۲۳]، یا نیہور ہے [جینیسس xxii:21] جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آرمینائی نسل کے کسی قبیلہ سے تھے جو عراق کے نشیبی علاقہ میں (غالباً فلسطین کے جنوب یا جنوب مشرق میں) آکر آباد ہو گیا تھا''۔ بائبل کی یہ روایت ہبریو زبان میں غالباً قدیم ترین ادب کے کسی حصہ سے نقل ہوئی ہے جو فلپ ہٹی کے مطابق ''سامی دنیا کے منظوم ادب کا شاہکار ہے، اور ایوب ایک عرب تھے جیسا کہ ان کے نام کی ساخت اور ان کی کتاب کے منظر نامہ سے اشارہ ملتا ہے''۔ [ہسٹری آف دی عربس، ۱۹۷۰، ص۔ ۴۲ تا ۴۳]۔ اسمتھ کی بائبل ڈکشنری میں 'کتاب ایوب' کو ''خاندان ابراہیم کے باہر آبائی مذہب پر چلنے کا ایک مظہر'' مانا گیا ہے''۔ حالانکہ قرآن میں حضرت ایوب کا ذکر حضرت یعقوب کی اولادوں میں کیا گیا ہے۔ [۶: ۸۴]۔

حضرت ایوب کے قصہ میں ان کو پیش آنے والی اذیتوں کا حال بیان ہوا ہے جو انہیں ایک صالح انسان کے بطور اللہ کی طرف سے آزمائش کی وجہ سے پیش آئیں، نہ کہ ان کے کسی گناہ کے سبب انہیں بطور سزا جھیلنی پڑیں۔ ان کے پاس اموال و اولاد کی نعمتیں تھیں جو ان کے پاس سے جاتی رہیں، اس پر مزید پریشانی یہ کہ ان کی صحت خراب ہوگئی اور انہیں مرض لگ گیا۔ اس طویل اور تکلیف دہ آزمائش کے دوران وہ صبر، استقامت اور ایمان باللہ کی بدولت حق پر قائم رہے اور راہ حق سے بھٹکے نہیں۔ بلکہ ان کی بیوی نے جب ایک بار مایوسی اور بے صبری سے مغلوب ہوکر یہ کہہ دیا کہ آپ کے جس ایمان کی وجہ سے آپ کو اتنی اذیتیں جھیلنی پڑ رہی ہیں اس عقیدے کو چھوڑ ہی کیوں نہیں دیتے تو انھوں نے بیوی کو سو کوڑے لگانے کی قسم کھالی۔ لیکن حضرت ایوب نے شیطان کی طرف سے انہیں پہنچنے والی تکلیفوں کا شکوہ اللہ سے نہ کیا اور صبر کے ساتھ اللہ سے عافیت کی دعا کرتے رہے تب اللہ کی طرف سے انہیں یہ اشارہ ملا کہ اپنا پاؤں زمین پر ماریں۔ پاؤں زمین پر مارنے سے وہاں ایک چشمہ پھوٹ نکلا جس کے پانی سے انہوں نے غسل کیا اور اس پانی کو پیا تو اس کے ذریعہ اللہ نے انہیں مرض سے نجات دے دی اور ان کی تکلیفیں جاتی رہیں۔ جب حضرت ایوب کو شفاء نصیب ہوئی اور ان کی طبیعت بحال ہوئی تو انہیں خیال آیا کہ انھوں نے اپنی بیوی کو سزا دینے کی قسم کھانے میں جلدی کی۔ ان کی بیوی نے تو حالات کے کرب سے متاثر ہوکر ایک بات کہہ دی تھی، وہ ان کی کوئی مستقل سوچ یا عقیدہ نہیں تھا۔ جب وہ اپنی قسم پر پچھتا رہے تھے تو اللہ کی طرف سے ہدایت دی گئی کہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے انہیں گھاس کی سو پتیوں گچھا بنا کر سے ایک ضرب لگا دیں۔ پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ سے مال و اولاد کی نعمتیں بخشیں اور ان کے صبر اور استقامت کے صلہ میں ان کی یہ نعمتیں پہلے کی بہ نسبت دوگنی ہوگئیں۔

موسیٰ اور ہارون

موسیٰ: پیدائش سے بعثت تک

طٰسٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَ لَا تَخَافِيْ

طسمٓ۔ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔
(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) ہم تمہیں موسیٰ اور فرعون کے کچھ حالات مومن لوگوں کو سنانے کیلئے صحیح صحیح سناتے ہیں۔
فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا اور وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا، ان میں سے ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور اُن کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور انہیں (ملک کا) وارث کریں۔ اور ملک میں ان کو قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکر کو وہ چیز دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ جب تم کو اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہو تو اُسے دریا میں ڈال

وَ لَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ
الْمُرْسَلِیْنَ ۝٧ فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ
عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا
خٰطِـِٕیْنَ ۝٨ وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ
لَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا
وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝٩ وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ
اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا
لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝١٠ وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ ۫
فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝١١ وَ
حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ
عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝١٢
فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ
اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝١٣ وَ
لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ
كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝١٤ وَ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰى
حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ۫
هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ
مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى
فَقَضٰى عَلَیْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ
مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ۝١٥ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ
لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝١٦ قَالَ رَبِّ
بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ۝١٧
فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی

دینا اور نہ تو خوف کرنا اور نہ رنج کرنا ہم اُس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر) اُسے پیغمبر بنا دیں گے۔ تو فرعون کے لوگوں نے ان کو اٹھا لیا تاکہ (اللہ کی منشاء کے مطابق) وہ ان کے لئے دشمنی اور غم (کا سبب) بن جائیں، بے شک فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکر خطا کار تھے۔ اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ (یہ) میری اور تمہاری (دونوں کی) آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرنا شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں، اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے۔ اور موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا اگر ہم اُن کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اس (قصے) کو ظاہر کر دیں (جب کہ ہماری) غرض یہ تھی کہ وہ مومنوں میں رہیں۔

اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا تو وہ اُسے دُور سے دیکھتی رہی اور اُن (لوگوں) کو کچھ خبر نہ تھی۔ اور ہم نے پہلے ہی اس پر (دائیوں کے) دُودھ حرام کر دیئے تھے تو موسیٰ کی بہن نے کہا کہ میں تمہیں ایسے گھر والے بتاؤں کہ تمہارے لئے اس (بچے) کو پالیں اور اس کی خیر خواہی (سے) پرورش کریں؟ تو ہم نے (اس طریق سے) ان کو ان کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائیں اور معلوم کریں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن یہ اکثر نہیں جانتے۔ اور جب موسیٰ جوانی کو پہنچے اور بھر پور (جوان) ہو گئے تو ہم نے اُن کو حکمت اور علم عنایت کیا اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے بے خبر ہو رہے تھے تو دیکھا کہ وہاں دو شخص لڑ رہے ہیں ایک تو موسیٰ کی قوم کا ہے اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تو جو شخص اُن کی قوم میں سے تھا اُس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں جو موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا موسیٰ سے مدد طلب کی تو اُنہوں نے اس کو مکا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ (پھر) کہنے لگے کہ یہ کام تو (اغوائے) شیطان سے ہوا بے شک وہ (انسان کا) دشمن اور صریح بہکانے والا ہے۔ بولے کہ الٰہی! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے تو اللہ نے ان کو بخش دیا بے شک وہ

اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى
اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ
بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ
تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ
اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ
الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ
يَسْعٰى ۫ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ
لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ
مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى
رَبِّيْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ
مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۫
وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا
خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ
وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ
فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾
فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ
اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ
وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ
الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ
اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ
الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى
ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ

بخشنے والا مہربان ہے۔ کہنے لگے کہ اے اللہ! تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے میں (آئندہ) کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ بنوں گا۔ الغرض صبح کے وقت شہر میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوئے کہ دیکھیں (کیا ہوتا ہے) تو ناگہاں وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی پھر ان کو پکار رہا ہے موسیٰ نے اس سے کہا کہ تو تو صریح گمراہ ہے۔ جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو جو ان دونوں کا دشمن تھا پکڑ لیں تو وہ (یعنی موسیٰ کی قوم کا آدمی) بول اٹھا کہ اے موسیٰ! جس طرح تم نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا (اُسی طرح) چاہتے ہو کہ مجھے بھی مار ڈالو؟ تم تو یہی چاہتے ہو کہ ملک میں ظلم وستم کرتے پھرو اور یہ نہیں چاہتے کہ نیکوکاروں میں ہو۔

اور ایک شخص شہر کی پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا (اور) بولا کہ موسیٰ (شہر کے) رئیس تمہارے بارے میں صلاحیں کرتے ہیں کہ تم کو مار ڈالیں سو تم یہاں سے نکل جاؤ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ موسیٰ وہاں سے ڈرتے ڈرتے نکل کھڑے ہوئے کہ دیکھیں (کیا ہوتا ہے اور) دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔ اور جب مدیَن کی طرف رُخ کیا تو کہنے لگے کہ امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا رستہ بتائے۔ اور جب مدیَن کے پانی (کے مقام) پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوگ جمع ہو رہے ہیں (اور اپنے چوپایوں کو) پانی پلا رہے ہیں اور ان کے ایک طرف دو عورتیں (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی ہیں موسیٰ نے (ان سے) کہا تمہارا کیا کام ہے؟ وہ بولیں کہ جب تک چرواہے (اپنے چوپایوں کو) لے نہ جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتے اور ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔

تو موسیٰ نے ان کے لئے (بکریوں کو) پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف چلے گئے اور کہنے لگے کہ الٰہی! میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے۔ (تھوڑی دیر کے بعد) ان میں سے ایک عورت جو شرماتی اور لجاتی چلی آتی تھی موسیٰ کے پاس آئی (اور) کہنے لگی کہ تم کو میرے والد بلاتے ہیں کہ تم نے جو ہمارے لئے پانی پلایا تھا اُس کی تمہیں اُجرت دیں۔ جب وہ اُن کے پاس گئے اور اُن سے

اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ
عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾
قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا
عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ فَلَمَّا
قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ
الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ
اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ
تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ
الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ
يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اَنْ اَلْقِ
عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ
لَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ ۟ اِنَّكَ مِنَ
الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ
غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّ اضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ
فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ
مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَ اَخِيْ هٰرُوْنُ
هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ۫
اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ
بِاَخِيْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ
بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

(اپنا) ماجرا بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ کچھ خوف نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔ ایک لڑکی بولی کہ ابا ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا اور امانت دار (ہو)۔ انہوں نے (موسیٰ سے) کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تم سے بیاہ دوں اس (عہد) پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو اور اگر دس سال پورے کر دو تو وہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے۔ اور میں تم پر تکلیف ڈالنی نہیں چاہتا تم مجھے ان شاءاللہ نیک لوگوں میں پاؤ گے۔ موسیٰ نے کہا کہ مجھ میں اور آپ میں یہ (عہد پختہ ہوا) میں جونسی مدت (چاہوں) پوری کر دوں پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو اور ہم جو معاہدہ کرتے ہیں اللہ اس پر گواہ ہے۔ جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے تو طُور کی طرف سے آگ دکھائی دی تو اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ (تم یہاں) ٹھہرو مجھے آگ نظر آئی ہے شاید میں وہاں سے (رستے کا) کچھ پتا لاؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم تاپو۔

جب اس کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت میں سے آواز آئی کہ موسیٰ میں تو اللہ رب العالمین ہوں۔ اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دو (تو انھوں نے لاٹھی زمین پر ڈال دی) پھر جب یہ دیکھا کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پلٹ کر دوڑ پڑے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (تب ہم نے کہا کہ) موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو مت تم امن پانے والوں میں ہو۔ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو تو بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا اور خوف دُور ہونے (کی وجہ) سے اپنے بازو کو اپنی طرف سکیڑ لو یہ دو دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے ہیں (ان کیساتھ) فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس (جاؤ) کہ وہ نافرمان لوگ ہیں۔ موسیٰ نے کہا کہ الٰہی! اُن کا ایک شخص میرے ہاتھ سے قتل ہو چکا ہے سو مجھے خوف ہے کہ وہ (کہیں) مجھے مار نہ ڈالیں۔ اور ہارون (جو) میرا بھائی (ہے) اس کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو اُس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے مجھے خوف ہے کہ وہ میری تکذیب کریں

وَ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ ﴿۹﴾ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ
لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا
بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ
يٰمُوْسٰى ؕ ﴿۱۱﴾ اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ
الْمُقَدَّسِ طُوًى ؕ ﴿۱۲﴾ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾
اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ
لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى
كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا
يُؤْمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾ وَ مَا تِلْكَ
بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا
وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَ لِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾
قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾
قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ٚ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾
وَ اضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ
سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ۙ ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۚ ﴿۲۳﴾
اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۧ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ
صَدْرِيْ ۙ ﴿۲۵﴾ وَ يَسِّرْ لِيْۤ اَمْرِيْ ۙ ﴿۲۶﴾ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ
لِّسَانِيْ ۙ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۖ ﴿۲۸﴾ وَ اجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ
اَهْلِيْ ۙ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ۙ ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ ۙ ﴿۳۱﴾
وَ اَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ ۙ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۙ ﴿۳۳﴾ وَّ

گے۔ (اللہ نے) فرمایا ہم تمہارے بھائی سے تمہارے بازو کو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے تو ہماری نشانیوں کے سبب وہ تم تک نہ پہنچ سکیں گے (اور) تم اور جنہوں نے تمہاری پیروی کی غالب رہو گے۔ (۲۸:۱تا۳۵)

اور کیا تمہیں موسیٰ (کے حال) کی خبر ملی ہے؟ جب انہوں نے آگ دیکھی تو اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ تم (یہاں) ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید اس میں سے میں تمہارے پاس انگاری لاؤں گا یا آگ (کے مقام) کا رستہ معلوم کر سکوں۔ جب وہاں پہنچے تو آواز آئی کہ اے موسیٰ!۔ میں تو تمہارا رب ہوں تو اپنی جوتے اُتار دو تم (یہاں) پاک میدان (یعنی) طُویٰ میں ہو۔ اور میں نے تم کو منتخب کر لیا ہے تو جو حکم دیا جائے اُسے سنو۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔ قیامت یقیناً آنے والی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں تا کہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلا پائے۔ تو جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلتا ہے (کہیں) تم کو اس (کے یقین) سے روک نہ دے تو (اس صورت میں) تم ہلاک ہو جاؤ۔ اور موسیٰ یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے اس پر میں سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے اور بھی کئی فائدے ہیں۔ فرمایا کہ موسیٰ! اسے ڈال دو۔ تو انہوں نے اس کو ڈال دیا اور وہ ناگہاں سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ اللہ نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو اور ڈرنا مت ہم اس کو ابھی اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ اور اپنا ہاتھ اپنی بغل سے لگا لو وہ کسی عیب (بیماری) کے بغیر سفید (چمکتا دمکتا) نکلے گا (یہ) دوسری نشانی (ہے)۔ تا کہ ہم تمہیں اپنے نشاناتِ عظیم دکھائیں۔ تم فرعون کے پاس جاؤ (کہ) وہ سرکش ہو رہا ہے۔ کہا کہ میرے اللہ! (اس کام کے لئے) میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے، تا کہ وہ بات سمجھ لیں۔ اور میرے گھر

نَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ
اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً
اُخْرٰۤى ﴿٣٧﴾ اِذْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا يُوْحٰۤى ﴿٣٨﴾ اَنِ
اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ
بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ اَلْقَيْتُ
عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ۬ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿٣٩﴾ اِذْ تَمْشِيْۤ
اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ
فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ ؕ۬ وَ
قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫
فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ ۬ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ
يّٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾ وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ
اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾ اِذْهَبَاۤ اِلٰى
فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ
يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿٤٤﴾ قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ
يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ
مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿٤٦﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ
فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ
جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ
الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ
كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿٤٨﴾

والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (یعنی مددگار) مقرر فرما (یعنی) میرے بھائی ہارون کو۔ اُس سے میری قوت کو مضبوط فرما اور اُسے میرے کام میں شریک کرتا کہ ہم تیری بہت سی تسبیح کریں اور تجھے کثرت سے یاد کریں، تو ہم کو (ہر حال میں) دیکھ رہا ہے۔ فرمایا کہ اے موسیٰ! تمہاری دعا قبول کی گئی۔ اور ہم نے تم پر ایک بار اور بھی احسان کیا تھا۔ جب ہم نے تمہاری والدہ کو الہام کیا تھا جو تمہیں بتایا جاتا ہے۔ (وہ یہ تھا) کہ اسے (یعنی موسیٰ کو) صندوق میں رکھو پھر اُس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو تو دریا اُسے کنارے پر ڈال دے گا (اور) میرا اور اُس کا دشمن اُسے اٹھا لے گا اور (موسیٰ) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی (اس لئے کہ تم پر مہربانی کی جائے) اور اس لئے کہ تم میرے سامنے پرورش پاؤ۔ جب تمہاری بہن (فرعون کے ہاں) گئی اور کہنے لگی کہ میں تمہیں ایسا شخص بتاؤں جو اس کو پالے تو (اس طریق سے) ہم نے تمہیں تمہاری ماں کے پاس پہنچا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ رنج نہ کریں۔ اور تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا تو ہم نے تم کو غم سے مخلصی دی اور ہم نے تمہاری (کئی بار) آزمائش کی پھر تم کئی سال اہلِ مدین میں ٹھہرے رہے پھر اے موسیٰ! تم (قابلیت رسالت کے) اندازے پر آ پہنچے۔

اور میں نے تمہیں اپنے (کام کے) لئے بنایا ہے۔ تو تم اور تمہارا بھائی دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ سرکش ہو رہا ہے اور اُس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔ دونوں کہنے لگے کہ ہمارے رب! ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرنے لگے یا زیادہ سرکش ہو جائے۔ اللہ نے فرمایا کہ ڈرو مت میں تمہارے ساتھ ہوں (اور) سنتا اور دیکھتا ہوں۔ (اچھا) تو اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے اور انہیں عذاب نہ کیجئے، ہم آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور جو ہدایت کی بات مانے اس کو سلامتی ہو۔ ہماری طرف یہ وحی آئی ہے کہ جو جھٹلائے اور

منہ پھیرے اُس کے لئے عذاب (تیار) ہے۔(۲۰:۹ تا ۴۸)، نیز دیکھیں ۲۶:۱۰ تا ۱۷

وَ رُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَ رُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰى تَكۡلِيۡمًا ۚ﴿۱۶۴﴾

اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم تم سے پیشتر بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات تم سے بیان نہیں کئے اور موسیٰ سے تو اللہ تعالیٰ نے باتیں بھی کیں۔(۴:۱۶۴)

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ ہی دو ایسے پیغمبر ہیں جن کی پیدائش کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ قرآن میں کیا گیا ہے۔ موسیٰ کی بابت یہ ذکر مصر میں بنی اسرائیل پر فرعون کے ظلم و جبر کے ذیل میں تفصیل سے آیا ہے: ''کہ فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا اور وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا ان میں سے ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور اُن کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا'' [۲۸:۴]۔ حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ ایسے پیغمبر ہیں جن کے بارے میں قرآن ان کی دعوت اور مقصد کے خاص خطوط پر روشنی ڈالتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام و محمد ﷺ کے معاملہ میں ان کی ان شخصیت پر کچھ روشنی ڈالتا ہے جس سے ہمیں ان کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ البتہ محمد ﷺ کی پیدائش کے بارے میں قرآن میں کوئی ذکر نہیں ہے، کیوں کہ ان کے ساتھ نہ تو موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے ڈرامائی ماحول جیسا کوئی معاملہ تھا جو فرعون کے ظلم کی وجہ سے بنا ہوا تھا، اور نہ حضرت عیسیٰ کی کرشماتی پیدائش جیسا معاملہ تھا جو بغیر باپ کے کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے۔

قرآن کی ۲۸ ویں سورۃ 'القصص' بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم کے ذکر سے شروع ہوتی ہے اور حضرت موسیٰ کی پیدائش اور بچپن و جوانی کے کچھ واقعات اس میں بیان ہوئے ہیں، اور پھر کچھ آیات میں موسیٰ و فرعون کے درمیان کشمکش کا بیان ہے جو بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملنے کے واقعہ پر مکمل ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے بارے میں مزید تفصیلات، مصر میں ان کے قیام اور صحرائے سینا میں ان کے داخلہ اور وہاں پیش آئے واقعات ۴۰۰ سے زیادہ آیات میں بیان ہوئے ہیں جو پورے قرآن میں مختلف سورتوں میں ملتے ہیں۔ سورۃ قصص کی کل ۸۸ آیات میں سے چھیالیس آیات تو موسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر ہی مشتمل ہیں، اور دیگر نو آیات قارون کا واقعہ بیان کرتی ہیں جو فرعون کا ایک مصاحب تھا اور جسے بائبل میں کورہ Korah نام سے ذکر کیا گیا ہے۔

یہ سورۃ عربی کے تین مقطع حروف سے شروع ہوتی ہے: طٰ س م۔ یہ حروف ''مقطعات'' یا حروف ''مفاتح'' جو ۲۷ سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں، ان کا کوئی متعین مطلب بیان نہیں کیا جا سکتا، نہ ان کی اہمیت یا ان کی علامتی تعریف تعین کے ساتھ بتائی جا سکتی ہے۔ مجموعی طور پر یہ حروف مقطعات جو کچھ سورتوں کے شروع میں آئے ہیں عربی حروف کی نصف تعداد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے یا آپ کے صحابہ سے ان کا کوئی واضح مطلب ہم تک نہیں پہنچا ہے۔ بعد میں اس راز کو سمجھنے کے لئے جو کوششیں کی گئیں اس میں جو سب سے زیادہ قابل فہم بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ حروف اس بات کو اجاگر کرتے ہیں کہ قرآن، جس کے اسلوب کی مثال نہیں ہے، عربی الفاظ پر مبنی ہے اور یہ الفاظ عربی کے عام حروف سے ہی بنے ہیں جنہیں ہر عرب جانتا اور سمجھتا ہے۔ اس خیال کو اس بات سے بھی تائید حاصل ہوتی ہے کہ جن سورتوں میں یہ حروف مقطعات آئے ہیں وہ براہ راست یا بالواسطہ الکتاب یا وحی کا ہی حوالہ ہیں [براہ راست سورۃ ۲، ۳، ۷، ۱۰ تا ۱۵، ۲۰، ۲۶ تا ۲۸، ۳۱، ۳۲، ۳۶، ۳۸، ۴۰ تا ۴۶، ۵۰؛ بالواسطہ طور پر سورۃ ۱۷، ۲۹، ۳۰، ۶۸]۔ اسی بات کی تائید کچھ قدیم و جدید ممتاز ماہر لسانیات، مفسرین قرآن اور فقہا نے بھی کی ہے جیسے المبرد، ابن الحزم، الزمخشری، الرازی، البیضاوی، ابن تیمیہ، ابن کثیر اور دیگر [مثال کے طور

پر دیکھیں زمخشری کی تفسیر آیت ۲:۱، جلد ا: تفسیر ابن کثیر، تفسیر المنار (محمد عبدہ اور محمد رشید رضا): اسی آیت کی تشریح، اور انگریزی میں دیکھیں: محمد اسد کی دی میسیج آف قرآن، ضمیمہ ۲، ص۔ ۹۹۲ تا ۹۹۳]۔

بنی اسرائیل کو بعد میں مصر کے اندر فرعون کے مظالم سے جب نجات ملی وہ صرف اللہ کی ہدایت سے ہی ملی جو اللہ کے پیغمبر نے لوگوں تک پہنچائی اور پیغمبر نے ہی قوم کی رہبری بھی کی۔ یہ پورا منصوبہ اس بچے کی ماں کو الہام ہونے سے شروع ہوتا ہے جسے بڑے ہوکر قوم کی قیادت کرنی تھی اور جسے نبوت کے لئے چنا جانا تھا۔ اس ماں کو یہ الہام ہوا کہ بچے کو ایک تابوت میں رکھ دیں اور پھر تابوت کو دریا میں چھوڑ دیں[۲۸:۷، ۲۰:۳۸ تا ۳۹]۔ قرآن میں صرف دو خواتین کا ذکر ہے جنہیں اللہ کی طرف سے الہام ہوا، ایک حضرت موسیٰ کی والدہ اور دوسری حضرت عیسیٰ کی والدہ، اور ان دونوں خواتین کو یہ الہام ان کے بچوں کے بارے میں ہوا جنہیں پیغمبر ہونا تھا [حضرت موسیٰ کی والدہ کے حوالہ کے لئے دیکھیں ۲۰:۳۸ تا ۳۹، ۲۸:۷؛ اور حضرت عیسیٰ کی والدہ کے لئے ۳:۴۲، ۴۵ تا ۵۱؛ ۱۹:۱۶ تا ۲۱]۔ اس کا مطلب بہر حال یہ نہیں ہے کہ یہ خواتین نبی بنائی گئی تھیں، اگر چہ ان کے بچے نبی بنے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور نگرانی تھی کہ جس بچے کو دریا میں بہا دیا گیا وہ نہ صرف ڈوبنے سے بچ گیا بلکہ پھر اس کی پیدائش اس دشمن کے گھر میں ہوئی جس کے ڈر سے اسے بہایا گیا تھا، اور پھر بھی نگرانی اس کی ماں کو ہی ملی[۲۸:۸ تا ۱۳؛ ۲۰:۳۷ تا ۴۰]۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ عبرانی لفظ موسیٰ (Moses) مشیح سے ہے اور مسیح کا مصدر مسح ہے (یعنی باہر نکالنا)، کیوں کہ انہیں پانی سے باہر نکالا گیا تھا۔ ولیم اسمتھ نے اپنی بائبل ڈکشنری میں لکھا ہے کہ ''یہ غالباً ایک باہری لفظ کی عبرانی شکل ہے۔ کوپٹک میں 'موٗ' کا مطلب ہے پانی اور 'اوشوٗ' کا مطلب ہے بچایا گیا۔ یہ وضاحت یہودی تاریخ نویس جوزیفس [۳۷ تا ۱۰۰ عیسوی] نے کی ہے''۔ اسمتھ مزید لکھتے ہیں کہ چوں کہ بچہ کو شہزادی نے گود لیا تھا اس لئے کئی برسوں تک انہیں مصری سمجھا جاتا رہا ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''خمسہ موسیٰ (انجیل کی پانچ کتابیں) میں یہ عرصہ خالی ہے لیکن عہد نامہ جدید میں انہیں تمام مصریوں میں سب سے زیادہ عقل مند اور قول و فعل میں مضبوط بتایا گیا ہے'' [Acts VII: 22]۔ اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں بنی اسرائیل کو نجات دلانے کے لئے موسیٰ کو تیار کیا اور ان پر اپنا پیغام اتارا۔ اللہ نے اپنی نگرانی اور رہنمائی میں انہیں کچھ خاص حالات سے گزارا[۲۰:۳۹] اور اپنے کام کے لئے انہیں منتخب کیا[۲۰:۴۱]۔ حالانکہ موسیٰ اس جگہ رہے جو اسرائیلوں کے لئے سب سے زیادہ غیر محفوظ تھا: یعنی خود ظالم دشمن کے محل میں[۲۸:۸ تا ۹؛ ۲۰:۳۹]۔ جس طرح حضرت ابراہیم کو آگ میں پھینکا گیا تھا اور اللہ نے اپنی مہربانی سے انہیں آگ سے صحیح سلامت باہر نکال لیا[۲۱:۶۹ تا ۷۰؛ ۳۷:۹۷ تا ۹۸]۔ یہاں موسیٰ کو ندی میں پھینکا گیا اور دشمنوں کے درمیان بھی ہی انہیں پالا پایا گیا اور وہیں رہ کر ان کا جسمانی، روحانی اور عقلی ارتقاء ہوا: ''اور جب موسیٰ جوانی کو پہنچے اور بھرپور (جوان) ہو گئے تو ہم نے اُن کو حکمت اور علم عنایت کیا اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں'' [۲۸:۱۴]۔ پھر ایک واقعہ سے مجبور ہوکر موسیٰ اس خول سے باہر نکل آئے جس میں اب تک وہ محدود تھے۔ واقعہ یہ ہوا کہ انھوں نے ایک جگہ دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا ان میں ایک خود ان کی قوم کا آدمی تھی اور دوسرا قبطی تھا یعنی فرعون کی قوم کا جس نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا۔ ان کی قوم کے آدمی نے مدد کے لئے آواز لگائی تو موسیٰ دوڑ کر پہنچے اور ایک گھونسا قبطی کے مارا، گھونسا ایسا پڑا کہ اس کی موت کا سبب بن گیا، حالانکہ موسیٰ کا ارادہ اسے مار دینے کا نہیں تھا۔ اشتعال میں ایسا ہی ردعمل ان سے پھر سرزد ہونے والا تھا کہ جھگڑے میں ملوث مصری قوم کا آدمی چیخ کر بول پڑا کیا مجھے بھی ایسے ہی مار ڈالو گے جیسا اس دوسرے آدمی کو کل تم نے مارا ہے، یہ سن کر وہ رک گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر ظالم و غالب قوم کے تئیں فطری طور سے غصہ کے جذبات موجزن تھے جن پر قابو پانا ان کے لئے آسان نہ تھا۔ لیکن اچانک احساس سے وہ چونک گئے اور انہیں یہ احساس ہو گیا کہ کل ان سے جو قتل ہو گیا

اس کی خبر عام ہوگئی ہے اوراس کے بدلے انہیں بھی مار دیا جائے گا۔قرآن کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ کے اندر بڑی طاقت تھی اوران کی ایک ضرب نے وہ کام کر دیا جس کا اردہ انھوں نے نہیں کیا تھا، اور وہ جھگڑالو قبطی اس انجام کا مستحق نہیں تھا اور نہ اس جھگڑے میں مدد کو پکارنے والے اسرائیلی کو ایسی کوئی توقع تھی۔ موسیٰ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور یہ کہ جذبات سے مغلوب ہوکر وہ زیادتی کر بیٹھے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی[۲۸:۱۵ تا۱۶، ۲۰:۴۰]۔مزید برآں، اپنے اسی اسرائیلی ہم قوم کو جب انھوں نے ایک دوسرے قبطی سے جھگڑتے دیکھا تو انہیں یہ بھی یقین ہوگیا کہ اصل میں وہی جھگڑالو تھا[۲۸:۱۸]۔مظلوم افراد اور قوموں کو طاقت حاصل ہوجانے پرخود کو ظالم بن جانے سے روکنے کے لئے خود پر قابو رکھنا ضروری ہے، جب کہ موسیٰ کو اللہ کی آزمائشوں سے گزرنا تھا[۲۰:۴۰] اور شیطان کے پھندوں کا تجربہ ہونا تھا'۲۸:۱۵] اور یہ جاننا تھا کہ شیطان کی چالوں کی مزاحمت کیسے کرنی چاہئے[۲۸:۱۵ تا۱۶]۔ یہ واقعہ بلاشبہ موسیٰ کے لئے چشم کشا ہوا۔انھوں نے برسوں تک فرعون کے دربار میں رہنے کے باوجود اپنی اسرائیلی پہچان کو یاد رکھا اور وہ اس بات سے بھی باخبر تھے کہ ان کی قوم ظلم وستم کا شکار ہے،لیکن اس واقعہ سے انھوں نے یہ جانا کہ اپنے دفاع میں اقدام کرنے والا بھی اگر جائز حدود سے آگے بڑھ کر اقدام کرے تو وہ خود جارح بن جاتا ہے اور جو فی الواقع جارح وظالم ہوتا ہے وہ مظلوم بن جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل کے ایک نجات دہندہ کی حیثیت سے اپنے مشن کو اور اللہ کے نبی کی حیثیت سے اپنے کار دعوت کو انجام دینے کے واسطے تیار کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ حضرت موسیٰ اپنی اسرائیلی شناخت سے باخبر ہوں، اور جائز ومعقول مدافعت اور اختیار سے تجاوز کرنے کے درمیان جو مہین لکیر ہوتی ہے اسے سمجھیں۔ وہ ڈرتے ڈراتے شہر مصر سے نکل گئے[۲۸:۲۱]لیکن اس بات کا تہیہ کرلیا کہ کبھی کسی قصور وار کی حمایت نہیں کریں گے اس بات سے قطع نظر کہ وہ کسی بھی قوم سے ہو[۲۸:۱۷]۔مدین میں انہیں ایک عام آدمی کی سی زندگی گزارنے، ضرورت مندوں کو اپنی طاقت سے مدد پہنچانے اور اپنی روزی کمانے کا موقع ملا۔انھوں نے وہاں رہنے والے ایک صالح بزرگ کی بیٹیوں کی مدد کی تاکہ وہ بغیر تاخیر کے پانی نکال کرلے جاسکیں۔قرآن میں واضح طور سے ایسا کوئی اشارہ نہیں ہے کہ یہ بزرگ حضرت شعیب تھے۔دوسری آیات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مدین کے لوگوں میں حضرت شعیب کو نبی بنایا گیا تھا[۷:۸۵؛ ۱۱:۸۴: ۲۹:۳۶]لیکن کیا حضرت شعیب حضرت موسیٰ کے ہم عصر تھے، جن سے حضرت موسیٰ کی ملاقات ہوئی اور جن کی بیٹی سے ان کی شادی ہوئی؟ قرآن میں اس کی کوئی واضح شہادت نہیں ملتی؛ بائبل میں حضرت موسیٰ کے سسر کا نام ''جیتھرو'' اور'ریوئیل'' بتایا گیا ہے[ایکسوڈس ۱۸:۱۱]اور موخر الذکر کا مطلب ہے'اللہ کا وفادار'۔

اب حضرت موسیٰ محل سے دور ایک دوسری بستی میں رہنے لگے جہاں وہ کھیتی یا گلہ بانی کرتے تھے اور اپنے اہل خانہ کی دیکھ ریکھ کرتے تھے۔مدین میں انھوں نے تقریباً آٹھ سال تک قیام کیا[۲۸:۲۷ تا ۲۹]اور اس عرصہ میں اللہ کی یہ مشیت پوری ہوئی کہ ان کے اندر پختگی آگئی، انسانوں کے بارے میں انہیں علم ملا اور معاملات میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے کی صلاحیت یعنی''حکمت'' حاصل ہوئی، اور بزرگ صالح کے تجربات سے انھوں نے فائدہ اٹھایا۔معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے بزرگ صالح کی شرط کے مطابق آٹھ سال تک ان کے ساتھ رہ کر کام کرنے کی مدت جب پوری کرلی تو واپس مصر جانے کی خواہش کی، جیسا کہ طورسینا پر ان کے قیام سے پتا چلتا ہے۔کیا مصر واپس جانے کی یہ خواہش موسیٰ کے اندر اپنی قوم سے محبت کے جذبات کی وجہ سے ہوئی اور اس جگہ واپس جانے کی چاہت سے ہوئی جہاں ان کی زندگی کا بڑا حصہ گزرا تھا یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ حکم ہوا تھا کہ واپس جائیں۔ جو بات بھی ہو بہر حال، مصر واپسی کے اسی سفر میں کوہ طور پر حضرت موسیٰ کے پاس اللہ کی وحی آئی، اور کہا گیا کہ۔۔۔''پھر تم کئی سال اہلِ مدیَن میں ٹھہرے رہے اور اب تم آئے

ہو (یہاں) جیسا کہ (میں نے) طے کیا اے موسیٰ!‘‘ [۲۰:۴۰]۔

کوہ طور پر موسیٰ پر جو پہلی وحی آئی اس میں اللہ پر ایمان اور آخرت میں ہر انسان کی جواب دہی پر زور دیا گیا ہے [۲۰: ۱۴ تا ۱۶]، اور فرعون کے لئے حضرت موسیٰ کے پیغام کا ذکر ہے [۲۸:۱:۳۱ تا ۳۵؛ ۲۰: ۴۲ تا ۴۷]۔ یہ مصر میں بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلانے کا پیغام ہے: ’’(اچھا) تو اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے اور انہیں عذاب نہ کیجئے، ہم آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور جو ہدایت کی بات مانے اس کو سلامتی ہو‘‘ [۲۰:۴۷، نیز دیکھیں ۲۶:۱۶ تا ۱۷]۔ اللہ نے موسیٰ کو فرعون کے سامنے اپنی صداقت کے ثبوت میں کچھ معجزے بخشے: کہ ان کی لاٹھی سانپ بن جاتی تھی، اور ان کا ہاتھ بغل سے نکالنے پر سفید ہو جاتا تھا [۲۸:۱:۳۱ تا ۳۲؛ ۲۰:۱۷ تا ۲۴]۔

موسیٰ علیہ السلام چوں کہ فرعون کے تکبر و سفا کی سے واقف تھے اس لئے فطری طور پر انہیں یہ ڈر ہوا کہ وہ ان کے ساتھ سختی سے پیش آئے گا اور ان پر ظلم کرے گا [۲۰:۴۵]، چنانچہ انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ ’’**رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، يعنی** اے میرے رب میرا سینہ کھول دیجئے، میرا کام میرے لئے آسان کر دیجئے اور میری زبان کی گرہ کھول دیجئے (تاکہ فرعون اور اس کے درباری) میری بات سمجھ سکیں [۲۰:۲۵ تا ۲۸]۔ اس کے علاوہ موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے یہ استدعا بھی کی کہ ان کے بھائی کو اس مشن میں ان کی مدد کے لئے ان کے ساتھ شریک کر دیا جائے [۲۸:۳۴ تا ۳۵؛ ۲۰:۲۹ تا ۳۷]۔ یہ کتنے اطمینان اور ہمت کی بات تھی کہ موسیٰ نے ہیبت ناک صورت حال میں اس عظیم اور بھاری ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے اللہ سے اپنے بھائی کو بھی اس ذمہ داری میں ساتھ دینے کے لئے مقرر کرنے کی درخواست کی، اور یہ اللہ کی کتنی مہربانی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ درخواست قبول کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے مزید رہنمائی یہ بھی دی کہ انہیں فرعون کو کس طرح خطاب کرنا ہے اور اس سے کیسے بات کرنی ہے: ’’اور اُس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ (ان نشانیوں پر) غور کرے یا (معجزے دیکھ کر) ڈر جائے‘‘ [۲۰:۴۴]۔ یہ ہمت بھی بندھائی کہ اللہ قادر مطلق اپنے پیغمبروں کے ساتھ ہے: ’’اللہ نے فرمایا کہ ڈرو مت میں تمہارے ساتھ ہوں (اور) سنتا اور دیکھتا ہوں [۲۰:۴۶]، اور موسیٰ کو یہ یقین دہانی کرائی کہ ’’تم اور جنہوں نے تمہاری پیروی کی غالب رہو گے [۲۸:۳۵]۔ یہ ان دو لوگوں کے درمیان ایک حقیقی چیلنج (آزمائش) تھا جن میں ایک سفاک ظالم تھا اور جسے خود اپنے اوپر گھمنڈ تھا اور دوسری طرف مظلوموں کے نجات دہندہ تھے جنہیں اللہ قادر مطلق کی حمایت حاصل تھی۔

مصر میں موسیٰ کی دوبارہ آمد: فرعون کو دعوت

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

پھر ان (پیغمبروں) کے بعد ہم نے موسیٰ کو نشانیاں دے کر فرعون اور اُس کے اعیانِ سلطنت کے پاس بھیجا تو اُنہوں نے اُن کے ساتھ کفر کیا، سو دیکھ لو کہ خرابی کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟ اور موسیٰ نے کہا کہ اے فرعون! میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔ مجھ پر واجب ہے کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ کہوں سچ ہی کہوں، میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، سو بنی اسرائیل کو

فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ
بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى
عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ
بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ
اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ
اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ
اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ
عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا
اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ
الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ
نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا
سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ
عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ
فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا
صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا
بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ
فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا
لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ
مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى
رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا
بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ

میرے ساتھ جانے کی رخصت دے دو۔ فرعون نے کہا کہ اگر تم نشانی لے کر آئے ہو تو اگر سچے ہو تو لاؤ (دکھاؤ)۔ موسیٰ نے اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دی تو وہ اُسی وقت صریح اژدھا (ہو گیا)، اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اسی دم دیکھنے والوں کی نگاہوں میں سفید براق (تھا)۔ تو قوم فرعون میں جو سردار تھے وہ کہنے لگے کہ یہ بڑا علامہ جادوگر ہے۔ اس کا اردہ یہ ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے بھلا تمہاری کیا صلاح ہے؟ انہوں نے (فرعون سے) کہا کہ فی الحال موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملے کو معاف رکھیے اور شہروں میں نقیب روانہ کیجیے کہ تمام ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں۔ (چنانچہ ایسا ہی کیا گیا) اور جادوگر فرعون کے پاس آ پہنچے اور پوچھنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں صلہ عطا کیا جائے گا؟

(فرعون نے) کہا ہاں (ضرور)، اور (اس کے علاوہ) تم مقربوں میں داخل کر لئے جاؤ گے۔ (جب فریقین روزِ مقرر پر جمع ہوئے تو) جادوگروں نے کہا موسیٰ یا تو تم (جادو کی چیز) ڈالو یا ہم ڈالتے ہیں۔ (موسیٰ نے) کہا کہ تم ہی ڈالو۔ جب انہوں نے (جادو کی چیزیں) ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (یعنی نظر بندی کر دی) اور لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا بنا کر انہیں ڈرایا اور بڑا بھاری جادو دکھایا۔ (اس وقت) ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ تم اپنی لاٹھی ڈال دو وہ فوراً (سانپ بن کر) جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو (ایک ایک کر کے) نگل جائے گی۔ (پھر) تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ فرعونی کرتے تھے باطل ہو گیا، اور وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر رہ گئے۔ (یہ کیفیت دیکھ کر) جادوگر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم جہان کے رب پر ایمان لائے (یعنی) موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔ فرعون نے کہا کہ پیشتر اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے؟ بے شک یہ فریب ہے جو تم نے مل کر شہر میں کیا ہے تا کہ اہلِ شہر کو یہاں سے نکال دو، سو عنقریب (اس کا نتیجہ) معلوم کر لو گے۔ میں (پہلے تو) تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا پھر تم سب کو سولی

تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝١٢٦ وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ
اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ
يَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ
نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝١٢٧ قَالَ مُوْسٰى
لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫
يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ
لِلْمُتَّقِيْنَ ۝١٢٨ قَالُوْۤا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ
بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ
عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ
تَعْمَلُوْنَ ۝١٢٩ وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ
نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝١٣٠

چڑھوا دوں گا۔ وہ بولے کہ ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اور اُس کے سوا تجھ کو ہماری کون سی بات بُری لگی ہے کہ جب ہمارے رب کی نشانیاں ہمارے پاس آ گئیں تو ہم اُن پر ایمان لے آئے اے اللہ! ہم پر صبر و استقامت کے دہانے کھول دے اور ہمیں فرماں برداری کی حالت میں ہی موت دینا۔ اور قوم فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے کہ کیا آپ موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دیں گے کہ ملک میں فساد کرتے رہیں اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ وہ بولا کہ ہم اُن کے لڑکوں کو توقتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور بلا شبہ ہم اُن پر غالب ہیں۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو زمین تو اللہ کی ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے اور آخر میں بھلا تو اللہ سے ڈرنے والوں کا ہی ہونا ہے۔ وہ بولے کہ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہمیں اذیتیں پہنچتی رہیں اور آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ نے کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور اُس کی جگہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ اور ہم نے فرعونیوں کو قحطوں اور میووں کے نقصان میں پکڑا تا کہ نصیحت حاصل کریں۔ (۷: ۱۱۴ تا ۱۳۰)

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ
سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا
طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝١٣١ وَ
قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ
لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝١٣٢ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ
الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫
فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝١٣٣ وَ لَمَّا وَقَعَ
عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ
عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ

تو جب اُن کو آسائش حاصل ہوتی تو کہتے کہ یہ ہمارے ہی لئے ہے اور اگر سختی پہنچتی تو موسیٰ اور اُن کے رفیقوں کی بدشگونی بتاتے۔ دیکھو اُن کی بدشگونی اللہ کے ہاں (مقدر) ہے لیکن اُن میں اکثر نہیں جانتے۔ اور کہنے لگے کہ تم ہمارے پاس (خواہ) کوئی ہی نشانی لاؤ تا کہ اس سے ہم پر جادو کرو مگر ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ تو ہم نے اُن پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون کتنی کھلی ہوئی نشانیاں بھیجیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے، اور وہ لوگ تھے ہی گنہگار۔ اور جب اُن پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے کہ موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو جیسا اُس نے تم سے عہد کر رکھا ہے، اگر تم ہم سے عذاب کو ٹال دو گے تو ہم تم پر ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ جانے (کی اجازت) دیں گے۔ پھر

لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ
الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ
الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ
مَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ
الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا
كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

جب ہم ایک مدت کے لئے جس تک اُن کو پہنچنا تھا اُن سے عذاب دُور کر دیتے تو وہ عہد کو توڑ ڈالتے۔ تو ہم نے اُن سے بدلہ لے کر ہی چھوڑا کہ اُن کو دریا میں ڈبو دیا اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے اور اُن سے بے پروائی کرتے تھے۔ اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُن کو زمین (شام) کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دی تھی وارث کر دیا اور بنی اسرائیل کے بارے میں اُن کے صبر کی وجہ سے تمہارے رب کا نیک وعدہ پورا ہوا اور فرعون اور قومِ فرعون جو (محل) بناتے اور (انگور کے باغ) جو چھتریوں پر چڑھاتے تھے سب کو ہم نے تباہ کر دیا۔ (۷: ۱۳۴ تا ۱۳۷)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ
مَلَا۠ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾
فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ
مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ
اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَ لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾

پھر اُن کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو اُنہوں نے تکبر کیا اور وہ گنہگار لوگ تھے۔ تو جب اُن کے پاس ہمارے ہاں سے حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ موسیٰ نے کہا کیا تم حق کے بارے میں جب وہ تمہارے پاس آیا یہ کہتے ہو کہ یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پا سکتے۔ (۱۰: ۷۵ تا ۷۷)

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ
تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا
بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ
عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ
اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ
السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَ يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ
الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ
عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ
فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

وہ بولے کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ جس (راہ) پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں اُن سے ہمیں پھیر دو اور (اس) ملک میں تم دونوں ہی کی سرداری ہو جائے اور ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور فرعون نے حکم دیا کہ سب کامل فن جادوگروں کو ہمارے پاس لے آؤ۔ جب جادوگر آئے تو موسیٰ نے اُن سے کہا کہ جو تمہیں ڈالنا ہو ڈالو۔ جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو موسیٰ نے کہا کہ جو چیزیں تم (بنا کر) لائے ہو جادو ہے اللہ اس کو ابھی نیست و نابود کر دے گا، اللہ شریروں کے کام سنوارا نہیں کرتا۔ اور اللہ اپنے حکم سے سچ کو سچ ہی کر دے گا اگرچہ گنہگار بُرا ہی مانیں۔ تو موسیٰ پر کوئی ایمان نہ لایا مگر اس کی قوم میں سے چند لڑکے (اور وہ بھی) فرعون اور اس کے اہلِ دربار سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں وہ اُن کو آفت میں نہ پھنسا دے، اور فرعون ملک میں متکبر و غالب اور

وَ قَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ
تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ
تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ
نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَ اَوْحَيْنَاۤ
اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ
اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ
مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا
عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ
الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا
وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَ جٰوَزْنَا
بِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْيًا
وَّ عَدْوًا ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ
لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ
لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا
لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ
رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ
الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

(کبر و کفر میں) حد سے بڑھا ہوا تھا۔ اور موسیٰ نے کہا کہ بھائیو اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اگر (دل سے) فرماں بردار ہو تو اُسی پر بھروسا رکھو۔ تو وہ بولے کہ ہم اللہ ہی پر بھروسا رکھتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال۔ اور اپنی رحمت سے قومِ کفار سے نجات بخش۔ اور ہم نے موسیٰ اور اُس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (یعنی مسجدیں) ٹھہراؤ اور نماز پڑھو اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔ اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے اللہ! تو نے فرعون اور اُس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت) زیب و زینت اور مال دے رکھا ہے اے اللہ! ان کا زور تو یہ ہے کہ تیرے رستے سے گمراہ کر دیں، اے اللہ! ان کے مال کو برباد کر دے اور اُن کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ (اللہ نے) فرمایا کہ تمہاری دعا قبول کر لی گئی تو تم ثابت قدم رہنا اور بے عقلوں کے رستے نہ چلنا۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو فرعون اور اُس کے لشکر نے سرکشی اور زیادتی سے اُن کا تعاقب کیا یہاں تک کہ جب اُس کو غرق (کے عذاب) نے آ پکڑا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لایا کہ جس (الٰہ) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرماں برداروں میں ہوں۔ (جواب ملا کہ) اب (ایمان لاتا ہے)؟ حالانکہ پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسد بنا رہا۔ تو آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لئے عبرت ہو۔ اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کو عمدہ جگہ دی اور کھانے کو پاکیزہ چیزیں عطا کیں لیکن وہ باوجود علم حاصل ہونے کے اختلاف کرتے رہے بے شک جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں تمہارا رب قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا۔ (۱۰:۸۷ تا ۹۳)

قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ

اللہ نے فرمایا کہ ڈرو مت میں تمہارے ساتھ ہوں (اور) سنتا اور

فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ وَ
لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى
مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ
عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿٤٨﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾
قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾
قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ
فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَ لَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِيْ جَعَلَ
لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى
﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي
النُّهٰى ﴿٥٤﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا
نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾ وَ لَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا
فَكَذَّبَ وَ اَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا
بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ
بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَآ اَنْتَ مَكَانًا
سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ يُّحْشَرَ
النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ
اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ
كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾
فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾

دیکھتا ہوں۔ (اچھا) تو اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے اور انہیں عذاب نہ کیجئے، ہم آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور جو ہدایت کی بات مانے اس کو سلامتی ہو۔ ہماری طرف یہ وحی آئی ہے کہ جو جھٹلائے اور منہ پھیرے اُس کے لئے عذاب (تیار) ہے۔ (غرض موسیٰ اور ہارون فرعون کے پاس گئے) اس نے کہا کہ موسیٰ! تمہارا رب کون ہے؟ کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اُس کی شکل وصورت بخشی پھر راہ دکھائی۔ کہا تو پہلے کے لوگوں کا کیا ہوا؟ کہا کہ اُن کا علم میرے رب کو ہے (جو) کتاب میں (لکھا ہوا ہے) میرا رب نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے۔ وہ (وہی تو ہے) جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے لئے رستے جاری کئے اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے انواع واقسام کی مختلف روئیدگیاں پیدا کیں (کہ خود بھی) کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو بھی چراؤ۔ بے شک ان (باتوں) میں عقل والوں کے لئے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری دفعہ نکالیں گے۔ اور ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں مگر وہ تکذیب اور انکار ہی کرتا رہا۔ کہنے لگا کہ موسیٰ تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ اپنے جادو (کے زور) سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو؟ تو ہم بھی تمہارے مقابل ایسا ہی جادو لائیں گے تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کرلو کہ نہ تو ہم اس کے خلاف کریں گے اور نہ تم۔ (اور یہ مقابلہ) ایک ہموار میدان (میں ہوگا)۔ موسیٰ نے کہا کہ آپ (کے مقابلے) کے لئے عید کا دن (مقرر کیا جاتا ہے) اور یہ کہ لوگ اس دن چاشت کے وقت اکٹھے ہو جائیں۔ تو فرعون لوٹ گیا اور اپنے سامان جمع کر کے پھر آیا۔ موسیٰ نے ان (جادوگروں) سے کہا کہ ہائے تمہاری کمبختی اللہ پر جھوٹ افتراء نہ کرو کہ وہ تمہیں عذاب سے فنا کر دے گا اور جس نے افتراء کیا وہ نامراد رہا۔ تو وہ باہم اپنے معاملے میں جھگڑنے اور چپکے چپکے سرگوشی کرنے لگے۔ (۲۰:۴۶ تا ۶۲)

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ
اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ
الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ قَدْ
اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ
تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ
اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ
سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً
مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَ اَلْقِ مَا
فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ
سٰحِرٍ ؕ وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ
سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ﴿۷۰﴾ قَالَ
اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ
عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ
خِلَافٍ وَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ
اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى
مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ
اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ اِنَّآ
اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ
مِنَ السِّحْرِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ
رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا
يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ
فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ

کہنے لگے کہ یہ دونوں جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو (کے زور) سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہارے شائستہ مذہب کو نابود کردیں۔ تو تم (جادو کا) سامان اکٹھا کرلو پھر قطار باندھ کر آؤ اور آج جو غالب رہا وہی کامیاب ہوا۔ بولے موسیٰ! یا تو تم (اپنی چیز) ڈالو یا ہم (اپنی چیزیں) پہلے ڈالتے ہیں۔ موسیٰ نے کہا کہ نہیں تم ہی ڈالو (جب انہوں نے چیزیں ڈالیں) تو ناگہاں ان کی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ کے خیال میں ایسی آنے لگیں کہ وہ (میدان) میں ادھر ادھر دوڑ رہی ہیں۔ (اس وقت) موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا کہ خوف نہ کرو بلاشبہ تم ہی غالب ہو۔ اور جو چیز (یعنی لاٹھی) تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو کہ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے اس کو نگل جائے گی (یہ تو) جادوگروں کے ہتھکنڈے ہیں اور جادوگر جہاں جائے فلاح نہیں پائے گا۔ القصہ یونہی ہوا تو جادوگر سجدے میں گر پڑے (اور) کہنے لگے کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔ (فرعون) بولا کہ پیشتر اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے؟ بے شک وہ تمہارا بڑا (یعنی استاد) ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مختلف سمتوں سے کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھوا دوں گا (اس وقت) تم کو معلوم ہوگا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر تک رہنے والا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو دلائل ہمارے پاس آ گئے ہیں ان پر اور جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اس پر ہم آپ کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تو آپ کو جو حکم دینا ہو دیدیجئے اور آپ (جو) حکم دے سکتے ہیں وہ صرف اسی دنیا کی زندگی میں (دے سکتے ہیں)۔ ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور (اسے بھی) جو آپ نے ہم سے زبردستی جادو کرایا اور اللہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ جو شخص اپنے رب کے پاس گنہگار ہو کر آئے گا تو اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا نہ جئے گا۔ اور جو اُس کے رُوبرو ایماندار ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کئے ہوں گے تو ایسے لوگوں کے اونچے اونچے درجے ہیں۔ (یعنی) ہمیشہ رہنے

تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾ وَ لَقَدْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى ۙ اَنْ اَسْرِ
بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا
تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ
بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَ اَضَلَّ
فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَ مَا هَدٰى ﴿٧٩﴾

کے باغ جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اُس شخص کا بدلا ہے جو (برائی سے) پاک ہوا۔ اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ پھر اُن کے لئے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک رستہ بنادو پھر تم کو نہ تو (فرعون کے) آ پکڑنے کا خوف ہوگا اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر۔ پھر فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ اُن کا تعاقب کیا تو دریا (کی موجوں) نے ان پر چڑھ کر انہیں ڈھانک لیا (یعنی ڈبو لیا)۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور سیدھے رستے پر نہ ڈالا۔

(۲۰:۶۳ تا ۷۹)

فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ اَنْ
اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٧﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا
وَلِيْدًا وَّ لَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿١٨﴾ وَ
فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾
قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٢٠﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ
لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِيْ مِنَ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ
بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾
قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ
مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ
رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ
الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ
وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَ
لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ
الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ اَوَ لَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾
قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ فَاَلْقٰى

تو دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تمام جہان کے مالک کے بھیجے ہوئے ہیں۔ (اور اس لئے آئے ہیں) کہ آپ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیں۔ (فرعون نے موسیٰ سے) کہا کیا ہم نے تم کو کہ ابھی بچے تھے پرورش نہیں کیا اور تم نے برسوں ہمارے ہاں عمر بسر (نہیں) کی؟ اور تم نے وہ کام کیا تھا جو کیا اور تم ناشکرے معلوم ہوتے ہو۔ (موسیٰ نے) کہا کہ (ہاں) وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی اور میں خطا کاروں میں تھا۔ تو جب مجھے تم سے ڈر لگا تو تم میں سے بھاگ گیا پھر اللہ نے مجھے نبوت و علم بخشا اور مجھے پیغمبروں میں سے کیا۔ اور (کیا) یہی احسان ہے جو آپ مجھ پر رکھتے ہیں کہ آپ نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ فرعون نے کہا کہ تمام جہان کا مالک کیا؟۔ کہا کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک اگر تم لوگوں یقین کرو۔ فرعون نے اپنے آس پاس بیٹھنے والوں (درباریوں) سے کہا کہ کیا تم نے سنا نہیں؟ (موسیٰ نے) کہا کہ تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا مالک۔ (فرعون نے) کہا کہ (یہ) پیغمبر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے باؤلا ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔ (فرعون نے) کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر دوں گا۔ (موسیٰ نے) کہا کہ خواہ میں آپ کے پاس روشن چیز لاؤں؟ (یعنی معجزہ)۔ فرعون نے کہا کہ اگر

عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ
بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ
عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَا
ذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ ابْعَثْ فِي
الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾
فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّ قِيْلَ
لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ
اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا
لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾
قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾

سچے ہوتو اسے لاؤ (دکھاؤ)۔ پس انہوں نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ اسی وقت صریح اژدہا بن گئی۔ اور اپنا ہاتھ نکالا تو اُسی دم دیکھنے والوں کو سفید (براق) نظر آنے لگا۔ فرعون نے اپنے سرداروں سے کہا کہ یہ بہت ماہر جادوگر ہے۔ چاہتا ہے کہ تم کو اپنے جادو (کے زور) سے تمہارے ملک سے نکال دے تو تمہاری کیا رائے ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ اسے اور اس کے بھائی (کے بارے) میں کچھ توقف کیجئے اور شہروں میں ہرکارے بھیج دیجئے کہ سب ماہر جادوگروں کو (جمع کر کے) آپ کے پاس لے آئیں۔ تو جادوگر ایک مقرر دن کی میعاد پر جمع ہو گئے اور لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ تم (سب) بھی جمع ہو جاؤ تا کہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم ان کے پیرو ہو جائیں۔ جب جادوگر آ گئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب رہے تو ہمیں صلہ بھی عطا ہو گا؟ فرعون نے کہا ہاں اور تم مقربوں میں بھی داخل کر لئے جاؤ گے۔ (۲۶:۱۶ تا ۴۲)

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا
حِبَالَهُمْ وَ عِصِيَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ
الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا
يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا
بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ
لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ
السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ
اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا
لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ
لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ وَ
اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ
مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

موسیٰ نے ان سے کہا کہ جو چیز ڈالنی چاہتے ہو ڈالو، تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم! ہم ضرور غالب رہیں گے۔ پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ ان چیزوں کو جو جادوگروں نے بنائی تھیں یکا یک نگلنے لگی۔ تب جادوگر سجدے میں گر پڑے، (اور) کہنے لگے کہ ہم تمام جہان کے مالک پر ایمان لائے۔ جو موسیٰ اور ہارون کا مالک ہے۔ فرعون نے کہا کیا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے؟ بے شک یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے سو عنقریب تم (اس کا انجام) معلوم کر لو گے کہ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں اطرافِ مخالف سے کٹوا دوں گا اور تم سب کو سولی چڑھوا دوں گا۔ انہوں نے کہا کچھ نقصان (کی بات) نہیں ہم اپنے رب کی طرف (ہی) لوٹ کر جائیں گے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہ بخش دے گا اس لئے کہ ہم اوّل ایمان لانے والوں میں ہیں۔ اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو رات کو لے نکلو کہ (فرعونیوں کی طرف سے) تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔ تو فرعون نے شہروں میں

إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَ إِنَّهُمْ لَنَا
لَغَآئِظُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَ إِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَأَخْرَجْنٰهُمْ
مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾
كَذٰلِكَ ؕ وَ أَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ فَأَتْبَعُوْهُمْ
مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ أَصْحٰبُ مُوْسٰٓى
إِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ إِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾
فَأَوْحَيْنَآ إِلٰى مُوْسٰٓى أَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ
فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ وَ أَزْلَفْنَا
ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَ أَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗٓ
أَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَ إِنَّ رَبَّكَ
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾

نقیب روانہ کئے (اور کہا) کہ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہیں اور یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں اور ہم سب باساز و سامان ہیں۔ تو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے نکال دیا، اور خزانوں اور نفیس مکانات سے۔ (ان کے ساتھ ہم نے) اس طرح (کیا) اور ان چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو کر دیا۔ تو انہوں نے سورج نکلتے (یعنی صبح کو) ان کا تعاقب کیا۔ جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑ لئے گئے۔ ۶۱۔ موسیٰ نے کہا کہ ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے رستہ بتائے گا۔ اس وقت ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی دریا پر مارو تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا (کہ) گویا بڑا پہاڑ (ہے)۔ اور دوسروں کو وہاں ہم نے قریب کر دیا اور موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں کو تو بچا لیا، پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔ ۶۶۔ بے شک اس (قصہ) میں نشانی ہے لیکن یہ اکثر ایمان والے نہیں۔ اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے۔ (۲۶: ۵۳ تا ۶۸)

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ إِلَّا
سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْأَوَّلِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَ
قَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ أَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَ
مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ إِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓأَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ
لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَأَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ
فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ أَطَّلِعُ إِلٰٓى إِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ إِنِّيْ
لَأَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِي
الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْٓا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٣٩﴾
فَأَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ أَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ

اور جب موسیٰ ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے جو اس نے بنا کھڑا کیا ہے اور یہ (باتیں) ہم نے اپنے اگلے باپ دادا میں تو (کبھی) سنی نہیں۔ اور موسیٰ نے کہا کہ میرا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے حق لے کر آیا ہے اور جس کے لئے عاقبت کا گھر (یعنی جنت) ہے بے شک ظالم نجات نہیں پائیں گے۔ اور فرعون نے کہا کہ اے اہلِ دربار میں تمہارا اپنے سوا کسی کو معبود نہیں جانتا تو ہامان میرے لئے گارے کو آگ لگوا (کر اینٹیں پکوا) دو پھر ایک (اونچا) محل بنوا دو تا کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے معبود کی طرف دیکھوں، اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔ اور وہ اور اس کے لشکر ملک میں ناحق مغرور ہو رہے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ تو ہم نے ان کو اور ان کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا میں ڈال دیا سو دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔ اور ہم نے ان ہیں جہنم کی طرف دعوت دینے والا کو پیشوا بنا دیا اور قیامت کے دن وہی کہیں سے کوئی مدد نہ پا سکیں گے۔ اور

اِلَى النَّارِ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ
الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾

اس دنیا میں ہم نے اُن کے پیچھے لعنت لگا دی اور وہ قیامت کے روز بھی بدحالوں میں ہوں گے۔ (۲۸:۳۶ تا ۴۲)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى
فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾
فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَيْدُ
الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ
مُوْسٰى وَ لْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ
اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَ قَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ
عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ
الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور دلیلِ روشن دے کر بھیجا۔ (یعنی) فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا کہ یہ تو جادوگر ہے جھوٹا۔ غرض جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر پہنچے تو کہنے لگے کہ جو اس کے ساتھ (اللہ پر) ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دو اور کافروں کی تدبیریں بے ٹھکانے ہوتی ہیں۔ اور فرعون بولا کہ مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے پروردگار کو بلا لے مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں تمہارے دین کو (نہ) بدل دے یا ملک میں فساد (نہ) پیدا کر دے۔ موسیٰ نے کہا کہ میں ہر متکبر سے جو حساب کے دن (یعنی قیامت) پر ایمان نہیں لاتا اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں۔
(۴۰:۲۳ تا ۲۷)

وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ
اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ
كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ
يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي
الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ
قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَ مَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا
سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ
اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ
قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ وَ

اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن شخص جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا کہنے لگا کہ ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار (کی طرف) سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا ضرر اسی کو ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو کوئی سا عذاب جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے تم پر واقع ہو کر رہے گا بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو بے لحاظ جھوٹا ہو۔ اے قوم! آج تمہاری ہی بادشاہت ہے اور تم ہی ملک میں غالب ہو (لیکن) اگر ہم پر اللہ کا عذاب آ گیا تو (اس کے دُور کرنے کے لئے) ہماری مدد کون کرے گا؟ فرعون نے کہا کہ میں تمہیں وہی بات سجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے اور وہی راہ بتاتا ہوں جس میں بھلائی ہے۔ تو جو مومن تھا وہ کہنے لگا کہ اے قوم! مجھے تمہاری نسبت خوف ہے کہ (مبادا) تم پر اور امتوں کی طرح کے دن کا عذاب آ جائے۔ (یعنی) نوح کی قوم اور

مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ
عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا
لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ
مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ
بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى
اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ
كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ﴿۳۴﴾
الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ
اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ
كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَ
قَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ
الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى
وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ
عَمَلِهٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ مَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ
تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَ قَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ
سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾

عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے پیچھے ہوئے ہیں ان کے حال کی طرح (تمہارا حال نہ ہو جائے) اور اللہ تو بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اور اے قوم! مجھے تمہاری نسبت پکار کے دن (یعنی قیامت) کا خوف ہے۔ جس دن تم پیٹھ پھیر کر (قیامت کے دن سے) بھاگو گے (اس دن) تم کو کوئی (عذابِ) اللہ سے بچانے والا نہ ہوگا اور جس شخص کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور پہلے یوسف بھی تمہارے پاس نشانیاں لے کر آئے تھے تو جو وہ لائے تھے اس سے تم ہمیشہ شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گئے تو تم کہنے لگے کہ اللہ اس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ کر دیتا ہے جو حد سے نکل جانے والا اور شک کرنے والا ہو۔ جو لوگ بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک یہ جھگڑا سخت ناپسند ہے اسی طرح اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ اور فرعون نے کہا کہ ہامان میرے لئے ایک برج بنوا تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) رستوں پر پہنچ جاؤں۔ یعنی آسمانوں کے رستوں پر پھر موسیٰ کے معبود (اللہ) کو دیکھ لوں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کو اس کے اعمالِ بد اچھے معلوم ہوتے تھے اور وہ رستے سے روک دیا گیا تھا اور فرعون کی تدبیر تو بے کار تھی۔ اور وہ شخص جو مومن تھا اس نے کہا کہ میرے بھائیو! میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کا رستہ دکھاؤں۔ (۴۰:۲۸ تا ۳۸)

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۫ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ
هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا
مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ
مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ
حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ
تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ
اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۫ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى

اے میری قوم یہ دنیا تو بس ایک متاع ہے اور آخرت ہی ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے۔ جو بُرے کام کرے گا اس کو بدلا بھی ویسا ہی ملے گا اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحبِ ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے وہاں ان کو بے شمار رزق ملے گا۔ اور اے قوم! میرا کیا (حال) ہے کہ میں تو تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھے اس لئے بلاتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس چیز کو اس کا شریک مقرر کروں جس کا مجھے کچھ بھی علم نہیں اور میں تم کو (اللہ)

الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ
لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَا فِي الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى
اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٤٣﴾
فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ط وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ط
اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا
وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ
عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ج وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف اَدْخِلُوْٓا
اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾

وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ
مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ج اَفَلَا
تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ
وَّ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْ لَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ
ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿٥٣﴾
فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا
فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾

وَ لَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ
كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ط اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ
اَمِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَّ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ج اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ
مُّبِيْنٍ ﴿١٩﴾ وَ اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿٢٠﴾
وَ اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿٢١﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ
هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا

غالب (اور) بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اس کو دنیا اور آخرت میں بلانے (یعنی دعا قبول کرنے کا) مقدور نہیں اور ہم کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے اور حد سے نکل جانے والے دوزخی ہیں۔ جو بات میں تم سے کہتا ہوں تم اسے آگے چل کر یاد کرو گے اور میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں بیشک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ غرض اللہ نے موسیٰ کو ان لوگوں کی تدبیروں کی بُرائیوں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں کو بُرے عذاب نے آگھیرا۔ (یعنی) آتش (جہنم) کہ صبح وشام اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہو گی (حکم ہو گا کہ) فرعون والوں کو نہایت سخت عذاب میں داخل کرو۔ (۴۰:۳۹ تا ۴۶)

اور فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا کہ اے قوم! کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں؟ اور یہ نہریں جو میرے (محلوں کے) نیچے بہہ رہی ہیں (میری نہیں ہیں)؟ کیا تم دیکھتے نہیں؟ بے شک میں اس شخص سے جو کچھ عزت نہیں رکھتا اور صاف گفتگو بھی نہیں کر سکتا کہیں بہتر ہوں۔ تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ اتارے گئے یا (یہ ہوتا کہ) فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے۔ غرض اس نے اپنی قوم کی عقل ماردی اور انہوں نے اس کی بات مان لی بیشک وہ نافرمان لوگ تھے۔ جب انہوں نے ہم کو خفا کیا تو ہم نے ان سے انتقام لے کر اور ان سب کو ڈبو کر چھوڑا۔ اور ان کو گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لئے عبرت بنا دیا۔ (۴۳:۵۱ تا ۵۶)

اور ان سے پہلے ہم نے قوم فرعون کی آزمائش کی اور ان کے پاس ایک عالی قدر پیغمبر آئے جنہوں نے) یہ (کہا) کہ اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ اور اللہ کے سامنے سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں، اور اس (بات) سے کہ تم مجھے سنگسار کرو اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ تب موسیٰ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یہ نافرمان لوگ ہیں۔ (اللہ نے فرمایا کہ) میرے بندوں کو

اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَ اتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ
مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ
مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾
كَذٰلِكَ ۟ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ
السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَ لَقَدْ نَجَّيْنَا
بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ
اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ وَ لَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ
عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ
بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿٣٣﴾

راتوں رات لے کر چلے جاؤ اور (فرعونی) تمہارا تعاقب کریں گے اور دریا سے (کہ) خشک (ہو رہا ہوگا) پار ہو جاؤ (تمہارے بعد) ان کا تمام لشکر ڈبو دیا جائے گا۔ وہ لوگ بہت سے باغ اور چشمے چھوڑ گئے۔ اور کھیتیاں اور نفیس مکان، اور آرام کی چیزیں جن میں عیش کیا کرتے تھے۔ اسی طرح (ہوا) اور ہم نے دوسرے لوگوں کو ان چیزوں کا مالک بنا دیا۔ پھر ان پر نہ تو آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی۔ (یعنی) فرعون سے بے شک وہ سرکش (اور) حد سے نکلا ہوا تھا۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو اہلِ عالم سے دانستہ منتخب کیا تھا۔ اور ان کو ایسی نشانیاں دی تھیں جن میں صریح آزمائش تھی۔ (۴۴:۱۷تا۳۳؛ مزید دیکھیں ۲:۴۹تا۵۰؛ ۱۱:۹۶تا۹۹؛ ۲۳:۴۵تا۴۸؛ ۲۹:۳۹؛ ۳۷:۱۱۵ تا۱۲۲؛ ۴۳:۴۶ تا۵۰؛ ۷۳:۱۵تا۱۶؛ ۸۵:۱۷تا۱۸)

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ
قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ
فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١١﴾

اور مومنوں کے لئے (ایک) مثال (تو) فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی کہ اس نے اللہ سے التجا کی کہ اے پروردگار! میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے اعمال (زشت مآل) سے نجات بخش اور ظالم لوگوں کے ہاتھ سے مجھ کو مخلصی عطا فرما۔ (۶۶:۱۱)

یہ صورت حال موسیٰ اور فرعون دونوں کے لئے بڑی پے چیدہ تھی۔ موسیٰ کی پرورش فرعون کے محل میں ہی ہوئی تھی اور ان کے ہاتھ ایک ہم قوم یعنی ایک اسرائیلی کو بچانے کے لئے فرعون کے ہم قوم یعنی قبطی کا قتل بھی ہو گیا تھا، اور دوسری طرف فرعون متوحش تھا کہ موسیٰ اس کی جباریت کو چیلنج کرنے چلے آئے تھے اور اسے ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دے رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ مصر سے جانے دینے کا مطالبہ بھی کر رہے تھے۔ اس ٹکراؤ کی قرآن نے جو کہانی بیان کی ہے اس میں ان دونوں کی شخصیت کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ قرآن نے فرعون کا ذکر اس کے شاہی نام سے کیا ہے اس کے شخصی نام سے نہیں کیا ہے کیوں کہ قرآن کا مقصد کوئی تاریخ بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اخلاقی درس عبرت دینا مقصود ہے۔ جدید مطالعات کی رو سے یہ بات عام طور سے مانی جاتی رہی ہے کہ وہ قدیم مصر کی خاندانی سلطنتوں میں سے سلسلہ وار ۱۸ویں یا ۱۹ویں شاہی خاندان سے اس کا تعلق تھا۔ بہت سے محققین نے اس کی نشاندہی فرعون رامیس دوئم [۱۲۷۹ تا ۱۲۱۳ قبل مسیح] کے طور پر کی ہے، کیوں کہ رامیس دوئم کے عہد کے کتبات میں ایک طبقہ ''اپیرو'' (Apiru) کا ذکر ہے۔ اس لفظ سے مراد ایسے لوگ ہیں جن کے پاس اپنا کوئی وطن یا اپنے ''خبیرے'' (Khabire) کی کوئی ملکیت نہیں تھی۔ 'خبیرے' بابلی زبان میں ایسے پتھر کے لئے بولا جاتا تھا جو ''میمفس'' (Memphis) کے محلوں میں لگتا تھا اور حرکت میں رہتا تھا۔ ان اپیروں میں اسرائیلی شامل

تھے [دی لائن انسائکلو پیڈیا آف دی بائبل، ایڈ۔ پیٹ الیگزینڈر]۔لیکن وہ ظالم فرعون جن کے زمانہ میں اسرائیلیوں پر ہونے والے مظالم اپنی انتہا کو پہنچے وہ موسیٰ کی پیدائش سے پہلے سے راج کرتے تھے اور یہ اس شخص سے الگ شخص ہوسکتا ہے جسے "Pharaoh of Exodus" کہا جاتا ہے جو موسیٰ کا ہم عصر تھا (اسمتھ بائبل ڈکشنری]۔فرعون کے جن مظالم کا ذکر قرآن میں ہے وہ صرف بنی اسرائیل تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ یہ اس کے اقتدار کی ایک عام خصوصیت تھی، خاص طور سے اگر کوئی اس کے اختیارات کو چیلنج کرتا تھا تو اس کے لئے وہ بہت سفاک اور ظالم تھا۔جب جادوگروں نے موسیٰ کے نبی ہونے پر یقین کرلیا اور اپنے ایمان کا اظہار کیا تو وہ ظالم طیش میں آگیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے پوچھے بنا ہی تم نے موسیٰ کو نبی مان لیا، اور اس نے اعلان کیا کہ وہ ان جادوگروں کے ہاتھ اور پاؤں الگ الگ سمتوں سے کاٹ ڈالے گا اور درختوں پر انہیں سولی پر لٹکا دے گا [۷:۱۲۴؛ ۲۰:۷۱؛ ۲۶:۴۹]۔وہ آخر کو مصریوں کے لئے خدا کا اوتار تھا: ''میں اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود نہیں جانتا'' [۲۸:۳۸]۔وہ ایسا گھمنڈی تھا کہ آخرت میں اپنی کسی جواب دہی کو تسلیم نہیں کرتا تھا، چنانچہ موسیٰ نے کہا ''میں ہر متکبر سے جو حساب کے دن (یعنی قیامت) پر ایمان نہیں لاتا اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں [۴۰:۲۷]۔

فرعون کے پاس اس کے مصاحب ہر وقت موجود رہتے تھے۔فرعونی اقتدار سے فائدہ اٹھانے والے یہ لوگ جو اس کے اقتدار میں شریک کار تھے ہر معاملہ میں فرعون کی حمایت کرتے تھے اور اسے وہی بات سجھاتے تھے جو اس کے مفادات کی حفاظت والی ہو اور اس کے دشمنوں کو شکست دینے والی ہو۔چنانچہ ''قومِ فرعون میں جو سردار تھے وہ کہنے لگے کہ یہ بڑا علامہ جادوگر ہے۔اس کا ارادہ یہ ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے بھلا تمہاری کیا صلاح ہے؟ انہوں نے (فرعون سے) کہا کہ فی الحال موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملے کو معاف رکھئے اور شہروں میں نقیب روانہ کیجئے کہ تمام ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں'' [۷:۱۰۹ تا ۱۱۲]، ''اور قومِ فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے کہ کیا آپ موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دیں گے کہ ملک میں فساد کریں اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ وہ بولا کہ ہم اُن کے لڑکوں کو تو قتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور بلاشبہ ہم اُن پر غالب ہیں'' [۷:۱۲۷]۔لیکن یہ سربرآوردہ لوگ فرعون سے الگ کوئی دوسری رائے دینے کے مجاز بھی نہیں تھے: ''اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور روشن دلیل دے کر بھیجا فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف تو وہ فرعون ہی کے حکم پر چلے اور فرعون کا حکم درست نہیں تھا'' [۱۱:۹۶ تا ۹۷]، ''فرعون نے کہا کہ میں تمہیں وہی بات سجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے اور وہی راہ بتاتا ہوں جس میں بھلائی ہے'' [۴۰:۲۹]، اور فرعون نے کہا کہ اے اہلِ دربار میں تمہارا اپنے سوا کسی کو معبود نہیں جانتا تو ہامان میرے لئے گارے کو آگ لگوا (کرانیٹیں پکوا) دو پھر ایک (اونچا) محل بنوا دو تاکہ میں موسیٰ کے معبود کی طرف چڑھ جاؤں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں'' [۲۸:۳۸]۔لیکن اس ظالم نے، تمام ظالموں کی طرح، انہیں یہ بھروسہ دلانے کی کوشش کی کہ وہ تو اپنی عوام کا خیر خواہ ہے: ''مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں تمہارے دین کو (نہ) بدل دے یا ملک میں فساد (نہ) پیدا کردے'' [۴۰:۲۶]؛ ''اس کا ارادہ یہ ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے'' [۷:۱۱۰، ۱۲۳]۔قرآن کے بیانات کی رو سے ہامان فرعون کا ایک مصاحب معلوم ہوتا ہے، وہ ان لوگوں میں تھا جسے اہم ترین ہدایات دی جاتی تھیں اور حضرت موسیٰ نے فرعون کے ساتھ اسے بھی مخاطب کیا تھا اور خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر بھی اس کا نام لے کر لعنت کی گئی۔[۲۸:۶، ۸، ۳۸؛ ۲۹:۳۹؛ ۴۰:۲۴، ۳۶]۔بظاہر یہ ہامان فارس کے اس ہامان سے الگ شخص ہے جس کا ذکر بائبل میں ہے [Book of Esther 111] جو شاہ آشوری کا وزیر تھا جس نے سلطنت فارس میں تمام یہودیوں کو ذبح کرنے کی ناکام کوشش کی تھی [اسمتھ بائبل ڈکشنری]۔محمد اسد نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ قرآن میں ہامان نام جو آیا ہے یہ 'ہامین' ('آمون') کا عربی لہجہ میں تبدیل شدہ لفظ ہے جو مصر میں سب سے بڑے پجاری کو کہا جاتا تھا اور فرعون کے بعد اسی کا مقام و مرتبہ تھا۔اسد

مزید لکھتے ہیں کہ اس مفروضہ کو کہ قران میں ہامان کے نام سے ذکر کردہ شخص آمون کا سب سے بڑا پجاری تھا فرعون کے اس حکم سے تقویت ملتی ہے کہ ہامان میرے لئے ایک اونچا برج بنا جس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے خدا کو دیکھوں؛ یہی پر فریب خیال مصر کے ہیبت ناک اونچے اہراموں کی بنیاد ہوسکتا ہے، اور اسی کی بالائی منزل پر بیٹھ کر یہ پجاری اعظم اپنا کام انجام دیتا ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔فرعون کا یہ مطالبہ بھی موسیٰ کے اس تصور خدا کا مضحکہ اڑانے اور اس کی تحقیر کرنے کا ایک انداز تھا کہ کوئی خدا ایسا بھی ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور سب سے اعلیٰ و عظیم ہے۔'' (دی مسیج آف قرآن، آیت ۲۸:۶ پر تشریحی نوٹ نمبر ۶ اور آیت ۲۸:۳۸ پر تشریحی نوٹ نمبر ۳۷]۔

فرعون کی کٹ حجتیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے موسیٰ ایک زبردست اور موثر مقرر اور مناظرہ گو معلوم ہوتے ہیں حالانکہ قرآن کے بیان کی رو سے بولنے میں لکنت کا مسئلہ درپیش تھا۔ جب فرعون نے موسیٰ کو یہ طعنیٰ دیا کہ وہ اس کی ہی ماتحتی میں پلے بڑھے ہیں تو موسیٰ نے یوں جواب دیا''اور (کیا) یہی احسان ہے جو تو مجھ پر رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے''[۲۶:۲۲]۔اور جب فرعون نے یہ پوچھا کہ''تمام جہان کا مالک کیا مطلب؟''۔تو موسیٰ کی زبان سے جو کچھ نکلا اسے سن کر ان حریف سٹپٹا کر رہ گیا۔موسیٰ نے کہا کہ''آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک بشرطیکہ تم لوگوں کو یقین ہو''۔''فرعون نے اپنے اہالی موالی سے کہا کہ کیا تم سنتے نہیں؟ (موسیٰ نے) کہا کہ تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا مالک''۔موسیٰ کے اس بیان کو سمجھنے کے لئے یہ ذہن میں رکھنا ہوگا کہ ہمیشہ سے ہی بہت سے لوگوں کا بہانہ رہا ہے کہ وہ تو اپنے باپ دادا کے عقیدے کی پیروی کرتے ہیں، اور مصر میں تو خاص طور سے آباؤ اجداد کی پرستش ہوتی تھی۔ جب فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا کہ یہ پیغمبر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے باؤلا ہے، تو موسیٰ نے فوراً جواب دیا کہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو[۲۶: ۲۳ تا ۲۸]۔ بنی اسرائیل کو فرعون کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے موسیٰ نے بڑے موثر الفاظ میں اپنا پیغام بہت جامع طریقے سے دیا''بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے اور انہیں عذاب نہ کیجئے''[۲۰:۴۷؛ نیز ۷:۱۰۵]،اور''اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کردو''[۴۴:۱۸]۔ یہ بہت اہم بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا جو پیغام فرعون کو دیا اس میں نہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کی تاکید تھی بلکہ اللہ کے بندوں کو ظلم سے نجات دینے کا بھی حکم تھا۔

اس پورے بحث واستدلال میں ہمیں ہارون کا کوئی رول نظر نہیں آتا، جنہیں اپنی مدد کے لئے انھوں نے اللہ سے اس وجہ سے مانگا تھا کہ ہارون کو بات چیت میں زیادہ ملکہ حاصل تھا[۱۶:۱۳، ۲۸:۳۴]۔لیکن پھر بھی قرآن نے موسیٰ کے جو استدلال اور ترکی بہ ترکی جواب نقل کئے ہیں اس کے حساب سے موسیٰ بڑے فصیح البیان اور حاضر جواب دکھائی دیتے ہیں باوجود اس کے کہ اس سلسلہ میں انہیں اپنی کمزوری کا اعتراف ہے اور باوجود اس کے کہ فرعون بہت جابر تھا اور موسیٰ کو اپنی بات واضح طریقے سے نہ کہہ پانے کا اندیشہ تھا[۴۳:۵۲]۔کیا ہارون نے اس بات چیت اور بحث مباحثہ میں حصہ لیا تھا اور کیا قرآن میں حضرت موسیٰ کے لئے سمجھا جانے والا لفظ''وہ'' ہارون کے لئے ہے اور یہ الفاظ ہارون کے ہیں جو قرآن میں نقل کئے گئے ہیں؟ یا قرآن نے دونوں کے مشترک دعوے نقل کئے ہیں کہ ان دعووں کو نقل کرنے کا مقصد ایک طرف اللہ کے نبیوں کے دلائل بیان کرنا ہے اور دوسری طرف فرعون کے دلائل سامنے لانا ہے تاکہ دونوں کے استدلال کا فرق ظاہر ہوجائے اور یہ معلوم ہوجائے کہ کس نے کیا کہا۔ یا یہ کہ اس دو بہ بدو مقابلہ میں ہارون نے کوئی حصہ نہیں لیا؟ یا قرآن میں ہارون کے الفاظ کہیں بھی نقل نہیں کئے گئے ہیں؟

موسیٰ نے مصر میں فرعون کے مظالم کے مقابلہ پر اپنی قوم کی قیادت اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں بڑی مضبوطی کے ساتھ کی۔ اپنی قوم کو

انھوں نے اپنے ایمان اور اپنی قدروں پر جمے رہنے اور اس بھاری اکثریت میں ضم نہ ہونے کی تاکید کی جس کی فرعون نے ''عقل ماردی تھی اور وہ اس کی بات مانتے (تھے کیوں کہ) بے شک وہ نافرمان لوگ تھے'' [۴۳: ۵۴]۔ جو اہل ایمان ہولناک ظلم وستم کے سائے میں زندگی گزار رہے تھے اور اس سے بچ نکلنے کی کوئی سبیل ان کے پاس نہیں تھی ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی رہنمائی ان تمام مومنوں کے لئے سبق آموز ہے جو ایسے ہی حالات میں کبھی مبتلا ہوں: ''اپنے لوگوں کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (یعنی مسجدیں) ٹھہراؤ اور نماز پڑھو اور مومنوں کو خوشخبری سنادو'' [۱۰: ۸۷]۔ موسیٰ کی قیادت صحرائے سینا میں اور کھل کر سامنے آئی جب وہ فرعون کے مظالم سے نجات پا چکے تھے اور آزادی کے مسائل و مصائب سے دوچار تھے کیوں کہ بندھوا اور غلاموں کی زندگی مدتوں تک گزارنے کے بعد جب وہ آزاد ہوئے تو نئی صورت حال ان کے لئے ایک چیلنج بنی ہوئی تھی۔ ان حالات میں حضرت ہارون کو بھی موسیٰ کی مدد کرنے کا زیادہ موقع ملا اور جب موسیٰ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے تشریف لے گئے تو ہارون کو ان کے قائم مقام ہونے کا موقع ملا۔

قرآن کا بیان ہے کہ فرعون کے ڈر کی وجہ سے موسیٰ کی دعوت پر صرف تھوڑے سے نوجوان ہی ایمان لائے تھے [۱۰: ۸۳]۔ یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ یہ نوجوان مصری نہیں تھے بلکہ بنی اسرائیل کے ہی کچھ نوجوان تھے جنھوں نے خود کو موسیٰ کی دعوت کے لئے پیش کردیا تھا اور موسیٰ کے پیروکار بن گئے تھے۔ البتہ بائبل یہ کہتی ہے کہ بہت سے مصری بھی بنی اسرائیل کے مصر سے باہر نکل جاتے وقت ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے [ایکسوڈس ۱۲: ۳۸]۔ جو جادوگر موسیٰ کی دعوت پر ایمان لے آئے تھے وہ یقینی طور سے مصری (قبطی) ہی تھے، لیکن کیا وہ یا ان میں سے کچھ فرعون کی سزا سے بچ نکلے؟ کیا اس سزا یا دھمکی کا کوئی اثر مصریوں پر پڑا؟

جہاں تک بنی اسرائیل کا معاملہ ہے تو جب موسیٰ ان کے پاس آ گئے تو ان میں سے اکثر لوگ جلد از جلد نتیجہ کی امید کرنے لگے لیکن انھوں نے دیکھا کہ ظلم وستم تو برابر جاری ہی ہیں، اور موسیٰ نے انہیں پوری پختگی کے ساتھ سمجھاتے ہوئے ان سے کہا ''اللہ سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو زمین تو اللہ کی ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے اور آخر بھلا تو ڈرنے والوں کا ہے، وہ بولے کہ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہمیں اذیتیں پہنچتی رہیں اور آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ نے کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور اُس کی جگہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو [۷: ۱۲۸ تا ۱۲۹]۔

موسیٰ کے وہ معجزے جن کے سامنے مصر کے ماہر جادوگر عاجز ہو گئے تھے، تو اس بارے میں قرآن جادو اور جادوگری کی شدید مذمت کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ جادو ایک وہم ہے جو لوگوں کی نگاہوں میں بس جاتا ہے اور انہیں کچھ سے کچھ دکھانے لگتا ہے [۷: ۱۱۶، نیز دیکھیں ۲۰: ۶۶] اور اس سے کسی چیز کی فطری حقیقت میں کوئی بدلاؤ نہیں آتا [۲۰: ۶۹]۔ قرآن کہتا ہے کہ جادوگروں کو فلاح نصیب نہیں ہوسکتی [۱۰: ۷۷، ۲۰: ۶۹]، اور یہ کہ جادو باطل ہو جائے گا [۱۰: ۸۱]۔ خود مصر کے جادوگروں کے ذریعہ یہ بات ثابت ہو گئی جب وہ موسیٰ سے ہار گئے اور ان کی دعوت پر ایمان لے آئے، اور قرآن میں ان کی یہ بات نقل کی گئی کہ وہ تو محض نفع کمانے کے لئے اپنے جادو دکھا رہے تھے [۷: ۱۱۳، ۲۶: ۴۱]۔ جادو یا سحر کی مذمت قرآن میں ایک اور مقام پر بھی کی گئی اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ایک شیطانی عمل ہے، انسانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے وہ یہ کام کرتا ہے اور شوہر و بیوی میں جدائی ڈلواتا ہے اور ان کی آپسی محبت و خیر خواہی کو ختم کرتا ہے۔ [۲: ۱۰۲]۔

جب جادو کو قرآن میں منع کیا گیا ہے اور اس کی برائی بیان کی گئی ہے تو پھر موسیٰ کو جو معجزے عطا کئے گئے تھے وہ جادو کیوں معلوم ہوتے تھے اور فرعون و اس کے درباریوں نے موسیٰ اور ان کے بھائی کو جادوگر کیوں کہا تھا؟ [۷: ۱۰۹؛ ۲۰: ۶۳؛ ۲۶: ۳۴؛ ۴۰: ۲۴؛ ۴۳: ۴۹] حضرت موسیٰ کے معجزوں کو اللہ اور آخرت پر ایمان سے الگ کرکے نہیں دیکھا جانا چاہئے؛ انھوں نے اپنے معجزوں کا اظہار اپنی

ان طاقتوں کوثابت کرنے کے لئے کیا جوانہیں اللہ نے اپنا پیغام دینے کے لئے عطا کی تھیں۔انھوں نے ان کمالات کا اظہار کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا، بلکہ الٹا یہ ہوا کہ جب انھوں نے جادوگروں پر اپنی فوقیت ثابت کردی تو ان پر اور ان کی قوم پر فرعون کے مظالم میں اور زیادہ شدت آ گئی۔ چنانچہ موسیٰ کے معجزوں کا مقصد اہل مصر کومخاطب کرنا اور انہیں پیغام نبوت دینا تھا اور انہیں متوجہ کرنے کے لئے ان کے ساتھ وہ کمالات تھے جو زیادہ دل چسپ اور موثر تھے، اور ان کمالات سے انھوں نے جادو کا باطل ہونا ثابت کردیا اور لوگوں کے ذہنوں پر اس کی اثر انگیزی کو بڑھانے کا کوئی نہیں کیا۔ البتہ ان معجزوں کا اثر فرعون اور اس کے درباریوں کے بجائے خود جادوگروں پر خاص طور سے ہوا۔ ہم یہ بات نہیں جان سکتے کہ عوام نے جب جادوگروں پر موسیٰ اوان کے معجزوں کی برتری کا مشاہدہ کرلیا اور وہ اپنے گھروں کو لوٹ گئے تو انھوں نے یا ان میں سے کچھ لوگوں نے ہی سہی، کیا تاثر لیا۔ فرعون کا قہر و دبدبہ کی وجہ سے عوام حضرت موسیٰ کی بات نہیں مان سکتے تھے، اور خاص طور سے ان کا کوئی اجتماعی جتھا حضرت موسیٰ کے ساتھ نہیں آ سکتا تھا۔[۱۰: ۸۳]۔ قصہ کے آخر میں قرآن قوم فرعون کے ایک آدمی کا تذکرہ نسبتاً تفصیل سے کرتا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا تھا[۴۰: ۲۸ تا ۳۴، ۳۸ تا ۴۵]۔ یہ شخص مصر میں حضرت یوسف کی پیغمبری اور ان کی دعوت کا علم رکھتا تھا[۴۰: ۳۴]، بلکہ ان سے بھی پہلے حضرت نوح اور حضرت ہود و حضرت صالح کی دعوت و پیغام سے بھی واقف تھا[۴۰: ۳۰ تا ۳۱]۔ کیا وہ ان لوگوں میں سے تھا جو فرعون کے خاندان یا دربار میں تاریخ اور مذہب کا علم رکھنے والے تھے؟ یا وہ کوئی عرب تھا جسے اہل علم ہونے کی بدولت فرعون کے دربار میں اس کی مصاحبت حاصل ہوگئی تھی؟

قرآن ایک عورت کا ذکر بھی کرتا ہے جو فرعون کے خاندان سے تھی اور ایمان رکھتی تھی: ''اور مومنوں کے لئے (ایک) مثال (تو) فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی کہ اس نے اللہ سے التجا کی کہ اے پروردگار! میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے اعمال (زشت م آل) سے نجات بخش اور ظالم لوگوں کے ہاتھ سے مجھ کو مخلصی عطا فرما'' [۶۶: ۱۱]۔ کیا یہ وہی عورت تھی جس نے معصوم بچہ (موسیٰ) کو دریا میں تیرتے ہوئے تابوت سے نکلوایا تھا اور پھر محل میں ہی اسے پالنے پوسنے کا مشورہ یہ کہہ کر دیا تھا کہ ''اس کو قتل نہ کرنا شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں'' [۲۸: ۹]؟ یا وہ صرف ایک رضاعی ماں نہیں تھی بلکہ موسیٰ کی دعوت پر ایمان بھی لے آئی تھی؟ یا ان دونوں آیتوں میں الگ الگ عورتوں کا حوالہ ہے؟ قرآن چوں کہ واقعات کا ذکر تاریخ کو محفوظ کرنے کے لئے نہیں کرتا بلکہ عبرت اور سبق آموزی کے لئے کرتا ہے اس لئے تاریخی واقعات کے بارے میں جو سوالات ہمارے ذہنوں میں آتے ہیں ان کا جواب ہمیں قرآن کے بیانات میں نہیں ملتا، البتہ عبرت اور سبق آموزی کا پورا پورا سامان اس میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔

ظالموں پر پے در پے عذاب آتے رہے، انہیں سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا، ان میں بیماریاں پھیلیں، قحط سالی سے دوچار ہوئے، سیلاب آئے، ٹڈیوں کے غول ان پر آئے، جوئیں ان میں پھیل گئیں اور پانی خون بن گیا[۷: ۱۳۰، ۱۳۳]۔ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے قوم لوط پر عذاب کی آمد کو دیکھتے ہوئے وہاں کے بے قصوروں یا مومنوں کے بارے میں حجت کی تھی اسی طرح یہاں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان بے قصوروں کی ذمہ داری کیا تھی جو بدکاروں کے ساتھ ان عذابوں میں مبتلا ہوئے؟ یہاں ہم سماج کے تئیں افراد کی ذمہ داری پر دھیان دے سکتے ہیں، اور اس حقیقت کو باور کر سکتے ہیں کہ بے عملی اور انانیت پسندی سے کسی سماج کو یہ موقع نہیں ملتا کہ وہ خود کو درست کر سکے۔ اس لئے سماجی خرابیاں اور تباہ کاریاں پورے سماج کو نقصان پہنچاتی ہیں اور اس کے نقصان سے وہ لوگ بھی دوچار ہوتے ہیں جو خود برائیاں نہیں کرتے لیکن برائیوں کو پھیلنے سے روکنے کے لئے بھی کچھ نہیں کرتے۔ ''اور اُس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کیساتھ اُنہیں لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گنہگار ہیں اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے'' [۸: ۲۵]، ''اور جو لوگ ظالم ہیں اُن کی طرف مائل

نہ ہونا نہیں تو تمھیں (دوزخ کی) آگ آ لپٹے گی اور اللہ کے سوا تمہارے اور دوست نہیں ہیں اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہو گئے تو پھر تم کو (کہیں سے) مدد نہ مل سکے گی'' [۱۱: ۱۱۳]۔ لہٰذا، معروف باتوں و کاموں کی تبلیغ و تلقین کرنا اور منکرات سے روکنا و منع کرنا اللہ کے دین میں لازم ہے [۳: ۱۰۴، ۱۱۰]، اور جو لوگ اس اجتماعی ذمہ داری سے صرف نظر کرتے ہیں ان کی قرآن میں کئی جگہ مذمت کی گئی ہے [۵: ۷۸ تا ۸۰]۔

اس کے باوجود کہ مصر کے لوگوں میں طاعون کی بیماری پھیلی، لیکن ایسا نہیں لگتا کہ ان عذابوں کو دیکھ کر بھی ظالم ظلم سے رکے ہوں ''ہم نے اُن پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون کتنی کھلی ہوئی نشانیاں بھیجیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے، اور وہ لوگ تھے ہی گنہگار'' [۷: ۱۳۳]۔ انھوں نے موسیٰ سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اللہ سے دعا کریں کہ یہ بلا ہم سے ٹل جائے تو ہم آپ کی دعوت پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ جانے دیں گے لیکن ''جب ہم ایک مدت کے لئے جس تک اُن کو پہنچنا تھا اُن سے عذاب دُور کر دیتے تو وہ عہد کو توڑ ڈالتے'' [۷: ۱۳۴ تا ۱۳۵]۔ ان سے پہلے بھی یہ ہو چکا ہے کہ اس دنیا میں اللہ کا عذاب ان لوگوں پر آیا جنھوں نے حق کو تکبر سے جھٹلایا اور اللہ کے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو قتل کر دینے یا بستی سے نکال دینے کی دھمکیاں دیں: ''تو ہم نے ان سب کو (جنھوں نے تکبر کے ساتھ ہمارے پیغام کو جھٹلایا) ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا، ان میں کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ ایسے تھے جن کو غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے'' [۸: ۳۸؛ ۱۵: ۱۳؛ ۱۸: ۵۵؛ ۳۵: ۴۳]؛ ''جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں اُن میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے'' [۳۳: ۳۸، ۶۲]؛ ''(یہ) اللہ کی عادت (ہے) جو اس کے بندوں (کے بارے) میں چلی آتی ہے [۴۰: ۸۵]۔ بعد کے زمانہ میں اللہ نے عام طور سے لوگوں کے لئے یہ ضابطہ رکھا ہے کہ یا تو اس دنیا میں کارفرما اللہ کے طے کردہ قوانین فطرت کے تحت اپنے برے اعمال کی سزا بھگتتے رہتے ہیں اور ان کے اندر اخلاقی یا جسمانی بیماریاں بدکاری کے برے نتائج کے بطور آتی رہتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے حتمی سزا آخرت تک کے لئے موقوف کر رکھی ہے۔ قرآن نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ قوانین فطرت مسلمانوں پر بھی عائد ہوتے ہیں۔ وہ جب حق و انصاف کے دشمنوں کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں تو انہی قوانین فطرت کے تحت انہیں کامیابی یا ناکامی حاصل ہوتی ہے: ''اگر تمھیں زخمِ (شکست) لگا ہے تو اُن لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے اور یہ دن ہیں کہ ہم اُن کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں اور اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو متمیز کر دے اور تم میں سے گواہ بنائے اور اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا'' [۳: ۱۴۰]؛ ''یہ (حکم یاد رکھو) اور اگر اللہ چاہتا تو (اور طرح) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کے اعمال کو اللہ ہرگز ضائع نہ کرے گا'' [۴۷: ۴]۔

❀ ❀ ❀

حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل صحرائے سینا میں

وَ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ
يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ
بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ
فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَ
اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ
مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ
بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى
الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى
لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ
الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ
حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ
تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ
الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا

اور (ہمارے اُن احسانات کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعون سے نجات دی، وہ (لوگ) تمہیں بڑا دکھ دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی (سخت) آزمائش تھی۔ اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تو تمہیں نجات دی اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور تم تو دیکھ ہی رہے تھے۔ اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا تو تم نے ان کے پیچھے بچھڑے کو (معبود) مقرر کر لیا اور تم ظالم (بن بیٹھے) تھے۔ پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معاف کر دیا تا کہ تم شکر کرو۔ اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور معجزے عنایت کئے تا کہ تم ہدایت حاصل کرو۔ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ بھائیو تم نے بچھڑے کو (معبود) ٹھہرانے میں (بڑا) ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کرو اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو، تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے، پھر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور بے شک وہ معاف کرنے والا (اور) صاحب رحم ہے۔ اور جب تم نے (موسیٰ سے) کہا کہ اے موسیٰ! جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو سامنے نہ دیکھ لیں گے تم پر ایمان نہ لائیں گے تو تم کو بجلی

اور (ہمارے اُن احسانات کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعون سے نجات دی، وہ (لوگ) تمہیں بڑا دکھ دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو قتل

ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذْ قُلْنَا
ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا
وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ
خَطٰيٰكُمْ ؕ وَ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾

کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو نے آ گھیرا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر موت آ جانے کے بعد ہم نے تمہیں از سرِ نو زندہ کر دیا تا کہ احسان مانو۔ اور تم پر بادل کا سایہ کئے رکھا اور (تمہارے لئے) من وسلویٰ اتارتے رہے کہ جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں عطا فرمائی ہیں ان کو کھاؤ (پیو مگر تمہارے بزرگوں نے ان نعمتوں کی کچھ قدر نہ جانی اور) وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑتے تھے بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔ اور جب ہم نے (اُن سے) کہا کہ اس گاؤں میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ (پیو) اور (دیکھو) دروازے میں داخل ہونا تو سجدہ کرنا اور حِطَّةٌ (یعنی توبہ) کہنا ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔ تو جو ظالم تھے انہوں نے اس لفظ کو، جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا بدل کر اس کی جگہ اور لفظ کہنا شروع کیا پس ہم نے ان ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانیاں کئے جاتے تھے۔ (۲:۴۹ تا ۵۹)

وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ
الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ
كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ
لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى
لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا
مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ
عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى
بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ
وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۗ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ
مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ
يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ
كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے (اللہ سے) پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو (انہوں نے لاٹھی ماری) تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر (کے پانی پی) لیا (ہم نے حکم دیا کہ) اللہ کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی کھاؤ اور پیو مگر زمین میں فساد نہ کرتے پھرنا۔ اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم سے ایک (ہی) کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا تو اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز (وغیرہ) جو نباتات زمین سے اُگتی ہیں ہمارے لئے پیدا کر دے انہوں نے کہا کہ بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو؟ (اگر یہی چیزیں مطلوب ہیں) تو کسی شہر میں جا اترو وہاں جو مانگتے ہو مل جائے گا، اور (آخر کار) ذلت (اور رسوائی) اور محتاجی (و بے نوائی) ان سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوئے۔ یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور (اس کے) نبیوں کو ناحق قتل کر دیتے تھے (یعنی) یہ اس لئے کہ نافرمانی کئے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔

النَّصٰرٰی وَ الصّٰبِـِٕیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ
عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ
عَلَیۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾ وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَكُمۡ وَ
رَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَ ؕ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَیۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّ
اذۡكُرُوۡا مَا فِیۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ مِّنۡۢ
بَعۡدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكُمۡ وَ رَحۡمَتُهٗ لَكُنۡتُمۡ
مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِیۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡكُمۡ
فِی السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـِٕیۡنَ ﴿۶۵﴾
فَجَعَلۡنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهَا وَ مَا خَلۡفَهَا وَ مَوۡعِظَةً
لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۶۶﴾ وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُكُمۡ
اَنۡ تَذۡبَحُوۡا بَقَرَةً ؕ قَالُوۡۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوۡذُ
بِاللّٰهِ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ
یُبَیِّنۡ لَّنَا مَا هِیَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوۡلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا
فَارِضٌ وَّ لَا بِكۡرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَیۡنَ ذٰلِكَ ؕ فَافۡعَلُوۡا مَا
تُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۶۸﴾

جو کوئی مسلمان ہیں اور یہودی اور عیسائی اور صابئی جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ایسے لوگوں کو ان کے (اعمال کا) صلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) نہ ان کو کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ اور جب ہم نے تم سے عہد (کر) لیا اور کوہِ طور کو تم پر اٹھا کھڑا کیا (اور حکم دیا) کہ جو کتاب ہم نے تمہیں دی ہے اس کو زور سے پکڑے رہو اور جو اس میں (لکھا) ہے اسے یاد رکھو تاکہ (عذاب سے) محفوظ رہو، تو تم اس کے بعد (عہد سے) پھر گئے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم خسارے میں پڑ گئے ہوتے۔ اور تم ان لوگوں کو خوب جانتے ہو جو تم میں سے ہفتے کے دن (مچھلی کا شکار کرنے) میں حد سے تجاوز کر گئے تھے تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل وخوار بندر ہو جاؤ۔ اور اس قصے کو اس وقت کے لوگوں کے لئے اور جو اُن کے بعد آنے والے تھے عبرت اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت بنا دیا۔ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔ وہ بولے کہ کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو؟ (موسیٰ نے) کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نادان بنوں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے رب سے التجا کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ گائے کس طرح کی ہو؟ (موسیٰ نے) کہا کہ اللہ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بچھیا بلکہ ان کے درمیان (یعنی جوان) ہو، پس جیسا تم کو حکم دیا گیا ہے ویسا کرو۔

(۲:۶۰ تا ۶۸)

قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنۡ لَّنَا مَا لَوۡنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوۡلُ
اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفۡرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوۡنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیۡنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا
ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنۡ لَّنَا مَا هِیَ ۙ اِنَّ الۡبَقَرَ تَشٰبَهَ
عَلَیۡنَا ؕ وَ اِنَّاۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ
یَقُوۡلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوۡلٌ تُثِیۡرُ الۡاَرۡضَ وَ لَا تَسۡقِی
الۡحَرۡثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیۡهَا ؕ قَالُوا الۡـٰٔنَ جِئۡتَ

انہوں نے کہا کہ اپنے رب سے درخواست کیجئے کہ ہمیں یہ بھی بتا دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ (موسیٰ نے) کہا اللہ فرماتا ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو کہ دیکھنے والوں (کے دل) کو خوش کر دیتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ (اب) اپنے رب سے پھر درخواست کیجئے کہ وہ ہمیں بتا دے کہ وہ اور کس کس طرح کا ہو؟ کیونکہ بہت سی گائیں ہمیں ایک دوسرے کے مشابہ معلوم ہوتی ہیں، (پھر) اللہ نے چاہا تو ہمیں ٹھیک بات معلوم ہو جائے گی۔ (موسیٰ نے) کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ

بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَ مَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧١﴾ وَ اِذْ قَتَلْتُمْ
نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ
تَكْتُمُوْنَ ﴿٧٢﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ
اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ
قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ
اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ
الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ
وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٤﴾

گائے کام میں لگی ہوئی نہ ہو۔ نہ تو زمین جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو۔ اس میں کسی طرح کا داغ نہ ہو۔ کہنے لگے کہ اب تم نے سب باتیں درست بتا دیں، غرض (بڑی مشکل سے) انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا اور وہ ایسا کرنے والے تھے نہیں۔ اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تو اس میں باہم جھگڑنے لگے لیکن جو بات تم چھپا رہے تھے اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ تو ہم نے کہا کہ اس بیل کا کوئی سا ٹکڑا مقتول کو مارو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت اور پتھر تو بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔
(۲:۶۹ تا ۷۴؛ نیز دیکھیں ۷:۱۶۰ تا ۱۶۲)

وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ
الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَ اِذْ اَخَذْنَا
مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ
بِقُوَّةٍ وَّ اسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا ۗ وَ اُشْرِبُوْا فِيْ
قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ
اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾

اور موسیٰ تمہارے پاس کھلے ہوئے معجزات لے کر آئے تو تم ان کے (کوہِ طور) جانے کے بعد بچھڑے کو معبود بنا بیٹھے اور تم (اپنے ہی حق میں) ظلم کرو الے تھے۔ اور جب ہم نے تم (لوگوں) سے پختہ عہد لیا اور کوہِ طور کو تم پر اُٹھا کھڑا کیا (اور حکم دیا کہ) جو کتاب ہم نے تمہیں دی ہے اس کو زور سے پکڑو اور (جو تمہیں حکم ہوتا ہے اس کو) سنو تو وہ (جو تمہارے بڑے تھے) کہنے لگے کہ ہم نے سن تو لیا لیکن مانتے نہیں اور ان کے کفر کے سبب بچھڑا (گویا) ان کے دلوں میں رچ گیا تھا (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان سے) کہہ دو کہ اگر تم مومن ہو تو تمہارا ایمان تم کو بُری بات بتاتا ہے۔ (۲:۹۲ تا ۹۳)

وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَ بَعَثْنَا
مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ
اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَ
عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ

اور اللہ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا اور اُن میں ہم نے بارہ سردار مقرر کئے پھر اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرضِ حسنہ دو گے تو میں تم سے تمہارے گناہ دُور کر دوں گا اور تمہیں باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے

عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَ لَاُدۡخِلَنَّکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ
تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۚ فَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ مِنۡکُمۡ فَقَدۡ
ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقۡضِہِمۡ مِّیۡثَاقَہُمۡ
لَعَنّٰہُمۡ وَ جَعَلۡنَا قُلُوۡبَہُمۡ قٰسِیَۃً ۚ یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ
عَنۡ مَّوَاضِعِہٖ ۙ وَ نَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوۡا بِہٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ
تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَۃٍ مِّنۡہُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ فَاعۡفُ
عَنۡہُمۡ وَ اصۡفَحۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾
وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ یٰقَوۡمِ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ
عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ وَ جَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا ٭ۖ وَّ
اٰتٰىکُمۡ مَّا لَمۡ یُؤۡتِ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۰﴾ یٰقَوۡمِ
ادۡخُلُوا الۡاَرۡضَ الۡمُقَدَّسَۃَ الَّتِیۡ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمۡ وَ لَا
تَرۡتَدُّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِکُمۡ فَتَنۡقَلِبُوۡا خٰسِرِیۡنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوۡا
یٰمُوۡسٰۤی اِنَّ فِیۡہَا قَوۡمًا جَبَّارِیۡنَ ٭ۖ وَ اِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَہَا
حَتّٰی یَخۡرُجُوۡا مِنۡہَا ۚ فَاِنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡہَا فَاِنَّا
دٰخِلُوۡنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیۡنَ یَخَافُوۡنَ اَنۡعَمَ
اللّٰہُ عَلَیۡہِمَا ادۡخُلُوۡا عَلَیۡہِمُ الۡبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلۡتُمُوۡہُ
فَاِنَّکُمۡ غٰلِبُوۡنَ ۬ۚ وَ عَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ
مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوۡا یٰمُوۡسٰۤی اِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَہَاۤ اَبَدًا مَّا
دَامُوۡا فِیۡہَا فَاذۡہَبۡ اَنۡتَ وَ رَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا ہٰہُنَا
قٰعِدُوۡنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَ اَخِیۡ
فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّہَا
مُحَرَّمَۃٌ عَلَیۡہِمۡ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَۃً ۚ یَتِیۡہُوۡنَ فِی
الۡاَرۡضِ ؕ فَلَا تَاۡسَ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۶﴾

سے نہریں بہہ رہی ہیں۔ پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔ تو اُن لوگوں کے عہد توڑ دینے کے سبب ہم نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے دلوں کو سخت کر دیا۔ یہ لوگ کلمات (کتاب) کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور جن باتوں کی ان کو نصیحت کی گئی تھی اُن کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے اور تھوڑے آدمیوں کے سوا ہمیشہ تم ان کی (ایک نہ ایک) خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو۔ تو ان کی خطائیں معاف کر دو اور (ان سے) درگزر کرو کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۵:۱۲ تا ۱۳)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو تم پر اللہ نے جو احسان کئے ہیں اُن کو یاد کرو کہ اُس نے تم میں پیغمبر پیدا کئے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں اتنا کچھ عنایت کیا کہ اہلِ عالم میں سے کسی کو نہیں دیا۔ تو بھائیو! تم ارضِ مقدس (یعنی ملک شام) میں جسے اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے چل داخل ہو اور (دیکھنا مقابلے کے وقت) پیٹھ نہ پھیر دینا ورنہ نقصان میں پڑ جاؤ گے۔ وہ کہنے لگے کہ موسیٰ! وہاں تو بڑے زبردست (لوگ) رہتے ہیں اور جب تک وہ اس سرزمین سے نکل نہ جائیں ہم وہاں نہیں جا سکتے ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم جا داخل ہوں گے۔ جو لوگ (اللہ سے) ڈرتے تھے ان میں سے دو شخص جن پر اللہ کی عنایت تھی کہنے لگے کہ اُن لوگوں پر دروازے کے رستے سے حملہ کر دو۔ جب تم دروازے میں داخل ہو گئے تو فتح تمہاری ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو۔ وہ بولے کہ اے موسیٰ! جب تک وہ لوگ وہاں ہیں ہم کبھی وہاں نہیں جا سکتے (اگر ضرور لڑنا ہی ہے) تو تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔ موسیٰ نے (اللہ سے) التجا کی کہ اے اللہ! میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا تو ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں جدائی کر دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ ملک ان پر چالیس برس تک کیلئے حرام کر دیا گیا (کہ وہاں جانے نہ پائیں گے اور جنگل کی) زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے تو ان نافرمان لوگوں کے حال پر افسوس نہ کرو۔ (۵:۲۰ تا ۲۶)

لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ
وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ
يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ
اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝۱۳۸
اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۹ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ
فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۴۰ وَ اِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ
فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَ
يَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
عَظِيْمٌ ۝۱۴۱ وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا
بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَ قَالَ
مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا
تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۱۴۲ وَ لَمَّا جَاۗءَ مُوْسٰى
لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ
قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ
مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ
جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ
سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۴۳ قَالَ
يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَ بِكَلَامِيْ ۡ
فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴ وَ كَتَبْنَا لَهٗ
فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ
شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ
سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۱۴۵ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت) کیلئے بیٹھے رہتے تھے۔ (بنی اسرائیل) کہنے لگے کہ موسیٰ! جیسے اُن لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دو۔ موسیٰ نے کہا کہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔ یہ لوگ جس (شغل) میں (پھنسے ہوئے) ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بیہودہ ہیں۔ (اور یہ بھی) کہا کہ بھلا میں اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تم کو تمام اہلِ عالم پر فضیلت بخشی ہے۔ اور (ہمارے ان احسانوں کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعونیوں (کے ہاتھ) سے نجات بخشی وہ لوگ تم کو بڑا دکھ دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو توقتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے سخت آزمائش تھی۔ اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کی میعاد مقرر کی اور دس (راتیں) اور ملا کر اُسے پورا کر دیا تو اس کے رب کی چالیس رات کی میعاد پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میرے (کوہِ طور پر جانے کے) بعد تم میری قوم میں میرے جانشین ہو (ان کی) اصلاح کرتے رہنا اور شریروں کے رستے پر نہ چلنا۔ اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر (کوہِ طور پر) پہنچے اور اُن کے رب نے ان سے کلام کیا تو کہنے لگے کہ اے اللہ! مجھے (جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار (بھی) کروں۔ اللہ نے فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے، ہاں پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے جب اُن کا رب پہاڑ پر نمودار ہوا تو (تجلی انوارِ ربانی نے) اُس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور جو ایمان لانے والے ہیں اُن میں سب سے اوّل ہوں۔ (اللہ نے) فرمایا کہ موسیٰ! میں نے تمہیں اپنے پیغام اور اپنے کلام سے لوگوں سے ممتاز کیا ہے تو جو میں نے تمہیں عطا کیا ہے اُسے پکڑ رکھو اور (میرا) شکر بجا لاؤ۔ اور ہم نے (تورات کی) تختیوں میں ان کیلئے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل

يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ
اٰيَةٍ سَبِيْلًا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٤٦﴾
وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٧﴾ وَ
اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا
جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا
يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤٨﴾

لکھ دی پھر (ارشاد فرمایا کہ) اسے زور سے پکڑے رہو اور اپنی قوم سے بھی کہہ دو کہ ان باتوں کو جو اس میں (درج ہیں اور) بہت بہتر ہیں پکڑے رہیں۔ میں عنقریب تم کو نافرمان لوگوں کا گھر دکھاؤں گا۔ جو لوگ زمین میں ناحق غرور کرتے ہیں اُن کو اپنی آیتوں سے پھیر دوں گا اگر یہ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی اُن پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسے (اپنا) راستہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں تو اسے رستہ بنا لیں یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غفلت کرتے رہے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے یہ جیسے عمل کرتے ہیں ویسا ہی ان کو بدلا ملے گا۔ اور قوم موسیٰ نے موسیٰ کے بعد اپنے زیور کا ایک بچھڑا بنا لیا (وہ) ایک جسم (تھا) جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی، ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ اُن سے بات کر سکتا ہے اور نہ اُن کو رستہ دکھا سکتا ہے اُس کو اُنہوں نے (معبود) بنا لیا اور (اپنے حق میں) ظلم کیا۔

(۷:۱۳۸ تا ۱۴۸)

وَ لَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ
قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾ وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ
اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ
اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ
يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَ
كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا
تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٥٠﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ
لِاَخِيْ وَ اَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ
الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٥١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ
غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ

اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہمیں معاف نہیں فرمائے گا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔ اور جب موسیٰ اپنی قوم میں نہایت غصے اور افسوس کی حالت میں واپس آئے تو کہنے لگے کہ تم نے میرے بعد بہت ہی بداطواری کی کیا تم نے اپنے رب کا حکم (یعنی میرا اپنے پاس آنا) جلد چاہا (یہ کہا) اور (شدتِ غضب سے تورات کی) تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے انہوں نے کہا کہ بھائی جان لوگ تو مجھے کمزور سمجھتے تھے اور قریب تھا کہ قتل کر دیں تو ایسا کام نہ کریں کہ دشمن مجھ پر ہنسیں اور مجھے ظالم لوگوں میں مت ملائیے۔ تب انہوں نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ (اللہ نے فرمایا کہ) جن لوگوں نے بچھڑے کو (معبود) بنا لیا تھا ان پر اللہ کا غضب

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَ الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ
ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ
اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَ فِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ
هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ
سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ
اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا
فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ
تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ
الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَ اكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي
الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ
مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ
فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ
هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ۚ

وَ سْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ
اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ
سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛۚ
كَذٰلِكَ ۛۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَ اِذْ قَالَتْ
اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ
مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى
رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ

واقع ہوگا اور دنیا کی زندگی میں ذلت (نصیب ہوگی) اور ہم افتراء پردازوں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ اور جنھوں نے بُرے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو کچھ شک نہیں کہ تمہارا رب اس کے بعد (بخش دے گا کہ وہ) بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو (تورات کی) تختیاں اٹھالیں اور جو کچھ ان میں لکھا تھا وہ ان لوگوں کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی۔ اور موسیٰ نے اس میعاد پر جو ہم نے مقرر کی تھی اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب (کر کے کوہ طور پر حاضر) کئے جب ان کو زلزلے نے پکڑا تو موسیٰ نے کہا کہ اے اللہ! اگر تو چاہتا تو اُن کو مجھ سے پہلے ہی سے ہلاک کر دیتا کیا تو اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے بےعقلوں نے کیا ہے ہمیں ہلاک کر دے گا؟ یہ تو تیری آزمائش ہے اس سے تو جس کو چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت بخشے، تو ہی ہمارا کارساز ہے تو ہمیں (ہمارے گناہ) بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف رجوع ہو چکے (اللہ نے) فرمایا کہ جو میرا عذاب ہے اُسے تو جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے، میں اس کو ان لوگوں کیلئے لکھ دوں گا جو پرہیز گاری کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ (۷:۱۴۹ تا ۱۵۶)

اور ان سے اُس گاؤں کا حال تو پوچھو جو لب دریا واقع تھا جب یہ لوگ ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے لگے (یعنی) اس وقت کہ ان کے ہفتے کے دن مچھلیاں ان کے سامنے پانی کے اوپر آتیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو نہ آتیں، اسی طرح ہم ان لوگوں کو ان کی نافرمانیوں کے سبب آزمائش میں ڈالنے لگے۔ اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کر دینے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس لئے کہ تمہارے رب کے سامنے معذرت کر سکیں اور عجیب نہیں کہ وہ پرہیز گاری اختیار کریں۔ جب انہوں نے ان باتوں

أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ
ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا
عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً
خَاسِئِينَ ﴿١٦٦﴾

کو فراموش کر دیا جن کی اُن کو نصیحت کی گئی تھی تو جو لوگ بُرائی سے منع کرتے تھے اُن کو ہم نے نجات دی اور جو ظلم کرتے تھے اُن کو بُرے عذاب میں پکڑ لیا کہ نافرمانی کئے جاتے تھے۔ غرض جن اعمالِ (بد) سے اُن کو منع کیا گیا تھا جب وہ اُن (پر اصرار اور ہمارے حکم سے) گردن کشی کرنے لگے تو ہم نے اُن کو حکم دیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ۔
(۷:۱۶۳ تا ۱۶۶)

وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ
وَاقِعٌ بِهِمْ ۚ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧١﴾

اور جب ہم نے اُن (کے سروں) پر پہاڑ اٹھا کھڑا کیا گویا وہ سائبان تھا اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ اُن پر گرتا ہے تو (ہم نے کہا کہ) جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے زور سے پکڑے رہو اور جو اس میں لکھا ہے اُس پر عمل کرو تا کہ بچ جاؤ۔ (۷:۱۷۱)

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ قَدْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ
وَاعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ
وَالسَّلْوَىٰ ﴿٨٠﴾ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ قَدْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ
عَدُوِّكُمْ وَوَاعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا
عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ﴿٨٠﴾ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا
رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَ
مَن يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ ﴿٨١﴾ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ
لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ﴿٨٢﴾ وَمَا
أَعْجَلَكَ عَن قَوْمِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا
قَوْمَكَ مِن بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾

اے آلِ یعقوب! ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تورات دینے کے لئے تم سے کوہِ طور کی داہنی طرف مقرر کی اور تم پر من اور سلویٰ نازل کیا۔ (اور حکم دیا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں اُن کو کھاؤ اور اس میں حد سے نہ نکلنا ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ ہلاک ہو گیا، اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر سیدھے رستے چلے، اُس کو میں بخش دینے والا ہوں۔ اور اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم سے (آگے چلے جانے) میں کیوں جلدی کی؟ کہا وہ میرے پیچھے (آ رہے) ہیں اور اے اللہ! میں نے تیری طرف (آنے کی) جلدی اس لئے کی کہ تو خوش ہو۔ فرمایا کہ ہم نے تمہاری قوم کو تمہارے بعد آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے ان کو بہکا دیا ہے۔
(۲۰:۸۰ تا ۸۵)

فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ
أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ
الْعَهْدُ أَمْ أَرَدتُّمْ أَن يَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّن
رَّبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُم مَّوْعِدِي ﴿٨٦﴾ قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا
مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلَٰكِنَّا حُمِّلْنَا أَوْزَارًا مِّن زِينَةِ

اور موسیٰ غصے اور غم کی حالت میں اپنی قوم کے پاس واپس آئے (اور) کہنے لگے کہ اے قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا (میری جدائی کی) مدت تمہیں دراز (معلوم) ہوئی یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے غضب نازل ہو اور (اس لئے) تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا (اس کے) خلاف کیا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے اختیار سے تم سے وعدہ خلاف نہیں کیا بلکہ

الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾
فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ
اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۚ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ
اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّ لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ وَ
لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ
بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَ اَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾
قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا
مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۙ﴿۹۲﴾
اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا
تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَ لَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ
فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾ قَالَ
فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا
بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ
كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي
الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ
تُخْلَفَهٗ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ
لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ
اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ
عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ
وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾

ہم لوگوں کے زیوروں کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھے پھر ہم نے اس کو (آگ میں) ڈال دیا اور اسی طرح سامری نے ڈال دیا۔ تو اس نے اُن کے لئے ایک بچھڑا بنا دیا (یعنی اس کا) قالب جس کی آواز گائے کی سی تھی تو لوگ کہنے لگے کہ یہی تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا بھی معبود ہے مگر وہ بھول گئے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔ اور ہارون نے اُن سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ لوگو! اس سے صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور تمہارا رب تو اللہ ہے تو میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو۔ وہ کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس نہ آئیں ہم تو اس (کی پوجا) پر قائم رہیں گے۔ (پھر موسیٰ نے ہارون سے) کہا کہ ہارون! جب تم نے ان کو دیکھا کہ وہ گمراہ ہو رہے ہیں تو تمہیں کس چیز نے روکا۔ (یعنی) اس بات سے کہ تم میرے پیچھے چلے آؤ بھلا تم نے میرے حکم کے خلاف (کیوں) کیا؟ کہنے لگے کہ بھائی میری ڈاڑھی اور سر (کے بالوں) کو نہ پکڑیئے میں تو اس سے ڈرا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کو ملحوظ نہ رکھا۔ (پھر سامری سے) کہنے لگے کہ سامری تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی تو میں نے فرشتے کے نقشِ پا سے (مٹی کی) ایک مٹھی بھر لی، پھر اس کو (بچھڑے کے قالب میں) ڈال دیا اور مجھے میرے جی نے (اس کام کو) اچھا بتایا۔ (موسیٰ نے کہا) جا تجھ کو دنیا کی زندگی میں یہ (سزا) ہے کہ کہتا رہے کہ مجھے ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے (یعنی عذاب کا) جو تجھ سے ٹل نہ سکے گا اور جس معبود (کی پوجا) پر تو (قائم و) معتکف تھا اُس کو دیکھ ہم اُسے جلا دیں گے پھر اُس (کی راکھ) کو اُڑا کر دریا میں بکھیر دیں گے۔ تمہارا معبود اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ اس طرح پر ہم تم سے وہ حالات بیان کرتے ہیں جو گزر چکے ہیں اور ہم نے تمہیں اپنے پاس سے نصیحت (کی کتاب) عطا فرمائی ہے۔

(۸۶:۲۰ تا ۹۹)

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَهۡلَکۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًی وَّ رَحۡمَۃً لَّعَلَّهُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴۳﴾ وَ مَا کُنۡتَ بِجَانِبِ الۡغَرۡبِیِّ اِذۡ قَضَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسَی الۡاَمۡرَ وَ مَا کُنۡتَ مِنَ الشّٰهِدِیۡنَ ﴿۴۴﴾ وَ لٰکِنَّاۤ اَنۡشَاۡنَا قُرُوۡنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیۡهِمُ الۡعُمُرُ ۚ وَ مَا کُنۡتَ ثَاوِیًا فِیۡۤ اَهۡلِ مَدۡیَنَ تَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا ۙ وَ لٰکِنَّا کُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا کُنۡتَ بِجَانِبِ الطُّوۡرِ اِذۡ نَادَیۡنَا وَ لٰکِنۡ رَّحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰهُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّهُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴۶﴾

اور ہم نے پہلی اُمتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لئے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا تو تم (طور کے) مغرب کی طرف نہیں تھے اور نہ اس واقعے کے دیکھنے والوں میں تھے۔ لیکن ہم نے (موسیٰ کے بعد) کئی اُمتوں کو پیدا کیا پھر اُن پر مدت طویل گزر گئی اور نہ تم مدین والوں میں رہنے والے تھے کہ اُن کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہاں ہم ہی تو پیغمبر بھیجنے والے تھے۔ اور نہ تم اُس وقت جب کہ ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی طُور کے کنارے تھے بلکہ (تمہارا بھیجا جانا) تمہارے رب کی رحمت ہے تا کہ تم اُن لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا ہدایت کرو تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ (۲۸: ۴۳ تا ۴۶)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اٰذَوۡا مُوۡسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوۡا ؕ وَ کَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ وَجِیۡهًا ﴿۶۹﴾

مومنو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو (عیب لگا کر) رنج پہنچایا تو اللہ نے اُن کو بے عیب ثابت کیا اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔ (۳۳: ۶۹)

وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ یٰقَوۡمِ لِمَ تُؤۡذُوۡنَنِیۡ وَ قَدۡ تَّعۡلَمُوۡنَ اَنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ ؕ فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۵﴾

اور وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم! تم مجھے کیوں ایذا دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں تو جب ان لوگوں نے کجروی کی اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۶۱: ۵)

بنی اسرائیل کو صحرائے سینا میں انوکھے قسم کے حالات پیش آئے اور ان کو اس نفسیاتی غلامی سے نجات حاصل کرنے کی تربیت ملی جس میں وہ طویل عرصے سے مبتلا تھے اور جس کا سلسلہ نسل در نسل چلتا آ رہا تھا۔ انہیں اس تربیت کے ذریعہ اپنے معاملات اور اپنی قسمت خود اپنے ہاتھ میں لینے، اور اپنی زمین اپنے قبضے میں لینے کے لئے تیار کیا گیا اور اسی سے بعد میں وہ اس لائق ہوئے کہ انھوں نے اپنی سلطنت قائم کی۔ سینا میں چالیس سال تک قیام کے دوران انھوں نے ریگستان کے گرم وسرد کو جھیلا اور ساری دنیا سے کٹ کر صحراء میں بھٹکتے رہے، اسی دوران انہیں اللہ کی طرف سے ہدایت ملی، ان کی آزمائشیں پیش آئیں، سزا بھی بھگتی اور انعام ورحمت اور اللہ کا فضل بھی ان پر ہوا اور کئی معجزات انھوں نے دیکھے۔ انہیں اپنی انسانی کمزوریوں کا بھی سامنا کرنا پڑا اور شیطان کی ترغیبات میں بھی وہ الجھے، اور ان تمام تجربات سے انہیں اور زیادہ پاکیزہ اور ٹھوس کردار والا بننے میں مدد ملی۔

اسرائیلیوں کو فرعون سے نجات ملی اور وہ اس کی پہنچ سے مامون ہوئے اور انہیں صحراء میں سایہ اور خوراک یعنی من وسلویٰ میسر

ہوا۔ انہیں پانی بھی نصیب ہوا ''پس چٹان سے پانی کے ۱۲ دھارے بہہ نکلے اور ہر گروہ نے اپنا چشمہ آب پہچان لیا'' [۲:۵۷، ۶۰؛ ۷:۶۱]۔ انھوں نے اللہ کے معجزات کا مشاہدہ کیا اور اس کی طرف سے انہیں کلام ہدایت ملا۔ ''اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمھارے اوپر طور کو ہم نے بلند کیا، اس چیز کو مضبوطی سے پکڑو جو ہم نے تمھیں عطا کی ہے اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو'' [۲:۶۳؛ ۷:۱۷۱]۔ لیکن ان تمام احوال کے باوجود بنی اسرائیل اللہ کے احسانات کے شکر گزار نہ بنے اور اس کی ہدایت کے پابند نہ رہے۔ درحقیقت ،صحرائے سینا سے نکلنے کے بعد وہ جیسے ہی ان لوگوں کے رابطے میں آئے جو بت پوجا کرتے تھے، تو انھوں نے ان لوگوں کی ہی طرح ان بتوں میں خدا کو دیکھنا شروع کر دیا اور موسیٰ سے وہ فرمائش کی جس سے موسیٰ کو بہت دھچکا لگا [۷:۱۳۸ تا ۱۴۰]۔

بنی اسرائیل کو قربانی کے بطور ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا لیکن وہ اس حکم کو ماننے میں بہت تردد میں پڑے رہے اور اپنی نافرمانی کا بہانہ بنانے کے لئے ایک کے بعد ایک سوال موسیٰ کے توسط سے اللہ کے سامنے پیش کرتے رہے [۲:۶۴ تا ۷۱]۔ جب ان میں سے ایک آدمی کا قتل ہو گیا اور کوئی بھی اس قتل کا الزام اپنے سر لینے کو تیار نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ رہنمائی ملی کہ اس ذبح کی ہوئی گائے کے ایک ٹکڑے سے اس مقتول کے اوپر ضرب لگائیں۔ اس طرح وہ شخص جی اٹھے گا اور خود یہ بتادے گا کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا، اس طرح وہ ایک جان کو بچا بھی سکتے ہیں اور جان لینے والے کو سزا دے کر جان کی حرمت بھی قائم کر سکتے ہیں [۲:۷۲ تا ۷۳]۔

بنی اسرائیل نے اس وقت تو تمام حدیں ہی پھلانگ ڈالیں جب انھوں نے موسیٰ کے سامنے یہ شرط رکھ دی کہ وہ ان کی اتباع تبھی کریں گے جب انہیں اللہ کی ہستی کو آنکھوں کے سامنے دکھا دیا جائے؛ اس مطالبہ کے نتیجے میں ان کے اوپر آسمانی بجلی آگری جس سے وہ مر گئے، لیکن اللہ نے انہیں پھر سے اٹھا کھڑا کیا [۲:۵۵ تا ۵۶]۔ انہیں صحراء میں اگرچہ من وسلویٰ جیسی غذائیں میسر آئیں لیکن انھوں نے اس کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ زمین سے اگنی والی نباتات کا مطالبہ کرنے لگے جو ریگستان میں اگتی ہی نہیں تھیں [۲:۶۱]۔ یہ بات خاص طور سے توجہ طلب ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ سے جب بھی کوئی مطالبہ کیا تو یہ کہہ کر کیا اپنے رب سے کہو کہ کرے، یہ نہیں کہا کہ ہمارے رب سے دعا کیجئے [۲:۶۱، ۶۸ تا ۷۰؛ ۵:۲۴؛ ۷:۱۳۴]۔

بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی سب سے سنگین نافرمانی اس وقت کی جب انھوں نے اس زمین (ملک) میں داخل ہونے سے منع کر دیا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا اور انہیں اس میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ ان کی اکثریت نے اللہ اور نبی کے فرمان کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ اس ملک میں بہت جبار لوگ رہتے ہیں اور ہمارے پاس ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے، اور انھوں نے بڑی ڈھٹائی سے حضرت موسیٰ سے یہ کہا کہ تم جاؤ اور تمھارا خدا جائے اور لڑے، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے [۵:۲۴]۔ صرف دو آدمی اس کے لئے راضی ہوئے تھے اور انھوں نے فرمان بجالانے کی کوشش کی۔ حضرت موسیٰ اپنی قوم کے لوگوں کے اس رویہ سے اتنے دل برداشتہ ہوئے کہ انھوں نے لاچاری کے ساتھ اپنے رب سے یہ مناجات کی کہ میرا بس تو اپنے اوپر اور اپنے بھائی پر ہی ہے، اور اللہ سے کہا کہ ''ہمارے اور ہماری قوم کے بیچ دوری پیدا کر دیجئے''۔ تب اللہ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے پاس جو فرمان آیا وہ یہ تھا کہ ''یہ زمین ان پر اب چالیس سال تک حرام رہے گی اور یہ بھٹکتے ہی رہیں گے'' [۵:۲۰ تا ۲۶]۔

قرآن میں بنی اسرائیل کے دو اور جرم بھی بتائے گئے ہیں جو غالباً حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے انجام دئے۔ ایک موقع پر بنی اسرائیل نے ایک شہر میں داخل ہونے کے حکم کو نہ مانا جہاں انہیں کھانا ملتا۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ شہر میں دروازے سے داخل

ہوجائیں اور یہ دعا کرتے جائیں کہ اے اللہ ہمارے گناہوں کا بوجھ ہم پر سے اتار دے، تو وہ معاف کردئے جائیں گے اور انہیں زیادہ بڑا اجر ملے گا، لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ الٹے ان الفاظ کو الٹ ڈالا جو انہیں بتائے گئے تھے، ان کے اس گھمنڈ کی وجہ سے انہیں سزا دی گئی [۲:۵۸ تا۵۹؛ ۷:۱۶۱ تا ۱۶۲]۔ دوسرے موقع پر اسرائیلیوں کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ سبت (ہفتہ) کے دن انہیں دریا میں مچھلیاں اوپر اوپر تیرتی دکھائی دیتیں جب کہ ہفتہ کے دن انہیں شکار کرنے سے منع کردیا گیا تھا۔ باقی دنوں میں جب وہ شکار کرسکتے تھے تو مچھلیاں نیچے چلی جاتی تھیں اور پکڑ میں نہیں آتی تھیں۔ اس طرح ان کی آزمائش کی جارہی تھی کہ وہ ہفتہ کے دن قانون توڑ کر شکار کرنے کی للک کو پورا کرتے ہیں یا صبر کرتے ہیں [۷:۱۶۳]۔ ان حالات میں قرآن میں بڑی اہم رہنمائی دی گئی ہے۔ یہ کہ صالح لوگوں کو ہمیشہ غلط کار لوگوں کی اصلاح میں لگا رہنا چاہئے اور کبھی اس سے باز نہیں آنا چاہئے، کیوں کہ فرد کو اللہ کی طرف سے دی گئی ذمہ داری پوری کرتے رہنا ہے قطع نظر اس کے کہ اسے اس میں کامیابی ملے یا نہ ملے، اور مصلحین کو فرد اور سماج کی اصلاح کی طرف سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو واقعات و حالات پیش آئے وہ آج کے مسلمانوں کے لئے بھی معنویت رکھتے ہیں، کیوں کہ انسانی نفسیاتی کمزوریاں ہمیشہ موجود رہتی ہیں۔ جس طرح سے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے دکھ دیا اسی طرح محمد ﷺ کی قوم کو بھی اپنے نبی کو ستانے کے خلاف قرآن میں بار بار تنبیہ کی گئی ہے [۳۳:۶۹؛ ۶۱:۵]۔

ایک اور سنگین بات اس دوران ہوئی جب حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کے لئے چالیس راتوں تک کوہ طور پر رہے۔ موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے فرمائش کی کہ وہ اپنا جلوہ انہیں دکھائے اور اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتے، البتہ سامنے کی پہاڑ پر دیکھو، اگر وہ اپنی جگہ باقی رہ جائے تب تم مجھے بھی دیکھ لوگے‘‘۔ اور جیسے ہی حضرت موسیٰ کے رب نے اس پہاڑ پر اپنی تجلی ظاہر کی تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ پھر جب انہیں ہوش آیا تو انھوں نے کہا: تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں‘‘[۷:۱۴۳]۔ اس عرصے میں حضرت موسیٰ اپنی قوم کو جلد بازی میں چھوڑ کر چلے گئے تھے کیوں کہ انہیں اللہ سے ملنے اور کلام کرنے کا اشتیاق تھا اور اس کی رضا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ قرآن کے بیانات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ کا یہ عمل ان کی قوم کے تئیں اپنی ذمہ داری سے آگہی کی قیمت پر تھا۔ ان کے جانے کے بعد وہ لوگ ’’آزمائش میں ڈال دئے گئے اور سامری نے ان کو بہکا دیا‘‘[۲۰:۸۵]۔ سماریتن نام کا ایک فرقہ ہے جو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں تو نہیں تھا لیکن بعد میں ظہور میں آیا، اس لئے عربی لفظ ’سامری‘ کا تعلق یہاں ہبریو زبان کے لفظ ’’شومیرون‘‘ سے ہوسکتا ہے جس سے بعد میں سماریون اور سماریتن جیسے الفاظ بنے [اسمتھ بائبل ڈکشنری]۔ یہ ڈکشنری اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ لفظ شومیرون (Shomeron) کا مطلب ہوتا ہے: ’’ایک گھڑی سے متعلق‘‘۔ ’دی نیو بینٹم میگڈیڈو ہبریو اینڈ انگلش‘ ڈکشنری میں ’’شیمر Shemer‘‘ کا مطلب ہے: چوکی دار، نگرانی کرنے والا۔ رکھوالا۔ کیا یہ شخص (سامری) صحرا سیناء میں بنی اسرائیل کے لئے چوکی دار کے اس کام کو انجام دیتا تھا جس کی وجہ سے سب لوگ اسے پہچانتے تھے اور اس کی بات مانتے تھے؟۔ یا اس اس لفظ ’سامری‘ کا تعلق قدیم مصری لفظ ’شیمر‘ (Shemer) سے ہے جس کا مطلب پردیسی یا اجنبی ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا سامری حضرت موسیٰ کے متبعین میں کوئی پردیسی شخص تھا جیسا کہ ابن عباس کا قول الرازی نے نقل کیا ہے؟ اور اگر ایسا ہی ہے کیا اس کے مصری ساتھیوں نے اسے یہ نام دیا تھا حضرت موسیٰ کی اتباع کرنے کی وجہ سے، اس لئے کہ اسرائیلیوں کو پردیسی اور اجنبی ہی باور کیا جاتا تھا؛ یا خود اسرائیلی ہی اسے اجنبی کہتے تھے اس وجہ سے کہ وہ قدیم مصری زبان بولتا تھا؟ محمد اسد نے آیت ۲۰:۸۵ کی تشریح میں اپنے نوٹ میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے ذریعہ سنہری بچھڑے کی پوجا شروع کردئے جانے کے واقعہ سے بعد والے مطلب کی تائید ہوتی ہے اور زیادہ

مضبوط ہوتی ہے، جو بلاشبہ مصر کے ایپس فرقہ کے ایک مذہبی عمل کی بازگشت ہے، جو لوگ ایک مقدس بیل کی پوجا کرتے تھے جس کے بارے میں مصریوں کا عقیدہ تھا کہ وہ خدا کا اوتار ہے۔۔۔۔۔ وہ ہلکی سی آواز (خوار) جو اس بچھڑے کے منہ سے نکل رہی تھی، غالباً ہوا کے اثر سے پیدا ہوتی تھی، جیسا کہ مصر کے قدیم کھوکھلی دیواروں والے مندروں میں کھوکھلے بتوں کے اندر سے نکلتی تھی [آیت ۲۰:۸۵ پر تشریحی نوٹ نمبر ۱۱۳)۔

اسرائیلیوں نے یہ بچھڑا بنانے کے لئے اپنا عذر یہ پیش کیا کہ ان کے اوپر سونے کے زیورات کا بوجھ لدا ہوا تھا جس سے چھٹکارا پانے کے لئے انھوں نے سامری کی تجویز پر انہیں آگ میں ڈال دیا جنہیں پگھلا کر سامری نے ایک بچھڑے کی شکل میں ڈھال دیا [قرآن: ۲۰:۸۷]۔ بائبل (ایکسوڈس xii ۳۵:) کے مطابق اسرائیلیوں نے مصر سے نکلنے سے پہلے مصریوں سے سونے اور چاندی کے زیورات قرض لئے تھے اور انھوں نے مصریوں کا مال غبن کر لیا تھا۔ محمد اسد لکھتے ہیں: ''یہ بات نوٹ کرنے والی ہے کہ عہد نامہ قدیم میں اگرچہ اسرائیلیوں کے اس رویہ کی مذمت نہیں کی گئی ہے، لیکن اس کی لعنت ان پر چھاتی گئی اور وہ زیور ساتھ لے کر چلنا ان کے لئے مصیبت بن گیا، اس لئے انھوں نے غلط طریقے سے حاصل اس سونے سے پیچھا چھڑانے کا فیصلہ کیا [بگھاوی، زمخشری، رازی)'' [آیت ۲۰:۸۷ پر تشریحی نوٹ نمبر ۷۳]۔ یہ سامری جس نے بنی اسرائیل کو ان کے عقیدہ توحید کے بارے میں شک میں ڈال دیا جس کی وجہ سے وہ کئی نسلوں تک مصر میں مبتلائے آزار رہے، اس نے یہ دعویٰ کیا کہ بچھڑا بنانے اور اسے خدا بتانے کا کام اس نے اس لئے کیا کہ اسے اس کی ترغیب اس کے اندرون سے ملی اور اس نے وہ کچھ دیکھا جو اور لوگ نہیں دیکھ سکتے تھے اس لئے اس نے اپنے بل پر ایسا کیا [۲۰:۹۵ تا ۹۶]۔ اسے یہ سزا دی گئی کہ وہ اچھوت بن کر رہ گیا یا تو بیماری لگ جانے سے جسمانی اور ظاہری طور پر اچھوت، یا اس کا سماجی بائیکاٹ کر دیا گیا، یا دونوں ہی معاملے اس کے ساتھ پیش آئے۔ اس کا سونے کا بچھڑا آگ میں جلا دیا گیا اور اس کی راکھ سمندر میں پھینک دی گئی [۲۰:۹۷]۔

اس کے بعد بنی اسرائیل کو توبہ کر لینے کے نتیجے میں پھر معاف کر دیا گیا [۲:۵۲؛ ۷:۱۴۹]۔ قرآن کے مطابق اس توبہ واستغفار کے لئے ۷۰ لوگوں کو منتخب کیا گیا تھا: ''اور موسیٰ نے اس میعاد پر جو ہم نے مقرر کی تھی اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب (کر کے کوہِ طور پر حاضر) کیئے۔ جب ان کو زلزلے نے آ پکڑا تو موسیٰ نے کہا کہ اے اللہ! اگر تو چاہتا تو اُن کو مجھ سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا، کیا تو اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے بے عقلوں نے کیا ہے ہمیں ہلاک کر دے گا؟ یہ تو تیری آزمائش ہے۔۔۔۔۔ [۷:۱۵۵]۔ اپنی توبہ قبول کرانے کے لئے حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اپنی جانوں کو ہلاک کرو۔ آیت ۲:۵۴ کی جو تشریح عبدالجبار الرازی نے کی ہے وہ بائبل کے اس بیان سے مختلف ہے جس میں ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کی بات کہی گئی ہے [ایکسوڈس xxxii ۲۶:۲۶ تا ۲۸]، اور جس کا اثر کچھ مسلم مفسرین نے بھی قبول کیا ہے حالانکہ یہ قرآن کے اس بیان سے متضاد ہے کہ بنی اسرائیل نے نافرمانی کرنے کے بعد جب توبہ کی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی [۲:۵۲؛ ۴:۱۵۳؛ ۷:۱۴۹، ۱۵۳]۔ آیت میں فاقتلوا انفسکم (اپنی جانوں کو قتل کرو) کا استعارہ یا تو اس طرف ہے کہ اپنے اندر کی برائی اور مجرمانہ رجحان کو مارو یا یہ کہ ''نفس کشی اختیار کرو'' یعنی اپنی مادی خواہشات کو دباؤ، اور ایسی روحانی ریاضتیں کرو جو جسمانی مشقت میں ڈالنے والی ہوں [سنہری بچھڑے کا قصہ ملاحظہ کرنے کے لئے دیکھیں ۲:۵۱؛ ۷:۱۴۸ تا ۱۵۲؛ ۲۰:۸۳ تا ۹۹]۔

موسیٰ علیہ السلام وقت مقررہ پر اللہ سے کلام کرنے کے لئے جب اپنی قوم کو چھوڑ کر گئے اور ان کے جاتے ہی سارے کے سارے لوگ بدک گئے تو، اس معاملے میں موسیٰ علیہ السلام بہت مستعد دکھائی دیتے ہیں اگرچہ بعض اوقات بہت جلد مشتعل ہو جانے والے

بھی معلوم ہوتے ہیں، یہاں تک کہ خود اپنے بھائی کے اوپر بھڑک گئے [۷:۱۵۰؛ ۲۰:۹۴]۔قرآن میں حالانکہ اس بات کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ سامری کے معاملہ میں ہارون کا بھی کوئی رول ہے، لیکن اس کے برعکس بائبل کے بیان میں ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو متنبہ کرنے کے لئے سارے جتن کئے [ایکسوڈس xxii:۱ تا ۵]، ایسا لگتا ہے کہ ان کے اندر قائدانہ خصوصیات، مستعدی اور فیصلہ کن طاقت کی کمی تھی۔ حالانکہ ہارون سے درشتگی کے ساتھ پیش آنے کے بعد حضرت موسیٰ نے اللہ سے اپنے اور اپنے بھائی دونوں کے لئے مغفرت کی دعا کی [۷:۱۴۲، ۱۵۰ تا ۱۵۱؛ ۲۰:۹۰ تا ۹۴]۔

قرآن کہتا ہے کہ اسرائیلیوں کی بار بار نافرمانیوں اور ظلم و گناہ کی وجہ سے اللہ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ ''ذلیل وخوار بندر بن جاؤ'' [۲:۶۵؛ ۵:۶۰؛ ۷:۱۶۶]۔مشہور تابعی مجاہد کہتے ہیں کہ ''ان کے دل بدل دئے گئے تھے، نا کہ ان کے جسم اور یہ ایک نفسیاتی تبدیلی تھی جسمانی نہیں اور یہ ایسا ہی محاورہ ہے جیسے اللہ نے بنی اسرائیل کے لئے علماء کے لئے یہ کہا کہ ''ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں'' [۵:۶۲]۔ (دیکھیں اس آیت کی تفسیر: ابن کثیر، طبری اور تفسیر المنار)۔کلاسیکل عربی ادب میں بندر کو ایسے حیوان کے روپ میں دیکھا جاتا تھا جو اپنی خواہشات اور بھوک سے باز نہیں رہ سکتا۔ آیت ۵:۶۰ میں بندر کے ساتھ خنزیر کا بھی اضافہ ہے، اور اسے بھی استعارے میں ہی سمجھا گیا ہے، مطلب ایک نفسیاتی تبدیلی نا کہ جسمانی۔خنزیر بھی ایسا ہی جانور ہے جو اپنی ہوس پوری کرنے میں لگا رہتا ہے (دیکھیں تفسیر المنار میں آیت ۵:۶۰ کی تشریح)۔

تورات: اخلاقی اور قانونی ضابطے

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا
اللّٰہَ ۟ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ
الۡمَسٰکِیۡنِ وَ قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا وَّ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ
اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ
مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۳﴾ وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ لَا تَسۡفِکُوۡنَ
دِمَآءَکُمۡ وَ لَا تُخۡرِجُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ ثُمَّ
اَقۡرَرۡتُمۡ وَ اَنۡتُمۡ تَشۡہَدُوۡنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنۡتُمۡ ہٰۤـؤُلَآءِ
تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ وَ تُخۡرِجُوۡنَ فَرِیۡقًا مِّنۡکُمۡ مِّنۡ
دِیَارِہِمۡ ۫ تَظٰہَرُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ ؕ وَ اِنۡ
یَّاۡتُوۡکُمۡ اُسٰرٰی تُفٰدُوۡہُمۡ وَ ہُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیۡکُمۡ
اِخۡرَاجُہُمۡ ؕ اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَ

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کیساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے رہنا تو چند لوگوں کے سوا تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر کر پھر بیٹھے۔ اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں کشت وخون نہ کرنا اور اپنے کو اُن کے وطن سے نہ نکالنا تو تم نے اقرار کر لیا اور تم (اس بات کے) گواہ ہو۔ پھر تم وہی ہو کہ اپنوں کو قتل کر دیتے ہو اور اپنے میں سے بعض لوگوں پر گناہ اور ظلم سے چڑھائی کر کے انہیں وطن سے نکال بھی دیتے ہو اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو بدلا دے کر اُن کو چھڑوا بھی لیتے ہو حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم کو حرام تھا (یہ) کیا (بات ہے کہ) تم کتاب (الٰہی) کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کر دیتے ہو، تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو

تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ
اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ
اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا
يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾

رُسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان سے غافل نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی، پس نہ تو ان سے عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو (اور طرح کی) مدد ملے گی۔ (۲:۸۳ تا ۸۶)

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۙ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى
لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي
السَّمَآءِ ؕ﴿۵﴾

اُس نے (اے محمد ﷺ!) تم پر سچی کتاب نازل کی جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور اُسی نے تورات اور انجیل نازل کی۔ (یعنی) لوگوں کی ہدایت کے لئے پہلے (تورات اور انجیل اتاری) اور (پھر قرآن جو حق اور باطل کو) الگ الگ کر دینے والا (ہے) نازل کیا۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں اُن کو سخت عذاب ہو گا اور اللہ تعالیٰ زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔ (۳:۳ تا ۴)

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ
اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ﴿۱۶۰﴾

تو ہم نے یہودیوں کے ظلموں کے سبب (بہت سی) پاکیزہ چیزیں جو ان کو حلال تھیں ان پر حرام کر دیں اور اس سبب سے بھی کہ وہ اکثر اللہ کے رستے سے (لوگوں کو) روکتے تھے۔ (۴:۱۶۰)

وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ
اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ
نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ
هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ
كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ
وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَ مَنْ لَّمْ
يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ
كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ الْعَيْنَ
بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ

اور یہ تم سے (اپنے مقدمات) کیونکر فیصل کرائیں گے جب کہ خود اُن کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے (یہ اُسے جانتے ہیں) پھر اس کے بعد اُس سے پھر جاتے ہیں اور یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔ بے شک ہم نے ہی تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اسی کے مطابق انبیاء جو (اللہ کے) فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان مقرر کئے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے (یعنی حکم الٰہی کا یقین رکھتے تھے) تو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔ اور ہم نے ان لوگوں کیلئے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک

السِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ
بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلا ہے لیکن جو شخص بدلا معاف کردے وہ اس کیلئے کفارہ ہوگا اور جو اللہ کے فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔ (۵:۴۳ تا ۴۵)

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ
اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ
اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ
سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) اُن کے رب کی طرف سے اُن پر نازل ہوئیں ان کو قائم رکھتے تو (ان پر رزق مینہ کی طرح برستا کہ) اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ ان میں کچھ لوگ میانہ رَو ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کے اعمال بُرے ہیں۔ (۵:۶۶)

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا
التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ
لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ
طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

کہو کہ اے اہلِ کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) تمہارے رب کی طرف سے تم لوگوں پر نازل ہوئیں اُن کو قائم نہ رکھو گے کچھ بھی راہ پر نہیں ہو سکتے اور (یہ قرآن) جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اس سے اُن میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر اور بڑھے گا تو تم قوم کفار پر افسوس نہ کرو۔ (۵:۶۸)

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى
بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ
بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ
تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا
اَنْتُمْ وَ لَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ
يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر جیسی جاننی چاہیئے تھی نہ جانی۔ جب انہوں نے کہا کہ اللہ نے انسان پر (وحی اور کتاب وغیرہ) کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ کہو کہ جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اُسے کس نے نازل کیا تھا جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی اور جسے تم نے علیحدہ علیحدہ اوراق (پر نقل) کر رکھا ہے؟ اُن (کے کچھ حصے) کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو! اور تمہیں وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ کہہ دو (اس کتاب کو) اللہ ہی نے (نازل کیا)۔ پھر ان کو چھوڑ دو کہ اپنی بیہودہ بکواس میں کھیلتے رہیں۔ (۶:۹۱)

وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَ مِنَ
الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ
ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ
جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

اور یہودیوں پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گایوں اور بکریوں سے ان کی چربی حرام کر دی تھی سوا اس کے جو اُن کی پیٹھ پر لگی ہو یا اوجھڑی میں ہو یا ہڈی میں ملی ہو۔ یہ سزا ہم نے ان کو ان کی شرارت کے سبب دی تھی اور ہم تو سچ کہنے والے ہیں۔ (۶:۱۴۶)

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَ
تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ
رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝١٥٤

(ہاں) پھر (سن لو کہ) ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی تاکہ اُن لوگوں پر جو نیکوکار رہیں نعمت پوری کر دیں اور (اس میں) ہر چیز کا بیان (ہے) اور ہدایت (ہے) اور رحمت ہے تاکہ (ان کی اُمت کے) لوگ اپنے رب کے روبرو حاضر ہونے کا یقین کریں۔(۶:۱۵۴)

وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ
تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ
يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۝١٤٥

اور ہم نے (تورات کی) تختیوں میں ان کیلئے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی پھر (ارشاد فرمایا کہ) اسے زور سے پکڑے رہو اور اپنی قوم سے بھی کہہ دو کہ ان باتوں کو جو اس میں (درج ہیں اور) بہت بہتر ہیں پکڑے رہیں۔ میں عنقریب تم کو نافرمان لوگوں کا گھر دکھاؤں گا۔(۷:۱۴۵)

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ
وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ۭ اُولٰۗىِٕكَ
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ
مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ
رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٧

بھلا جو لوگ اپنے رب کی طرف سے دلیل (روشن) رکھتے ہوں اور اُن کیساتھ ایک (آسمانی) گواہ بھی اُس کی جانب سے ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہو جو پیشوا اور رحمت ہے (تو کیا وہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے) یہی لوگ تو اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اُس کا ٹھکانہ آگ ہے تو تم اس (قرآن) سے شک میں نہ ہونا یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔(۱۱:۱۷)

وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ
قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُوْنَ ۝١١٨

اور جو چیزیں ہم تمہیں پہلے بیان کر چکے ہیں وہ ہم نے یہودیوں پر حرام کر دی تھیں اور ہم نے اُن پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ وہی اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے۔(۱۶:۱۱۸)

وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ
اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝٢ۭ

اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عنایت کی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کیلئے رہنما مقرر کیا تھا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہرانا۔(۱۷:۲)

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِيَاۗءً وَّ ذِكْرًا
لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٤٨ۙ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ هُمْ مِّنَ
السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝٤٩

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت اور گمراہی میں) فرق کر دینے والی اور (سرتا پا) روشنی اور نصیحت (کی کتاب) عطا کی (یعنی) پرہیزگاروں کیلئے۔ جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور قیامت کا بھی خوف رکھتے ہیں۔ (۲۱:۴۸تا۴۹)

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝٤٩

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تاکہ وہ لوگ ہدایت پائیں۔ (۲۳:۴۹)

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَہۡلَکۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لَّعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴۳﴾	اور ہم نے پہلی اُمتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کیلئے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔(۴۳:۲۸)
وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ فَلَا تَکُنۡ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡ لِّقَآئِہٖ وَ جَعَلۡنٰہُ ہُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۲۳﴾ وَ جَعَلۡنَا مِنۡہُمۡ اَئِمَّۃً یَّہۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا ۟ؕ وَ کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲۴﴾	اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو تم اُس کے ملنے سے شک میں نہ ہونا اور ہم نے اُس (کتاب) کو (یا موسیٰ کو) بنی اسرائیل کیلئے (ذریعہ) ہدایت بنایا۔اور اُن میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جب وہ صبر کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔(۳۲:۲۳ تا ۲۴)
وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡہُدٰی وَ اَوۡرَثۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ الۡکِتٰبَ ﴿۵۳﴾ ہُدًی وَّ ذِکۡرٰی لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۵۴﴾	اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت (کی کتاب) دی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا۔عقل والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ (۴۰:۵۳ تا ۵۴)
اَمۡ لَمۡ یُنَبَّاۡ بِمَا فِیۡ صُحُفِ مُوۡسٰی ﴿۳۶﴾	کیا جو باتیں موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں ان کی اس کو خبر نہیں پہنچی؟ (۵۳:۳۶)(۵۳:۳۶)

مسلمانوں کے لئے محمد ﷺ سے پہلے آئے ہوئے نبیوں اور رسولوں پر اور آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے [۲:۲۸۵؛ ۴:۱۳۶]۔تورات موسیٰ علیہ السلام کے اوپر نازل ہونے والے آسمانی احکام ہیں جن میں عقائد اور اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے اور صحیح وغلط میں تمیز کرنے حکمت سکھائی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے ایک خاص طرح کی ذہنیت اور بصیرت پیدا ہوتی ہے اور احوال وکوائف میں مستقل طور سے تبدیلی آتے رہنے کے سبب جو معاملے درپیش آتے رہتے ہیں ان کے بارے فیصلہ کرنے اور رائے قائم کرنے کی اہلیت پیدا ہوتی ہے۔ایک اللہ میں یقین اور آخرت کے حساب کتاب اور سزا وجزاء پر ایمان مومن بندے کو زندگی کے نشیب وفراز میں سہارا دیتا ہے۔اگر مومن بندے کو کسی معاملہ میں کامیابی حاصل ہوتی ہے تو وہ اترانے اور تکبر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہتا ہے اور اگر کسی معاملہ میں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑے تو وہ صبر کرتا ہے اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے مقاصد اور صحیح موقف پر قائم رہتا ہے۔اللہ پر ایمان رکھنے کی بدولت فرد کے اندر زیادہ استحکام اور توازن پیدا ہوتا ہے کیوں کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں ہے اور اللہ تلافی کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔چوں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تمام انسان اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کے لحاظ سے برابر ہیں اس لئے یہ ایمان سماج میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے اور سماج کو مزید مستحکم اور مضبوط کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

صحیح اور غلط میں امتیاز کرنے کی اہلیت اللہ کی ہدایت سے مومن کے اندر پیدا ہوتی ہے جو مومن کے دل ودماغ میں ایک خاص قسم کی حساسیت اور سوجھ بوجھ کو پروان چڑھاتی ہے۔اسی چیز کو قرآن میں 'فرقان' کہا گیا ہے، یعنی چیزوں میں فرق کرنے اور خاص طور سے صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کو سمجھنے کی لیاقت [۸:۲۹]۔اس صلاحیت سے انسانی عقل کو جو کہ اللہ کا ایک عطیہ ہے فروغ ملتا ہے، جیسا کہ محمد عبدہ اور رشید رضا مصری نے ''تفسیر المنار'' میں لکھا ہے [جلد ۳،ص۔۶۰]۔آسمانی ہدایت اور انسانی دماغ کے تعامل سے انسان کو اس ہمہ وقت بدلتی اور ترقی کرتی ہوئی پر پیچ دنیا میں فیصلہ کرنے کا معیار اور کسوٹی ملتی ہے۔انسانی عقل محدود ہے اور خیالات وجذبات سے متاثر ہوتی ہے جب کہ

صحیح اور غلط کے بارے میں اللہ کی ہدایت و رہنمائی ایک مستقل نور ہے جس کی موجودگی میں عقل انسانی صحیح طرح سے کام کرتی ہے اور اللہ کے انصاف کو بروئے کار لاتی ہے جو کہ کسی بھی فرد، جنس، نسل یا طبقہ کے ساتھ زیادتی یا حق تلفی پر مبنی نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر قرآن میں تورات کو ہدایت، نور، یاددہانی اور کسوٹی کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو کہ صحیح اور غلط میں تمیز کرنا سکھاتی ہے [۲:۵۳؛ ۲۱:۴۸؛ نیز خود قرآن کو فرقان کے بطور بیان کے لئے دیکھیں ۲:۱۸۴؛ ۲۵:۱]۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے وقف ہو گئے ہیں اور وہ علماء (ربان یا ربی) جو اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے واقف ہیں ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کی کتاب پر ایمان رکھنے والوں کے ذہن میں اور ان کے اعمال وسلوک میں اس کتاب کی تعلیمات کو زندہ رکھیں۔ اس لئے بطور خاص ان علماء سے کہا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور اللہ کے پیغام وہدایات کو حقیر سے دنیاوی فائدوں کے لئے بیچنے سے بچیں [۵:۴۴]۔ انہیں کتاب کا کوئی بھی حصہ چھپانا نہیں چاہئے، نہ اس طرح اسے توڑ مروڑ کر پڑھیں کہ معنیٰ ہی بدل جائیں، نہ اس کے متن کی غلط تشریح کریں۔ اگر اہل کتاب اپنی کتاب کی تعلیمات پر عمل کریں چاہے وہ تورات ہو یا انجیل، تو انہیں اس زندگی میں بھی اپنے اس عمل کا اچھا صلہ ملے گا اور آخرت میں بھی وہ اس کا اچھا صلہ پائیں گے [۵:۶۶]۔ یہ بہت اہم بات ہے کہ قرآن اہل کتاب سے یہ کہتا ہے کہ وہ اگر اپنی کتاب سے تعلق رکھتے ہیں تو اس کتاب کی تعلیمات کو پر عمل کریں [۵:۶۸]۔

قرآن بتاتا ہے کہ بعض یہودی بعض دوسرے یہودیوں سے لڑتے تھے، یعنی ایسا کام کرتے تھے جس سے انہیں سختی کے ساتھ منع کیا گیا تھا۔ مثال کے طور پر بائبل میں بنجامن قبیلے کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ لڑنے بھڑنے والے لوگ تھے اور دوسرے قبیلوں کے لئے ایک مصیبت بنے رہتے تھے جس کی وجہ سے ان کے درمیان خوں ریز جنگیں ہوئیں [Judges XIX-XXXI]۔ یثرب (مدینہ) کے تین یہودی قبائل بنوقینقاع، بنی نصیر اور بنی قریظہ بھی اسلام سے پہلے اوس اور خزرج کے درمیان قبائلی لڑائیوں میں ملوث ہوتے تھے اور ان دونوں قبیلوں کی جنگ میں بنوقینقاع اور بنی نصیر تو خزرج کے ساتھ تھے اور بنوقریظہ اوس کے اتحادی تھے۔ اس طرح مشرکین کی حمایت میں یہودیوں نے یہودیوں کو ہلاک کیا۔ المناک بات یہ ہے کہ بعض اوقات ان لوگوں نے اپنے ہی ہم مذہبوں کو قیدی بنایا اور انہیں چھوڑنے کے لئے ان سے فدیہ لیا جبکہ ایسا کرنا ان کے یہاں ممنوع تھا اور وہ اس قانون کے خلاف ورزی کرتے رہتے تھے۔ کچھ قوانین کو ماننا اور کچھ کو نظرانداز کرنا، کچھ باتوں کو بیان کرنا اور کچھ کو چھپانا اور کچھ احکامات وتعلیمات میں تحریف کرنا، ان کے اس رویہ کی قرآن میں بار بار مذمت کی گئی [۲:۸۵ تا ۸۶؛ ۵:۴۱، ۴۳، ۶۸؛ ۶:۹۱]۔ بائبل میں بھی یہودیوں کی بہت سی حرکتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو انہیں دی گئی ہدایات کے خلاف تھیں [Exodus XXXII:9, XXXIII:3, XXXIV:9, Deuteronomy IX:6-8, 23-24, 27]۔

تورات میں بدلے کے قانون کو آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک کا قانون (lex talionis) قرار دیا گیا ہے لیکن صرف ہرجانہ دینے کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے [Exodus XXI, 22-30; Leviticus XXIV;19-20]۔ اسی طرح قرآن میں مظلوم کو معاف کرنے کی تلقین کی گئی ہے [۵:۴۵]، اور شریعت اسلام میں اس کی گنجائش رکھی گئی ہے [۲:۱۷۸]۔ کچھ جرائم اور قصوروں کے لئے سزا کے طور پر سماجی بائیکاٹ کا بھی ذکر ہے۔ اس کے علاوہ کچھ معاملوں میں حیوانوں پر بھی سزا اور ہرجانہ رکھا گیا تھا کہ ان کے کسی حملہ سے اگر کسی انسان کو چوٹ پہنچتی ہے تو اس حیوان کو سزا دی جائے گی [Exodus 21:28-29]۔ قرآن بتاتا ہے کہ بنی اسرائیل پر کچھ بدکاریوں کی سزا میں کچھ پابندیاں لگائی گئی تھیں [۴:۱۶۰؛ ۶:۱۴۶؛ ۱۶:۱۱۸؛ نیز دیکھیں Levicticus VII:23] کہ ان پر بیل، بھیڑ یا بکری کی چربی حرام کردی گئی تھی؛ نیز دیکھیں [Levicticus VII:24-25]۔ حضرت عیسیٰ نے اپنی تعلیم میں یہ اشارہ دیا کہ وہ

یہودیوں کے لئے بعض ایسی چیزوں کو جائز کر دیں گے جو پہلے ان کے لئے ممنوع تھیں [۳:۵۰]۔

اہم بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کو تورات طور سینا پر اس وقت دی گئی جب بنی اسرائیل فرعون کی غلامی اور جبر وستم سے نکل آئے تھے، اور یہ ایک ایسی حالت تھی جس کی مثال مدینہ میں نازل ہونے والے قرآنی احکامات سے دی جاسکتی ہے، یعنی جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے جبر وستم والے ماحول سے نکل کر مدینہ کی آزاد فضا میں آ گئے تھے جہاں مسلمان کسی جبر وستم سے محفوظ تھے اور اپنے عقیدے و اقدار کے مطابق اپنی سماجی زندگی گزار سکتے تھے۔ جس طرح مکہ میں نازل ہونے والی قرآنی سورتیں صرف عقیدے اور عبادت، صبر اور استقامت کی تعلیم دیتی ہیں اور مستقبل کے لئے پر امید رہنا سکھاتی ہیں، اسی طرح حضرت موسیٰ پر تورات نازل ہونے سے پہلے جو وحی آئی اس میں ،قرآن کے مطابق، یہی خصوصیات تھیں اور ایسے ہی پہلوؤں سے متعلق تعلیم تھی [۷:۱۲۸ تا ۱۲۹؛ ۱۰:۸۴ تا ۸۹]۔ اسمتھ کی بائبل ڈکشنری میں ''لاء آف موسس'' کے تحت لکھا ہے کہ ''وحی اور احکام وقوانین نازل سے پہلے بھی یقینی طور سے کچھ ضابطے رہے ہوں گے جن کے تحت بنی اسرائیل کی پرورش و پرداخت ہوئی۔ لہذا، جہاں تک یہودی قوانین کے مقاصد سے تسلسل کی بات ہے تو فلسطین کے رواج اور مصر کے قوانین موسوی شریعت میں بلاشبہ دیکھے جاسکتے ہیں۔۔۔۔ بہت سے معاملوں میں رائج الوقت ضابطوں کو پوری طرح منظور کرنے کے بجائے ان میں اصلاح وترمیم ہوئی ہوگی؛ اور ان کی موجودگی کو نظر انداز کرنے سے ان سے متعلق غلط تصورات کو راہ ملتی ہے بلکہ فی الواقع ان کے مطالب حقیقت کے برعکس لئے جاسکتے ہیں۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ موسوی شریعت کے ہر حصے کی اہمیت اس دور کے حوالے سے ہے جس میں یہ قوم رہی۔۔۔۔۔

حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے ملاقات

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰـىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ
مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا
مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى
الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰـىهُ اٰتِنَا
غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ
اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ
الْحُوْتَ ؗ وَ مَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَ
اتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا
نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا
مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ
مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى

اور جب موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہا کہ جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں ہٹنے کا نہیں خواہ برسوں چلتا رہوں۔ جب ان کے ملنے کے مقام پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے تو اُس نے دریا میں سرنگ کی طرف اپنا رستہ بنا لیا۔ جب آگے چلے تو (موسیٰ نے) اپنے شاگرد سے کہا کہ ہمارے لئے کھانا لاؤ اس سفر سے ہمیں بہت تکان ہوگئی ہے۔ (اس نے) کہا کہ بھلا آپ نے دیکھا کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی وہیں بھول گیا اور مجھے (آپ سے) اس کا ذکر کرنا شیطان نے بھلا دیا اور اُس نے عجب طرح سے دریا میں اپنا رستہ لیا۔ (موسیٰ نے) کہا یہی تو (وہ مقام) ہے جسے ہم تلاش کرتے تھے تو وہ اپنے قدموں کے نشانوں پر ہی واپس پلٹ گئے۔ (وہاں) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ دیکھا جس کو ہم نے اپنے ہاں سے رحمت (یعنی نبوت یا نعمت ولایت) دی تھی اور اپنے پاس سے علم بخشا تھا۔ موسیٰ نے اُن سے

اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ
تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
صَابِرًا وَّ لَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ
فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ
ذِكْرًا ﴿٧٠﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ
خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ
جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ
مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَ لَا
تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿٧٣﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا
لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ
نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ
اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ
عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ
لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ
اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا
جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ
لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ
بَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ
صَبْرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي
الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ
يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾ وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ
اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ

(جن کا نام خضر تھا) کہا کہ جو علم (اللہ کی طرف سے) آپ کو سکھایا گیا ہے اگر آپ اس میں سے مجھے کچھ بھلائی (کی باتیں) سکھائیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں؟ (خضر نے) کہا کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکو گے، اور جس بات کی تمہیں خبر ہی نہیں اس پر صبر کرو گے بھی کیوں کر۔ (موسیٰ نے) کہا اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے ارشاد کے خلاف نہیں کروں گا۔ (خضر نے) کہا کہ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو (شرط یہ ہے) مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر تم سے نہ کروں۔ پھر، دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو (خضر نے) کشتی کو پھاڑ ڈالا۔ (موسیٰ نے) کہا کہ کیا آپ نے اس کو اس لئے پھاڑا ہے کہ سواروں کو غرق کر دیں؟ یہ تو آپ نے بڑی (عجیب) بات کی۔ (خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے؟ (موسیٰ نے) کہا کہ جو بھول مجھ سے ہوئی اس پر مواخذہ نہ کیجئے اور میرے معاملے میں مجھ پر مشکل نہ ڈالئے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ (رستے میں) ایک لڑکا ملا تو (خضر نے) اسے مار ڈالا (موسیٰ نے) کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ شخص کو (ناحق) بغیر قصاص کے مار ڈالا (یہ تو) آپ نے بُری بات کی۔ (خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟ انہوں نے کہا کہ اگر میں اس کے بعد (پھر) کوئی بات پوچھوں (یعنی اعتراض کروں) تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا کہ آپ میری طرف سے عذر (کے قبول کرنے میں غایت) کو پہنچ گئے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے اور ان سے کھانا طلب کیا انہوں نے ان کی ضیافت کرنے سے انکار کر دیا پھر انہوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو (جھک کر) گرا چاہتی تھی خضر نے اس کو سیدھا کر دیا موسیٰ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو ان سے (اس کا) معاوضہ لیتے (تاکہ کھانے کا کام چلتا)۔ خضر نے کہا کہ اب مجھ میں اور تم میں علیحدگی (مگر) جن باتوں پر تم صبر نہ کر سکے میں تمہیں ان کا حال بتائے دیتا ہوں۔ (کہ وہ جو) کشتی (تھی) غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں محنت

كُفْرًا ۚ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ
زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ
يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ
كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا
وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖۗ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ
عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ
صَبْرًا ؕ﴿۸۲﴾

(کر کے یعنی کشتیاں چلا کر گزارہ) کرتے تھے اور ان کے سامنے (کی طرف) ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں (تاکہ وہ اسے غصب نہ کر سکے) اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (بڑا ہو کر جو بدکردار ہوتا کہیں) ان کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسا دے۔ تو ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار اس کی جگہ ان کو اور (بچہ) عطا فرمائے جو پاک طینتی اور محبت میں اس سے بہتر ہو۔ اور وہ جو دیوار تھی سو وہ یتیم لڑکوں کی تھی (جو) شہر میں (رہتے تھے) اور اس کے نیچے ان کا خزانہ (مدفون) تھا اور ان کا باپ ایک نیک بخت آدمی تھا تو تمہارے پروردگار نے چاہا کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور (پھر) اپنا خزانہ نکالیں یہ تمہارے پروردگار کی مہربانی ہے اور یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کئے، یہ ان باتوں کا راز ہے جن پر تم صبر نہ کر سکے۔ (۱۸: ۶۰ تا ۸۲)

یہ واقعتاً ایک قصہ ہے جس میں بہت سے سبق پوشیدہ ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ قرآنی قصوں میں جغرافیائی یا تاریخی تفصیلات لازمی طور سے بیان نہیں ہوتیں کیوں کہ ان کا اصل مقصد اخلاقی پیغام اور سبق دینا ہے۔ اسی لئے اس قرآنی قصے میں بھی جن صاحب بصیرت بزرگ سے حضرت موسیٰ کی ملاقات کا ذکر ہے ان کے بارے میں کوئی خصوصی معلومات نہیں دی گئی ہیں۔ اس قصے کا عام اور لازمی پیغام یہ ہے کہ ہر انسانی علم اللہ کے علم کے مقابلے ہیچ ہے چاہے وہ انسان حضرت موسیٰ جیسے کوئی جلیل القدر پیغمبر ہی کیوں نہ ہوں جن کی پرورش اللہ کی نگرانی میں ہوئی اور جنہیں اللہ نے اپنے کام کے لئے چنا [۲۰: ۹-۳۹، ۴۱] اور جن سے اللہ نے براہ راست کلام کیا [۴: ۱۶۴]۔ تاہم اس قصے میں ذکر کردہ واقعات سے غور و فکر کے کئی سنجیدہ پہلو سامنے آتے ہیں، خاص طور سے تب جب ہم یہ ذہن میں رکھیں کہ اس قصے کو عقل کے مقابلے پر اسرار معاملوں کی تائید میں یا ظاہر کے مقابلے باطن کی تائید میں استعمال کیا گیا ہے۔ کیا کسی فرد کی بصیرت، خواہ وہ کتنی تیز اور فہیم ہو، کسی کو نقصان پہنچانے یا مار دینے کی اجازت دے سکتی ہے؟ چوں کہ اس معاملہ میں کچھ تفصیلات فراہم نہیں ہیں تو کیا ہم یہ مان سکتے ہیں کہ یہ محض ایک علامتی مثال ہے بجائے ایک حقیقی قصہ کے یا یہ ایک ہو بہو پیش آنے والا واقعہ ہے؟

اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک روایت بخاری و مسلم میں حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے ترمذی نے بھی نقل کیا ہے، جس میں ان بزرگ کا نام الخضر یا الخاضر بتایا گیا ہے۔ موسیٰ نے ایک بار کہا تھا کہ وہ انسانوں میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کی کہ اللہ کا ایک بندہ اس جگہ رہتا ہے جہاں دو سمندر آپس میں ملتے ہیں، اس بندے پر اللہ نے بہت فضل فرمایا ہے اور اسے اللہ نے موسیٰ سے زیادہ علم عطا کیا ہے۔ انہیں تلاش کرو تو اس جگہ ملیں گے جہاں ایک مچھلی جو تم نے اپنی غذا کے لئے اپنے مرتبان میں رکھی ہوگی، سمندر میں غائب ہو جائے گی۔ اس جگہ کے بارے میں جہاں دو سمندر ملتے ہیں مفسرین قرآن نے الگ الگ خیالات ظاہر کئے ہیں: ایک خیال کے مطابق یہ خلیج فارس میں وہ جگہ ہے جہاں بحیرہ روم سے یہ خلیج ملتی ہے اور یہ فارس اور بازنطین کے سمندروں سے قریب

ترین جگہ ہے۔ دوسری رائے کے مطابق یہ دوسمندر بحر مردار اور بحر قلزم ہیں۔ ایک تیسری رائے کے مطابق یہ جگہ بحر قلزم اور خاص طور سے خلیج قلزم اور بحیرہ روم کے درمیان کا علاقہ ہے۔ کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ دو دریاؤں الکار اور الراس کے ملنے کی جگہ ہے جو مشرق میں شمالی آرمینیا کا علاقہ ہے، اور بحیرہ روم اور بحر اٹلانٹک کے ملنے کی جگہ ہے۔ یہ جبرالٹر کا دامن ہے اور یہاں تنگیر شہر آباد ہے۔ یہ تمام خیالات اس حقیقت سے میل نہیں کھاتے کہ مصر سے نکلنے کے بعد حضرت موسیٰ کی پوری زندگی صحرائے سینا میں گزری جہاں سے یہ تمام مقامات بہت ہی دور ہیں۔ سب سے زیادہ قرین قیاس بات یوسف علی نے اپنے ترجمہ قرآن میں لکھی ہے جس میں انھوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ بحر احمر کے دو بازوؤں یعنی (۱) بحر قلزم جسے پہلے خلیج قلزم کہتے تھے اور اب خلیج سوئیز کہتے ہیں، اور (۲) خلیج عائلہ (جسے اب عقبہ کہتے ہیں) کے ملنے کی جگہ ہے، کیوں کہ یہ جزیرہ سینا سے ملتے ہیں جہاں حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل نے اپنی دربدری کے بہت سے سال گزارے [آیت ۱۸:۶۰ کی تشریح میں نوٹ نمبر ۲۴۰۵]۔

کچھ مفسرین نے ان آیات کو استعارۃً لیا ہے۔ البیضاوی نے اپنی تفسیر (آیت ۱۸:۶۰) میں دو سمندروں سے مراد دو طرح کے علوم لئے ہیں، ایک حواس و انسانی عقل سے حاصل ہونے والا علم (علم الظاہر) اور دسرا روحانی تجربہ اور بصیرت سے حاصل ہونے والا علم (علم الباطن)۔ یہی تشریح انھوں نے اس آیت کی بھی کی ہے کہ دوسمندر آپس میں ملتے ہیں لیکن وہ الگ الگ رہتے ہیں اور ایک دوسرے میں مدغم نہیں ہوتے [۱۹:۵۵ تا ۲۰]۔ یہاں سے ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے: وہ پراسرار بزرگ شخصیت خضر کون تھے؟ کیا وہ نبی تھے یا صرف ایک عارف اور حکیم؟ میں اس دوسری بات کا قائل ہوں۔ محمد اسد کے خیال میں ''الخاضر یا الخضر، جیسا کہ حدیث رسول میں آیا ہے، کا مطلب ہے ہرا اور یہ نام کے بجائے ایک لقب ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی دانش مندی یا علم و حکمت ہری بھری (تروتازہ) اور سدا بہار (کبھی نہ ختم ہونے والی) تھی۔ اس سے یہ فرض کرنے میں آسانی ہوتی ہے کہ وہ ایک allegoric figure تھے جن کی باطنی بصیرت بہت گہری تھی اور جہاں تک انسان کی رسائی ہوسکتی ہے۔۔ [تفسیری حاشیہ نمبر ۷۳، آیت ۱۸:۶۵ کی تشریح]۔ اسد یہ بھی لکھتے ہیں کہ مچھلی ''ایک قدیم مذہبی علامت ہے، جس سے مراد غالباً علم غیب یا دائمی زندگی مراد ہے''۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایت ہمارے قرآنی۔۔۔۔۔۔۔ [آیت ۱۸:۶۰ پر حاشیہ نمبر ۶۷]۔ لیکن جہاں تک صوفیاء کے عقیدے کا تعلق ہے اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ پراسرار شخصیت، جنہیں روحانی معجزے ملے ہوئے تھے، حیات جاودانی (لافانی زندگی) رکھتے ہیں، اسے اکثر اور جمھور علماء نے رد کیا ہے۔ البخاری، ابن عطیہ، ابن العربی وغیرہ لوگ ان میں شامل ہیں۔

اگر اس قصے کو ایک حقیقی واقعہ سمجھا جائے تو اس سے ایک غیر معین باطنی روحانی ادراک اور حواس و عقل سے حاصل ہونے والے معین علم سے اس کے تعلق اور اس پر اس کے اثرات کے بارے میں اہم سوالات کھڑے ہوتے ہیں، نیز یہ کہ اُس آسمانی پیغام سے اس کا تعلق کیا ہے جو ٹھوس الفاظ میں پیش کیا گیا ہے اور انسانی ذہن اسے سمجھتا بھی ہے؟ ''شریعت کے مقابلے روحانی حقیقت (الحقیقہ) کی حیثیت کیا ہے یہ فقہا اور صوفیا کے درمیان بہت متنازعہ فیہ سوال رہا ہے۔ ممتاز مفسر قرآن القرطبی نے جو تصوف کی طرف مائل تھے اور ان کی فکر پر تصوف کا رنگ غالب ہے جو ان کی تفسیر سے جھلکتا ہے، اس قصے کے کچھ مضمرات پر توجہ کی ہے اور انہیں خارج کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے یہ اشارہ دیا ہے کہ حضرت خضر کا روحانی علم ''کچھ خاص واقعات اور ان کی تفصیلات'' تک محدود تھا اور ان کے علم کو حضرت موسیٰ کے علم سے مطلقاً بالاتر یا افضل نہیں سمجھنا چاہئے۔ وہ اپنے استاد ابوالعباس القرطبی کا قول نقل کرتے ہیں جو ان لوگوں کو بدعتی اور بدعقیدہ کہتے ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ باطن کی روشنی رکھنے والے صوفیاء کا تعلق اللہ سے براہ راست ہوتا ہے، ان پر حقیقت منکشف ہوتی ہے اس

لئے انہیں ان تعلیمات کی پابندی کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی جو رسول پر عام لوگوں کے لئے نازل ہوتی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جو یہ کہتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ جو بات ڈالتے ہیں وہ اسی کی پیروی کرتا ہے اور اسے ان باتوں کی ضرورت نہیں جو قران وسنت میں بتائی گئی ہیں، ایسا کہنے والا شخص خود کو نبی کے مقام پر رکھتا ہے اور یہ ایک بدعت ہے کیوں کہ مسلمان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے [جلد ۱۱؛ آیت ۱۸:۶۰ تا ۸۲ پر تفسیری حاشیہ]۔

اگر نبی اور صوفی یا ولی میں فرق بھی کیا جائے تو بھی اس واقعہ سے کچھ مسائل سامنے آتے ہیں۔ اللہ کا رسول لوگوں کے سامنے علم کے ایک معین ذریعہ کے ساتھ پیش ہوتا ہے چاہے وہ ایک کتاب ہو یا زبانی روایات، اور تمام لوگوں کو دستیاب ہوتا ہے، جب کہ صوفی ایک ایسے ذریعہ علم کی بات کرتا ہے جو بالکل ایک شخصی معاملہ ہے اور جسے وہ خود ہی پاتا اور سمجھتا ہے۔ صوفی جس چیز کو حقیقت کہتا ہے جو کہ اسے اللہ سے خاص تعلق کی بدولت حاصل ہوتی ہے اور جس کے مطابق وہ عمل کرتا ہے، وہ صاف طور سے اس قصہ میں کسی دوسرے کی جائیداد یا جان کو نقصان پہنچانے والا علم اور عمل ہے۔ یہ بہت ہی سنگین معاملہ ہے اور اس قتل کو عقلی طور پر سمجھنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ ذہن میں کچھ نکات کو رکھا جائے جو اس صورت حال کی وضاحت کر سکیں۔

پہلی بات، عربی میں لفظ ''غلام'' کا مطلب لازمی طور سے صرف بچہ یا لڑکا ہی نہیں ہے، خاص طور سے الکلبی، السہیلی اور وہب کے مطابق (جنہیں ابن عطیہ نے اپنی تفسیر کی جلد ۱۰ اور ۱۱ میں نقل کیا ہے، قرطبی کی تفسیر برائے آیت ۱۸: ۷۴ تا ۷۶]۔ اس لحاظ سے جس شخص کو انھوں نے جان سے مار ڈالا وہ کوئی بالغ بھی ہو سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تو اپنے والدین کے ساتھ اس مقتول فرد کے غلط برتاؤ سے واقف نہیں تھے کیوں کہ وہ اس علاقہ کے رہنے والے نہیں تھے، اس کی تفصیلات اس علاقہ میں رہنے والے لوگوں کو معلوم تھیں جیسے کہ ان بزرگ کو معلوم تھیں، جیسا کہ کچھ بیانات سے پتہ چلتا ہے، اور یہ چیز اس بات کو ماننے پر زور دیتی ہے کہ وہ شخص بالغ تھا [ابن عطیہ کی تشریح ۱۰]۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس بدکار جوان آدمی کو بچانے کے لئے کوئی آگے نہیں آیا۔ القرطبی جیسے کچھ مفسرین نے یہ وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت خضر نے کشتی کو جو نقصان پہنچایا اور اس فرد کو جو جان سے مار ڈالا تو یہ سارا منظر نامہ صرف ان بزرگ، حضرت موسیٰ اور اس مقتول فرد کی ہی نظر میں تھا اس معجزاتی صلاحیت کی وجہ سے جو حضرت خضر کو بخشی گئی تھی۔ لیکن کیا مقتول کو چیخنے چلانے اور مدد کے لئے پکارنے سے بھی حضرت خضر نے اپنی معجزاتی قوت سے روک دیا تھا؟ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ آیت ۱۸: ۸۰ میں لفظ خشینا استعمال ہوا ہے جس کے لفظی معنی ہوتے ہیں ''ہمیں اندیشہ ہوا'' اسے ''اندیشہ کا سبب ہونا'' بھی لیا جا سکتا ہے اور اس طرح ''جاننا'' [دیکھیں لغات: تاج العروس اور الصحاح، اس آیت کے حوالہ سے، اور دیکھیں القرطبی کی تفسیر جلد ۱۱ میں آیت ۱۸: ۸۰ کی تشریح، اور اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ آیت ۲: ۲۲۹ میں لفظ خفا استعمال ہوا ہے جو اس لفظ سے قریب تر دوسرا لفظ ہے]۔

اس سورۃ میں قصہ خضر کے علاوہ کچھ اور اہم قصے بھی بیان ہوئے ہیں جن میں ذکر کردہ افراد، ان کے زمانے اور مقام کے بارے میں غور وفکر کی ضرورت ہے۔ ان واقعات کے کچھ اہم پہلو مختصراً یہاں بیان کئے جائیں گے۔ یہاں یہ طے کرنا مشکل ہے کہ ان واقعات کے کچھ حصوں کا کیا مطلب ہے، تاہم ان سے جو سبق ملتا ہے اسے سمجھا جا سکتا ہے۔ ان واقعات کی مزید تفصیلات کے لئے قدیم مفسرین الطبری، ابن کثیر، الرازی، ابن عطیہ، القرطبی وغیرہ کی تفاسیر کو دیکھنا ہوگا اور یوسف علی و محمد اسد جیسے مترجمین نے ان آیات کا جو ترجمہ کیا ہے اس پر بھی نظر ڈالنی ہوگی۔

اس سورۃ کے پہلے حصہ میں ''غار والوں'' کا ذکر ہے [آیات ۹ تا ۲۶]، جن کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ لمبے عرصے تک پڑے

سوتے رہے۔اس قصہ سے یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ کیا اتنے لمبے عرصے کی نینداور پھر نیند سے جاگ اٹھنا ایک جسمانی کیفیت تھی یا محض روحانی؟ اس گوشہ تنہائی میں چلے جانے اور پھر وہاں پڑے سوتے رہنے کے اس واقعہ کو کچھ صوفی، صحیح یا غلط، ترک دنیا کے اپنے نظریہ کے حق میں ایک تاویل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ دنیا اور سماج سے کٹ کر تنہائی میں مراقبہ کرنے سے فرد کی روحانیت کو جلا ملتی ہے؛ لیکن یہ بات قرآن اور سنت کی بہت سی واضح تعلیمات کے برخلاف ہے، جن میں سب سے اہم بات ہے صحیح کام کرنے اور غلط کاموں سے بچنے کا حکم [۳:۱۰۴، ۱۱۰؛ ۵:۸۷ تا ۷۹؛ ۹:۱۷، ۱۱۲؛ ۲۲:۱؛ ۴۱؛ ۳۱:۱۷]۔ پھر اس سورۃ میں علم اور طاقت رکھنے والے یک فرد (ذوالقرنین جس کا مطلب ہے جو دوزمانوں یعنی صدیوں میں رہنے والا آدمی، یا دوسینگوں والا) کا ذکر ہے جس نے نامعلوم مقامات کے طویل سفر کئے، جس کے دوران اسے غیر معمولی قسم کے معاملات سے سابقہ پیش آیا اور الگ الگ مقامات پر الگ الگ طرح کے لوگوں کی اس نے اپنے علم اور اختیار سے مدد کی [۱۸:۸۳ تا ۹۸]۔اس آدمی کا قصہ اور خاص طور سے قصہ کا وہ حصہ جس میں کچھ لوگوں نے اس سے ایک دیوار بنانے کی خواہش ظاہر کی تاکہ وہ دوقوموں یاجوج ماجوج کی بدکاریوں اور خطروں سے محفوظ ہوجائیں جن کی پہچان اور جائے وقوع کا معاملہ علماء و مفسرین کے درمیان بحث و اختلاف رائے کا موضوع رہا ہے، یعنی یہ کہ کیا یہ وہ قومیں ہیں جنہیں بائبل میں گوگ اور میگوگ کہا گیا ہے [Genesis x:2; 1Chronicles 1:5; Ezekiel XXXVIII:2, XXXIX:6; RevelationsXX:8] یا یہ منگول اور تاتار ہیں۔اس قصہ کے تاریخی، جغرافیائی اور نسلی ترکیب کے پہلوؤں کے تعلق سے بھی سوال ذہن میں آتے ہیں۔ان سوالات کے جواب جو کچھ بھی ہوں اصل چیز ان سے حاصل ہونے والا سبق ہے جو اس قصہ سے بخوبی سمجھ میں آتا ہے۔ذوالقرنین نے اپنے علم کا استعمال کیا اور دیوار بنانے کے کام میں لوگوں کی مدد لی۔

قرآن میں بعض اوقات اس کے قصوں کی تاریخی اہمیت متعین ہوتی ہے جیسے مصر میں حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ کے قصوں کا بیان [۱۲:۱۱۱؛ ۲۸:۳ تا ۶]۔بعض مقامات پر یہ واضح طور سے بتاتا ہے کہ وہ ایک مثال بیان کرتا ہے تاکہ لوگ اس سے سبق لیں [۲:۲۶؛ ۶:۷۶، ۱۱۲، ۲۵۹؛ ۱۷:۸۹؛ ۱۸:۳۲ تا ۴۵، ۵۴؛ ۲۲:۷۳؛ ۲۴:۳۵؛ ۲۹:۴۱، ۴۳؛ ۳۹:۲۷؛ ۴۷:۱۵؛ ۵۹:۲۱؛ ۱۸:۶۸ تا ۳۳]۔تاریخ اور تمثیل کے ان دو واضح زمروں کے درمیان قرآن میں ایسے قصے بھی ہیں جو گہرے غور وخوض کا تقاضہ کرتے ہیں اور انسانی غور وفکر کے نتیجے میں ان سے متعلق الگ الگ خیالات اور تشریحات سامنے آتی ہیں۔ان سے حاصل ہونے والا سبق اور ان سے ملنے والا درسی پیغام بھی الگ الگ طرح سے سمجھا جاسکتا ہے۔تاہم ہر تعبیر وتشریح کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ متن، پس منظر اور مستند احادیث سے ماخوذ ہو اور نزول قرآن کے زمانہ میں عربی زبان کا جو اسلوب رائج تھا اور جو لسانی اصول اپنائے جاتے تھے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے کی جائے۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کا قصہ

اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ۚ وَاَوۡحَيۡنَآ اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَ

(اے محمد!) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی تھی

يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝١٦٣
اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ
اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا
كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ
عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝٢٤٦ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ
بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ
الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ
سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ
بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝٢٤٧ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ
اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ
تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۝٢٤٨ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ
اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ
وَ مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ
بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ
هُوَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ
بِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا
اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ

اور داؤد کو ہم نے زبور بھی عنایت کی تھی۔ (۴:۱۶۳)

بھلا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جس نے موسیٰ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ پیغمبر نے کہا کہ اگر تمہیں جہاد کا حکم دیا جائے تو عجب نہیں کہ لڑنے سے پہلو تہی کرو۔ وہ کہنے لگے کہ ہم اللہ کی راہ میں کیوں نہ لڑیں گے جب کہ ہم وطن سے (خارج) اور بال بچوں سے جدا کر دیئے گئے۔ لیکن جب انہیں جہاد کا حکم دیا گیا تو چند لوگوں کے سوا سب پھر گئے اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے خوب واقف ہے۔ اور پیغمبر نے ان سے (یہ بھی) کہا کہ اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے۔ وہ بولے کہ اُسے ہم پر بادشاہی کا حق کیونکر ہوسکتا ہے؟ بادشاہی کے مستحق تو ہم ہیں اور اُس کے پاس تو بہت سی دولت بھی نہیں۔ پیغمبر نے کہا کہ اللہ نے اُس کو تم پر (فضیلت دی ہے اور بادشاہی کیلئے) منتخب فرمایا ہے اُس نے اُسے علم بھی بہت سا بخشا ہے اور تن و توش بھی (بڑا عطا کیا ہے) اور اللہ (کو اختیار ہے) جسے چاہے بادشاہی بخشے اور وہ بڑا وسعت والا اور دانا ہے۔ اور پیغمبر نے اُن سے کہا کہ اُن کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس میں تمہارے رب کی طرف سے تسلی (بخشنے والی چیز) ہوگی اور کچھ اور چیزیں بھی ہوں گی جو موسیٰ اور ہارون چھوڑ گئے تھے اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے ایک بڑی نشانی ہے۔ غرض جب طالوت فوجیں لیکر روانہ ہوا تو اُس نے (اُن سے) کہا کہ اللہ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔ جو شخص اُس میں سے پانی پی لے گا (اُس کی نسبت تصور کیا جائیگا کہ) وہ میرا نہیں اور جو نہ پئے گا وہ (سمجھا جائیگا کہ) میرا ہے۔ ہاں اگر کوئی ہاتھ سے چلو بھر پانی لے لے (تو خیر جب وہ لوگ نہر پر پہنچے) تو چند اشخاص کے سوا سب نے پانی پی لیا۔ پھر جب طالوت اور مومن لوگ جو اُس کے ساتھ تھے نہر کے پار ہو گئے تو کہنے لگے کہ آج ہم میں جالوت اور اُس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ اُن کو اللہ کے

اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾

روبرو حاضر ہونا ہے وہ کہنے لگے کہ بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے اور اللہ استقلال رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔(۲:۲۴۶ تا ۲۴۹)

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

اور جب وہ لوگ جالوت اور اُس کے لشکر کے مقابلے میں آئے تو (اللہ سے) دعا کی کہ اے اللہ ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں (لڑائی میں) ثابت قدم رکھ اور (لشکر) کفار پر فتح عطا فرما۔ تو طالوت کی فوج نے اللہ کے حکم سے اُن کو ہزیمت دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور اللہ نے اُس کو بادشاہی اور دانائی بخشی اور جو کچھ چاہا سکھایا۔ اور اللہ لوگوں کو ایک دوسرے پر (چڑھائی اور حملہ کرنے) سے نہ ہٹاتا تو ملک تباہ ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ اہلِ عالم پر بڑا مہربان ہی۔(۲:۲۵۰ تا ۲۵۱)

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۗ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۗ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾

جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی یہ اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ (اور) بُرے کاموں سے جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے بلاشبہ وہ بُرا کرتے تھے۔

(۵:۷۸ تا ۷۹)

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۗ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾

(اے پیغمبر!) یہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو صاحبِ قوت تھے (اور) بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے۔ ۱۷۔ ہم نے پہاڑوں کو ان کے زیرِ فرمان کر دیا تھا کہ صبح و شام ان کے ساتھ اللہ کا ذکر (پاک) کرتے تھے۔ ۱۸۔ اور پرندوں کو بھی جمع رہتے تھے سب ان کے فرمانبردار تھے۔ ۱۹۔ اور ہم نے ان کی بادشاہی کو مستحکم کیا اور ان کو حکمت عطا کی اور (خصومت کی) بات کا فیصلہ (سکھایا)۔ بھلا تمہارے پاس ان جھگڑنے والوں کی بھی خبر آئی ہے؟ جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں داخل ہوئے۔ ۲۱۔ جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے انہوں نے کہا کہ خوف نہ کیجئے ہم دونوں کا ایک مقدمہ ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو آپ ہم میں انصاف کا فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے گا اور ہم کو سیدھا رستہ دکھا دیجئے۔

(۳۸:۱۷ تا ۲۲)

إِنَّ هٰذَآ أَخِيْ قف لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ
وَّاحِدَةٌ قف فَقَالَ أَكْفِلْنِيْهَا وَ عَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ
لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلٰى نِعَاجِهٖ ط وَ إِنَّ كَثِيْرًا
مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ ط وَ ظَنَّ دَاوٗدُ أَنَّمَا
فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ أَنَابَ ﴿٢٤﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ
ذٰلِكَ ط وَ إِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٢٥﴾ يٰدَاوٗدُ
إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ
بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط إِنَّ
الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ
بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ إِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ
فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ج وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿٧٨﴾
فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ج وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ز وَّ
سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ ط وَ كُنَّا
فٰعِلِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ
مِّنْ بَأْسِكُمْ ج فَهَلْ أَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَ لِسُلَيْمٰنَ
الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِأَمْرِهٖ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِيْ
بٰرَكْنَا فِيْهَا ط وَ كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾ وَ مِنَ
الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ يَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ
ذٰلِكَ ج وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾

(کیفیت یہ ہے کہ) یہ میرا بھائی ہے اس کے (ہاں) ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالے کر دے اور گفتگو میں مجھ پر زبردستی کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ جو تیری دُنبی مانگتا ہے کہ اپنی دُنبیوں میں ملالے بیشک تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی ہی کیا کرتے ہیں ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤد نے خیال کیا کہ (اس واقعے سے) ہم نے ان کو آزمایا ہے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے مغفرت مانگی اور جھک کر گر پڑے اور (اللہ کی طرف) رجوع کیا۔ تو ہم نے ان کو بخش دیا اور بیشک ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔ اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی جو لوگ اللہ کے رستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب (تیار) ہے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔ (۳۸: ۲۳ تا ۲۶)

اور داؤد اور سلیمان (کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئیں (اور اُسے روند گئی) تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے۔ تو ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریقہ) سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکم (یعنی حکمت و نبوت) اور علم بخشا تھا اور ہم نے پہاڑوں کو داود کا مسخر کر دیا تھا کہ ان کیساتھ تسبیح کرتے تھے اور جانوروں کو بھی (مسخر کر دیا تھا اور ہم ہی ایسا) کرنے والے تھے۔ اور ہم نے تمہارے لئے ان کو ایک (طرح کا) لباس بنانا بھی سکھا دیا تا کہ تم کو لڑائی (کے ضرر) سے بچائے پس تمہیں شکر گزار ہونا چاہیئے۔ اور ہم نے تیز ہوا سلیمان کے تابع (فرمان) کر دی تھی جو ان کے حکم سے اس ملک میں چلتی تھی جس میں ہم نے برکت دی تھی (یعنی شام) اور ہم ہر چیز سے خبردار ہیں۔ اور دیووں (کی جماعت کو بھی ان کے تابع کر دیا تھا کہ ان) میں سے بعض ان کے لئے غوطے مارتے تھے اور اس کے سوا اور کام بھی کرتے تھے اور ہم ان کے نگہبان تھے۔ (۲۱: ۷۸ تا ۸۲)

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾
وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا
مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا
لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَ حُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ
الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ
اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ
ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ
وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ
اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ
اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ
عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَاۤ اَرَى
الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ
عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ
مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ
بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً
تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ
عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ
السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ
يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ
مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِيْمِ ۩ ﴿۲۶﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ

اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم بخشا اور انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی۔ اور سلیمان داؤد کے قائم مقام ہوئے اور کہنے لگے کہ لوگو! ہمیں (اللہ کی طرف سے) جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر عطا چیز فرمائی گئی ہے بیشک یہ (اس کا) صریح فضل ہے۔ اور سلیمان کے لئے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور قسم وار کئے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

(۲۷:۱۵تا۱۸)

تو وہ اس کی بات سن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے الٰہی! مجھے توفیق عطا فرما کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں اُن کا شکر کروں اور ایسے نیک کام کروں کہ تو اُن سے خوش جائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔ انہوں نے جانوروں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے کہ کیا سبب ہے کہ ہدہد نظر نہیں آتا؟ کیا کہیں غائب ہو گیا ہے؟ میں اُسے سخت سزا دوں گا یا اُسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے (اپنی بے قصوری کی) دلیل صریح پیش کرے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ہدہد آ موجود ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے ایک ایسی چیز معلوم ہوئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں اور میں آپ کے پاس (شہر) سبا سے ایک سچی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان لوگوں پر حکومت کرتی ہے اور ہر چیز اسے میسر ہے۔ اور اس کا ایک بڑا تخت ہے میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال اُن کو آراستہ کر دکھائے ہیں اور اُن کو رستے سے روک رکھا ہے پس وہ رستے پر نہیں آئے۔ (اور نہیں سمجھتے) کہ اللہ کو جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے کیوں سجدہ نہ کریں۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔ سلیمان نے کہا (اچھا) ہم دیکھیں گے

الْكٰذِبِيْنَ ۝٢٧ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ
تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ۝٢٨ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا
الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ۝٢٩ اِنَّهٗ مِنْ
سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٣٠ اَلَّا
تَعْلُوْا عَلَيَّ وَ اْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝٣١ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا
اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى
تَشْهَدُوْنِ ۝٣٢ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ
شَدِيْدٍ ۙ وَّ الْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ۝٣٣
قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ
جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝٣٤ وَ
اِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ
الْمُرْسَلُوْنَ ۝٣٥ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ
بِمَالٍ ۫ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ
بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ۝٣٦ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ
بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ
اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ۝٣٧ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ
يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝٣٨ قَالَ
عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ
مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝٣٩ قَالَ نَكِّرُوْا
لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا
يَهْتَدُوْنَ ۝٤١ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ
قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا
مُسْلِمِيْنَ ۝٤٢ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے۔ یہ میرا خط لے جا اور اُسے اُن کی طرف ڈال دے پھر اُن کے پاس سے پھر آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ ملکہ نے کہا کہ دربار والو! میری طرف ایک نامہ گرامی ڈالا گیا ہے۔ وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور مضمون یہ ہے کہ شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ (بعد اس کے یہ) کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد ہو کر میرے پاس چلے آ ؤ۔ (خط سنا کر) کہنے لگی کہ اے اہلِ دربار! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو جب تک تم حاضر نہ ہو (اور صلاح نہ دو) میں کسی کام کا فیصلہ کرنے والی نہیں۔ وہ بولے کہ ہم بڑے زور آور اور سخت جنگ جو ہیں اور حکم آپ کے اختیار میں ہے تو جو حکم دیجئے گا (اس کے مآل پر) نظر کر لیجئے گا۔ اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور اسی طرح یہ بھی کریں گے۔

اور میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں۔ جب قاصد سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو؟ جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے ہو گے۔ اس کے پاس واپس جاؤ ہم ان پر ایسے لشکر سے حملہ کریں گے جس کے مقابلے کی ان کو طاقت نہ ہو گی اور ان کو وہاں سے بے عزت کر کے نکال دیں گے اور وہ ذلیل ہوں گے۔ سلیمان نے کہا کہ اے دربار والو! کوئی تم میں ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر ہمارے پاس آئیں ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے؟ جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا کہ قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس کو آپ کے پاس لا حاضر کرتا ہوں اور میں اس (کے اٹھانے کی) طاقت رکھتا ہوں (اور) امانتدار ہوں۔ ایک جس کو کتاب الٰہی کا علم تھا کہنے لگا کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے اُسے آپ کے پاس حاضر کئے دیتا ہوں جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے

اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي
الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ
سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۬ؕ قَالَتْ
رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع

رب کا فضل ہے تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے نیاز (اور) کرم کرنے والا ہے۔ سلیمان نے کہا کہ ملکہ (کے امتحانِ عقل کے) لئے اس کے تخت کی صورت بدل دو دیکھیں کہ وہ سوجھ رکھتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو سوجھ نہیں رکھتے۔ جب وہ آ پہنچی تو پوچھا گیا کہ آپ کا تخت بھی اسی طرح کا ہے؟ اس نے کہا یہ تو گویا ہو بہو وہی ہے اور ہم کو اس سے پہلے ہی (سلیمان کی عظمتِ شان کا) علم ہو گیا تھا اور ہم فرمانبردار ہیں۔ اور وہ جو اللہ کے سوا (اور کی) پرستش کرتی تھی سلیمان نے اُس کو اس سے منع کیا (اس سے پہلے تو) وہ کافروں میں سے تھی۔ (پھر) اس سے کہا گیا کہ محل میں چلئے جب اس نے اس (کے فرش) کو دیکھا تو اسے پانی کا حوض سمجھا اور (کپڑا اٹھا کر) اپنی پنڈلیاں کھول دیں سلیمان نے کہا یہ ایسا محل ہے جس میں (نیچے بھی) شیشے جڑے ہوئے ہیں وہ بول اٹھی کہ الٰہی! میں اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی تھی اور (اب) میں سلیمان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں۔

(۲۷:۱۹ تا ۴۴)

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَ
الطَّيْرَ ۚ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ
قَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا
شَهْرٌ ۚ وَ اَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ
يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَ مَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ
عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ
لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ
كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَ
قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ

اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے برتری بخشی تھی اے پہاڑو! ان کیساتھ تسبیح کرو اور پرندوں کو (اُن کا مسخر کر دیا) اور اُن کیلئے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا۔ کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو اور نیک عمل کرو، جو عمل تم کرتے ہو میں اُن کو دیکھنے والا ہوں۔ اور ہوا کو (ہم نے) سلیمان کا تابع کر دیا تھا اُس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی اور ہم نے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا اور جنوں میں سے ایسے تھے جو اُن کے رب کے حکم سے اُن کے آگے کام کرتے تھے اور جو کوئی اُن میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا اُس کو ہم (جہنم کی) آگ کا مزہ چکھائیں گے۔ وہ جو چاہتے ہیں یہ اُن کے لئے بناتے یعنی قلعے اور مجسمے اور (بڑے بڑے) لگن جیسے تالاب اور دیگیں جو ایک ہی جگہ رکھی ہیں۔ اے داؤد کی اولاد! (میرا) شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار

الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ
مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا
يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿١٤﴾

تھوڑے ہیں۔ پھر جب ہم نے اُن کیلئے موت کا حکم صادر کیا تو کسی چیز سے اُن کا مرنا معلوم نہ ہوا مگر گھن کے کیڑے سے جو اُن کے عصاء کو کھاتا رہا جب عصاء گر پڑا تب جنوں کو معلوم ہوا (اور کہنے لگے) کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے۔
(۳۴: ۱۰ تا ۱۴)

وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ؕ ﴿٣٠﴾
اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۙ ﴿٣١﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ
اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ
بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ
الْاَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ
الْاَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾ وَ لَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى
كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ
وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ
الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً
حَيْثُ اَصَابَ ۙ ﴿٣٦﴾ وَ الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ۙ ﴿٣٧﴾ وَّ
اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا
فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا
لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کئے بہت خوب بندے (تھے اور) وہ (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔ جب ان کے سامنے شام کو خاصے کے گھوڑے پیش کئے گئے۔ تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال کی محبت اختیار کی یہاں تک کہ (آفتاب) پردے میں چھپ گیا۔ (بولے کہ) ان کو میرے پاس واپس لے آؤ پھر ان کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ اور ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر انہوں نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا۔ (اور) دعا کی کہ اے پروردگار! مجھے مغفرت کر اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔ پھر ہم نے ہوا کو ان کے زیرِ فرماں کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے ان کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی۔ اور دیووں کو بھی (ان کے زیرِ فرماں کیا) وہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ مارنے والے تھے۔ اور اَوروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ (ہم نے کہ) یہ ہماری بخشش ہے (چاہو) تو احسان کرو (چاہو تو) رکھ چھوڑو (تم سے) کچھ حساب نہیں ہے۔ اور بیشک ان کے لئے ہمارے ہاں قُرب اور عمدہ مقام ہے۔ (۳۸: ۳۰ تا ۴۰)

وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ مَا
كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ
النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ
هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ؕ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى
يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ

اور اُن (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہدِ سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور اُن باتوں کے بھی (پیچھے لگ گئے تھے) جو شہر بابل میں دو فرشتوں (یعنی) ہاروت اور ماروت پر اتری تھیں اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعہ) آزمائش ہیں

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

تم کفر میں نہ پڑو غرض لوگ ان سے ایسا (جادو) سیکھتے جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیں۔ اور اللہ کے حکم کے سوا وہ اس (جادو) سے کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے تھے اور کچھ ایسے (منتر) سیکھتے جو اُن کو نقصان ہی پہنچاتے اور فائدہ کچھ نہ دیتے۔ اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا اُس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بُری تھی۔ کاش وہ (اس بات) کو جانتے۔ اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو اللہ کے ہاں سے بہت اچھا صلہ ملتا۔ اے کاش وہ اس سے واقف ہوتے۔ (۲:۱۰۲ تا ۱۰۳)

بنی اسرائیل کی تاریخ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان (علیہم السلام) ممتاز ہستیاں ہیں۔ یہودیوں کے سلسلہ روایات کے مطابق وہ دونوں بادشاہ تھے (۱۰۰۰ تا ۹۱۶ قبل مسیح، اور ۹۶۱ تا ۹۲۲ قبل مسیح)۔ داؤد کی حکومت پورے کنعان (فلسطین) پر تھی اور آس پاس کے علاقوں پر بھی ان کا اختیار تھا۔ دولت کی بہتات تھی اور تجارت وسیع تھی جس کی بدولت ان کے روابط کا سلسلہ دراز تھا اور خیالات وسیع تھے۔ بدقسمتی سے حضرت داؤد کے کارناموں کا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں ہے، لیکن حضرت سلیمان کے زمانہ کے شہر کی فصیلوں اور دروازوں کے کچھ آثار آج بھی غزر، حضر اور میگیڈو جیسے شہروں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ حضرت سلیمان نے ایک عبادت گاہ بھی تعمیر کرائی تھی اگرچہ اس کا سازوسامان حضرت داؤد نے فراہم کیا تھا۔

حضرت سلیمان کے زمانہ حکومت میں سلامتی کے بندوبست اور مالیاتی فراوانی کی بدولت وہاں ایک تہذیب اور ثقافت کو پنپنے کا موقع ملا اور یہ عہد بنی اسرائیل کی تاریخ کا عہد زریں کہلاتا ہے۔ قرآن کے بیانات کے مطابق حضرت سلیمان نے اپنا اثر ورسوخ سلطنت سباء تک قائم کرلیا تھا جو بحر احمر کے کنارے جزیرۃ العرب میں آباد تھی۔ اس سلطنت کی ملکہ اللہ کی بندگی تسلیم کرکے حضرت سلیمان کی اطاعت گزار بن گئی تھی اور ان کی فوجی، اقتصادی اور تہذیبی قوت کے آگے اس نے سرتسلیم خم کردیا تھا [۲۷:۲۰ تا ۴۴]، لیکن قرآن میں اگرچہ حضرت سلیمان کی مملکت کے نشانات کا ذکر ہے جیسے شیشے کا فرش اور شاندار تخت حکمرانی وغیرہ لیکن یہودی روایات میں کچھ منفی خصوصیات کا بھی بیان ہے، جیسے گراں بار ٹیکس، جبری مزدوری اور محنت اور غیر ملکی بیویاں اور دیوی دیوتا [دیکھیں ا کنگس: ۱۱]۔ یہودی روایات کے مطابق ان منفی باتوں اور دیگر کچھ عوامل کی وجہ سے حضرت سلیمان کی سلطنت ان کی وفات کے بعد زوال پزیر اور منتشر ہوگئی۔

قرآن کے مطابق داؤد اور سلیمان دونوں نبی بھی تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے سے پہلے رشتہ داری اور پیغمبری کا سلسلہ الگ الگ ہوگیا تھا، جیسا کہ قرآن سے اشارہ ملتا ہے: ''بھلا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جس نے موسیٰ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کردیں تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔۔۔ [۲:۲۴۶]۔ اس معاملہ میں بادشاہ کی تقرری یا انتخاب اللہ کے ذمہ ہے اور قرآن یہ کہتا ہے کہ''۔۔۔ ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تمھارے اوپر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ ان نبی اور اس بادشاہ کا ذکر بائبل میں سیموئل اور ساول کے نام سے کیا گیا ہے۔ لیکن قرآن کے مطابق حضرت داؤد اور حضرت سلیمان میں نبوت اور بادشاہت دونوں جمع تھیں۔ اسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بائبل نے ان دونوں برگزیدہ ہستیوں سے جن غلط کاموں کی

نسبت کی ہے اسے مسلمان تسلیم کیوں نہیں کرتے، کیوں کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی انسانی سلوک کا بہترین نمونہ ہوتے ہیں اور اہل ایمان کے لئے لائق تقلید ہوتے ہیں۔ ان میں دیگر انبیاء بھی شامل ہیں جو اللہ کے دین کو پہنچانے میں،، لوگوں کے ساتھ تحمل سے پیش آنے میں اور صرف اللہ پر بھروسہ کرنے میں ایک دوسرے کی مثال ہیں اور اللہ سے ان کا براہ راست، قریبی اور مستقل تعلق ہوتا ہے اور اپنے متبعین سے وہ جن اخلاقی قدروں پر چلنے کا تقاضہ کرتے ہیں ان کو عملاً خود بھی برتتے ہیں [۶:۹۰؛ ۴۶:۳۵]۔

قرآن میں حضرت داؤد کو زرہ بکتر اور ڈھال یعنی ہتھیار و اوزار بنانے والے کے بطور [۲۱:۸۰؛ ۳۴:۱۰ تا ۱۱]، اور ایک ایسے باپ کے بطور پیش کیا گیا ہے جو اللہ کے مقصد کو پورا کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں جو جالوت جیسے زور آور کو قتل کر دیتے ہیں [۲:۲۵۱؛ بائبل میں دیکھیں سیموئل: ۱۷]۔ انہیں ایک ایسے عابد کے طور بھی پیش کیا گیا ہے جو اپنا خاصا وقت اپنے گھر کے ایک گوشے میں اللہ کی عبادت میں گزارتے تھے [۳۸:۲۱]، اور ایسے منصف اور بادشاہ کی حیثیت سے بھی پیش کیا گیا ہے جنہیں علم و حکمت سے نوازا گیا تھا اور ان کے اندر اچھی قوت فیصلہ تھی [۳۴:۱۰؛ ۳۸:۱۸ تا ۱۹]۔

حضرت داؤد پر جو آسمانی کتاب نازل ہوئی اس کا نام قرآن میں زبور بتایا گیا ہے [۴:۱۶۳، ۱۷:۵۵] جس کا مطلب ہوتا ہے لکھنا یا کتاب، اور کچھ قدیم مفسرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس میں حکمت اور تبلیغ کے جواہر پارے تھے۔ بائبل میں ۱۵۰ کلموں، دعاؤں اور ماثورات کا مجموعہ ہے جن میں مختلف انسانی جذبات کی ترجمانی ہے اور یہ سب اللہ سے محبت اور اس کے تئیں گہری عقیدت پر مبنی ہیں، انہیں Psalms کہا گیا ہے۔ یہ نغمے پانچ کتابوں میں جمع ہیں جن میں سے ہر ایک کا اختتام اللہ کی حمد پر ہوتا ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت داؤد کے زمانے میں سالمس کا کوئی اور قدیم مجموعہ تھا لیکن ان کی جمع اور تدوین کے عمل میں اسرائیلی روایات اور تاریخی کہانیاں شامل ہوتی گئیں اور خاص طور سے بابل سے اسرائیلیوں کی واپسی اور معبد کی تعمیر نو کے دوران یہ خلط ملط بہت زیادہ ہوا۔

قرآن میں ان دو اشخاص کا بیان ہے جو حضرت داؤد کے پاس اس وقت آئے جب وہ گوشۂ تنہائی میں مصروف عبادت تھے اور ان سے اپنا معاملہ بیان کیا کہ ان میں سے ایک شخص کے پاس ننانوے بھیڑیں تھیں اور وہ اپنے بھائی سے بھی اس کی اکلوتی بھیڑ لے لینا چاہتا تھا [۳۸:۲۱ تا ۲۶]۔ اس بیان کو قرآن کے کچھ قدیم مفسرین نے جن میں طبری بھی شامل ہیں، بائبل کی اس کہانی سے متعلق مانا ہے جس میں داؤد نے اپنے فیلڈ کمانڈر کے ساتھ یہ منصوبہ بنایا تھا کہ اس سپاہی کو مار دیا جائے جس کی بیوی سے ڈیوڈ شادی کرنا چاہتے تھے اور اس طرح وہ اپنی بہت سی بیویوں میں ایک اور اضافہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ من گھڑت کہانی مسلمانوں کے لئے اتنی زیادہ تکلیف دہ ہے کہ حضرت علی نے کہا تھا کہ جو کوئی بھی اس کہانی کو حضرت داؤد سے منسوب کرے گا اور اسے بیان کرے گا اسے وہ تہمت درازی کی سزا دیں گے۔

قرآن میں یہ کہانی جس طرح بیان کی گئی ہے [۳۸:۲۱ تا ۲۶] اسے مختلف طرح سے سمجھا جا سکتا ہے، جو متن کے مطابق ہے اور ایک سادہ سی قابل فہم بات ہے۔ قرآن کے متن میں جو بات کہی نہیں گئی ہے اسے حضرت داؤد سے منسوب نہیں کیا جا سکتا اور قرآن کی سند ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ جیسا کہ قرآن میں کہا گیا ہے، حضرت داؤد نے جب ایک مدعی کا مقدمہ سنا اور ایک حکیمانہ فیصلہ سنایا تو وہ مدعی سے انہیں اتنی ہم دردی ہوئی کہ انھوں نے انصاف کے بنیادی اصول کے خلاف مدعا علیہ کی بات سنے بغیر مدعی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس معاملہ کو حل کرنے میں ان کے ساتھ آزمائش (فتنہ) پیش آئی۔ اللہ تعالی نے انہیں متنبہ کیا کہ وہ جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہ کیا کریں کہ کہیں کسی کے ساتھ ناانصافی ہو جائے۔ کوئی بھی معاملہ ہو وہ پوری طرح اس پر غور کریں اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے وقت تمام طرح کے خیالات کو سنا کریں۔ تب حضرت داؤد کو اپنی اس نادانستہ غلطی اور اس کی سنگینی کا احساس ہوا، انھوں نے اللہ سے توبہ کی اور اللہ نے ان کا قصور بخش دیا۔

سلیمان کو بھی اپنے والد سے علم وحکمت کی وراثت ملی تھی ،لیکن ان کی مملکت اوران کا اقتدار اپنے والد سے زیادہ وسیع اور مستحکم تھا۔ آیات ۲۱:۷۸ تا ۷۹ میں سلیمان کا جو بیان آیا ہے اس میں وہ بہت ذہین اور فہیم معلوم ہوتے ہیں اوران کے پاس جب ایک خاص معاملہ آیا تو انھوں نے اپنے والد کی بہ نسبت اسے بہت فراست سے حل کیا: ''اور داؤ داور سلیمان (کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئیں (اور اُسے روند گئی) تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے۔تو ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریقہ) سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکم (یعنی حکمت ونبوت) اور علم بخشا تھا''۔ان قرآنی آیات میں یا مستند احادیث میں اس واقعہ کی تفصیلات نہیں ملتیں لیکن صحابہ کرام اور تابعین میں سے متعدد لوگوں نے جو کچھ بیان کیا ہے ان میں اس واقعہ کی کچھ تفصیلات ملتی ہیں حالانکہ اس کا ماٰخذ کیا ہے یہ معلوم نہیں ہے۔ میں یہاں محمد اسد کے بیان کو نقل کرتا ہوں جو انھوں نے مذکورہ بالا آیت کی تشریح میں اپنے حاشیہ نمبر ۷۰ میں لکھا ہے۔''واقعہ کے مطابق ، بھیڑوں کا ایک گلہ ایک رات پڑوس کے ایک کھیت میں گھس گیا اور ساری فصل برباد کر ڈالی۔ یہ معاملہ بادشاہ داؤد کے پاس تصفیہ کے لئے آیا۔حضرت داؤد نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ بربادی بھیڑوں کے گلہ بان کی لاپرواہی کی وجہ سے ہوئی ہے اس لئے انھوں نے نقصان کی تلافی کے لئے بھیڑوں کا پورا گلہ ،جس کی قیمت اندازے کے مطابق اس فصل کی قیمت کے لگ بھگ تھی جو برباد ہو گئی تھی، کھیت کے مالک کو دے دیا۔داؤد کے جوان العمر بیٹے سلیمان نے اس فیصلہ کو بہت سخت قرار دیا اور یہ کہا کہ فصل تو صرف ایک سال کی برباد ہوئی ہے، اگلے سال نئی فصل آجائے گی، لیکن بھیڑوں کا مالک تو کنگال ہی ہو جائے گا اور اس کا ذریعہ روزگار مستقل طور سے چھن جائے گا۔اس لئے انھوں نے اپنے والد کو یہ تجویز دی کہ فیصلہ کو بدل دیا جائے: کھیت کا مالک بھیڑوں سے ہونے والی یافت (دودھ، اون، اور نئے بچے) پر عارضی طور سے تصرف رکھے، اور بھیڑوں کا مالک اس کھیت پر تب تک کاشت کاری کرے جب تک کھیت پہلے جیسی حالت پر نہ آجائے؛ اس کے بعد دونوں فریق اپنے اپنے اصل مال کو دوبارہ سے حاصل کرلیں۔اس طرح ہرجانہ پورا ہو جائے گا اور نقصان کی تلافی ہو جائے گی جب کہ اپنے اثاثے سے کوئی فریق محروم بھی نہیں ہوگا۔حضرت داؤد نے اس بات کو تسلیم کیا کہ ان کے بیٹے نے جو حل پیش کیا ہے وہ ان کے فیصلے سے زیادہ بہتر ہے، اور پھر اسی کے مطابق فیصلہ سنایا۔'' تاہم، دونوں کو ہی اللہ نے حکمت اور لیاقت سے نوازا تھا اور اللہ دونوں ہی فیصلوں کا گواہ تھا۔اس کے بعد حاشیہ نمبر ۷۱ میں اسد لکھتے ہیں کہ ''سلیمان کا فیصلہ زیادہ بہتر ہونے کے باوجود اس فیصلہ کو ماننے سے حضرت داؤد کے اپنے فیصلہ کا اعتبار ختم نہیں ہوا نہ اس کی وقعت کم ہوئی۔

قرآن کے مطابق، حضرت سلیمان کو مافوق الفطری قوتیں بھی بخشی گئی تھیں۔ان کا اختیار پرندوں پر، ہوا پر اور جنوں وشیطانوں پر بھی تھا[۲۱:۸۲؛ ۳۴:۱۲ تا ۱۴؛ ۳۸:۳۷ تا ۳۸]۔وہ پرندوں سے بات کرتے تھے اور ان کی بولیاں سمجھتے تھے [۲۷:۱۶ تا ۲۸]۔ اپنے حاشیہ نمبر ۷۷ میں اسد اپنا یہ یقین ظاہر کرتے ہیں کہ ''سلیمان سے متعلق اس آیت میں اور کچھ دیگر اقتباسوں میں قرآن ان منظوم قصوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ان کے نام سے منسوب کئے گئے تھے اور ظہور اسلام سے بہت پہلے یہودیوں، عیسائیوں اور عربوں کے یہاں روایات اور لوریوں کا حصہ بن گئے تھے۔''

میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں لیکن اسد جیسے ایک وقیع مفکر اور وسیع علم والی شخصیت کو اپنے اس غیر روایتی خیال کی وضاحت کا موقع دیا جائے تو اچھا ہوگا جیسا کہ انھوں نے لکھا ہے کہ: ''کیوں کہ یہ قصے ان لوگوں کے تصورات میں بہت گہرائی سے سمائے ہوئے تھے جنھیں قرآن پہلی بار مخاطب کرتا ہے۔سلیمان کی حکمت اور کرشماتی قوتوں کے بارے میں یہ قصے اور روایتیں ان کی اپنی ثقافت کا ایک حصہ بن گئی تھیں اس لئے ان اخلاقی صداقتوں کے بیان کے لئے جو اس کتاب کا موضوع ہیں تمثیل کے طور پر ان قصوں کو نقل کرنا بہت موزوں

تھا۔ چنانچہ ان مفروضات کی توثیق یا تردید کے بجائے قرآن انہیں یہ بات سمجھانے کے لئے استعمال کرتا ہے کہ تمام انسانی طاقتوں اور شان وشوکت کا منبع اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے اور یہ کہ انسان کے پاس جو بھی اختراعی صلاحیتیں ہیں چاہے وہ کبھی بالکل معجزاتی نوعیت کی ہی ہوں اللہ تعالیٰ کی ماورائے ادارک شان تخلیق کے سوا کچھ نہیں ہیں۔''

مذہبی صحیفوں کے کچھ دوسرے ناقدین بھی یہ خیال رکھتے ہیں: اسمتھ نے اپنی بائبل ڈکشنری میں حضرت سلیمان کے بارے میں مضمون کے آخر میں ایک ذیلی سرخی ''لیجینڈس'' (روایتی قصے) کے تحت لکھا ہے کہ ''تاریخی حقائق کے اردگرد دلچسپ کہانیوں کی ایک پوری دنیا آباد ہے چاہے یہ یہودیوں کے قصے کہانیاں ہوں، عیسائیوں کی روایتیں ہوں یا مسلمانوں میں پھیلی ہوئی داستانیں ہوں۔ بائبل کے عہد عتیق یعنی تورات کی تفاسیر میں بھی ہمیں ان (حضرت سلیمان) سے متعلق عجیب وغریب کہانیاں ملتی ہیں۔ ہماری بیمار روحوں کی تسکین و علاج کے لئے انھوں نے اپنے پیچھے چٹکلوں اور جادو منتر کی کہانیاں چھوڑ دی ہیں۔ ان کی حکمت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ پرندوں اور چینوٹیوں کی بولی سمجھ لیتے تھے۔ وہ سیپیوں اور جڑی بوٹیوں کے اسرار سے واقف تھے۔ عربوں کا تصور تو یہاں تک پہنچا کہ سلیمان کو جنوں پر اختیار حاصل ہو گیا تھا۔۔۔۔ ان کے پاس ایک جادوئی انگوٹھی تھی جس میں وہ ماضی، حال اور مستقل کے منظر دیکھ لیا کرتے تھے۔ ملکہ سبا سے ملاقات تو ایک خاصا رومانی منظر نامہ ہے۔''

میرے خیال میں اللہ کو افسانوں اور مفروضات کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا آخری اور دائمی پیغام انسانوں کو دینے کے لئے ان قصوں کو تمثیل کا ذریعہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس اپنی ہدایات پہنچانے کے لئے بے شمار ذرائع ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے واقعات کو بیان کرنے کے لئے جو تاریخ میں ہو چکے ہیں حقیقی معلومات دے سکتے ہیں یا پھر ایسے معاملات کے لئے جو کسی خاص شخص، مقام یا زمانہ سے متعلق نہ ہوں مثال بیان کر سکتے ہیں جیسے ''وہ شخص جو ایک گاؤں سے گزرا جو اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا تو اُس نے کہا کہ اللہ اس (کے باشندوں) کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا تو اللہ نے اُس کی روح قبض کر لی (اور) سو برس تک (اُس کو مردہ رکھا) پھر اُس کو جلا اٹھایا اور پوچھا کہ تم کتنا عرصہ (مرے) رہے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ ایک دن یا اُس سے بھی کم۔ اللہ نے فرمایا کہ (نہیں) بلکہ سو برس (مرے) رہے ہو۔ اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ (اتنی مدت میں مطلق) گلی سڑی نہیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو (جو مرا پڑا ہے) غرض (ان باتوں سے) یہ ہے کہ ہم تم کو لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) نشانی بنائیں اور (ہاں گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم اُن کو کیونکر جوڑ دیتے اور اُن پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں۔ جب یہ واقعات اُس کے مشاہدے میں آئے تو بول اٹھا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے'' [۲:۲۵۹]۔ ایسی تمثیل جس میں کسی خاص فرد یا جگہ یا وقت کی تاکید نہ ہو، قرآن میں بندوں کو تعلیم دینے کے لئے استعمال کی گئی ہیں، ایسے بیانات کے بارے میں تو یہ قیاس لگائے جا سکتے ہیں کہ یہ کسی فرد سے متعلق کوئی حقیقی واقعہ ہے یا محض ایک تمثیلی مفروضہ۔ لیکن جب قرآن حضرت سلیمان کی کچھ خاص مافوق الفطرت قوتوں کا ذکر کرتا ہے تو انہیں قومی قصے اور داستانیں نہیں سمجھا جا سکتا صرف اس وجہ سے کہ وہ ''ثقافتی حقیقتیں'' بن گئی ہیں۔ چنانچہ محمد اسد کے خیال کو اگرچہ مذاہب کے مورخین اور مذہبی صحائف کے ناقدین نے تسلیم کیا ہے، میں ایک مسلمان کی حیثیت سے قرآن کے حوالہ سے تسلیم نہیں کر سکتا۔

میرے خیال میں، سلیمان علیہ السلام کو جو کچھ مافوق الفطرت طاقتیں بخشی گئی تھیں جو انھوں نے اپنی حکمرانی کو مستحکم کرنے کے لئے استعمال کیں، انہیں اس دعا کا جواب سمجھنا چاہئے جو انھوں نے اللہ سے کی تھی ''کہ اے پروردگار! میری مغفرت کر اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو بے شک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے'' [۳۸:۳۵] یہ طاقتیں بلاشبہ معجزاتی تھیں لیکن نبوت بھی خود

اپنے میں ایک عظیم ترین معجزہ ہے۔اللہ تعالیٰ اگر کسی بندے (نبی) پر اپنی وحی اتارتا ہے تو وہ اگر چاہے تو اسے جسمانی اور اخلاقی تقویت بھی دے سکتا ہے۔ میں یہ تصور نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی رہنمائی اور تعلیم کے لئے قصے کہانیوں کی ضرورت ہے۔ چوں کہ عربی زبان اور اس کے اظہار کے مختلف طریقوں میں اور قرآن کے مخصوص اسلوب میں حقیقی واقعات اور تمثیلوں کی کمی نہیں ہے اس لئے اللہ کو قصے کہانیوں اور قومی روایتوں کی ضرورت نہیں ہے جو کہ خود اسلام کی نظر میں عقلی اور اخلاقی اعتبار سے معیوب ہیں۔قومی داستانیں کسی تاریخی شخصیت کے گرد گڑھی جاتی ہیں لیکن میں یہ نہیں مانتا کہ یہ ایک ایسی مذہبی کتاب میں اس کے پیغام کی وضاحت کے لئے مفید ہوں گی جو خود بار بار صداقت اور حق گوئی پر زور دیتی ہو۔ یہ تصور کیسے کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے اصول کو کسی بھی معاملہ یا کسی بھی سبب سے نظر انداز کریں گے جب کہ ان کی شان تو یہ ہے کہ خود فرماتے ہیں: ''(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) اور پیغمبروں کے وہ سب حالات جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں اُن سے ہم تمہارے دل کو قائم رکھتے ہیں اور ان (قصص) میں تمہارے پاس حق پہنچ گیا اور (یہ) مومنوں کیلئے نصیحت اور عبرت ہے'' [۱۱:۱۲۰]، ان کے قصے میں عقلمندوں کیے لئے عبرت ہے۔ یہ (قرآن) ایسی بات نہیں ہے جو (اپنے دل سے) بنا لی گئی ہو بلکہ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں اُن کی تصدیق (کرنے والا) ہے اور ہر چیز کی تفصیل (کرنے والا) اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے'' [۱۲:۱۱۱]۔

اس آیت (اور ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر انہوں نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا: ۳۸:۳۴) کے بارے میں بعض قدیم مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے اسے یہاں نقل کرنا موزوں ہوگا: اس آیت کی تشریح میں پہلے جو خیالات چلے آرہے تھے انہیں الرازی نے مسترد کیا ہے اور تخت پر ''جسد'' (جسم کا دھڑا) ڈالنے کا جو ذکر ہے اسے خود سلیمان علیہ السلام کے جسم سے تعبیر کیا ہے۔سلیمان علیہ السلام ایک بار ایسے مرض سے دوچار ہوئے جس نے انہیں بہت زیادہ کمزوری میں مبتلا کر دیا تھا اور ان کا جسم اتنا لاغر ہو گیا تھا کہ گویا جسم میں جان ہی نہیں بچی۔عربوں میں انتہائی لاغر آدمی کو ''صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ، یا بغیر جان کا جسم'' کہنے کا رواج عام تھا [رازی، آیت ۳۸:۳۴ کی تشریح، جلد ۲۶]۔ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کی عام طور سے جو تشریح کی گئی ہے وہ اسرائیلی روایات پر مبنی ہے اور لائق رد ہے۔اسد نے اسی بات کو سپورٹ کیا ہے اور لکھا ہے کہ ''تقریباً یہ ساری روایات تلمود سے لے لی گئی ہیں''۔

جہاں تک ان جادوئی کمالات کا معاملہ ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام سے منسوب کئے گئے ہیں تو قرآن ان کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ یہ شیاطین تھے جو غلط باتیں لوگوں کو بتاتے تھے''۔۔۔اور سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔۔۔'' [۲:۱۰۲] محمد اسد نے تسلیم کیا ہے کہ قرآن انسان کی اس اخلاقی ذمہ داری کا ذکر کرتا ہے کہ انہیں چاہئے کہ ''جادو کے ہر عمل کو مسترد کر دیں چاہے وہ جادوئی عمل کارآمد ہو یا ناکام ہو جائے، اس کا مقصد اللہ کے بنائے ہوئے نظام فطرت کو پلٹنا ہوتا ہے۔۔۔ یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ جادو جیسے پراسرار اور خفیہ مظاہر کی کوئی حقیقت بھی ہے یا یہ صرف ایک وہم اور دھوکہ ہے۔ یہاں قرآن کے بیان کا مقصد اس سے کم یا زیادہ کچھ نہیں کہ انسانوں کو یہ متنبہ کیا جائے کہ واقعات کے عمل کو متاثر کرنے والی کوئی بھی ایسی کوشش جو مافوق الفطری اثرات رکھتی ہو، چاہے وہ اس کا ارتکاب کرنے والے کے ذہن میں ہی ہو، ایک روحانی حملہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے مرتکب کا روحانی مرتبہ انتہائی حد تک گر جاتا ہے۔'' [حاشیہ نمبر ۸۳، ۸۴: تفسیر آیت ۲:۱۰۲]۔تاہم میں یہ سمجھتا ہوں کہ سلیمان علیہ السلام کو جو مافوق الفطری اور معجزاتی قوتیں ایک نبی کی حیثیت سے حاصل تھیں انہیں اس زمرے میں نہیں رکھا جا سکتا، حالانکہ جنوں اور

انسانوں نے ایسی قوتوں کا غلط استعمال کیا ہے اور ان سے لوگوں کو بہکایا ہے،'' اور سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔۔''

یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام کے ذکر کے بارے میں دیکھیں آیات ۴: ۱۶۳؛ ۶: ۸۶

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾

تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اُس کا ایمان اُسے نفع دیتا ہاں یہ یونس کی قوم کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں اُن سے ذلت کا عذاب دُور کر دیا اور ایک مدت تک (فوائد دنیاوی سے) اُن کو بہرہ مند رکھا۔(۱۰: ۹۸)

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾

اور ذوالنون (کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے آخر اندھیرے میں (اللہ کو) پکارنے لگے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے (اور) بیشک میں قصوروار ہوں۔ تو ہم نے اُن کی دعا قبول کر لی اور اُن کو غم سے نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔(۲۱: ۸۷ تا ۸۸)

وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْ لَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾

اور یونس بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ یاد کرو جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف دوڑے تو قرعہ ڈالا گیا اور اس میں مات کھائی۔ پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ ملامت زدہ ہوئے۔ پھر اگر وہ (اللہ کی) پاکی بیان نہ کرتے تو اس روز تک کہ لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اسی کے پیٹ میں رہتے۔ آخر کار ہم نے ان کو بڑی سقیم حالت میں ایک چٹیل زمین میں پھینک دیا۔ اور ان کے اوپر ایک بیل دار درخت اگا دیا۔ اور ان کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ (لوگوں) کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔ تو وہ ایمان لے آئے سو ہم بھی ان کو (دنیا میں) ایک وقت (مقرر) تک فائدے دیتے رہے۔
(۳۷: ۱۳۹ تا ۱۴۸)

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَ هُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾ لَوْ لَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ

تو اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو اور مچھلی (کا لقمہ ہونے) والے (یونس) کی طرح نہ ہونا کہ انہوں نے (اللہ کو) پکارا اور وہ (غم و) غصے میں بھرے ہوئے تھے۔ اگر تمہارے پروردگار

رَبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾

کی مہربانی ان کی یاوری نہ کرتی تو چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے اور ان کا حال ابتر ہو جاتا۔ پھر پروردگار نے ان کو برگزیدہ کر کے نیکوکاروں میں کرلیا۔(۶۸:۴۸ تا ۵۰)

حضرت یونس نینوا کے اسیریا شہر میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ان کے شہر کے لوگوں نے ان کے پیغام پر کان نہیں دھرے اور اپنی برائیوں میں لگے رہے تو انھوں نے طیش میں آ کر شہر چھوڑ دیا اور ان کی طرف سے مایوس و دل برداشتہ ہو کر نکل گئے اور ایک کشتی میں سوار ہو کر دریا پار جانے لگے۔ اس طرح انھوں نے اس مشن کو ترک کر دیا جو اللہ نے ان کے سپرد کیا تھا۔ پھر یہ ہوا کہ جہاز ڈولنے لگا کیوں کہ اس پر اس کی گنجائش سے زیادہ بوجھ لد گیا تھا۔ تو جب کشتی کے سواروں نے خود کو مصیبت اور خطرے میں محسوس کیا تو انھوں نے طے کیا کہ کسی ایک آدمی کو کشتی سے نکال کر سمندر میں ڈال دیا جائے۔ اب کس آدمی کو کشتی سے نکالا جائے اس کے لئے انھوں نے قرعہ اندازی کی۔ قسمت سے یہ قرعہ حضرت یونس کے نام نکلا۔ اس لئے انہیں کشتی سے سمندر میں گرا دیا گیا۔ جیسے ہی وہ سمندر میں گرے اور ڈوبنے لگے تو انہیں ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا۔ اب حضرت یونس کو اپنی خطا یاد آئی اور انھوں نے اللہ سے توبہ و استغفار شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور مچھلی نے اللہ کے حکم سے انہیں خشکی پر لے جا کر ایک ایسی جگہ اگل دیا جہاں وہ تن تنہا تو تھے لیکن رزق رسانی کا سامان قدرتی طور سے فراہم تھا، ایسی جڑی بوٹیاں بھی تھیں جس کے کھانے سے ان کی صحت بحال ہو گئی۔ پھر انھوں نے ایک ایسی قوم کے پاس جا کر اپنا تبلیغی فریضہ انجام دینا شروع کیا جو ایک ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ ان سب نے ان کی دعوت قبول کر لی کیوں کہ وہ یہ دیکھ رہے تھے اگر وہ اللہ کے نبی کی بات نہیں مانیں گے اور گناہوں پر قائم رہیں گے تو اللہ کا عذاب انہیں گھیرنے کے لئے تیار ہے اور وہ بھی ان لوگوں کی طرح ہلاک ہو جائیں گے جنھوں نے اللہ کے پیغام کو جھٹلایا تھا اور اپنی بدکاریوں پر قائم رہے تھے تو اللہ کا فیصلہ ان پر آ پہنچا تھا۔ حضرت یونس پر ایمان لانے والے یہ لوگ آخر کار عذاب سے بچا لئے گئے اور اس دنیا کی نعمتوں سے متمتع کئے گئے اور دنیا میں اس وقت تک جیتے رہے جب تک کہ ان کی فطری موت واقع نہ ہو گئی۔

حضرت یونس پر یہ جو کچھ گزری اس کا بیان بہت اہمیت رکھتا ہے۔ وہ اکیلے ایسے پیغمبر ہیں جن کے بارے میں ہمیں یہ بتایا گیا کہ وہ اپنی قوم کی مخالفتوں کے مقابلے پر صبر کھو بیٹھے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ رسولِ آخر الزماں محمد ﷺ کو حضرت یونس کا قصہ یاد دلایا گیا۔ حضرت یونس اگرچہ ایک نبی تھے لیکن اس کے باوجود وہ بشری جذبات و احساسات رکھتے تھے اور جلد بازی و مایوسی کے احساسات ان پر غالب آ گئے تھے، ان جذبات سے مغلوب ہو کر انھوں نے بڑی خطا کی کہ اللہ کی طرف سے عائد ذمہ داری سے منھ موڑ بیٹھے۔ لیکن پھر ان کی ندامت اور توبہ سے اس حقیقت کو باور کرایا گیا کہ جب کبھی بھی کوئی خطا کار پوری سنجیدگی سے اپنی خطا کا اقرار کرے اور اس پر اللہ سے معافی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی فرماتے ہیں اور سختی و مصیبت سے نکال کر راحت عطا کرتے ہیں۔

بائبل میں حضرت یونس کا قصہ اور زیادہ تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ بائبل میں حضرت یونس کا ایک اسرائیلی پیغمبر کے بطور ذکر کیا گیا ہے جو لگ بھگ آٹھویں صدی قبل مسیح میں ہوئے تھے جیسا کہ لائن انسائکلو پیڈیا آف بائبل (مرتب: پال الیگزینڈر) میں بتایا گیا ہے۔ اس انسائکلو پیڈیا میں یہ بھی ذکر ہے کہ جوہنا (حضرت یونس) کی کتاب غالباً ''ان کے بارے میں تصنیف کیا گیا ایک قصہ ہے جو ان کے بعد کے لوگوں نے اسیریائی مملکت کے زوال کے بعد تصنیف کیا ہے، یہ ان کی اپنی کتاب نہیں ہے۔''

حضرت الیاس، الیسع (Elisha, Elijah)

وَ اِنَّ اِلۡیَاسَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِہٖۤ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدۡعُوۡنَ بَعۡلًا وَّ تَذَرُوۡنَ اَحۡسَنَ الۡخَالِقِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰہَ رَبَّکُمۡ وَ رَبَّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۲۶﴾ فَکَذَّبُوۡہُ فَاِنَّہُمۡ لَمُحۡضَرُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَرَکۡنَا عَلَیۡہِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِلۡ یَاسِیۡنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّہٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۳۲﴾

اور الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟ کیا تم بعل کو پکارتے (اور اسے پوجتے) ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو؟ (یعنی) اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا پروردگار ہے۔ تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا سو وہ (دوزخ میں) حاضر کئے جائیں گے۔ ہاں اللہ کے بندگانِ خاص (مبتلائے عذاب نہیں) ہوں گے۔ اور ان کا ذکرِ خیر بعد کی نسلوں میں باقی رکھا۔ الیاسین پر سلام ہو۔ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ (۳۷: ۱۲۳ تا ۱۳۲)

عبرانی پیغمبر الیاس (بائبل، ا کنگس XVIIff، ۱۱ کنگس ا تا ۲ میں علیجاہ) کا ذکر قرآن کی آیت ۶: ۸۵ میں اور مذکورہ بالا آیت میں نبیوں کے ایک سلسلے کے ساتھ آیا ہے۔ بائبل کے مطابق وہ اسرائیل کی شمالی مملکت میں رہتے تھے جو حضرت سلیمان کی وفات کے بعد اس مملکت کے ٹوٹنے سے وجود میں آئی تھی۔ وہ نویں صدی قبل مسیح میں آہاب اور آہازیہ کے عہد میں ہوئے تھے۔ آہاب اور اس کی پردیسی بیوی جزابیل فونیشیا کے اساطیری دیوتا بعل کی پوجا کرتے تھے جسے وہ بھگوان کہتے تھے۔ اس پر اللہ کے نبیوں کو قتل کرنے کا بھی الزام ہے اور اسے علیجاہ نے اللہ کے عذاب کے بطور قحط کی شکل میں ایک آنے والی مصیبت سے خبردار کیا تھا۔ بائبل کے بیان کے مطابق آخرکار یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی، قحط آیا بھی اور گزر بھی گیا یہ بادشاہ ایک جنگ میں مارا گیا اور اس کے بعد آہازیہ اس کا جانشیں ہوا۔

الیسع (بائبل میں علیشا) حضرت الیاس کے بعد نبی ہوئے اور ۵۰ سال سے زیادہ عرصہ تک انھوں نے اسرائیل کے چھ بادشاہوں کے دور میں کار نبوت انجام دیا [۱۹: ۱۶ff، ۲ کنگس ۲ تا ۹، ۱۳: ۱۴ff]۔ بائبل کا بیان ہے کہ علیجاہ نے اپنی دعا سے ایک مردہ آدمی کو زندہ کر دیا جب کہ علیشا نے ایک مردہ آدمی کو زندہ کرنے کے علاوہ کوڑھ کے ایک مریض کو ٹھیک کر دیا۔ بائبل کے پیغمبر ملاچی نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ علیجاہ واپس آئے گا، بعد میں انجیل میں یہ خبر دی گئی کہ موسیٰ اور علیجاہ کو عیسیٰ کے شاگردوں نے عیسیٰ کے ساتھ تصور کیا اور یہ مانا گیا کہ ان کی ہیئت اور شکل تبدیل ہوگئی ہے [ملاچی ۴: ۵ یا ۶، لوقا ۹: ۲۸ff]۔ حضرت عیسیٰ کو خود بھی کچھ لوگوں نے ایسا ہی سمجھا تھا اور ان سے پوچھا تھا کہ کیا وہ الیاس (علیجاہ) ہیں [مارک ۶: ۱۵]۔ اور انھوں نے حضرت الیاس کے ساتھ پیش آئے واقعات کو یاد دلایا تھا اور یہ بتایا کہ انھوں نے کس طرح لوگوں (غیر اسرائیلیوں نا کہ اسرائیلیوں) کی مسیحائی کی [لوقا ۴: ۲۶ تا ۲۸]۔

حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ (Zachariah, John the Baptist)

انبیاء کے ساتھ ان کے نام کا ذکر دیکھنے کے لئے رجوع کریں ۶: ۸۵، ۲۱: ۸۹ تا ۹۰

اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ

(وہ وقت یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے رب جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے میں اُس کو تیری نذر کرتی ہوں، اُسے دنیا کے

الْعَلِيْمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ
اُنْثٰى ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَ لَيْسَ الذَّكَرُ
كَالْاُنْثٰى ۚ وَ اِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَ اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ
وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا
بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا
زَكَرِيَّا ۚؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ
عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ
حِسَابٍ ﴿٣٧﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ
لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾
هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ
لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾ قَالَ
رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ
امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا
يَشَآءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا
تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ
كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿٤١﴾ ع

کاموں سے آزاد رکھوں گی، تو (اُسے) میری طرف سے قبول فرما تُو تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ جب اُن کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور جو کچھ اُن کے ہاں پیدا ہوا تھا اللہ کو خوب معلوم تھا تو کہنے لگیں کہ رب میرے تو لڑکی ہوئی ہے اور (نذر کے لئے) لڑکا (موزوں تھا کہ وہ) لڑکی کی طرح (ناتوان) نہیں ہوتا، اور اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ تو پروردگار نے اُس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اُسے اچھی طرح پرورش کیا۔ اور زکریا کو اُس کا کفیل بنایا۔ زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اُس کے پاس جاتے تو اُس کے پاس کھانا پاتے (یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن مریم سے) پوچھنے لگے کہ مریم یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ وہ بولیں کہ اللہ کے ہاں سے (آتا ہے) بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔ اُس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی (اور) کہا کہ اے رب مجھے اپنی جناب سے اولادِ صالح عطا فرما بے شک تو دعا سننے (اور قبول کرنے) والا ہے۔ وہ ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے آواز دی کہ (زکریا) اللہ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے فیض (یعنی عیسیٰ) کی تصدیق کریں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے اور (اللہ کے) پیغمبر (یعنی) نیکوکاروں میں ہوں گے۔ زکریا نے کہا اے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا کہ میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ اللہ نے فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ زکریا نے کہا کہ اللہ (میرے لئے) کوئی نشانی مقرر فرما۔ اللہ نے فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کرسکو گے تو (ان دنوں میں) اپنے رب کی کثرت سے یاد اور صبح و شام اُس کی تسبیح کرنا۔ اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا کہ اللہ نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک بنایا ہے اور جہان کی عورتوں میں منتخب کیا ہے۔

(۳:۳۵ تا ۴۱)

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۚ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ
نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَ
اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ
شَقِيًّا ﴿۴﴾ وَ اِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَ كَانَتِ
امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ﴿۵﴾ يَّرِثُنِيْ وَ
يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾ يٰزَكَرِيَّآ
اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِۨسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ
قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ
امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ
كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ
قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ
اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ
عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا
بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَ اٰتَيْنٰهُ
الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً ؕ وَ كَانَ
تَقِيًّا ۙ﴿۱۳﴾ وَّ بَرًّاۢ بِوَالِدَيْهِ وَ لَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَ
سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوْتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ
حَيًّا ﴿۱۵﴾

(یہ) تمہارے رب کی مہربانی کا بیان (ہے جو اُس نے) اپنے بندے زکریا پر (کی تھی)۔ جب انہوں نے اپنے رب کو دبی آواز سے پکارا (اور) کہا کہ اے میرے رب! میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہوگئی ہیں اور سر (ہے کہ) بڑھاپے (کی وجہ سے) شعلہ مارنے لگا ہے، اور اے میرے رب! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔ اور میں اپنے بعد اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما جو میری اور اولادِ یعقوب کی میراث کا مالک ہو اور (اے) میرے رب! اس کو خوش اطوار بنانا۔ اے زکریا! ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ! میرے ہاں کس طرح لڑکا ہوگا جس حال میں میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ گیا ہوں۔ حکم ہوا کہ اسی طرح (ہوگا)، تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور میں پہلے تم کو بھی تو پیدا کر چکا ہوں اور تم کچھ چیز نہ تھے۔ کہا کہ اے اللہ! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم صحیح وسالم ہوکر تین (رات دن) لوگوں سے بات نہ کرسکو گے۔ پھر وہ (عبادت کے) حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو اُن سے اشارے سے کہا کہ صبح وشام (اللہ کو) یاد کرتے رہو۔ اے یحییٰ! (ہماری) کتاب کو زور سے پکڑے رہو، اور ہم نے ان کو لڑکپن ہی میں دانائی عطا فرمائی تھی۔ اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی دی تھی اور وہ پرہیزگار تھے۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش اور نافرمان نہیں تھے۔ اور جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے اور جس دن زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے ان پر سلام اور رحمت ہے۔

(۱۹:۲ تا ۱۵)

آیت ۳:۳۵ میں جن عمران کا ذکر ہے وہ بائبل کے امرام ہیں جو موسیٰ اور ہارون کے والد ہیں۔ ذکریا اور ان کی بیوی دونوں ہارون کی اولاد میں ہیں جو اسرائیلوں میں پادریوں کا ایک خاندان ہے۔[Chronicles XXIV:10; Luke 1:5]۔ ان حوالوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذکریا کی بیوی ایلزابیتھ ہارون کی ایک بیٹی تھیں اور موسیٰ کی والدہ میری کی چچازاد بہن تھیں (لوقا ۱:۳۶)۔

قرآن کے مطابق ذکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کی کفالت تھی کہ قرعہ اندازی میں سر پرستی کے لئے ان کا ہی نام نکلا تھا، اور یہ قرعہ اندازی اس لئے کی گئی تھی کہ اس بچی کی ماں نے منت مانی تھی کہ ہونے والی بچی کو کلیسا میں خدمت کے لئے وقف کروں گی جس کی وجہ سے اسے کلیسا (عبادت گاہ) میں رہنا تھا۔ پھر انھوں نے اپنے پدرانہ جذبات سے مغلوب ہوکر اللہ سے اپنے ایک بچہ کی پیدائش کی دعا کی حالانکہ وہ اوران کی بیوی دونوں بوڑھے ہو چکے تھے۔ اللہ نے ان کی یہ دعا سن لی اور اپنے فرشتہ کو بھیج کر انہیں یہ غیر متوقع خوش خبری سنائی کہ ان کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام یحیٰ رکھا جائے گا اور اس بچے کو حکمت اور قوت فیصلہ سے نوازا جائے گا اور اس پر اللہ کی رحمت ہوگی اور وہ مقدس ہستی ہوگا۔ وہ اللہ کا متقی بندہ ہوگا، اپنے والدین کے لئے مہربان اور خدمت گزار ہوگا اور وہ متکبر یا باغی نہیں ہوگا [۳:۳۹؛ ۱۹:۱۲ تا ۱۵]۔ ذکریا نے اس کے لئے اللہ سے ایک نشانی کی درخواست کی جوان کے اوران کے لوگوں کے لئے اس کا ثبوت ہو کہ ان کے یہاں ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے، اور وہ اس کے ذریعہ اللہ کے تئیں شکر گزاری کا اظہار کریں۔ اللہ نے انہیں تاکید کی کہ وہ تین دن تک کسی سے بات نہ کریں اور پورا وقت اللہ کی عبادت میں لگائیں، وہ اوران کے لوگ سب مل کر اللہ کی تسبیح و تمجید کرتے رہیں [۳:۴۱؛ ۱۹:۱۰ تا ۱۱]۔ لیکن لوقا میں اس کے برعکس یہ کہا گیا ہے کہ ذکریا کو گونگا بنا دیا گیا تھا [۱:۲۰ تا ۲۲]۔

حضرت یحیٰ یعنی جان کا تعلق حضرت عیسیٰ کے سلسلہ سے ہے اور وہ عیسیٰ سے کچھ پہلے کے ہی ہیں۔ لوقا کے مواعظات کے مطابق وہ نبی بنائے جانے تک صحرا میں رہے۔ لوگ ان کے مواعظات سننے کے لئے اور تعلیم و تبلیغ کے حصول کے لئے ان کے پاس آیا کرتے تھے: ''اپنے گناہوں سے توبہ کرلو، بپتسمہ لے لو (یعنی اللہ کا رنگ اختیار کرلو) تو خدا تمھیں معاف کردے گا''۔ جیسس (حضرت عیسیٰ) نے جان دی باپٹسٹ (حضرت یحیٰ) سے کہا کہ وہ انہیں دریائے اردن میں غسل ہدایت (بپتسمہ) کرائیں۔ بعد میں جان (یحیٰ) کو بادشاہ ہیراڈ [۷ ۳ تا ۴ قبل مسیح] نے جیل میں ڈال دیا کیوں کہ وہ بادشاہ کے عمل پر کھلے عام تنقید کرتے تھے، اور اناجیل کے مطابق حضرت یحیٰ کے جیل میں رہتے ہوئے دونوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ اور آخر میں ہیراڈ کی بیوی نے بادشاہ کو اس کے لئے آمادہ کرلیا کہ وہ یحیٰ کو مار ڈالے [میتھیو ۳، ۱۱، ۱۴:۱ تا ۲؛ مارک ۱:۲ تا ۴؛ لیوک ۱، ۳، ۷:۱۸ ایف ایف]۔ اگرچہ ''یحیٰ نے کوئی معجزہ نہیں کیا'' [جان ۱۰:۴۱] لیکن اسمتھ کی بائبل ڈکشنری میں لکھا ہے کہ ''ان کی کرشماتی پیدائش، سخت زاہدانہ زندگی، ان کے غیر معمولی تقدس کی شہرت اور یہ عام خیال کہ وہ کوئی بہت عظیم مقام حاصل کرنے والے ہیں، ان سب باتوں کی وجہ سے وہ مرجع خلائق بنے۔ عیسائیوں کے نزدیک جان دی پابٹسٹ (حضرت یحیٰ) کا نبیوں کی تاریخ میں ایک اہم مقام ہے، کیوں کہ حضرت عیسیٰ سے ان کا خاص تعلق تھا اور حضرت عیسیٰ کی آمد سے پہلے وہ لوگوں کو حضرت عیسیٰ کی آمد کے بارے میں بتاتے تھے اوران کے استقبال کے لئے انہیں تیار کر رہے تھے۔ صالح اعمال انجام دینے اور برے کاموں سے اجتناب کرنے کا ان کا ایمانی واخلاقی جذبہ جو اتنا قوی تھا کہ بادشاہ کو ٹوکنے سے بھی وہ باز نہیں آتے تھے، آنے والے لوگوں کے لئے ایک نظیر اور ترغیب کا ذریعہ بنا'' اور جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے اور جس دن زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے ان پر سلام اور رحمت ہے' [۱۹:۱۵]۔

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا

یہ پیغمبر (جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے ہیں) اُن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض ایسے ہیں جن سے اللہ نے گفتگو فرمائی

عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۞﴿۲۵۳﴾

اور بعض کے (دوسرے اُمور میں) مرتبے بلند کئے۔ اور عیسیٰ بن مریم کو ہم نے کھلی ہوئی نشانیاں عطا کیں اور روح القدس سے اُن کو مدد دی اور اگر اللہ چاہتا تو اُن سے پچھلے لوگ اپنے پاس کھلی نشانیاں آنے کے بعد آپس میں نہ لڑتے لیکن اُنہوں نے اختلاف کیا تو اُن میں سے بعض تو ایمان لے آئے اور بعض کافر ہی رہے اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ باہم جنگ وقتال نہ کرتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (۲:۲۵۳)

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِيْ وَ ارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖۗ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ﴿ۚ۴۸﴾ وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ

اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا کہ اللہ نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک بنایا ہے اور جہان کی عورتوں میں منتخب کیا ہے۔ مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کرنا اور سجدہ کرنا اور رکوع کرنے والوں کیساتھ رکوع کرنا۔ (اے محمدؐ) یہ باتیں اخبارِ غیب میں سے ہیں جو ہم تمہارے پاس بھیجتے ہیں۔ اور جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور قرعہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کا متکفل کون بنے تو تم اُن کے پاس نہیں تھے اور نہ اُس وقت ہی اُن کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ (وہ وقت یاد کرو) جب فرشتوں نے (مریم سے کہا) کہ مریم، اللہ تم کو اپنی طرف سے ایک فیض کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح (اور مشہور) عیسیٰ بن مریم ہوگا (اور جو) دنیا اور آخرت میں با آبرو اور (اللہ کے) خاصوں میں ہوگا۔ اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہوکر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا اور نیکوکاروں میں سے ہوگا۔ مریم نے کہا کہ اللہ میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا کہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ تک تو لگایا نہیں؟ فرمایا کہ اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا، وہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ انہیں لکھنا (پڑھنا) اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔ اور (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر (ہوکر جائیں گے اور کہیں گے) کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت بہ شکل پرند بناتا ہوں پھر میں اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے (سچ مچ) جانور ہو جاتا ہے اور اندھے اور جذامی کو

الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُنَبِّئُکُمْ بِمَا
تَاْکُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِکُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ
لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۴۹﴾ۚ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا
بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىۃِ وَ لِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ
الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ وَ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۟ قف
فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ
فَاعْبُدُوْہُ ؕ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّاۤ اَحَسَّ
عِیْسٰی مِنْہُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ
الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۚ وَ اشْہَدْ
بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا
الرَّسُوْلَ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰہِدِیْنَ ﴿۵۳﴾ وَ مَکَرُوْا وَ مَکَرَ
اللّٰہُ ؕ وَ اللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ﴿۵۴﴾ؑ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰۤی
اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ
کَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا
اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ
فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
فَاُعَذِّبُہُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ ۫ وَ
مَا لَہُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْہِمْ اُجُوْرَہُمْ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یُحِبُّ
الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِکَ نَتْلُوْہُ عَلَیْکَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَ الذِّکْرِ
الْحَکِیْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ
خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ
مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۶۰﴾

تندرست کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانی ہے۔ اور مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی اُس کی تصدیق بھی کرتا ہوں اور (میں) اس لئے بھی (آیا ہوں) کہ بعض چیزیں تم پر حرام تھیں، اُن کو تمہارے لئے حلال کر دوں اور میں تو تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو اُسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ ۵۱۔ جب عیسٰی نے اُن کی طرف سے نافرمانی (اور نیتِ قتل) دیکھی تو کہنے لگے کہ کوئی ہے جو اللہ کا طرفدار اور میرا مددگار ہو؟ حواری بولے کہ ہم اللہ کے (طرفدار اور آپ کے) مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ اے اللہ جو (کتاب) تو نے نازل فرمائی ہے ہم اُس پر ایمان لائے اور (تیرے) پیغمبر کے متبع ہو چکے، تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ رکھ۔ اور وہ (یعنی یہود قتل عیسٰی کے بارے میں ایک) چال چلے اور اللہ بھی (عیسٰی کو بچانے کیلئے) چال چلا اور اللہ خوب چال چلنے والا ہے۔ اس وقت اللہ نے فرمایا کہ عیسٰی میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اُٹھا لوں گا اور تمہیں کافروں (کی صحبت) سے پاک کر دوں گا اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے اُن کو کافروں پر قیامت تک فائق (وغالب) رکھوں گا۔ پھر تم سب میرے پاس لوٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے اس دن تم میں اُن کا فیصلہ کر دوں گا۔ ۵۵۔ یعنی جو کافر ہوئے اُن کو دنیا اور آخرت (دونوں) میں سخت عذاب دوں گا اور اُن کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اُن کو اللہ پورا پورا صلہ دے گا اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ ہم تم کو (اللہ کی) آیتیں اور حکمت بھری نصیحتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ عیسٰی کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اُس نے (پہلے) مٹی سے اُن کا

قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے۔ ۵۹۔ (یہ بات) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے سو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ (۳: ۴۲ تا ۶۰)

وَّ بِكُفۡرِهِمۡ وَ قَوۡلِهِمۡ عَلٰی مَرۡیَمَ بُهۡتَانًا عَظِیۡمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّ
قَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِیۡحَ عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ رَسُوۡلَ
اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوۡهُ وَ مَا صَلَبُوۡهُ وَ لٰكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ ؕ وَ
اِنَّ الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِیۡهِ لَفِیۡ شَكٍّ مِّنۡهُ ؕ مَا لَهُمۡ بِهٖ
مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوۡهُ یَقِیۡنًۢا ﴿۱۵۷﴾ بَلۡ
رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیۡهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیۡزًا حَكِیۡمًا ﴿۱۵۸﴾ وَ اِنۡ
مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ ۚ وَ
یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ یَكُوۡنُ عَلَیۡهِمۡ شَهِیۡدًا ﴿۱۵۹﴾

اور ان کے کفر کے سبب اور مریم پر ایک بہتان عظیم باندھنے کے سبب۔ اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو اللہ کے پیغمبر (کہلاتے) تھے قتل کر دیا ہے (اللہ نے ان کو ملعون کر دیا) اور انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو اُن کی سی صورت معلوم ہوئی اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور پیروئ ظن کے سوا ان کو اُس کا مطلق علم نہیں اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اُن کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اور کوئی اہل کتاب نہیں ہو گا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔ (۴: ۱۵۶ تا ۱۵۹)

یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِكُمۡ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا عَلَی
اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ ؕ اِنَّمَا الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ
رَسُوۡلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلۡقٰىهَاۤ اِلٰی مَرۡیَمَ وَ رُوۡحٌ
مِّنۡهُ ۫ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ۟ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا ثَلٰثَةٌ ؕ
اِنۡتَهُوۡا خَیۡرًا لَّكُمۡ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبۡحٰنَهٗۤ اَنۡ
یَّكُوۡنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ
كَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیۡلًا ﴿۱۷۱﴾ لَنۡ یَّسۡتَنۡكِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّكُوۡنَ
عَبۡدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الۡمَلٰٓئِكَةُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ؕ وَ مَنۡ یَّسۡتَنۡكِفۡ
عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَ یَسۡتَكۡبِرۡ فَسَیَحۡشُرُهُمۡ اِلَیۡهِ جَمِیۡعًا ﴿۱۷۲﴾
فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡهِمۡ
اُجُوۡرَهُمۡ وَ یَزِیۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ
اسۡتَنۡكَفُوۡا وَ اسۡتَكۡبَرُوۡا فَیُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۙ۬ وَّ لَا

اے اہلِ کتاب! اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ اللہ تھے اور نہ اس کے بیٹے بلکہ) اللہ کے رسول اللہ اس کا کلمۂ (بشارت) تھے جو اُس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے تو اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (یہ) نہ کہو (کہ اللہ) تین (ہیں اس اعتقاد سے) باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ ہی اکیلا معبود ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔ مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ اللہ کے بندے ہوں اور نہ مقرب فرشتے (عار رکھتے ہیں) اور جو شخص اللہ کا بندہ ہونے کو موجبِ عار سمجھے اور سرکشی کرے تو اللہ سب کو اپنے پاس جمع کر لے گا۔ تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے وہ اُن کو اُن کا پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے کچھ زیادہ بھی عنایت کرے گا۔ اور جنہوں نے (بندہ ہونے سے) عار و انکار اور

يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ٞ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

وَ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ؕ وَ لْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ

تکبر کیا وہ اُن کو دردناک عذاب دے گا اور یہ لوگ اللہ کے سوا اپنا حامی اور مددگار نہ پائیں گے۔(۴:۱۷۱ تا ۱۷۳)

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ بن مریم، اللہ ہیں وہ بے شک کافر ہیں (ان سے) کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم اور ان کی والدہ کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو اس کے آگے کس کی پیش چل سکتی ہے؟ اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں کہو کہ پھر وہ تمہاری بد اعمالیوں کے سبب تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے؟ (نہیں) بلکہ تم اُس کی مخلوقات میں (دوسروں کی طرح کے) انسان ہو وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور (سب کو) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(۵:۱۷ تا ۱۸)

اور ان پیغمبروں کے بعد ان کے ہی آثار پر ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے اور اُن کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تورات کی جو اُس سے پہلی (کتاب) ہے تصدیق کرتی ہے اور پرہیزگاروں کو راہ بتاتی اور نصیحت کرتی ہے۔ ۴۶۔ اور اہلِ انجیل کو چاہیئے کہ جو احکام اللہ نے اس میں نازل فرمائے ہیں اس کے مطابق حکم دیا کریں اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔ (۵:۴۶ تا ۴۷)

وہ لوگ بلاشبہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے (عیسیٰ) مسیح، اللہ ہیں حالانکہ مسیح یہودیوں سے کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی (اور جان رکھو کہ) جو شخص اللہ کیساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ وہ لوگ (بھی) کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا

ثَلٰثَةٍ ۘ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنْ لَّمْ
يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ
يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ
مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ
اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ
نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ
اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا
نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ
الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا
اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ
ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ
وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۟ تُكَلِّمُ
النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ
الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۚ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ
الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ
طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَ
اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ
عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى
الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ بِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ
بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ

ہے۔ حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر یہ لوگ ایسے اقوال (وعقائد) سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں سے جو کافر ہوئے ہیں وہ دردناک عذاب پائیں گے۔ تو یہ کیوں اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اُس سے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ ۴۷۔ مسیح ابن مریم تو صرف (اللہ کے) پیغمبر تھے اُن سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے اور اُن کی والدہ (مریم) اللہ کی ولی اور سچی فرمانبردار تھیں دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے دیکھو ہم ان لوگوں کیلئے اپنی آیتیں کس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں پھر (یہ) دیکھو کہ یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔ کہو کہ تم اللہ کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں اور اللہ ہی (سب کچھ) سنتا جانتا ہے۔ کہو کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین (کی بات) میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش کے پیچھے نہ چلو جو (خود بھی) پہلے گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اکثر گمراہ کر گئے اور سیدھے رستے سے بھٹک گئے۔ (۵:۷۲ تا ۷۷)

جب اللہ (عیسیٰ سے) فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! میرے اُن احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کئے، جب میں نے روح القدس (یعنی جبرئیل) سے تمہاری مدد کی تم جھولے میں اور جوان ہو کر (ایک ہی نسق پر) لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تمہیں کتاب اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائی اور جب تم میرے حکم سے مٹی کا جانور بنا کر اُس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا تھا اور مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتے تھے اور مُردے کو میرے حکم سے (زندہ کر کے قبر سے) نکال کھڑا کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل (کے ہاتھوں) کو تم سے روک دیا جب تم اُن کے پاس کھلے نشان لے کر آئے تو جو اُن میں سے کافر تھے کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ اور جب میں نے حواریوں کی طرف حکم بھیجا کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ تو وہ کہنے لگے کہ (اللہ!) ہم ایمان لائے تو شاہد رہنا کہ

مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً
مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۲
قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ
اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۱۱۳
قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا
مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ
اٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَ ارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۱۱۴ قَالَ
اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ
فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ
الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۱۵ وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ
قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ
لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ
نَفْسِيْ وَ لَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ
الْغُيُوْبِ ۝۱۱۶ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا
دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ
عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۱۱۷ اِنْ
تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ
اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۱۸ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ
الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا
عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۱۹

ہم فرمانبردار ہیں۔ (وہ قصہ بھی یاد کرو) جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تمہارا رب ایسا کرسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے (طعام کا) خوان نازل کرے؟ انہوں نے کہا کہ اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو۔ وہ بولے کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل تسلی پائیں اور ہم جان لیں کہ تم نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس (خوان کے نزول) پر گواہ رہیں۔ (تب) عیسیٰ بن مریم نے دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما کہ ہمارے لئے (وہ دن) عید قرار پائے یعنی ہمارے اگلوں اور پچھلوں (سب) کیلئے اور وہ تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق دے تو بہتر رزق دینے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں تم پر ضرور خوان نازل فرماؤں گا لیکن جو اس کے بعد تم میں سے کفر کرے گا اُسے ایسا عذاب دوں گا کہ اہلِ عالم میں کسی کو ایسا عذاب نہ دوں گا۔ اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے مجھے کب شایان تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھے معلوم ہوگا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے ضمیر میں ہے اُسے میں نہیں جانتا بیشک تو علام الغیوب ہے۔ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اُس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا وہ یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان (کے حالات) کی خبر رکھتا رہا جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو تو ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے۔ ۱۱۷۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو (تیری مہربانی ہے) بیشک تو غالب (اور) حکمت والا ہے۔ اللہ فرمائے گا کہ آج وہ دن ہے کہ سچوں کو اُن کی سچائی ہی فائدہ دے گی اُن کیلئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ابدالآباد ان میں بستے رہیں گے۔ اللہ اُن سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں یہ بڑی کامیابی ہے۔ (۵:۱۱۰تا۱۱۹)

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى
الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ
يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ
اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝٣٠ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ
رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ
مَرْيَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٣١

وَ اذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا
مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝١٦ۙ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫
فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝١٧
قَالَتْ اِنِّىْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝١٨
قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝١٩
قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّ
لَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝٢٠ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ
هَيِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ
اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝٢١ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا
قَصِيًّا ۝٢٢ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ
قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا
مَّنْسِيًّا ۝٢٣ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ
رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝٢٤ وَ هُزِّىْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ
تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝٢٥ۙ فَكُلِىْ وَ اشْرَبِىْ وَ قَرِّىْ
عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِىْۤ اِنِّىْ
نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝٢٦ۚ

اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہ اُن کے منہ کی باتیں ہیں، پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے یہ بھی اُنہیں کی ریس کرنے لگے ہیں، اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابنِ مریم کو اللہ کے سوا معبود بنالیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اُسکے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔

(۹:۳۰تا۳۱)

اور کتاب (قرآن) میں مریم کا بھی ذکر کرو جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہوکر مشرق کی طرف چلی گئیں۔ تو انہوں نے ان کی طرف سے پردہ کرلیا (اس وقت) ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی (کی شکل) بن گیا۔ مریم بولیں کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا (یعنی فرشتہ) ہوں (اور اس لئے آیا ہوں) کہ تمہیں پاکیزہ لڑکا بخشوں۔ مریم نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیونکر ہوگا مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں۔ (فرشتے نے) کہا کہ یونہی (ہوگا) تمہارے رب نے فرمایا کہ یہ مجھے آسان ہے اور (میں اُسے اسی طریق پر پیدا کروں گا) تاکہ اس کو لوگوں کیلئے اپنی طرف سے نشانی اور (ذریعہ) رحمت اور (مہربانی) بناؤں اور یہ کام مقرر ہو چکا ہے۔ تو وہ اس (بچے) کے ساتھ حاملہ ہوگئیں اور اُسے لیکر ایک دُور کی جگہ چلی گئیں۔ پھر دردِزہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔ اس وقت اُن کے نیچے کی جانب سے فرشتے نے اُن کو آواز دی کہ غمناک نہ ہو تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔ تو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو، اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہنا کہ میں نے اللہ کیلئے روزے کی منت مانی ہے تو آج میں کسی آدمی سے ہرگز کلام نہ

فَاَتَتۡ بِهٖ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهٗ ؕ قَالُوۡا يٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ
شَيۡـًٔـا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخۡتَ هٰرُوۡنَ مَا كَانَ اَبُوۡكِ امۡرَاَ سَوۡءٍ وَّ
مَا كَانَتۡ اُمُّكِ بَغِيًّا ۖ ﴿۲۸﴾

کروں گی۔ پھر وہ اس (بچے) کو اٹھا کر اپنی قوم کے لوگوں کے پاس لے آئیں۔ وہ کہنے لگے کہ مریم یہ تو تو نے بُرا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ ہی بداطوار آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی۔ (۱۹:۱۶ تا ۲۸)

فَاَشَارَتۡ اِلَيۡهِ ؕ قَالُوۡا كَيۡفَ نُكَلِّمُ مَنۡ كَانَ فِى
الۡمَهۡدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّىۡ عَبۡدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰٮنِىَ الۡكِتٰبَ وَ
جَعَلَنِىۡ نَبِيًّا ۙ ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِىۡ مُبٰرَكًا اَيۡنَ مَا كُنۡتُ ۖ وَ
اَوۡصٰنِىۡ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمۡتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا
بِوَالِدَتِىۡ وَ لَمۡ يَجۡعَلۡنِىۡ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ
عَلَىَّ يَوۡمَ وُلِدْتُّ وَ يَوۡمَ اَمُوۡتُ وَ يَوۡمَ اُبۡعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾
ذٰلِكَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ ۚ قَوۡلَ الۡحَـقِّ الَّذِىۡ فِيۡهِ
يَمۡتَرُوۡنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ يَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ
سُبۡحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ
فَيَكُوۡنُ ؕ ﴿۳۵﴾ وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىۡ وَ رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا
صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿۳۶﴾

تو مریم نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بولے کہ ہم اس سے کہ گود کا بچہ ہے کیسے بات کریں؟ بچے نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔ اور میں جہاں رہوں (اور جس حال میں ہوں) مجھے صاحبِ برکت کیا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کا ارشاد فرمایا ہے۔ اور (مجھے) اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا (بنایا ہے) اور سرکش و بدبخت نہیں بنایا۔ اور جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مَروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلام (ورحمت) ہے۔ یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اللہ کو سزاوار نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے وہ پاک ہے، جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کو یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ اور بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے تو اُسی کی عبادت کرو یہی سیدھا رستہ ہے۔ (۱۹:۲۹ تا ۳۶)

وَ جَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيۡنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبۡوَةٍ
ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيۡنٍ ﴿۵۰﴾

اور مریم کے بیٹے (عیسیٰ) اور ان کی ماں کو (اپنی) نشانی بنایا تھا اور ان کو ایک اونچی جگہ پر جو رہنے کے لائق تھی اور جہاں (شفاف) پانی جاری تھا پناہ دی تھی۔ (۲۳:۵۰)

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيۡثَاقَهُمۡ وَ مِنۡكَ وَ مِنۡ
نُّوۡحٍ وَّ اِبۡرٰهِيۡمَ وَ مُوۡسٰى وَ عِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ ۖ وَ
اَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ۙ ﴿۷﴾ لِّيَسۡـئَلَ الصّٰدِقِيۡنَ
عَنۡ صِدۡقِهِمۡ ۚ وَ اَعَدَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۸﴾

اور جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور عہد بھی ان سے پکا لیا۔ تا کہ سچ کہنے والوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں دریافت کرے اور اُس نے کافروں کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۳۳:۷ تا ۸)

وَ لَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ
يَصِدُّوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَ قَالُوۡۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَيۡرٌ اَمۡ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوۡهُ

اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھے۔ اور کہنے لگے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا عیسیٰ؟ انہوں نے عیسیٰ کی جو مثال بیان کی ہے تو صرف جھگڑنے کو۔

لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا
عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿ؕ۵۹﴾
وَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِی الْاَرْضِ
يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ
اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَ لَا يَصُدَّنَّكُمُ
الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَ لَمَّا جَآءَ عِيْسٰی
بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَ لِاُبَيِّنَ لَكُمْ
بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا
صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ
فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ وہ تو ہمارے ایسے بندے تھے جن پر ہم نے فضل کیا اور بنی اسرائیل کے لئے ان کو (اپنی قدرت کا) نمونہ بنا دیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے جو تمہاری جگہ زمین میں رہتے۔ اور وہ قیامت کی نشانی ہیں۔ تو (کہہ دو کہ لوگو!) اس میں شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو یہی سیدھا رستہ ہے۔ اور (کہیں) شیطان تم کو (اس سے) روک نہ دے وہ تو تمہارا اعلانیہ دشمن ہے۔ اور جب عیسیٰ نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ میں تمہارے پاس دانائی (کی کتاب) لے کر آیا ہوں نیز اس لئے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم کو سمجھا دوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے پس اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا رستہ ہے۔ پھر کتنے فرقے ان میں سے پھٹ گئے سو جو لوگ ظالم ہیں ان کی درد دینے والے دن کے عذاب سے خرابی ہے۔ (۴۳:۵۷ تا ۶۵)

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَی ابْنِ
مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَ جَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ۣابْتَدَعُوْهَا مَا
كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا
حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ
وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

پھر ان کے پیچھے انہی کے قدموں پر (اور) پیغمبر بھیجے اور ان کے پیچھے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور ان کو انجیل عنایت کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی ڈال دی اور لذات سے کنارہ کشی تو انہوں نے خود ایک نئی بات نکال لی تھی ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر (انہوں نے اپنے خیال میں) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (آپ ہی ایسا کر لیا تھا) پھر جیسا اس کو نباہنا چاہیئے تھا نباہ بھی نہ سکے پس جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا اور ان میں بہت سے نافرمان ہیں۔ (۵۷:۲۷)

وَ اِذْ قَالَ عِيْسَی ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّیْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَیَّ مِنَ
التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ
اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ
مُّبِيْنٌ ﴿۶﴾

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آ چکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت سناتا ہوں (پھر) جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ (۶۱:۶)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۧ ﴿۱۴﴾

مومنو! اللہ کے مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا کہ (بھلا) کون ہیں جو اللہ کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہوں تو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا آخر کار ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی اور وہ غالب ہو گئے۔ (۶۱:۱۴)

حضرت عیسیٰ کی شخصیت انبیاء کی تاریخ میں سب سے زیادہ تنازعات کا سبب بنی ہے۔ یہ تنازعات نہ صرف ان لوگوں کے دمیان ہوئے جنھوں نے ان کو مانا اور جنھوں نے نہیں مانا، بلکہ خود ان کے ماننے والوں کے درمیان بھی ہوئے اور ہوتے رہے۔ ان کی معجزاتی پیدائش اور اچانک سے ان کا معدوم ہو جانا ایسے معاملات ہیں جن سے ان کی شخصیت اور ان کے مشن کو لے کر فلسفیانہ اور مذہبیاتی مباحث ہوتے رہے ہیں۔ ان مباحث نے تب زور پکڑا جب روم کے رہنے والے فارسی ربی ساؤل نے عیسائیت اختیار کی۔ یہ شخص ترسوس میں پید اہوا تھا، یروشلم میں پلا بڑھا اور وہیں اس کی تعلیم ہوئی اور بعد میں شاہ نیرو کے زمانہ اقتدار کے دوران ۶۷ عیسوی میں اسے سزائے موت دے دی گئی۔ اس شخص نے عیسائیت اختیار کر کے اپنا نام پال رکھا اور غیر عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ اور ان کے پیغام کی تبلیغ کی اور اسی سبب سے وہ عیسائیت کو سمجھنے کا اصل ذریعہ بنا۔ اندھوں کی بینائی واپس لے آنے، کوڑھ کے مریضوں کو مرض سے نجات دلانے اور مردوں کو زندہ کر دینے کے جو معجزے حضرت عیسیٰ نے دکھائے تھے وہ بھی ان کے بارے میں طرح طرح کے خیالات جنم لینے اور متنازعہ فیہ باتوں کے پھیل جانے کا سبب بنے۔

عیسیٰ ابن مریم (Jesus the son of Mary) کا ذکر قرآن میں زیادہ تفصیل سے حضرت یحیٰ ابن حضرت ذکریا (John the Babtis, son of Zachariah) کے ساتھ قرآن کی دو سورتوں [۳:۳۳ تا ۶۰؛ ۱۹:۲ تا ۳۷] میں آیا ہے اور اس وضاحت کے ساتھ آیا ہے کہ وہ دونوں آپس میں رشتہ دار بھائی تھے، ان دونوں کی پیدائش الگ الگ نوعیت سے بالکل غیر معمولی واقعہ کے طور پر ہوئی تھی اور دونوں کی پیدائش کی بشارت فرشتوں نے دی تھی۔ انجیل کے مطابق وہ دونوں ہم عصر اور تقریباً ہم عمر تھے۔ یحیٰ کی عمر چند ماہ زیادہ تھی اور انھوں نے ہی دریائے اردن میں حضرت عیسیٰ کو بپتسمہ دیا اور کئی موقعوں پر ان کا ساتھ دیا اور انہیں مسیح موعود قرار دیا جس کی آمد کا انہیں انتظار تھا اور جن کی آمد کے لئے وہ ماحول بنا رہے تھے۔

''جیسس''-Jesus (صحیفہ عہد قدیم میں جوشوا-Joshua) کا مطلب ہے بچانے والا۔ عربی کا لفظ المسیح جو ان کے لئے بولا جاتا ہے وہ آرامی زبان سے ماخوذ ہے جس میں مسیحا ("Meshiha") استعمال کیا گیا ہے۔ عبرانی میں یہ لفظ "M'shiah" ہے جس کا مطلب ہے مسح کیا ہوا۔ یہ لفظ بائبل میں عبرانی بادشاہوں کے لئے متعدد بار استعمال ہوا جنہیں تخت اقتدار پر براجمان ہونے کے لئے گرجا سے لائے گئے ایک مقدس تیل سے مسح (مالش) کرایا جاتا تھا۔ یہ عبرانی لوگوں میں اتنی اہم رسم تھی کہ ''مسح کیا ہوا'' لفظ دھیرے دھیرے بادشاہ کا مترادف یا اس کا لقب بن گیا تھا [محمد اسد: میسج آف قرآن، حاشیہ نمبر ۳۲: آیت ۳:۴۵ کی تشریح]۔ یہ اعزازی خطاب حضرت عیسیٰ کو ان کی زندگی میں ہی دے دیا گیا تھا کیوں کہ ان کے ہم عصر لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ حضرت داؤد کے سلسلہ بادشاہی کے وارث ہیں۔ محمد اسد لکھتے ہیں کہ انجیل کے یونانی ترجمہ میں جو کہ بلاشبہ آرامی زبان میں انجیل کے اصل نسخہ پر مبنی ہے جو کہ نابود ہو چکا ہے لفظ

کرسٹوس(Christos) کے طور پر ترجمہ کیا گیا ہے اور بعینہ صحیح ہے کیوں کہ یونانی میں یہ لفظ اس کے اسم فاعل کریر (chrier) سے بنا ہے جس کا مطلب مسح کرنا یا کرانا ہوتا ہے، اور اس طرح مغربی زبانوں میں لفظ ''کرائسٹ'' مقبول ہو گیا۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی پیدائش معجزاتی طور پر ان کی کنواری ماں کے بطن سے بغیر باپ کے ہوئی تھی: ''اور (دوسری) عمران کی بیٹی مریم جنہوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور وہ اپنے پروردگار کے کلام اور اس کی کتابوں کو برحق سمجھتی تھیں اور فرمانبرداروں میں سے تھیں''[۱۲:۶۶]۔

حضرت عیسیٰ کے بعض دوسرے معجزوں پر عیسائی اور مسلم علماء دونوں نے سوال اٹھائے ہیں ماضی میں بھی اور اس زمانہ میں بھی۔ اسلام کے ذرائع (یعنی قرآن وسنت) اگرچہ نابینا کو بینا کر دینے، کوڑھی کو اچھا کر دینے اور مردہ کو زندہ کر دینے کے معجزے کی تصدیق کرتے ہیں لیکن قرآن صرف اتنا کہتا ہے کہ (عیسیٰ) لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کریں گے''[۳:۴۶؛ ۵:۱۱۰]،'' میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت بہ شکل پرند بناتا ہوں پھر میں اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے (سچ مچ) جانور ہو جاتا ہے اور اندھے اور جذامی کو تندرست کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانی ہی''[۳:۴۹]۔ موجودہ انجیل میں کچھ ایسے معجزوں کا بھی ذکر ہے جن کے بارے میں قران میں کچھ نہیں کہا گیا ہے، جس میں حضرت عیسیٰ کو سولی دئے جانے اور ان کے دوبارہ زندہ ہونے کا ذکر بھی شامل ہے، قران اس بات کو تسلیم نہیں کرتا [۴:۱۵۷ تا ۱۵۸]، البتہ قرآن یہ کہتا ہے کہ انہیں اللہ نے اٹھالیا[۳:۵۵؛ ۵:۱۵۸]۔ قرآن صاف طور سے یہ نہیں کہتا کہ حضرت عیسیٰ کی وفات نہیں ہوئی؛ بلکہ قرآن کی آیت ۳:۵۵ میں لفظ 'متوفیک' استعمال ہوا ہے جس کا سادہ اور لفظی طور سے نیز زیادہ قابل فہم مطلب ہے 'تجھے موت دوں گا'، جدید مفسرین اور علماء نے اسی مطلب کو لیا ہے [دیکھیں محمد عبدہٗ کی تفسیر المنار میں ۳:۵۵ کی تشریح، جلد ۳، صفحات ۳۱۶ تا ۳۱۷، مزید دیکھیں محمود شلطوت کی الفتاویٰ، ص۔ ۵۹ تا ۶۵، قاہرہ ۱۹۷۵]۔ اس خیال کو کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف زندہ اٹھا لیا گیا جہاں وہ حیات ہیں، ان لوگوں نے قبول نہیں کیا ہے۔ یہ لوگ اس حدیث رسول پر بھی تحفظات رکھتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ دنیا کے خاتمہ کا وقت جب قریب آئے گا تو حضرت عیسیٰ کا دنیا میں دوبارہ نزول ہوگا۔ آیت ۳:۴۲ میں حضرت عیسیٰ کی زندگی اور ان کی دعوت کے بارے میں جو نسبتاً تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق وہ اس دنیا میں ''اللہ کے کلمہ سے'' آئے [۳:۴۵]، جیسا کہ قرآن کی ایک اور آیت میں کہا گیا ہے: ''عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول تھے، اس کا کلمہ تھے جو مریم کی طرف القاء کیا گیا تھا اور اس کی طرف سے روح تھے''[۴:۱۷۱]۔ عیسیٰ بن مریم اللہ کا کلمہ یا اللہ کا بول کس طرح تھے؟ قرآن کے مطابق انسان کی پیدائش یعنی حضرت آدم کی تخلیق اللہ نے ان کے اندر اپنی روح پھونک کر کی [۱۵:۲۹؛ ۳۸:۷۲]، لیکن حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے عمل میں اللہ کی طرف سے روح ان کی والدہ مطہرہ کے رحم میں پھونکی گئی [۲۱:۹۱؛ ۶۶:۱۲]، حضرت آدم کی طرح مٹی سے انسان کا پتلہ بنا کر اس کے اندر نہیں پھونکی گئی۔

اوپر مذکور آیات اور کچھ دیگر آیات کی اس تشریح کی رو سے حضرت مسیح کی پیدائش اگرچہ بالکل انوکھا معاملہ تھا، لیکن اپنی مافوق الفطری پیدائش کی وجہ سے وہ دیوتا (خدا، خدا کا ظاہری روپ یا خدائی کا کوئی حصہ نہیں تھے، بالکل ایسے ہی جیسے کہ حضرت آدم کو اللہ نے براہ راست مٹی کے پتلے میں روح پھونک کر پیدا کیا اور اپنی تمام مخلوقات میں انہیں اور ان کی بیوی کو افضل کیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس جوڑے کو الوہیت کا مقام حاصل ہے۔ تاہم حضرت عیسیٰ کی شان الگ تھی اور لوگوں میں انہیں بہت اکرام اور فضیلت حاصل ہے، اور آخرت

میں بھی ان پر اللہ کا خاص کرم رہے گا، نہ صرف ان کی معجزاتی پیدائش یا دیگر معجزوں کی وجہ سے بلکہ اپنے نبی ہونے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچایا اور پوری زندگی اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے۔ اللہ نے انہیں محض کتاب کے حروف پڑھنا نہیں سکھائے تھے بلکہ اللہ کے پیغام کے جوہر اور اس کی حکمت انہیں عطا کی گئی تھی جو حروف اور الفاظ سے کہیں بلند تر چیز ہے، اور انھوں نے تورات کے احکام کو لوگوں پر نافذ کیا[۳:۴۸،۵۰؛۵:۱۱۰]۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے تمام پیغامات میں، جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے ساتھ آئی کتب وحی بھی شامل ہیں، کتاب کا ذکر بالعموم 'حکمت' کے ساتھ ملتا ہے جیسے کہ قرآن کی کئی آیات میں ہم دیکھ سکتے ہیں [مثلاً: ۲:۱۲۹،۱۵۱،۲۳۱؛ ۳:۸۱، ۱۶۴؛ ۴:۵۴، ۱۱۳؛ ۵:۱۱۰؛ ۶۲:۲]۔ اس حکمت سے مراد اللہ کی ہدایت کو سمجھنا اور مختلف زمانوں کے ثقافتی وسماجی حالات کے اعتبار سے اس کا انطباق کرنے کی صلاحیت سے ہے۔ اس کے علاوہ کتاب اور حکمت کی تعلیم کو تزکیہ نفس کے ساتھ بھی جوڑا گیا ہے [۲:۱۲۹، ۱۵۱،۲۳۱؛ ۳:۸۱، ۱۶۴؛ ۴:۵۴، ۱۱۳؛ ۵:۱۱۰؛ ۶۲:۲]۔ حضرت عیسیٰ نے تورات کی تصدیق کی جو کہ ان سے پہلے بنی اسرائیل کے درمیان آچکی تھی، اور اس طرح انھوں نے اللہ کے دین کے تسلسل پر زور دیا اور اس بات پر ہی اصرار کیا کہ اللہ نے توحید کا پیغام دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ کے ذریعہ پھر سے توحید کی یہ تعلیم اس لئے دی گئی کہ انسانی سماج کے حالات لگاتار بدلتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے اصل دین میں لوگوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوجاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے پہلے دین موسوی کے بارے میں بنی اسرائیل کے درمیان جو اختلافات پیدا ہوگئے تھے اور اصل دین میں بہت کچھ تحریف ہو چکی تھی اسے دور کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ پہلے آچکی آسمانی کتاب کی تصدیق کرائی گئی اور اسی کتاب کے عقیدے کی طرف لوگوں کو دعوت دی گئی۔ حضرت عیسیٰ کے ذریعہ ایسے کئی کاموں اور چیزوں کو حلال قرار دیا گیا جو بنی اسرائیل نے اپنے اوپر از خود حرام کر لئے تھے [۳:۵۰؛ نیز دیکھیں ۳:۹۳؛ ۵:۱۴۶]۔

پیغمبر یا رسالت کی تاریخ میں حضرت عیسیٰ کا جو اہم رول ہے اس پر ان کی زندگی کا معجزاتی پہلو چھا کر رہ گیا ہے۔ انھوں نے انسانی قلوب اور اذہان کی جن بیماریوں کا علاج کیا، اور انسانوں کے عقلی و اخلاقی اندھے پن کو جو دور کیا، ان کا وہ کارنامہ ایک عالم گیر اور مسلسل جاری رہنے والا کارنامہ ہے، جب کہ انھوں نے اللہ کے اذن سے طبعی طور پر کچھ نابیناؤں کو بینا کرنے، کوڑھ کے مریضوں کو ٹھیک کرنے، اور مردوں میں جان ڈالنے یا بعض روایات کے مطابق پرندے کے خاکی پتلے میں جان ڈالنے کے معجزے دکھائے تو یہ صرف انہی لوگوں نے دیکھے جو اس وقت وہاں موجود تھے، ایک ہی جگہ کے ایک ہی نسل کے اور ایک ہی زمانے کے لوگ۔ اور ان لوگوں کو یہ معجزے محض ایک علامت کے طور پر دکھائے گئے تاکہ ان کی توجہ اللہ کے پیغام کی طرف ہو جو انسانیت کے لئے مسلسل آتا رہا ہے۔ جو لوگ حضرت عیسیٰ کی دعوت پر شروع میں ہی ایمان لے آئے اور ان کی مدد کی وہ وہی لوگ تھے جو نبیوں یا دین کے سلسلے میں اس ''تبدیلی'' کو سمجھ پائے اور ایک ایسا سنگ میل بنے جو انسانی تاریخ میں تبدیلی کا ایک اہم موڑ ہے۔ قرآن میں محمد ﷺ کے متبعین سے کہا گیا ہے کہ وہ رسول کی مدد اسی طرح کریں جس حضرت عیسیٰ کی مدد ان کے متبعین نے کی تھی [۶۱:۱۴]۔ اس لئے کہ اصول و نظریات کی تائید کرنے کا یہی وہ طریقہ ہے جس سے تاریخ میں تبدیلی کے مراحل آتے ہیں۔ آیت ۳:۴۲ تا ۶۰ اور ۱۸:۱۶ تا ۳۷ میں حضرت عیسیٰ کے پیغام کو قابل فہم انداز میں سمجھایا گیا ہے، اور یہی وہ بات ہے جو مسلمان تسلیم کرتے ہیں: ''اور مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی اُس کی تصدیق بھی کرتا ہوں اور (میں) اس لئے بھی (آیا ہوں) کہ بعض چیزیں تم پر حرام تھیں، اُن کو تمہارے لئے حلال کر دوں۔۔۔'' [۳:۵۰]، ''۔۔۔اور اُن کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تورات کی جو اُس سے پہلی (کتاب) ہے تصدیق کرتی ہے اور پرہیزگاروں کو راہ بتاتی اور نصیحت کرتی ہے۔

اور اہلِ انجیل کو چاہئیے کہ جو احکام اللہ نے اس میں نازل فرمائے ہیں اس کے مطابق حکم دیا کریں اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے لوگ نافرمان ہیں'' [۵:۴۶ تا ۴۷]؛ ''کہو کہ اے اہلِ کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) تمہارے رب کی طرف سے تم لوگوں پر نازل ہوئیں اُن کو قائم نہ رکھو گے کچھ بھی راہ پر نہیں ہو سکتے اور (یہ قرآن) جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اس سے اُن میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر اور بڑھے گا تو تم قومِ کفار پر افسوس نہ کرو'' [۵:۶۸]۔ قرآن میں دوسرے مقامات پر والدین کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آنے اور ان کے ساتھ سختی و درشتگی کا رویہ نہ رکھنے کو حضرت عیسیٰ کی خصوصیت بتایا گیا ہے کہ ان کے عمل سے ان قدروں کی عکاسی ہوتی ہے جن کی طرف انھوں نے لوگوں کو بلایا۔ چنانچہ یہ بات پھر سے بیان کرنا ضروری ہے کہ قرآن نے بار بار جس بات کی تردید کی ہے وہ ہے تثلیث کا عقیدہ یعنی خدا، عیسیٰ اور روح القدس میں الوہیت کو تقسیم کرنا [۴:۱۷۱؛ ۵:۱۷، ۷۲ تا ۷۷]۔ قرآن میں جہاں جہاں بھی حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے وہاں تقریباً ہر جگہ ان کا نام ابن مریم کے لاحقہ کے ساتھ آیا ہے تاکہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ وہ ایک انسان تھے اور ایک انسان کے ہی بیٹے تھے اگرچہ دونوں کا مقام اللہ کے نزدیک خاص ہے۔ حضرت مریم کو اللہ نے منتخب کیا تھا اور انہیں مقدس بنایا تھا اور دنیا کی تمام عورتوں سے افضل کیا [۳:۴۲]، اور حضرت عیسیٰ کو دنیا اور آخرت میں باآبرو اور (اللہ کے) خاص بندوں میں رکھا گیا [۳:۴۵]۔

قرآن میں حضرت عیسیٰ کا ذکر ''اللہ کے رسول اور اس کا کلمہٗ (بشارت) تھے جو اُس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح'' کے طور پر کیا گیا ہے [۴:۱۷۱]، لیکن یہ اصطلاحیں ''اللہ کا کلمہ اور اس کی طرف سے ایک روح'' مسلمان جس طرح سمجھتے ہیں وہ حضرت عیسیٰ میں الوہیت دیکھنے کے نظریہ سے بالکل ہی مختلف ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ کے کلمہ سے مراد یہاں اس کا یہ فرمان ہے جو اس نے فرشتوں کے ذریعہ حضرت مریم کے اوپر القاء کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ کو اس طرح پیدا کیا جائے گا [۳:۴۵ تا ۴۷]، اور اللہ کی طرف سے روح کا مطلب ہے وہ روح جو حضرت آدم میں پھونکی گئی اور پھر ہر فردِ بشر میں ڈالی جاتی ہے [۱۵:۲۹؛ ۳۸:۷۲؛ نیز ۳۲:۹]۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ کی مثال حضرت آدم علیہ السلام سے دی گئی ہے جنہیں ''اُس نے (پہلے) مٹی سے اُن کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے'' [۳:۵۹]۔

ایسا لگتا ہے کہ خدا کو باپ کہنے کا رواج اسرائیلیوں میں ایک علامت اور استعارے کے طور پر حضرت عیسیٰ کو باپ کہنے سے شروع ہوا [ایکسوڈس ۴:۲۲ تا ۲۳]۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ رواج ایک حقیت مان لیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے پہل یہودیوں اور پھر بعد میں ان کی دیکھا دیکھی عیسائیوں نے دوسروں کو اپنوں سے کچھ الگ دیکھنا شروع کر دیا۔ انھوں نے اپنے لئے تو نجات مان لی اور دوسروں کے لئے یہ مانا کہ انہیں نجات پانے کے لئے سخت محنت و ریاضت کرنا پڑے گی، اور پھر بھی وہ اس فضیلت اور اعلیٰ مقام تک نہیں پہنچ سکتے جسے وہ اپنے لئے باور کرتے ہیں۔ یہودی خود کو اللہ کے چہیتے سمجھنے لگے اور عیسائی خود کو حضرت مسیح کو ماننے والے خاص خاص لوگ، کہ حضرت مسیح ان کے نجات دہندہ ہیں اور مصلوب ہو کر انھوں نے ان کی طرف سے کفارہ ادا کر دیا ہے [۵:۱۸]۔ مسلمانوں کو اس بات کی سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ وہ اس طرح کی علامتوں اور استعاروں کے چکر میں پڑنے سے بچیں، اور اللہ کی توحید اور اس کی شان بے مثال کے عقیدے کو مضبوطی سے تھامیں رہیں۔ وہ اللہ کو اس طرح سے مانیں کہ دنیا میں پائی جانے والے یا پائی جاسکنے والی کسی بھی شئے سے اس کی کوئی تشبیہ نہیں دی جاسکتی: لیث کمثلہ شئی اس جیسی کوئی چیز نہیں [۴۲:۱۱]، اور ولم یکن لھو کفوا احد اور کوئی اس کا ہمسر نہیں [۱۱۲:۴]۔ تاہم مسلمانوں کے لئے یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن میں اللہ کو رب کہا گیا ہے، جس کا ترجمہ انگریزی میں لارڈ

(آقا) سے کیا جاتا ہے،لیکن جو درحقیقت آقا، زندہ رکھنے والی ہستی اور پرورش کرنے والی ہستی تینوں کا مرکب ہے، اور وہی ہے جو پیدا کرتا ہے، پالتا پوستا ہے اور سکھاتا ہے۔ اس طرح مسلمان انسانوں سے اللہ کی قربت کو محسوس کرتے ہیں، اور بغیر کسی ابہام اور شبہ کے وہ اللہ کی رحمت کو، اس کی مدد کو، اس کی نگرانی اور دست گیری کو اور اس کی رحمت ومحبت کو اپنے ساتھ ہر وقت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ بندوں سے اللہ کا یہ قرب، یہ رفاقت اور محبت صرف مسلمانوں کے لئے ہی خاص نہیں ہے، بلکہ ان تمام بندوں کے لئے ہے جو اللہ کی عبادت اور اس کی فرماں برداری کرتے ہیں، اور اس کی رحمت ورحیمیت اس کی تمام مخلوقات پر حاوی اور طاری ہے۔ [مثال کے لئے دیکھیں: ۶:۱۲، ۵۴؛ ۷:۱۵۶؛ ۱۰:۲۱؛ ۲۱:۱۰۷؛ ۳۰:۲۱؛ ۳۸:۹؛ ۳۹:۵۳]

قرآن میں اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰ کے درمیان مکالمہ کا جو بیان آیا ہے [۵:۱۱۶ تا ۱۱۹] وہ بالکل واضح اور بین ہے، قطع نظر اس کے کہ یہ مکالمہ ماضی میں ہوا یا مستقبل میں یوم محشر کو ہوگا، یا یہ کہ یہ محض حقائق بیان کرتا ہے اور لازمی طور سے کسی واقعہ کو بیان نہیں کرتا ہے۔ کوئی بھی صورت ہو، یہ آیات حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کے بارے میں اسلامی عقیدے کو پیش کرتی ہیں اس مکالمہ کی صورت میں جو حضرت عیسیٰ اور اللہ کے درمیان ہوا جس میں حضرت عیسیٰ اپنے یا اپنی والدہ کے بارے میں الوہیت کے تصور کا انکار کرتے ہیں۔ تثلیث کے عقیدے میں گو کہ حضرت مریم کو تین خداؤں میں شمار نہیں کیا گیا ہے لیکن بہت سے عیسائی ان کی عظمت وتقدس کو بھی اسی طرح سے مانتے ہیں اور انہیں ’’مادر خدا‘‘("God's Mother"/"La Mere de Dieu") کہتے ہیں۔ وہ (حضرت عیسیٰ) یہ بات بھی زور دیکر کہتے ہیں کہ ان کی زندگی تو محدود ہے اور ان کا علم ان کی انسانی استعداد اور ان کی زندگی کی حدود میں ہی ہے۔ حضرت عیسیٰ کے وہ الفاظ بہت ہی متاثر کن ہے جن میں وہ اپنے متبعین کا انجام اللہ کے اوپر ہی چھوڑتے ہیں اور ساتھ ساتھ اللہ کے عفوودرگزر کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی معجزے عطا کئے اور امتیازی شان بخشی اس کے باوجود ان دونوں کو انسان ہی بنایا تھا اور قرآن کے پیش کردہ عقیدے کے مطابق ان کی فضیلت انسان ہونے میں ہی ہے۔ [۲:۸۷، ۲۵۳؛ ۳:۴۲ تا ۴۳، ۴۵ تا ۵۰؛ ۴:۱۷۱؛ ۵:۷۵، ۱۱۰؛ ۱۹:۱۶ تا ۳۶؛ ۶۱:۱۴؛ ۶۶:۱۲]۔ قرآن حضرت عیسیٰ کے عقیدت مندوں سے یہ اپیل کرتا ہے کہ وہ ان کے بارے میں اپنے عقیدے پر غور کریں اور پھر سے اپنے عقیدے کو درست بنیاد پر استوار کریں، اور یہ مکالمہ آرائی مستقل طور سے اس وقت تک جاری رہے گی جب تک اہل اسلام قرآن کے اس اصول پر کاربند رہیں گے کہ عقیدے کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے [۲:۲۵۶، نیز ۱۰:۹۹؛ ۱۱:۲۸؛ ۱۶:۱۲۵؛ ۲۹:۴۶]۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو جو مرتبے عطا کئے ہیں، انہیں کسی بھی نبی کے پیروکاروں کے درمیان وجہ نزاع نہیں بننا چاہئے، کیوں کہ اللہ واحد پر ان کا ایمان ان کے درمیان ایک قدر مشترک ہوتا ہے اور وہ سب کے سب اللہ کے دین کی وحدانیت اور کاملیت پر یقین رکھتے ہیں، اور بغیر کسی تفریق کے اس کے تمام پیغمبروں کو مانتے ہیں اور ان تمام پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو تمام انسانیت ایک ہی راستے پر چلتی، اور عقل انسانی وعقل عام کی پیروی کرتی اور حق وصداقت کو مان لیتی اور ان میں باہم کوئی اختلاف نہیں ہوتا، اور اس نے سب کو اس پر متفق کردیا ہوتا اور کسی بھی اختلاف اور تنازعہ کو ناممکن بنا دیا ہوتا [۵:۴۸؛ ۱۱:۱۱۸ تا ۱۱۹؛ ۱۶:۹۳؛ ۴۲:۸]۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار کی آزادی دینا پسند کیا، فرد کو عقلی اور روحانی لیاقتیں عطا کیں، اور اپنی ہدایت کا پیغام بھیجا، اور یہ سب کچھ دے دینے کے بعد ہر فرد کو آزاد چھوڑ دیا کہ وہ خود جو چاہے پسند کرے اور جو چاہے فیصلہ لے۔ آزادی کا مطلب ہے کہ فکر وعمل کا فرق۔ افراد مختلف اوقات میں مختلف طرح کے خیالات اور مختلف طرح کے اعمال کے حامل ہوسکتے ہیں اور سماج

میں اس کے افراد کے درمیان عام طور سے اختلافات ہوتے ہیں۔

اختلاف فکر و عمل انسانی زندگی کا ایک ناگزیر جوہر ہے اور اسے انسانی آزادی سے الگ نہیں کیا جا سکتا، یہ بات قرآن کی متعدد آیات میں کہی گئی ہے [جیسے: ۲:۲۵۳؛ ۵:۴۸؛ ۱۰:۱۹؛ ۱۱:۱۱۸ تا ۱۱۹؛ ۱۸:۲۹]۔ لیکن انسانوں میں اختلاف اگرچہ ایک نارمل اور متوقع بات ہے تاہم جھگڑے اور فساد سے بچنا چاہئے، کیوں کا برسر حق ہونے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کرے گا جو ہر شخص کی نیت کو، اس کی قابلیتوں کو اور اس کے حالات کو جانتا ہے اور اسی علم کے مطابق وہ فیصلہ کرے گا۔ [۲:۱۱۳؛ ۳:۵۵؛ ۵:۴۸، ۱۰۵؛ ۶:۵۴، ۶۰، ۱۰۸، ۱۶۴؛ ۱۰:۴، ۲۳، ۴۶، ۹۳؛ ۱۱:۴؛ ۱۶:۹۲، ۱۲۴؛ ۲۲:۶۹؛ ۲۹:۸؛ ۳۱:۱۵؛ ۳۲:۲۵؛ ۳۹:۳، ۷، ۴۶؛ ۴۵:۱۷]۔

عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان دین کا اختلاف اپنی جگہ، لیکن قرآن میں نصاریٰ کی پرانی اور موجودہ اخلاقی خوبیوں اور محاسن کا اعتراف کیا گیا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والوں سے کہا گیا کہ اپنے ایمان پر اسی طرح ثابت قدم رہو اور اس پیغام ہدایت کے اسی طرح حامی و مددگار بنو جس طرح حضرت عیسیٰ کے پیروکار رہتے [۶۱:۱۴]۔ نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عرب میں عیسائیوں کو ''دوستی کے لحاظ سے مومنوں کے قریب تر'' سمجھا جاتا تھا ''اس لئے کہ اُن میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے [۵:۸۲]۔ قرآن حالانکہ یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے متبعین کو رہبانیت اختیار کرنے کا حکم اللہ نے نہیں دیا تھا لیکن ساتھ ہی یہ بتاتا ہے کہ اللہ نے ''ان کے اندر شفقت و رحمت ڈال دی'' تھی [۵۷:۲۷]، بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے جو رہبانیت اور زہد اختیار کیا وہ ''اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے'' جذبہ سے ان کے اندر پروان چڑھی [۵۷:۲۷]۔ مسلمانوں کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ اہل کتاب کا کھانا کھا سکتے ہیں اور ان کی عورتوں سے شادی کر سکتے ہیں [۵:۵]۔ جہاں تک ایک خدا پر ایمان اور ساتھ ساتھ تثلیث کا عقیدہ اختیار کرنے کی بات ہے تو اس روش کو قرآن میں کفر کہا گیا ہے جس کا مطلب ہے حق کا سوچ سمجھ کر انکار کرنا اور یہ اللہ کے تئیں سخت ناشکری اور اس کے خلاف بغاوت کے معنیٰ میں لیا جائے گا، جیسا کہ دوسری بہت سی آیات میں اس کا یہی مطلب ہے، اور بہت سے لوگوں نے یہی اس کا مطلب لیا ہے [۵:۱۷، ۷۲ تا ۷۳؛ ۵:۴۴؛ ۱۴:۳۴]۔

حضرت عیسیٰ کو یہودیوں کے ذریعہ مصلوب کر دئے جانے کے معاملہ میں قرآن یہ اشارہ کرتا ہے کہ ''۔۔۔ انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو اُن کی سی صورت معلوم ہوئی۔۔۔ بلکہ اللہ نے اُن کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے [۴:۱۵۷ تا ۱۵۸]۔ دوسرے مقامات پر قرآن میں ہے کہ ''اللہ نے فرمایا کہ عیسیٰ میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اُٹھا لوں گا [۳:۵۵]، (تو عیسیٰ نے کہا) ''جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو تو ان کا نگران تھا'' [۵:۱۱۷]۔ ان آیات سے آسانی سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی وفات معمول کے مطابق ہوئی۔ کچھ لوگوں نے اس سے کچھ الگ جو مطلب نکالا ہے وہ دراصل حضرت عیسیٰ کے قتل اور انہیں مصلوب کئے جانے کی وہ کہانی ہے جو کسی اور شخص کو جو حضرت عیسیٰ سے مشابہت رکھتا تھا سولی دئے جانے سے مشہور ہوئی۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ یہی بیانیہ جاری ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ کو سولی پر لٹکایا گیا، اور یہودیوں و عیسائیوں میں یہ عقیدہ پھیل گیا اور پھر اس پر ایک فلسفہ گھڑ لیا گیا کہ حضرت عیسیٰ نے مصلوب ہو کر ساری انسانیت کی طرف سے اس گناہ کا کفارہ ادا کر دیا ہے جو پیدائشی طور پر انسان سے جڑا ہوا ہے۔ انسان پیدائشی طور پر گنہ گار ہے، یہ بات قرآن کے عقیدے کے خلاف ہے اور قرآن اس کی تردید کرتا ہے [۲:۷۳؛ ۷:۲۳؛ ۲۰:۱۲۲]۔ حضرت عیسیٰ کی زندگی کے خاتمہ کے بارے میں قرآن کے اس بیان کی وضاحت محمد اسد نے اپنی تفسیر میں کی ہے [دیکھیں آیت ۴:۱۵۷ پر تفسیری حاشیہ نمبر ۱۷۱، ۱۷۲]۔ ان کا خیال یہ ہے کہ ''بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا'' [۱۳:۵۵؛

۱۵۷:۴] نہ صرف ان کی روح نکال لئے جانے کی طرف اشارہ ہے بلکہ اللہ کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی عظمت کا بھی ایک اظہار ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں ان کا مقام بلند ہے۔ البتہ بعض قدیم مفسرین نے حضرت عیسیٰ کو زندہ اٹھائے جانے کا جو ذکر کیا ہے اس سے محمد عبدہٗ اور محمود شلطوت اختلاف کرتے ہیں [دیکھیں محمد عبدہٗ کی تفسیر المنار، جلد ۳، ص۔ ۳۱۶ تا ۳۱۸؛ محمود شلطوت کی الفتاویٰ میں آیت ۵۶:۳ کی تشریح، قاہرہ سے شائع آٹھواں ایڈیشن (۱۹۷۵) میں صفحہ ۵۹ تا ۶۵]، تاہم محمد عبدہٗ بظاہر اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ کوئی شخص جو حضرت عیسیٰ سے مشابہت رکھتا تھا (اور عیسیٰ کے متبعین میں سے ایک باغی تھا) ان کے نام پر مصلوب کر دیا گیا تھا [دیکھیں تفسیر المنار، جلد ۶، ص۔ ۱۸ تا ۲۱]، آیت ۱۵۷:۴ تا ۱۵۸ کی تشریح]۔ جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ دنیا میں واپس آئیں گے، اسے محمد عبدہٗ اس بنیاد پر نص صریح (یعنی قرآن وحدیث کا ایسا واضح حکم جسے ماننا لازمی ہو) نہیں مانتے کہ اس کے راوی بہت کم ہیں اور یہ حدیث آحاد کے زمرے میں آتی ہے، اور ایسی کوئی حدیث قدیم علماء و محدثین کے نزدیک عقیدے کے معاملہ میں نص صریح نہیں ہوتی۔ [تفسیر المنار، جلد ۳، ص۔ ۳۱۷؛ نیز دیکھیں محمود شلطوت کی الاسلام اوالعقیدہ وشریعہ (۱۲واں ایڈیشن، قاہرہ ۱۹۸۳) ص۔ ۵۹ تا ۶۱]

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد محمد ﷺ کے نبی بن کر آنے کی جو بشارت دی تھی اور کہا تھا کہ ان کا نام احمد ہوگا [قرآن ۶۱:۶] اس پر محمد اسد نے ایک مختصر اور جامع حاشیہ لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ ''اس پیش گوئی کی تائید سینٹ جان کی انجیل میں ''پارک لیٹوس'' Parklitos- (جنہیں عام طور سے کمفرٹر کہا جاتا ہے) کے بارے میں متعدد حوالوں سے ہوتی ہے جنہیں حضرت عیسیٰ کے بعد آنا ہے۔ یہ Periklytos کا بگڑا ہوا لفظ ہے جس کا مطلب ہے ''بہت زیادہ تعریف والا''، اور یہ آرامی (عبرانی) زبان کے لفظ Mawhamana کا بالکل درست یونانی ترجمہ ہے (یہ بات ذہن نشیں رہے کہ آرامی زبان حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں اور ان کے بعد کئی صدیوں تک فلسطین میں بولی جاتی تھی، اور بلاشبہ یہی وہ زبان تھی جس میں انجیل کا اصل متن لکھا گیا تھا جو کہ اب ناپید ہے)۔ Pericklytos اور Parecletos الفاظ میں جو قربت و مشابہت ہے اس کے مدنظر یہ بات آسانی سے سمجھی جا سکتی ہے کہ ترجمہ کرنے والا یا وقائع نویس ان دونوں الفاظ میں کنفیوز ڈ ہوا۔ اہم بات یہ ہے کہ آرامی (یا عبرانی) زبان کے لفظ Mawhawmana اور یونانی زبان کے لفظ Periklytos دونوں کے وہی معنی ہیں جو آخری پیغمبر کے دونوں اسمائے گرامی یعنی محمد اور احمد کے ہیں۔ یہ دونوں الفاظ ''حمیدہ'' سے ماخوذ ہیں جس کا مطلب ہے اس نے تعریف کی اور اسم 'حمد' کا مطلب ہے تعریف۔ محمد ﷺ کی آمد کی بشارت اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں انجیل برناباس میں موجود ہے جس میں یہ عربی نام ہی لیا گیا ہے۔ برناباس کی انجیل سے اگرچہ اب بے اعتنائی برتی جاتی ہے لیکن ۴۹۶ عیسوی تک اسے گرجوں میں پڑھا جاتا تھا اور اسے ہی مستند انجیل مانا جاتا ہے۔ ۴۹۶ء میں پوپ گیلاسیز، اول [۴۹۲ تا ۴۹۶] کے حکم سے اس پر پابندی لگا دی گئی تھی۔ لیکن اس انجیل کا اصل متن چوں کہ اب دست یاب نہیں ہے (اس کا اطالوی ترجمہ ہی ہم تک پہنچا ہے جو ۱۶ویں صدی کا ہے)، اس کی سند یقینی نہیں مانی جا سکتی۔'' یہاں یہ تذکرہ بھی مفید ہوگا کہ محمد اسد نے آیت ۴۲:۲ کی تشریح میں اپنے حاشیہ نمبر ۳۳ میں آیت ۱۵۷:۷ کی تشریح میں حاشیہ نمبر ۲۴ میں ڈیٹرونومی Deuternomy XVIII:51,18 کا حوالہ دیا ہے جس میں کہا گیا: تیرا آقا خدا تیری طرف تجھ میں سے، تیرے بھائیوں میں، میری ہی طرح ایک نبی بھیجے گا؛ تمھیں اس کی بات سننی ہوگی''؛ میں ان میں تیرے بھائیوں میں سے ایک نبی اٹھاؤں گا، تیری ہی طرح، اور اس کے منھ میں اپنے الفاظ ڈالوں گا''۔ اسد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بھائی یقینی طور سے عرب ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنا سلسلہ نسب اسماعیل اور ابراہیم (علیہم السلام) سے جوڑتے ہیں، اور چوں کہ یہی وہ گروہ ہے جس سے پیغمبر محمد ﷺ کے قبیلہ قریش کا تعلق ہے، اس لئے بائبل کی ان روایتوں کو محمد ﷺ کی بعثت کے حوالہ سے ہی دیکھنا چاہئے۔''

نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ماحول

رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۲۹﴾

اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرمانا جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور اُن (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے۔ (۱۲۹:۲)

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ۚ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۶۴﴾

اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک کرتا اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتا ہے، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھی۔ (۱۶۴:۳)

وَ ہٰذَا کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ مُبٰرَکٌ فَاتَّبِعُوۡہُ وَ اتَّقُوۡا لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡکِتٰبُ عَلٰی طَآئِفَتَیۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا ۪ وَ اِنۡ کُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِہِمۡ لَغٰفِلِیۡنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡنَا الۡکِتٰبُ لَکُنَّاۤ اَہۡدٰی مِنۡہُمۡ ۚ فَقَدۡ جَآءَکُمۡ بَیِّنَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃٌ ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ صَدَفَ عَنۡہَا ؕ سَنَجۡزِی الَّذِیۡنَ یَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰیٰتِنَا سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ بِمَا کَانُوۡا یَصۡدِفُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾

اور (اے کفر کرنے والو!) یہ کتاب بھی ہم نے ہی اتاری ہے، برکت والی۔ تو اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔ (اور اس لئے اتاری ہے) کہ (تم یوں نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتری تھیں اور ہم اُن کے پڑھنے سے (معذور اور) بے خبر تھے۔ یا (یہ نہ) کہو اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم اُن لوگوں کی نسبت کہیں سیدھے رستے پر ہوتے۔ سو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے تو اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور اُن سے (لوگوں کو) پھیرے۔ جو لوگ ہماری آیتوں سے پھیرتے ہیں اس پھیرنے کے سبب ہم اُن کو بُرے عذاب کی سزا دیں گے۔ (۱۵۵:۶ تا ۱۵۷)

اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ ۫ یَاۡمُرُہُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡہٰہُمۡ عَنِ

جو (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) رسول (اللہ) کی، جو نبی اُمی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو اُن کیلئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک

الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ
وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ
فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ
الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا
النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۠
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں اور اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نُور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی مراد پانے والے ہیں۔ (اے محمد ﷺ!) کہہ دو کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (یعنی اُس کا رسول) ہوں (وہ) جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگی بخشتا اور وہی موت دیتا ہے تو اللہ پر اور اُس کے رسول پیغمبر اُمّی پر، جو اللہ پر اور اُس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں، ایمان لاؤ اور اُن کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔
(۱۵۷:۷ تا ۱۵۸)

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا
عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

(لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں! تمہاری تکلیف اُن کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔ (۱۲۸:۹)

وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ
بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اُسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے، ایسا ہوتا تو اہلِ باطل ضرور شک کرتے۔
(۴۸:۲۹)

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ
تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا
نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ
الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

۔اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے سے (قرآن) بھیجا ہے تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس کو نُور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بیشک (اے محمد ﷺ!) تم سیدھا رستہ دکھاتے ہو۔ (یعنی) اللہ کا رستہ جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے دیکھو سب کام اللہ کی طرف رجوع ہوں گے (اور وہی ان میں فیصلہ کرے گا)۔ (۵۲:۴۲ تا ۵۳)

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾

وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے اور لوگوں کی

وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ③

طرف بھی (ان کو بھیجا ہے) جو ابھی ان (مسلمانوں سے) نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ (۶۲:۲ تا ۳)

قرآن اس ماحول پر روشنی ڈالتا ہے جس میں محمد ﷺ کی پرورش ہوئی اور بعثت سے پہلے جس ماحول میں وہ رہے، نیز جس ماحول میں انہیں نبی بنا کر بھیجا گیا۔ محمد ﷺ کے زمانہ میں مکہ یمن اور شام کے درمیان آنے جانے والے قافلوں کے لئے پڑاؤ کا ایک مرکز تھا جو مشرق و مغرب کے درمیان بحر ہند اور بحر احمر و بحیرہ روم کے توسط سے گزرنے والی عالمی شاہراہوں کے چوراہوں پر واقع تھا۔ یہاں اللہ کا گھر کعبہ بھی قائم تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کے ساتھ مل کر قائم کیا تھا اور جو عرب کے لوگوں کو ایک خدائے واحد پر ایمان کی یاددہانی کراتا تھا۔ اس کے علاوہ جزیرۃ العرب میں یہودیوں اور عیسائیوں کے علاقے بھی تھے جن کی کتابوں میں عرب میں آنے والے ایک پیغمبر کی پیش گوئیاں کسی نہ کسی حوالہ سے موجود تھیں [DeuteronomyXVIII:15,18; Gospel of John, میں ''دی کمفرٹر'' کا حوالہ]۔ لیکن خود اہل عرب کے درمیان محمد ﷺ سے پہلے کوئی آسمانی پیغام بہت طویل عرصہ سے نہیں آیا تھا، کیوں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے ذریعہ کعبہ کے قیام کے وقت اس سرزمین کی طرف بہت زیادہ لوگ متوجہ نہیں ہوئے تھے [دیکھیں ۱۴:۳۷]، بلکہ بعد کے زمانہ میں یہاں آبادی بڑھی اور یہ ایک آباد جگہ بنی۔

محمد ﷺ ایک ناخواندہ سماج میں پیدا ہوئے تھے اور خود بھی ناخواندہ (''امی'') تھے۔ وہ نہ صرف اس لحاظ سے امی تھے کی قرآن سے پہلے کوئی اور آسمانی کتاب انھوں نے نہیں پڑھی یا سیکھی بلکہ خواندگی کے عام مفہوم کے اعتبار سے بھی وہ حروف یا الفاظ کو پڑھنا یا لکھنا نہیں جانتے تھے۔ البتہ، یہ ضرور ہے کہ جب وہ نوجوان تھے تو لوگوں کے مسائل میں دل چسپی لیتے تھے اور قبیلے کے ایسے اجتماعات میں شریک ہوتے تھے جہاں قبیلوں کے درمیان مشترک مسائل پر تبصرہ اور تذکرہ ہوتا تھا اور جس کے نتیجے میں مختلف قبائل کے سرداروں کے درمیان ایک اتحاد قائم ہوا تھا جس کا مقصد ان لوگوں کا دفاع کرنا تھا جن کے ساتھ کہیں کوئی زیادتی ہوتا کہ انہیں انصاف دلایا جائے اور دیگر ضرورت مندوں کی بھی مدد کی جائے؛ [یہ روایت ابن حنبل نے نقل کی ہے، نیز دیکھیں ابن سعد کی طبقات الکبریٰ، جلد ۱، ص۔ ۱۲۸ تا ۱۲۹، بیروت ۱۹۷۸]۔ انھوں نے قریش کے مختلف سرداروں کے درمیان ایک تنازعہ کا بھی تصفیہ کیا جو کعبہ کی مرمت کے دوران حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کا شرف حاصل کرنے کے لئے باہم لڑنے بھڑنے کو تیار ہو گئے تھے۔ کعبہ کی یہ تعمیر نو اس وجہ سے ہو رہی تھی کہ ایک سیلاب آ جانے سے اس کی دیواریں گر گئی تھیں اور انہیں دوبارہ تعمیر کرنا تھا [طبقات ابن سعد، جلد ۱، ص ۱۴۶، ۱۵۷]۔ لوگ انہیں ایک ایمان دار اور سچا انسان جانتے تھے [طبقات ابندسعد، جلد ۱، ص۔ ۱۲۱، ۱۴۶]۔ ان ذاتی خوبیوں کے علاوہ انہیں یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ وہ بنی ہاشم خاندان سے تھے جو قبیلہ قریش کا ایک ممتاز خاندان تھا۔ اسی خاندان کے پاس کعبہ کی تولیت یعنی اس کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری تھی، اور یہ لوگ سارے عرب سے آنے والے کعبہ کے زائرین کی خدمت کیا کرتے تھے۔

وحی کا نزول اور نبوت

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ② اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ③ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ④

(اے محمد ﷺ!) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵

اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔ (۹۶: ۱تا۵)

نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا يَسْطُرُوْنَ ۝۱ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ
بِمَجْنُوْنٍ ۝۲ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝۲ وَ اِنَّ
لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝۳ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ
عَظِيْمٍ ۝۴ فَسَتُبْصِرُ وَ يُبْصِرُوْنَ ۝۵ بِاَيِّكُمُ
الْمَفْتُوْنُ ۝۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ
سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۷ فَلَا تُطِعِ
الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۸ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝۹

نٓ۔ قلم کی اور جو (اہلِ قلم) لکھتے ہیں اس کی قسم کہ (اے محمد ﷺ!) تم اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانے نہیں ہو۔ اور تمہارے لئے بے انتہا اجر ہے۔ اور اخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں۔ سو عنقریب تم بھی دیکھ لو گے اور یہ (کافر) بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔ تمہارا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو سیدھے رستے پر چل رہے ہیں۔ تو تم جھٹلانے والوں کا کہا نہ ماننا۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔ (۶۸: ۱تا۹)

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝۱ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۲ نِّصْفَهٗٓ اَوِ
انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝۳ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ
تَرْتِيْلًا ۝۴ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝۵ اِنَّ
نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۝۶ اِنَّ
لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝۷ وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ
تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝۸ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝۹ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ
وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝۱۰

اے (محمد ﷺ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ ا۔ رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی رات۔ (قیام) آدھی رات (کیا کرو) یا اس سے کچھ کم۔ یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔ ہم عنقریب تم پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔ کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفسِ بہیمی کو) سخت پامال کرتا ہے اور اس وقت ذکر بھی خوب درست ہوتا ہے۔ دن کے وقت تو تمہیں اور بہت سے شغل ہوتے ہیں۔ تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ (وہی) مشرق اور مغرب کا مالک (ہے اور) اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔ اور جو جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں ان کو سہتے رہو اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کش رہو۔ (۷۳: ۱تا۱۰)

وَ الضُّحٰى ۝۱ وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا
قَلٰى ۝۳ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝۴ وَ لَسَوْفَ
يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝۵ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝۶
وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝۷ وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝۸
فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝۹ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰
وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱

آفتاب کی روشنی کی قسم۔ اور رات (کی تاریکی کی) جب چھا جائے۔ کہ (اے محمد ﷺ!) تمہارے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑا اور نہ (تم سے) ناراض ہوا۔ اور آخرت تمہارے لئے پہلی (حالت یعنی دنیا) سے کہیں بہتر ہے۔ اور تمہیں پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ بھلا اس نے تمہیں یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ (بیشک دی) اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا۔ اور تنگدست پایا تو غنی کر دیا۔ تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرنا۔ اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا۔ اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بیان کرتے رہنا۔ (۹۳: ۱تا۱۱)

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۝١ وَ وَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۝٢
الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ ۝٣ وَ رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ۝٤ فَاِنَّ
مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۝٥ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۝٦ فَاِذَا فَرَغۡتَ
فَانۡصَبۡ ۝٧ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارۡغَبۡ ۝٨

(اے محمد ﷺ!) کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا؟ اور تم پر سے بوجھ بھی اتار دیا۔ جس نے تمہاری پیٹھ توڑ رکھی تھی۔ اور تمہارا ذکر بلند کیا۔ ہاں ہاں مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔ (اور) بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ تو جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔
(۹۴:۱ تا ۸)

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُكَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ۝١ فَذٰلِكَ الَّذِیۡ
یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ۝٢ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡكِیۡنِ ۝٣

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو (روزِ) جزا کو جھٹلاتا ہے؟ یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لئے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا۔ (۱۰۷:۱ تا ۳)

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ۝١ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝٢ وَ
لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۝٣ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا
عَبَدۡتُّمۡ ۝٤ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۝٥ لَكُمۡ
دِیۡنُكُمۡ وَ لِیَ دِیۡنِ ۝٦

(اے پیغمبر! منکرانِ اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو!۔ا۔ جن (بتوں) کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا۔ ور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے۔ اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں۔ اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔ تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر۔
(۱۰۹:۱ تا ٦)

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمۡ یَلِدۡ ۙ وَ لَمۡ
یُوۡلَدۡ ۝٣ وَ لَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤

کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک اکیلا ہے۔ (وہ) معبود برحق جو بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ (۱۱۲:۱ تا ۴)

درج بالا آیات یہ بتاتی ہیں کہ محمد ﷺ کی دعوت کس طرح شروع ہوئی، انہیں اپنے مشن کو انجام دینے کے لئے کیا اور کیسے رہنمائی دی گئی اور ان کی دعوت کیا تھی۔ اسلام کی تعلیم میں پڑھنا اور سیکھنا لازمی ہے، اور سب سے پہلے جو آیات محمد ﷺ پر نازل ہوئیں ان میں قلم کا ذکر دو بار کیا گیا ہے [۹٦:۱ تا ۴؛ ٦۸:۱]۔ روایت کیا گیا ہے کہ محمد ﷺ پر جب پہلی بار وحی نازل ہوئی تو ان کا جسم تھر تھرانے لگا تھا اور سرد پڑ گیا تھا، اور جب وہ گھر پہنچے تو انھوں نے اپنی زوجہ محترمہ سے کہا کہ انہیں کوئی کپڑا اوڑھا دیں اور ڈھانپ دیں۔ اس کے بعد جو وحی ان پر اتری اس میں کہا گیا کہ اٹھ کھڑے ہوں اور اب مزید آرام کا وقت نہیں ہے، کیوں کہ انہیں ایک عظیم مشن انجام دینے کی ذمہ داری اٹھانی ہے [۷۴:۱ تا ۷]۔ انہیں اب اللہ کی عبادت بہت زیادہ کرنا تھی اور اللہ سے تعلق کے ذریعہ اپنی روحانی اور اخلاقی قوتوں کو اور زیادہ فروغ دینا تھا تاکہ جو دشواریاں اور مزاحمتیں انہیں درپیش آنے والی تھیں ان پر وہ قابو پا سکیں [۷۳:۱ تا ۱۱]۔ اس کے علاوہ نہیں یہ تعلیم دی گئی کہ وہ اللہ پر اپنے ایمان کو راسخ کریں اور وضاحت وثابت قدمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیں۔ صبر کا رویہ اختیار کریں اور اپنے عمل وسلوک کو ہر لحاظ سے بہتر اور مقدس رکھیں۔ انہیں خود کو ہر برائی سے دور رہنے کہا گیا تاکہ ان کا عمل اور رویہ اس

پیغام کی ترجمانی کے لئے پوری طرح ایک نمونہ ہو۔ انہیں اپنی دعوت اور پیغام کے بدلے اپنے ذات کے لئے کسی بھی طرح سے کوئی فائدہ اور نفع حاصل نہیں کرنا تھا۔ عقیدے کے معاملہ میں کوئی سمجھوتہ کرنے کی قطعی کوئی گنجائش نہیں تھی اور ساتھ ہی ساتھ کسی پر عقیدہ تھوپنے اور اسے ماننے کے لئے مجبور کرنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ ''تمھارے لئے تمھارا دین، اور میرے لئے میرا دین'' [۱۰۹:۶]۔

وحی کا سلسلہ جب کچھ عرصہ کے لئے رک گیا اور محمد ﷺ کو یہ اندیشہ ہوا کہ اب شاید وحی نہیں آئے گی تو کچھ عرصہ بعد یہ سلسلہ پھر شروع ہوا اور محمد ﷺ کو بھروسہ دلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چھوڑ نہیں دیا ہے، نا وہ ان سے ناراض ہے، اور یہ کہ وہ تو ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی نگہداشت میں ہیں کیوں کہ وہ یتیم حالت میں پیدا ہوئے تھے اور ان کی والدہ کا انتقال بھی ان کے بچپنے میں ہی ہو گیا تھا۔ اللہ نے انہیں مادی اسباب بھی فراہم کئے اور روحانی طاقت بھی انہیں عطا کی۔ ان باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے محمد ﷺ کو ہمیشہ کسی بھی یتیم کی دل آزاری اور کسی بھی ضرورت مند کے سوال کو نظر انداز کرنے سے بچنے کو کہا گیا، اور اپنے قول و عمل سے اللہ کی نعمتوں کا اظہار کرنے اور ان پر شکر کرنے کی تعلیم دی گئی [۹۳:۱ تا ۱۱]۔ ان کی دعوت تھی تو یہ تھی کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو؛ اس کا کوئی شریک نہیں اور کسی سے اس کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے [۱۱۲:۱ تا ۴]۔ بالکل ابتداء میں انہیں صرف یہی پیغام دینے کے لئے کہا گیا کہ لوگ ایک اللہ کی عبادت کریں اور ضرورت مند لوگوں کی دیکھ ریکھ کریں [۹۳:۹ تا ۱۱؛ ۱۰۳:۱ تا ۳؛ ۱۰۷:۱ تا ۷]۔

اوّلین مخالفین

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝۷ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝۸ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝۹ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝۱۰ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝۱۱ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝۱۲ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ۝۱۳ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝۱۴

مگر انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ جب کہ اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے۔ ۷۔ کچھ شک نہیں کہ (اس کو) تمہارے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ (یعنی) ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھنے لگتا ہے۔ بھلا دیکھو تو اگر یہ راہِ راست پر ہو۔ یا پرہیز گاری کا حکم کرے (تو منع کرنا کیسا)؟ اور دیکھو تو اگر اس نے دینِ حق کو جھٹلایا اور اس سے منہ موڑا (تو کیا ہوا)؟ کیا اس کو معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ (۹۶:۶ تا ۱۴)

وَ لَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝۱۰ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۝۱۱ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝۱۳ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ۝۱۴ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۵ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝۱۶

اور کسی ایسے شخص کے کہے میں نہ آ جانا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل اوقات ہے۔ طعن آمیز اشارتیں کرنے والا چغلیاں لئے پھرنے والا۔ مال میں بخل کرنے والا حد سے بڑھا ہوا بدکار۔ سخت خو اور اس کے علاوہ بدذات ہے۔ اس لئے کہ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔ جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔ ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔
(۶۸:۱۰ تا ۱۶)

وَ ذَرْنِيْ وَ الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝۱۱

اور چھوڑ دو مجھے، اور ان جھٹلانے والوں سے جو دولتمند ہیں مجھے سمجھ لینے دو اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دو۔ (۷۳:۱۱)

ذَرْنِیْ وَ مَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ﴿۱۱﴾ وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا
مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ وَّ بَنِیْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ
تَمْهِیْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ
لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ
قَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ
قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ
اسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَاۤ
اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾

ہمیں اس شخص سے سمجھ لینے دو جس کو ہم نے اکیلا پیدا کیا۔ ۱۱۔ اور مال کثیر دیا۔ اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر رہنے والے بیٹے دیئے۔ اور ہر طرح کے سامان میں وسعت دی۔ ابھی خواہش رکھتا ہے کہ اور زیادہ دیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا یہ ہماری آیتوں کا دشمن رہا ہے۔ ہم اسے صعود پر چڑھائیں گے۔ اس نے فکر کیا اور تجویز کی۔ یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔ پھر یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔ پھر تامل کیا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا۔ پھر پشت پھیر کر چلا اور (قبولِ حق سے) غرور کیا۔ پھر کہنے لگا یہ تو جادو ہے جو (اگلوں سے) منتقل ہوتا آیا ہے۔ (پھر بولا) یہ (اللہ کا کلام نہیں بلکہ) بشر کا کلام ہے۔ (۷۴:۱۱ تا ۲۵)

چوں کا قرآن کا اولین پیغام صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے، اور جن لوگوں کو اللہ نے اپنی نعمتوں سے نوازا تھا انہیں محروموں کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی تعلیم دینے تک ہی محدود تھا، اس لئے اسلام کی اس دعوت کے اولین مخالفین وہی لوگ تھے جو ''اسٹیٹس کو'' (جوں کی توں حالت) کو بنائے رکھنا چاہتے تھے کیوں کہ معاشرے میں اس وقت جو چلن تھا اسی سے ان کے مفادات وابستہ تھے اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتے رہنا چاہتے تھے، جب کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت سے ان کے ان مفادات کو نقصان پہنچنے والا تھا۔ مکہ میں نازل ہونے والی قرآنی سورتوں اور آیتوں میں ان اولین مخالفین کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ یہ اس شہر کے قبیلائی اور کاروباری سماج میں سربرآوردہ لوگ تھے، جو دولت مند بھی تھے اور خاندان و قبیلے کا زور رکھنے والے سرداران تھے [۶۸: ۱۰ تا ۲۳؛ ۶۹: ۲۸ تا ۳۷؛ ۷۰: ۲۴ تا ۵؛ ۷۴: ۱۲ تا ۲۶، ۴۰ تا ۴۸؛ ۷۶: ۸ تا ۹؛ ۸۳: ۱ تا ۶، ۱۴؛ ۸۹: ۱۷ تا ۲۶؛ ۹۰: ۵ تا ۲۱؛ ۹۶: ۶ تا ۷؛ ۱۰۴: ۱ تا ۹؛ ۱۰۷: ۱ تا ۷؛ ۱۱۱: ۲؛ نیز دیکھیں ۱۸: ۳۲ تا ۴۶؛ ۱۹: ۷۷ تا ۸۰؛ ۲۳: ۵۵ تا ۶۱؛ ۲۶: ۸۸؛ ۳۴: ۳۴ تا ۹]۔ ان کے مشرکانہ عقائد نہ صرف محض عقیدے کا معاملہ تھا بلکہ اپنے آباء واجداد اور ان سے چلی آرہی روایات سے وابستہ رہنے کا معاملہ بھی تھا، جو اس زمانہ کی قبیلائی سماج میں طاقت اور عزت و مرتبہ کی ایک ضمانت ہوتا تھا [۶: ۱۵؛ ۲۱: ۵؛ ۲۳: ۲۵، ۷۰؛ ۳۴: ۸، ۴۳، ۴۶؛ ۳۶: ۶۹؛ ۳۷: ۳۶؛ ۳۹: ۳؛ ۴۴: ۱۴؛ ۴۶: ۷]۔ انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مجنون (پاگل) ہونے جادوگر ہونے اور جھوٹا ہونے کا الزام لگایا۔ یہ دراصل ایک محدود و مخصوص زمانہ کے محدود شخصی مفادات اور اسلام کے وسیع مطمحِ نظر کے درمیان ایک تنازعہ تھا جس کے نزدیک وقت یا زمانہ قیامت تک جاری رہنا ہے اور جو پوری انسانیت کو ایک کنبہ کی طرح دیکھتا ہے۔ تمام انسانوں کو ایک اللہ نے پیدا کیا ہے جس کی فرماں برداری اور اطاعت تمام انسانوں کو اور ہر وقت اور زمانہ میں کرنا چاہئے، اور ہر انسان کو یہ چاہئے کہ وہ آخرت کی ابدی زندگی میں اپنی اس دنیاوی زندگی کے اعمال کی جواب دہی اور جزا کا خیال رکھے۔

قرآن

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَ لَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور جب اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی اُمید نہیں وہ کہتے ہیں کہ (یا تو) اس کے سِوا کوئی اور قرآن (بنا) لاؤ یا اس کو بدل دو۔ کہہ دو کہ مجھے اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اُسی حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے (سخت) دن کے عذاب سے خوف آتا ہے۔ (یہ بھی) کہہ دو کہ اگر اللہ چاہتا تو (نہ تو) میں ہی یہ (کتاب) تمہیں پڑھ کر سناتا اور نہ ہی تمہیں اس سے واقف کرتا، میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں (اور کبھی ایک کلمہ بھی اس طرح کا نہیں کہا) بھلا تم سمجھتے نہیں؟ (۱۰:۱۵ تا ۱۶)

وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾

اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اس کو اپنی طرف سے بنا لائے ہاں (یہ اللہ کا کلام ہے) جو (کتابیں) اس سے پہلے (کی) ہیں اُن کی تصدیق کرتا ہے اور اُنہی کتابوں کی (اس میں) تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں (کہ) یہ رب العالمین کی طرف سے (نازل ہوا) ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورت بنالاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلاسکو بلا بھی لو۔ حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم پر یہ قابو نہیں پا سکے اس کو (نادانی سے) جھٹلا دیا اور ابھی اس کی حقیقت ان پر کھلی ہی نہیں۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے اُنہوں نے تکذیب کی تھی سو دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔ (۱۰:۳۷ تا ۳۹)

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾

یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنالیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنالاؤ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلا بھی لو۔ (۱۱:۱۳)

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور اگر تم کو اس (کتاب) میں جو ہم نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنالاؤ اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں ان کو بھی بلالو اگر تم سچے ہو۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٢٣ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝٢٤

لیکن اگر (ایسا) نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے (اور جو) کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (۲:۲۳ تا ۲۴)

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٢

ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تا کہ تم سمجھ سکو۔ (۱۲:۲؛ نیز دیکھیں: ۱۳:۳۷؛ ۱۶:۱۰۳؛ ۲۰:۱۱۳؛ ۲۶:۱۹۵؛ ۳۹:۲۸؛ ۴۱:۳؛ ۴۲:۷؛ ۴۳:۳؛ ۴۶:۱۲')

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝٨٩ ۧ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝٩٠

اور (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم ہر اُمت میں سے خود اُن پر گواہ کھڑے کریں گے اور (اے پیغمبر!) تمہیں ان لوگوں پر گواہ لائیں گے اور ہم نے تم پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔ اللہ تمہیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نا معقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو۔ (۱۶:۸۹ تا ۹۰)

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝٩ ۙ

یہ قرآن وہ رستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور مومنوں کو، جو نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ اُن کیلئے اجر عظیم ہے۔
(۱۷:۹)

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝٨٨

کہہ دو کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لاسکیں اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔
(۱۷:۸۸)

وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝١٠٦

اور ہم نے قرآن کو جزو جزو کر کے نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سناؤ اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا ہے۔
(۱۷:۱۰۶)

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝٥٤

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کے سمجھانے) کیلئے طرح طرح کی مثالیں بیان فرمائی ہیں لیکن انسان سب چیزوں سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ (۱۸:۵۴؛ نیز ۶:۴۶؛ ۷:۵۸؛ ۱۷:۴۱؛ ۸۹:

(۲۰:۱۱۳؛۴۶:۲۷)

وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ لَا نُزِّلَ عَلَیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَۃً وَّاحِدَۃً ۚۛ کَذٰلِکَ ۚۛ لِنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَکَ وَ رَتَّلۡنٰہُ تَرۡتِیۡلًا ﴿۳۲﴾ وَ لَا یَاۡتُوۡنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئۡنٰکَ بِالۡحَقِّ وَ اَحۡسَنَ تَفۡسِیۡرًا ﴿ؕ۳۳﴾

اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتارا گیا؟ اس طرح (آہستہ آہستہ) اس لئے اتارا گیا کہ اس سے تمہارے دل کو قائم رکھیں اور اسی واسطے ہم اس کو ٹھہر ٹھہر پڑھتے ہیں۔ ۳۲۔ اور یہ لوگ تمہارے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اُن کا معقول اور خوب مشرح جواب بھیج دیتے ہیں۔

(۲۵:۳۲تا۳۳)

وَ اِنَّہٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۹۲﴾ؕ نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ﴿۱۹۳﴾ۙ عَلٰی قَلۡبِکَ لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۹۵﴾ؕ

اور یہ (قرآن اللہ) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ (یعنی اس نے) تمہارے دل پر (اِلقا) کیا ہے تاکہ (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو۔ (اور اِلقا بھی) فصیح عربی زبان میں (کیا ہے)۔ (۲۶:۱۹۲تا۱۹۵)

وَ مَا کُنۡتَ تَرۡجُوۡۤا اَنۡ یُّلۡقٰۤی اِلَیۡکَ الۡکِتٰبُ اِلَّا رَحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوۡنَنَّ ظَہِیۡرًا لِّلۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۫۸۶﴾ وَ لَا یَصُدُّنَّکَ عَنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ بَعۡدَ اِذۡ اُنۡزِلَتۡ اِلَیۡکَ وَ ادۡعُ اِلٰی رَبِّکَ وَ لَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿ۚ۸۷﴾ وَ لَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۟ کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ ؕ لَہُ الۡحُکۡمُ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿٪۸۸﴾

اور تمہیں امید نہ تھی کہ تم پر یہ کتاب نازل کی جائے گی مگر تمہارے رب کی مہربانی سے (نازل ہوئی) تو تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہونا۔ اور وہ تمہیں اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے بعد اس کے کہ وہ تم پر نازل ہو چکی ہیں روک نہ دیں اور اپنے رب کو پکارتے رہو اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا۔ اور اللہ کیساتھ کسی اور کو معبود (سمجھ کر) نہ پکارنا اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اُس کی (پاک) ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ حکم اُسی کا ہے۔ اور اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔ (۲۸:۸۶تا۸۸)

وَ مَا کُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِہٖ مِنۡ کِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیۡنِکَ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۴۸﴾ بَلۡ ہُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیۡ صُدُوۡرِ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ ؕ وَ مَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۹﴾ وَ قَالُوۡا لَوۡ لَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ اٰیٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ ؕ قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰیٰتُ عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَ لَمۡ یَکۡفِہِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَرَحۡمَۃً وَّ ذِکۡرٰی لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿٪۵۱﴾

اور تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اُسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے، ایسا ہوتا تو اہلِ باطل ضرور شک کرتے۔ بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے اُن کے سینوں میں (محفوظ) اور ہماری آیتوں سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو بے انصاف ہیں۔ اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں؟ کہہ دو کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں۔ کیا ان لوگوں کیلئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جوان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کیلئے اس میں رحمت اور نصیحت ہے۔

(۲۹:۴۸تا۵۱)

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾

اور ہم نے ان (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ ان کو شایاں ہے یہ تو محض نصیحت اور صاف صاف قرآن (پر از حکمت) ہے۔ تاکہ اس شخص کو جو زندہ ہو ہدایت کا رستہ دکھائے اور کافروں پر بات پوری ہو جائے۔ (۳۶:۶۹ تا ۷۰)

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

اللہ نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں باہم) ملتی جلتی (ہیں) اور دہرائی جاتی ہیں جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے (اس سے) رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم (ہوکر) اللہ کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں یہی اللہ کی ہدایت ہے وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ (۳۹:۲۳)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۙ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾

جن لوگوں نے نصیحت کو نہ مانا جب وہ ان کے پاس آئی اور یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے۔ اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔ (۴۱:۴۱ تا ۴۲)

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴿۷﴾

اور اسی طرح تمہارے پاس قرآن عربی بھیجا ہے تاکہ تم بڑے گاؤں (یعنی مکہ) کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے اردگرد رہتے ہیں ان کو رستہ دکھاؤ اور انہیں قیامت کے دن کا بھی، جس میں کچھ شک نہیں، خوف دلاؤ اس روز ایک فریق بہشت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں۔ (۴۲:۷)

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے سے (قرآن) بھیجا ہے تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس کو نُور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بیشک (اے محمد ﷺ!) تم سیدھا رستہ دکھاتے ہو۔ (یعنی) اللہ کا رستہ جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے دیکھو سب کام اللہ کی طرف رجوع ہوں گے (اور وہی ان میں فیصلہ کرے گا)۔ (۴۲:۵۲ تا ۵۳)

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ
الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ
قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا
بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا
سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں (یعنی مکے اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟ کیا یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تا کہ ایک دسرے سے خدمت لے اور جو کچھ یہ جمع کرتے ہیں تمہارے پروردگار کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے۔
(۴۳:۳۱تا۳۲)

وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟ (۵۴:۱۷)

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ
الْبَيَانَ ﴿۴﴾

(اللہ جو) نہایت مہربان۔ اسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اسی نے اس کو بولنا سکھایا۔ (۵۵:۱تا۴)

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا
مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ
نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ فکر کریں۔ (۵۹:۲۱)

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ
وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اُس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اُس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔
(۴:۶۵)

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ
اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا تو اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے۔ (۴:۸۲)

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ
بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ
الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَ لَوْ
شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ
مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ
جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اَنِ

اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) پر شامل ہے۔ تو جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آ چکا ہے اس کو چھوڑ کر اُن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کیلئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا مگر جو حکم اس نے تمہیں دیئے ہیں ان میں تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے سو نیک کاموں میں جلدی کرو، تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر جن

اُحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ
احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ
يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ
لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَ مَنْ
اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

باتوں میں تمہیں اختلاف تھا وہ تمہیں بتا دے گا۔ اور (ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ) جو (حکم) اللہ نے نازل فرمایا ہے اُسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تمہیں بہکا نہ دیں اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں۔ کیا یہ زمانۂ جاہلیت کے حکم کے خواہشمند ہیں؟ اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟ (۵:۴۸ تا ۵۰)

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ
يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ
الْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ
عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ
فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ
الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

وہ جو (محمد ﷺ) رسول (اللہ) کی، جو نبی اُمی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو اُن کیلئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں اور اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نُور ان کیساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی مراد پانے والے ہیں۔
(۷:۱۵۷)

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَ اسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ
اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ
وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَآ
اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ
بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

تو (اے محمد ﷺ!) اسی (دین کی) طرف (لوگوں کو) بلاتے رہنا اور جیسا تم کو حکم ہوا ہے (اسی پر) قائم رہنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور کہہ دو کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں انصاف کروں اللہ ہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے ہم کو ہمارے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تمہیں تمہارے اعمال کا ہم میں اور تم میں کچھ بحث و تکرار نہیں اللہ ہم (سب) کو اکٹھا کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔
(۴۲:۱۵)

رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی کے دوران، قرآن عقیدے کی ایک کتاب بن کر اترا اور اپنا پیغام پیش کرتے ہوئے قرآن نے حیرت انگیز اور چیلنج کرنے والے عجائبات پیش کئے۔ اس نے توحید یعنی ایک اللہ پر ایمان کے عقیدے کو پیش کیا، آخرت میں اللہ کے سامنے انسان کی جواب دہی کا عقیدہ پیش کیا جس کے مطابق دنیا کی اس زندگی میں اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہر فرد بشر کو آخرت میں ہر اچھے یا

برے عمل کا بدلہ ملے گا۔ مکی زندگی میں نازل ہونے والی قرآنی آیات اور سورتوں میں اس عقیدے پر ہی زور دیا گیا ہے، اور لوگوں کے ذہن میں بار بار یہ بات ڈالی گئی ہے کہ آخرت میں اللہ کا فیصلہ انسانوں کے سامنے آئے گا۔ اور اس کے لئے قرآن نے جنت و دوزخ کی منظر نگاری کی ہے۔ اچھے اعمال کرنے والوں کو جنت ملے گی جو کہ نعمتوں بھرے باغات ہیں جہاں ہر طرح میوے اور کھانے پینے کی لذت بخش چیزیں بے حساب اور ہمیشہ فراہم رہیں گی۔ اور برے اعمال کرنے والوں کے لئے جہنم ہے جو اذیتوں کا گھر ہے اور آگ ہی آگ ہے۔ قرآن کے اس حصہ میں پہلے آچکی کتابوں کا بھی حوالہ ہے اور پچھلے انبیاء کی دعوت کو آخری نبی ﷺ کی دعوت سے جوڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ ان انبیاء کے ساتھ ان کی قوموں نے جو معاملہ کیا اور قوموں کو اپنی سرکشی کا جو انجام بھگتنا پڑا اس کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور ان سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ان پیغمبروں کی ثابت قدمی، صبر اور ایثار کا تذکرہ بھی بار بار کیا گیا ہے کہ قوم اور قوم کے سرداروں و جباروں کے ذریعہ جھٹلائے جانے اور ستائے جانے کے باوجود وہ اپنی دعوت پیش کرتے رہے۔ عقیدے کے ساتھ ساتھ اخلاقی قدروں کو بھی پیش کیا گیا ہے اور پورے قرآن میں ایمان اور اخلاق کو ایک دوسرے وابستہ کر کے اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں اور انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

مکی دور میں اس پیغام ہدایت کو پیش کرتے ہوئے قرآن نے عربوں کو جنہیں اپنی فصاحت و بلاغت پر بہت ناز تھا، چیلنج دیا ہے کہ وہ ایسا کلام بنا کر دکھائیں۔ قرآن حالانکہ عربی میں نازل ہوا لیکن اس کی ساخت اور اس کا اسلوب عربوں کی اپنی نظم و نثر سے مختلف تھا پھر بھی اس کا پیغام نثری کلام کی طرح واضح اور عام فہم اور اس کا آہنگ اور ترنم منظوم کلام کی طرح سرور بخش اور موثر تھی۔ عربوں کو قرآن کے اس کلام نے نثر اور نظم دونوں طرح کے کلام میں ان کی بلاغت اور فصاحت کے مقابلے عاجز کر دیا تھا۔ مکی دور کی چھوٹی چھوٹی آیتیں سننے والوں کو اتنا متاثر کرتی اور ان کے دل و دماغ کو اتنا مسحور کرتی تھیں کہ مخالفین بھی اس کو شدت سے محسوس کرتے تھے اور یہ کہنے پر مجبور تھے کہ قرآن کا اسلوب جادوئی ہے اور دل و دماغ کو اپنی طرف کھینچتا ہے، تاہم پھر بھی وہ اس بات پر اڑے رہے کہ یہ کوئی آسمانی یا خدائی کلام نہیں ہے۔ ان کے اس دعوے کو رد کرنے کے لئے قرآن نے ان کے بڑے بڑے شاعروں اور قصہ گو لوگوں کو یہ چیلنج دیا کہ اگر اس کے آسمانی کلام ہونے میں شک ہے تو اس طرح کا کلام خود بنا کر پیش کرو، اس طرح کی دس آیتیں یا صرف ایک آیت ہی لکھ کر دکھا دو [۳۸:۱۰؛ ۱۱:۱۳؛ ۲:۲۳]۔ لیکن اس چیلنج کا کوئی سنجیدہ جواب اہل عرب پیش نہیں کر سکے۔

اپنی اس عاجزی کے باوجود قرآن اور اللہ کے رسول کی دعوت کو جھٹلانے والے عرب اپنی کھسیاہٹ اس طرح سے نکالتے تھے کہ وہ طرح طرح کی پھبتیاں کستے تھے، کہتے تھے کہ یہ قرآن رک رک کر تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوتا ہے پوری کتاب ایک ہی بار میں کیوں نہیں نازل ہوگئی [۲۵:۳۲ تا ۳۳؛ نیز دیکھیں ۱۷:۶؛ ۲۵:۵]۔ وہ یہ بھول جاتے تھے کہ یہ کسی شاعر کی کوئی نظم یا کسی ادیب کا کوئی افسانہ یا انشائیہ نہیں ہے جو پورا کا پورا ایک خاص عرصہ میں تیار ہو جائے، بلکہ یہ ان کی چلتی پھرتی اور گزرتی ہوئی زندگی کے لئے ایک ہدایت نامہ ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے اور ہر پہلو سے رہنمائی کرنے والا ہے۔ لہذا، اس کی رہنمائی اور ہدایت اس صورت میں زیادہ اثر انگریز ہے جب یہ زندگی کے مختلف حالات میں اور مختلف واقعات کے پیش نظر نازل ہو، بجائے اس کے کہ ایک نظریاتی مواد کے طور پر تصنیف کر دیا جائے۔ مزید برآں، قرآن اللہ کا کلام ہے جو اس کے نبی پر نازل ہوا (ہو رہا ہے) جو خود ایک انسان ہیں، اور اگرچہ انہیں زبردست روحانی طاقت حاصل ہے تاہم، ایک بشر ہونے کے ناطے ان کی بشری قوتوں، ان کی روحانی، نفسیاتی اور عقلی استعداد سے یہ بعید تر ہے کہ پورا کلام بہ یک وقت ان پر نازل کر دیا جائے، کہ اس کا تحمل ان کے لئے ممکن یا آسان نہ ہوگا۔ قرآن بتدریج وقفہ وقفہ سے نازل ہوا تو

اس کا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس طرح یہ سماعت اور حفظ کے لئے زیادہ موثر اور سہل طریقہ ہے۔ قرآن میں مختلف قسم کے بیانات ہیں، اس میں مکالمے بھی ہیں، قصے بھی ہیں، استدلال اور بحث وتکرار بھی ہے، جس سے قرآن کو پڑھنے والوں اور سننے والوں کے دل اس کی طرف کھنچتے ہیں اور اس طرح قرآن اپنے ہدف تک پہنچتا ہے اور اس کا پیغام دلوں پر دستک دیتا ہے۔ ایک عام آدمی بھی قرآن کے پیغام و مدعا کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے حالانکہ اس کی تفصیلات، گہرائیاں اور فلسفہ وہ لوگ سمجھتے ہیں جو اس میں تدبر اور غور کرتے ہیں اور تدبر و تفکر کی عقلی صلاحتیں رکھتے ہیں۔ اس کا اخلاقی پیغام بہت واضح اور مختصر ہے، جیسے: ''اللہ تمہیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔'' [۱۶:۹۰]

قرآنی کلام کے دیرپا روحانی اثرات اس سے بہت بالاتر ہیں کہ کوئی فوری ادبی جواب اس کا پیش کردیا جائے؛ قرآن اپنے پڑھنے اور سننے والے کے دل و دماغ میں اتر جاتا ہے اور پڑھنے یا سننے والا اپنے خدا کے پیغام سے آشنا ہوتا ہے جو کہ عظیم ہے، علیم ہے، حکیم ہے، رحیم ہے، غفور ہے، رؤف ہے اور انتہائی مہربان ہے۔ کوئی انسان ابتداء میں اللہ کے سامنے تن کر کھڑا ہوسکتا ہے لیکن ''آخرکار ان کی کھالیں، ان کے دل اللہ کی یاد سے نرم پڑ جاتے ہیں اور لرزنے لگتے ہیں۔۔۔'' [۳۹:۲۳]۔ لیکن جیسا کہ پہلے کہا گیا، قرآن کے ان تمام روحانی، اخلاقی اور ادبی اثرات کو اور اس کے اس چیلنج کو جو اس نے عربوں کے شعراء وادباء کے سامنے رکھا، ان لوگوں نے صرف اس بنا پر رد کردیا کہ وہ دولت و حیثیت میں ممتاز اور بڑھے ہوئے تھے: ''اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں (یعنی مکے اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟ (تاکہ اسے مانیں)۔ کیا یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کردیا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور جو کچھ یہ جمع کرتے ہیں تمہارے پروردگار کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے'' [۴۳:۳۱ تا ۳۲]۔ اثر ورسوخ رکھنے والے لوگ صرف اپنے مرتبے اور اپنے مفادات کی فکر میں لگے رہے اور انھوں نے اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کی کہ وہ جس پیغام کو جھٹلا رہے ہیں وہ کیا ہے اور اس میں ان کے لئے کیا ہدایات ہیں۔

مدینہ میں قرآن نے اپنے بنیادی قوانین پیش کئے اور اہل کتاب کے تعلق سے اپنے دینی نقطہ اور عملی رویہ کو اجاگر کیا۔ ان کے ساتھ مشترک قدروں پر زور دیا گیا اور اس بات کو پیش کیا گیا کہ یہ وہی پیغام ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ مسلمانوں کو یہ تاکید کی گئی کہ وہ انصاف کا رویہ اختیار کریں اور خود کو نیز اہل کتاب کو یہ یاد دلاتے رہیں کہ انہیں ایک خدا کی ہی عبادت کرنی ہے: ''۔۔۔۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی شریعت پر کردیتا مگر جو حکم اس نے تمہیں دیئے ہیں ان میں تمہاری آزمائش کرنی چاہتا ہے سو نیک کاموں میں جلدی کرو، تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔۔۔'' [۵:۴۸]، ''اور کہہ دو کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں انصاف کروں اللہ ہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے، ہم کو ہمارے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تمہیں تمہارے اعمال کا، ہم میں اور تم میں کچھ بحث وتکرار نہیں اللہ ہم (سب) کو اکٹھا کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' [۵۲:۱۵]۔

قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ قرآن کو اللہ نے خود ہی محفوظ کردیا ہے اور وقت گزرنے اور تبدیل ہونے کا کوئی اثر اس کلام کی صحت پر نہیں پڑے گا۔ صدیاں گزرنے کے باوجود قرآن کا یہ دعویٰ سچا ثابت ہوا ہے کہ قرآن کے الفاظ اور قرآن کے بیانات وتصورات سب ویسے کے ویسے ہی ہیں: ''بےشک یہ ''ذِکر'' ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں'' [۹:۱۵]۔

قرآن کی کھلی دعوت، اعلان عام، ٹکراؤ اور جبر وستم

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ
لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ
اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ
الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِي
السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾

اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنا دو۔ اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان سے متواضع پیش آ ؤ۔ پھر اگر لوگ تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بے تعلق ہوں۔ اور (اللہ) غالب اور رحمٰن پر بھروسہ رکھو۔ جو تمہیں جب تم (تہجد کے وقت) اٹھتے ہو دیکھتا ہے۔ اور نمازیوں میں تمہارے پھرنے کو بھی۔ وہ بے شک سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (۲۶:۲۱۴ تا ۲۲۰)

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٤﴾ اِنَّا
كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ
اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ
يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ
الْيَقِيْنُ ﴿٩٩﴾

پس جو حکم تمہیں (اللہ کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنا دو اور مشرکوں سے اعراض کرو۔ ہم تمہیں ان لوگوں (کے شر) سے بچانے کے لئے جو تم سے مذاق کرتے ہیں کافی ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ اور معبود قرار دیتے ہیں سو عنقریب ان کو (ان باتوں کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے تمہارا دل تنگ ہوتا ہے۔ تو تم اپنے رب کی تسبیح کہتے اور (اس کی) خوبیاں بیان کرتے رہو اور سجدہ کرنے والوں میں شامل رہو۔ اور اپنے رب کی عبادت کئے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت (کا وقت) آ جائے۔

(۱۵:۹۴ تا ۹۹)

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ
مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ
فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿٥٣﴾

اور جو لوگ صبح وشام اپنے رب سے دعا کرتے ہیں (اور) اُس کی ذات کے طالب ہیں اُن کو (اپنے پاس سے) مت نکالو اُن کے حسابِ (اعمال) کی جواب دہی تم پر کچھ نہیں اور تمہارے حساب کی جواب دہی اُن پر کچھ نہیں (پس ایسا نہ کرنا)، اگر اُن کو نکالو گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے۔ اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کی بعض سے آزمائش کی ہے کہ (جو دولت مند ہیں وہ غریبوں کی نسبت) کہتے ہیں کہ کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے فضل کیا ہے؟ (اللہ نے فرمایا کہ) بھلا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں سے واقف نہیں؟

(۶:۵۲ تا ۵۳)

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ
وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ

اور جو لوگ صبح وشام اپنے رب کو پکارتے اور اُس کی خوشنودی کے طالب ہیں اُن کے ساتھ صبر کرتے رہو اور تمہاری نگاہیں ان میں سے

تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا
قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾
وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ
شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ
بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ
كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ
مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا
نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾

(گزر کر دوسری طرف) نہ دوڑیں کہ تم آرائش زندگی دنیا کے طلب گار ہوجاؤ، اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہنا نہ ماننا۔ اور کہہ دو کہ (لوگو!) یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے۔ ہم نے ظالموں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں اُن کو گھیر رہی ہونگی اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی (جو) پگھلے ہوئے تانبے کی طرح (گرم ہوگا اور جو) منہ کو بھون ڈالے گا (ان کے پینے کا) پانی بھی بُرا اور آرام گاہ بھی بُری۔ (اور) جو ایمان لائے اور کام بھی نیک کرتے رہے تو ہم نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔
(۲۸:۱۸ تا ۳۰)

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا
يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾ اَمْ
حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَآءَ
مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۴﴾ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ
اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۵﴾

کیا لوگ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے اُن کو بھی آزمایا تھا (اور اِن کو بھی آزمائیں گے) سو اللہ اُن کو ضرور معلوم کرے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور اُن کو بھی جو جھوٹے ہیں۔ کیا وہ لوگ جو بُرے کام کرتے ہیں یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارے قابو سے نکل جائیں گے؟ جو حکم یہ لگاتے ہیں بُرا ہے۔ جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہو تو (جان لے کہ) اللہ کا (مقرر کیا ہوا) وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (۲:۲۹ تا ۵)

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ
لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ﴿۳﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿۴﴾ اَمَّا
مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا
يَزَّكّٰى ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿۸﴾ وَهُوَ يَخْشٰى ﴿۹﴾
فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿۱۰﴾ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾

(محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ترش رُو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے کہ ان کے پاس ایک نابینا آ گیا۔ اور تم کو کیا خبر شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا یا سوچتا تو سمجھانا اسے فائدہ دیتا۔ جو پروا نہیں کرتا اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو تم پر کچھ (الزام) نہیں۔ اور جو تمہارے پاس دوڑتا ہوا آیا اور (اللہ سے) ڈرتا ہے اس سے تم بے رخی کرتے ہو۔ دیکھو یہ (قرآن) تو نصیحت ہے۔ (۱:۸۰ تا ۱۱)

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ
يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ
الْحَرِيْقِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْكَبِيْرُ ﴿۱۱﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ
يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ﴿۱۳﴾ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ
الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾

جن لوگوں نے مومن مَردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور توبہ نہ کی ان کو دوزخ کا (اور) عذاب بھی ہوگا اور جلنے کا عذاب بھی ہوگا۔ (اور) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کے لئے باغات ہیں ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔ بے شک تمہارے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (زندہ) کرے گا۔ اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک بڑی شان والا، جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔ (۸۵:۱۰تا۱۶)

سُبْحٰنَ الَّذِيْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ
مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱﴾

پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گردا گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ اُسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائے، بے شک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔ اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عنایت کی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے رہنما مقرر کیا تھا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہرانا۔ (۱۷:۱)

وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾
عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا
يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ
اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

اور انہوں اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے۔ پرلی حد کی بیری کے پاس۔ اسی کے پاس رہنے کی جنت ہے۔ جب کہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ (حد سے) بڑھی۔ انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کی کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (۵۳:۱۳تا۱۸)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعوت کا آغاز اپنے کچھ قریبی دوستوں اور رشتہ داروں سے کیا جو آپ پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ انھوں نے جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو صداقت کو تسلیم کر لیا اور آپ پر ایمان لے آئے تو پھر ان لوگوں نے اپنے ملنے جلنے والے لوگوں کو اس کی دعوت کی اور ان میں سے جو لوگ اس دعوت کو قبول کرنے پر آمادہ ہوئے انہیں وہ رسول اللہ کی خدمت میں لے کر آئے۔ اس طرح فرداً فرداً اسلام کی تبلیغ کو کسی بھی طرح سے دعوت کا خفیہ مرحلہ نہیں کہا جاسکتا، کیوں کہ اس وقت مکہ کا جو معاشرہ تھا اس جیسے کسی معاشرے میں افراد کو دعوت دینے کا عمل چھپا نہیں رہ سکتا تھا، اور مکہ میں نازل ہونے والی ابتدائی آیات میں رسول اللہ کے قبیلہ قریش کے بارسوخ لوگوں کے معاندانہ ردعمل کا ذکر کیا گیا ہے۔

کچھ عرصہ بعد جس کے دوران عمر ابن الخطاب اور حمزہ بن عبدالمطلب جیسی کروفر والی شخصیات بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو گئیں تمام لوگوں کو اسلام کی کھلی دعوت دینے کا مرحلہ شروع ہو گیا اور قرآن میں کہا گیا کہ اپنے قرابت داروں کو دین کی دعوت دیں اور اسے ماننے کے نتیجے میں برے انجام سے ڈرائیں۔ مختلف تاریخی روایات سے یہ بات واضح ہے کہ قریش کو اسلام کی کھلی دعوت کا آغاز بعثت یعنی وحی کا

نزول شروع ہونے کے تین سال بعد ہوا، لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ قریبی رشتے داروں کو ایمان کی دعوت دینے کا عمل اس سے پہلے شروع ہو چکا تھا یا نہیں اور اس عرصے کو دعوت کا ایک الگ مرحلہ کہا جا سکتا ہے یا نہیں، یا یہ کہ اسے اعلان عام کا ہی ایک حصہ سمجھا جا سکتا ہے یا نہیں۔

اسلام کا پیغام عمومی طریقے سے دینے کا کام جیسے ہی شروع ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والوں کے خلاف جسمانی اور اخلاقی حملوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور اس مخالفانہ ماحول میں نازل ہونے والی آیات میں رسول کو صبر اور ثابت قدمی کی تلقین کی گئی۔ ان آیات میں سابقہ پیغمبروں اور ان کی مخالفت نیز ان پر حملوں کی مثال دی گئی اور یہ ذہن نشیں کرایا گیا کہ پہلے پیغمبروں کو بھی یہ سب و شتم جھیلنے پڑے ہیں۔ جو لوگ ایمان لا رہے تھے ان سے آخرت میں عظیم اجر کا وعدہ کیا گیا اور جو لوگ تکبر کے ساتھ اس دعوت کو جھٹلا رہے تھے اور ایمان لانے پر ظلم و ستم کر رہے تھے انہیں شدید عذاب کی اطلاع دی گئی جو آخرت میں انہیں ملے گا۔ آخرت کی زندگی میں جزا و سزا کا ذکر ابتلاء و آزمائش کے ان حالات میں بار بار اور زور دے کیا گیا۔ اس بات کو تاریخی حالات کے تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے نا کہ محض ایک عقیدے کے طور پر۔

ظلم و ستم جب حد سے بڑھ گیا اور بعض اہل ایمان کے لئے نا قابل برداشت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے پانچویں سال میں ان لوگوں کو ظلم و ناانصافی کی اس سرزمین سے نکل جانے کا مشورہ دیا اور حبشہ (جسے اب ایتھوپیا کہا جاتا ہے) چلے جانے کی صلاح دی جہاں کا بادشاہ اپنے انصاف کے لئے مشہور تھا۔ ترک وطن یا ہجرت کی یہ صلاح دے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وسیع نقطہ نظر اور آفاقی رویہ کا ثبوت دیا جس کی رو سے اللہ رب العالمین پر ایمان لانے کے معاملہ میں جغرافیائی، نسلی یا مذہبی حدود کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ قریش کا ظلم و ستم عام طور سے ان لوگوں پر تھا جو سماجی اعتبار سے کمزور تھے اور ان کی پشت پر قبیلے اور رشتہ داروں کی طاقت نہیں تھی۔ مثال کے طور پر خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برتاؤ کرنے کے معاملہ میں انھوں نے آپ کے چچا ابو طالب کا لحاظ رکھا جو اگر چہ اپنی قوم اور آباؤ اجداد کے عقائد پر ہی قائم تھے لیکن اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی اور مدد سے کبھی دست بردار نہیں ہوئے۔ لیکن اس پاس و لحاظ کے باوجود بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کو یہ مخالفین نقصان پہنچانے سے باز نہیں آئے۔ رسول اللہ اور آپ کے خاندان کا اقتصادی اور سماجی بائیکاٹ کیا گیا اور ان لوگوں کے ساتھ لین دینے کرنے اور ان میں شادی بیاہ کرنے پر پوری طرح پابندی لگا دی گئی۔ یہ مقاطعہ ایک سال تک جاری رہا اور تب تک ختم نہیں ہوا جب تک قریش کے کچھ ممتاز اور کریم النفس لوگوں نے اسے ختم کرنے کے لئے مداخلت نہیں کی۔ ظلم و ستم کے اس عرصہ میں اللہ کے رسول کو سب سے زیادہ سخت اور تکلیف حالات کا سامنا بعثت کے دسویں سال میں کرنا پڑا جب آپ کے دو انتہائی مشفق مربی اور مددگار ہستیاں دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ ایک آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی آپ کی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے آپ کے سرپرست چچا ابو طالب۔ اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی نصرت و معاونت اس طرح ہوئی کہ اللہ نے انہیں راتوں رات مکہ سے یروشلم تک روحانی سفر کرایا اور اور یروشلم سے آسمانوں کو طرف اٹھایا جس کو اسریٰ یا معراج کہتے ہیں، ''تا کہ اُنہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائے، بیشک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔ [۱۷:۱]؛ ''تا کہ اُسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائے، بے شک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔'' [۱۸:۵۳]

ابو طالب کی وفات کے بعد قریش کے کچھ شدید دشمنان اسلام نے یہ سمجھا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے چھٹکارہ پانے کا صحیح وقت آ گیا ہے، کیوں کہ اب وہ اپنے چچا کی سرپرستی سے محروم ہو چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دشمنوں کے اس ارادے کا پتہ چلا کہ وہ اب انہیں قتل کر دینے پر آمادہ ہیں تو آپؐ نے مکہ سے نکل جانے کا ارادہ کیا۔ مکہ میں قیام کے آخری برس یثرب (مدینہ) سے کچھ لوگوں کے آنے اور رسول اللہ سے

ان کی ملاقات کے بعد مدینہ میں اسلام کی دعوت تیزی سے مقبول ہونے لگی تھی جس کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا اور اس طرح عرب میں اسلام کے فروغ اور اسلامی ریاست کے قیام کا مرکز یثرب بن گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ سے مدینہ ہجرت کر جانا

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾

اور کہو کہ اے اللہ! مجھے (مدینے میں) اچھی طرح داخل کرنا اور (مکے سے) اچھی طرح نکالنا اور اپنے ہاں سے زور وقوت کو میرا مددگار بنانا۔ (۸۰:۱۷)

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَ مَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّ سَعَةً ؕ وَ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۰۰﴾

جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز وناتواں تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہی۔ ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ رستہ جانتے ہیں۔ قریب ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف کر دے اور اللہ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے وہ زمین میں بہت سی جگہ اور وسعت پائے گا اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے گھر سے نکل جائے پھر اس کو موت آ پکڑے تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمے ہو چکا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۹۷:۴ تا ۱۰۰)

وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ﴿۳۰﴾

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار ڈالیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (اُدھر) اللہ چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔ (۳۰:۸)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ

جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے وہ اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور اُن کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے

يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾

رفیق ہیں اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو اُن کی رفاقت سے کچھ سروکار نہیں اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملات) میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم ہے مگر اُن لوگوں کے مقابلے میں کہ تم میں اور اُن میں (صلح کا) عہد ہو (مدد نہیں کرنی چاہیئے) اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ ۷۲۔ اور جو لوگ کافر ہیں (وہ بھی) ایک دوسرے کے رفیق ہیں تو (مومنو!) اگر تم یہ (کام) نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا۔ ۷۳۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور اُن کی مدد کی یہی سچے مسلمان ہیں، ان کیلئے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ ۷۴۔ اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کرتے رہے وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتہ دار اللہ کے حکم کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں، کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (۸:۷۲ تا ۷۵)

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾

اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ اُن کا مددگار ہے (وہ وقت تمہیں یاد ہوگا) جب اُن کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا (اس وقت) دو (ہی شخص تھے جن) میں (ایک ابوبکر تھے) دوسرے (خود رسول اللہ) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ نے اُن پر تسکین نازل فرمائی اور اُن کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ (۹:۴۰)

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ اُن کی پیروی کی اللہ اُن سے خوش رہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اُس نے ان کیلئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ (۹:۱۰۰)

لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَ اَمۡوَالِهِمۡ يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضۡوَانًا وَّ يَنۡصُرُوۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ۚ﴿۸﴾ وَ الَّذِيۡنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الۡاِيۡمَانَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ يُحِبُّوۡنَ مَنۡ هَاجَرَ اِلَيۡهِمۡ وَ لَا يَجِدُوۡنَ فِيۡ صُدُوۡرِهِمۡ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوۡتُوۡا وَ يُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ وَ لَوۡ كَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٌ ؕ وَ مَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۚ﴿۹﴾

(اور) ان مفلسانِ تارک الوطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیئے گئے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں۔ ۸۔ اور (ان لوگوں کے لئے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور) خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو اور جو شخص حرصِ نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

(۵۹:۸تا۹)

مکہ میں تیرہ سال تک دین کی دعوت دیتے رہنے کے بعد اور مخالفوں کی مخالفت نیز ظلم وستم کو سہتے رہنے کے بعد رسول اللہ صلی کو اپنا وطن مالوف مکہ چھوڑ کر یثرت (''مدینہ النبی'') جانا پڑا تا کہ ان لوگوں سے نجات ملے جو مستقل ظلم وستم کر رہے تھے اور جان لینے کے درپے تھے۔ کسی قبائلی سماج میں ہجرت ایک بہت ہی سنگین اور خطرناک معاملہ ہوکرتا تھا، کیوں کہ فرد کا تحفظ اور اس کے وجود کی اہمیت اس کے قبیلے میں ہی ہوتی تھی۔ کسی قبیلہ کا کوئی شخص عارضی طور پر کسی دوسرے علاقے میں تو جا سکتا تھا لیکن وہاں مستقل رہ نہیں سکتا تھا۔ قبائلی زندگی میں کسی دوسرے قبیلے میں جا کر مستقل طور سے بس جانا نہ تو اس قبیلے کو منظور ہوتا تھا جس سے وہ فرد وابستہ ہوتا ہے اور نہ وہ قبیلہ اسے تسلیم کرتا تھا جہاں جا کر وہ رہنا چاہتا تھا۔ جب ایک عام فرد کے تعلق سے یہ معاملہ تھا تو پھر محمد ﷺ جیسی ہستی کے لئے یہ کیوں کر ممکن تھا جن کو ان کے قبیلے میں ایک خطرناک دشمن سمجھ لیا گیا تھا اور جہاں ان کو مار دینے کی منصوبہ بندی کر لی گئی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل واحسان تھا کہ اللہ کے رسول کی یثرب کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی اور یثرب ہجرت کر جانے پر ان سے بات چیت طے ہوئی۔ مدینہ مکہ کے شمال میں حجاز سے شام جانے والی شاہراہ کے قریب واقع ایک بستی تھی۔ یثرب سے مکہ آنے والے یہ لوگ وہاں کے خزرج قبیلے کے لوگ تھے جو مکہ اس غرض سے آئے تھے کہ انہیں یثرت کے ایک حریف قبیلے اوس سے مقابلے کے حمایتی اور حلیف لوگوں کی تلاش تھی۔ اوس کے لوگ ان خزرجیوں کو چار پانچ سال پہلے ایک قبائلی لڑائی میں شکست دے چکے تھے اور یہ اب اس کا بدلہ لینے کی تیاری کر رہے تھے۔ محمد صلی اللہ کی دعوت عرب کے ایسے لوگوں تک بھی پہنچنے لگی تھی جن کا قبائلی یا جغرافیائی اعتبار سے قریش کے لوگوں سے کوئی رابطہ یا تعلق نہیں تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت اسلام کی تبلیغ واشاعت میں ایک اہم سنگ میل بنی، کیوں کہ اس کے نتیجے میں قبائلی تعلقات سے بالاتر ہوکر انسانی تعلقات کا ایک نیا دائرہ شروع ہوا۔ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے اور مدینہ میں ان مہاجروں کی نصرت و مدد کرنے والے لوگوں نے مل کر ایک نئے قسم کے سماج کی بنیاد رکھی جس میں تعلق کی بنیاد صرف عقیدے کا رشتہ تھا، اور جو ایک ایسے سردار کے تحت منظم ہوا جو مکہ سے ہجرت کر کے اس نئے شہر میں آ کر اس نئے سماج کے سردار بنے۔ مدینہ ایک بالکل مختلف قسم کا سماج اور ایک شہری ریاست بن گیا۔ عرب کے دوسرے قبائل کے افراد بھی اس نئے سماج میں آ کر اس کا حصہ بننے لگے جس سے اس نئے سماج اور نئی شہری ریاست کو بھی

تقویت ملی اور ان لوگوں کو بھی اس نئے سماج اور ریاست کی حمایت وحفاظت میسر آئی [۸:۷۲]۔اس طرح ،جو لوگ اسلام کے اس نظام اخوت میں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوئے انھوں نے ایک نظریاتی ریاست قائم کی جو ایک قبائلی سماج میں بھی اور اس وقت کی دنیا میں بھی بالکل ایک نئی چیز تھی۔

مدینہ آنے کے بعد رسول کریم ﷺ نے جس دستور کا اعلان کیا اس میں اس شہر کی آبادی کو اس کی قبائلی ،علاقائی ،نسلی اور مذہبی فرق کے ساتھ مشترک مقاصد اور مفادات والی اور باہمی حقوق وذمہ داریوں پر مشتمل ایک ہی اکائی کے طور پر تسلیم کیا گیا۔مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے لوگوں نے جو مختلف خاندانوں اور قبیلوں نیز وطنی نسبتوں پر مشتمل تھے ،مدینہ میں ان مہاجرین کا استقبال اور ان کی نصرت کرنے والے الگ قبیلوں کے لوگوں نے ،مدینہ میں رہنے والے یہودیوں نے اور ان تمام لوگوں نے اور بعد میں یہاں آکر اس اسلامی معاشرہ کا حصہ بننے والے لوگوں نے اور یہاں آکر بسنے والے باقی تمام لوگوں نے ایک سیاسی قیادت کے تحت ایک سیاسی نظام کی نمائندگی کی۔اس معاشرے اور نظریاتی ریاست نے عرب کے مختلف علاقوں اور قبائل کے لوگوں کو نیز بلال حبشی اور سلمان فارسی جیسے غیر عرب مسلمانوں مسلمانوں کو بھی گلے سے لگایا اور اپنے اندر جذب کیا۔

یہ سنجیدہ اور اہم پیش رفت دو لوگوں کی ہجرت سے شروع ہوئی ،ایک خود اللہ کے رسول محمد ﷺ اور دوسرے ان کے رفیق حضرت ابوبکرؓ۔ان دونوں نے مکہ سے مدینہ جانے کے لئے ایک مختلف اور غیر معروف راستہ اختیار کیا ،اور راستہ میں ایک غار میں پناہ لی۔ ان کا تعاقب کرنے والے دشمن ان کی تلاش میں اس غار تک آپہنچے تھے ،اور اس خطرناک حالت میں اللہ کے رسول نے اپنے ہم سفر ساتھی حضرت ابوبکر کو تسلی دی: غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے ،تو اللہ نے اُن پر تسکین نازل فرمائی اور اُن کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے'' [۹:۴۰]

یہ ہجرت اس بات کی ایک نظیر بنی کہ جن لوگوں کے لئے اپنے دین یا اور کسی سبب سے اپنے مقام پر انسانی عزت ووقار کے ساتھ جینا محال ہو جائے وہ اس وسیع زمین کے کسی دوسرے حصہ میں ہجرت کر جائیں اور زمین پر انہیں بہت سے پناہ دینے والے اور مددگار ملیں گے۔اور جو انسان ظلم وجبر اور ذلت کے ساتھ جینے پر راضی ہو جائے حالانکہ وہ وہاں سے نکل جانے کی استطاعت رکھتا ہو اصل میں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنے لئے جہنم کو چن لیتا ہے اور یہ جہنم کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔[۴:۹۷ تا ۱۰۰]۔

اس مدینہ نے اسلام کی تاریخ میں بھی اور پوری دنیا کی تاریخ میں بھی ایک نیا اسٹیج قائم کیا ،جس میں عقیدے اور ایمان نے تمام جغرافیائی ،نسلی اور قبائلی مزاحمتوں کو توڑ کر ایک مسلم تشخص قائم کیا جس میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کے لئے بھی جگہ تھی ،اور اس طرح تصور اور عمل کی سطح پر عالمگیریت قائم ہوئی اور اسے ترقی ملی: ''اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کرتے رہے وہ بھی تمہیں میں سے ہیں۔۔۔۔'' [۸:۷۵]

جنگوں کا سامنا

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۟﴿۳۸﴾ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۟﴿۳۹﴾ اِلَّذِيْنَ

اللہ تو مومنوں سے اُن کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے اور کفرانِ نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے اُن کو اجازت ہے

أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا
اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ
يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ
يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ
مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ
اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ
الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

(کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ (اُن کی مدد کرے گا وہ) یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب، اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) خلوت خانے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہو چکی ہوتیں، اور جو اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے بے شک اللہ توانا اور غالب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔(۲۲:۳۸تا۴۱)

وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا
تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَ اقْتُلُوْهُمْ
حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ
وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ
فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ
فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ
اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور ان (کافروں) کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے (یعنی مکہ سے) وہاں سے تم بھی اُن کو نکال دو اور (دین سے گمراہ کرنے کا) فساد قتل وخونریزی سے کہیں بڑھ کر ہے اور جب تک وہ تم سے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس نہ لڑیں تم بھی وہاں اُن سے نہ لڑنا۔ ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم اُن کو قتل کر ڈالو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ اور اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔ اور اُن سے اُس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نابود ہو جائے اور (ملک میں) اللہ ہی کا دین ہو جائے اور اگر وہ (فساد سے) باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں (کرنا چاہئے)۔
(۲:۱۹۰تا۱۹۳)

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ
تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا
وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

(مسلمانو) تم پر (اللہ کے رستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے وہ تمہیں ناگوار تو ہوگا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگی اور وہ تمہارے لئے مضر ہو اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم

نہیں جانتے۔(۲:۲۱۶)

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٧٤﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ښ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾

تو جو لوگ آخرت (کو خریدتے اور اُس) کے بدلے دنیا کی زندگی کو بیچنا چاہتے ہیں اُن کو چاہیئے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے تو ہم عنقریب اُس کو بڑا ثواب دیں گے۔ اور تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اس شہر سے، جس کے رہنے والے ظالم ہیں، نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔ جو مومن ہیں وہ تو اللہ کے لئے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ بتوں کیلئے لڑتے ہیں سو تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو (اور ڈرو مت) کیونکہ شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔ (۴:۷۴ تا ۷۶)

بدر کی جنگ

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ﴿٥﴾ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿٦﴾ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّاۗىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨﴾ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿٩﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠﴾ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ

(ان لوگوں کو اپنے گھروں سے اسی طرح نکلنا چاہئے تھا) جس طرح تمہارے رب نے تمہیں تدبیر کے ساتھ اپنے گھر سے نکالا اور (اس وقت) مومنوں کی ایک جماعت ناخوش تھی۔ وہ لوگ حق بات میں اُس کے ظاہر ہوئے پیچھے تم سے جھگڑنے لگے گویا موت کی طرف دھکیلے جاتے ہیں اور اسے دیکھ رہے ہیں۔ اور (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ تم سے وعدہ کرتا تھا (ابوسفیان اور ابوجہل کے) دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارا (مسخر) ہو جائے گا اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے (شان و) شوکت (یعنی بے ہتھیار) ہے وہ تمہارے ہاتھ آ جائے اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ کر (پھینک) دے تاکہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کردے گو مشرک ناخوش ہی ہوں۔ جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ (تسلی رکھو) ہم ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کریں گے۔ اور اس مدد کو اللہ نے محض بشارت

وَ يُنَزِّلُ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمۡ بِهٖ وَ
يُذۡهِبَ عَنۡكُمۡ رِجۡزَ الشَّيۡطٰنِ وَ لِيَرۡبِطَ عَلٰى
قُلُوۡبِكُمۡ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الۡاَقۡدَامَ ؕ ﴿۱۱﴾ اِذۡ يُوۡحِىۡ رَبُّكَ
اِلَى الۡمَلٰٓـئِكَةِ اَنِّىۡ مَعَكُمۡ فَثَبِّتُوا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ
سَاُلۡقِىۡ فِىۡ قُلُوۡبِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا الرُّعۡبَ فَاضۡرِبُوۡا
فَوۡقَ الۡاَعۡنَاقِ وَاضۡرِبُوۡا مِنۡهُمۡ كُلَّ بَنَانٍ ؕ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمۡ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ ۚ وَ مَنۡ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ
رَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۳﴾

بنایا تھا کہ تمہارے دل اس سے اطمینان حاصل کریں اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ جب اُس نے (تمہاری) تسکین کے لئے اپنی طرف سے تمہیں نیند (کی چادر) اُڑھا دی اور تم پر آسمان سے پانی برسا دیا تا کہ تمہیں اُس سے (نہلا کر) پاک کر دے اور شیطانی نجاست کو تم سے دور کر دے اور اس لئے بھی کہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس سے تمہارے پاؤں جمائے رکھے۔ جب تمہارا رب فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں، میں ابھی ابھی کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں تو اُن کے سر مار (کر) اڑا دو اور اُن کا پور پور مار (کر توڑ) دو۔ یہ (سزا) اس لئے دی گئی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ بھی سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۸:۵ تا ۱۳)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِيۡتُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا زَحۡفًا
فَلَا تُوَلُّوۡهُمُ الۡاَدۡبَارَ ۚ ﴿۱۵﴾ وَ مَنۡ يُّوَلِّهِمۡ يَوۡمَـئِذٍ
دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوۡ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ
فَقَدۡ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاۡوٰٮهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئۡسَ
الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۶﴾

اے اہلِ ایمان! جب میدانِ جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو اُن سے پیٹھ نہ پھیرنا اور جو شخص جنگ کے روز اس صورت کے سوا کہ لڑائی کیلئے کنارے کنارے چلے (یعنی حکمتِ عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جا ملنا چاہے اُن سے پیٹھ پھیرے گا تو (سمجھو کہ) وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔ (۸:۱۵ تا ۱۶)

وَ قَاتِلُوۡهُمۡ حَتّٰى لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّ يَكُوۡنَ الدِّيۡنُ
كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۳۹﴾
وَ اِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوۡلٰٮكُمۡ ؕ نِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَ
نِعۡمَ النَّصِيۡرُ ﴿۴۰﴾

اور اُن لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے اور اگر باز آ جائیں تو اللہ اُن کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر رُوگردانی کریں تو جان رکھو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے (اور) وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے۔
(۸:۳۹ تا ۴۰)

احد کی جنگ

وَ اِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مَقَاعِدَ
لِلۡقِتَالِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۙ ﴿۱۲۱﴾ اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تم صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر ایمان والوں کو لڑائی کیلئے مورچوں پر (موقع بہ موقع) متعین کرنے لگے اور

مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَى اللّٰهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ
وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ
حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ
الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ
عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ ذُوْ
فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ
عَلٰٓي اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ
غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَآ
اَصَابَكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ
عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى
طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ طَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ
يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ
هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ
لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ
يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا
ھٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ
عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ
صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ

اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اُس وقت تم میں سے دو جماعتوں نے جی چھوڑ دینا چاہا مگر اللہ تعالیٰ اُن کا مددگار تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسا رکھنا چاہیئے۔ اور اللہ نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی اور اُس وقت بھی تم بے سروسامان تھے پس اللہ سے ڈرو (اور اُن احسانوں کو یاد کرو) تا کہ شکر کرو۔ (۳:۱۲۱ تا ۱۲۳)

اور اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا (یعنی) اُس وقت جب کہ تم کافروں کو اُس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جو تم چاہتے تھے اللہ نے تم کو دکھا دیا اُس کے بعد تم نے ہمت ہار دی اور حکمِ (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے لگے اور اُس کی نافرمانی کی، بعض تو تم میں سے دنیا کے طلبگار تھے اور بعض آخرت کے طالب۔ اُس وقت اللہ نے تم کو اُن (کے مقابلے) سے پھیر (کر بھگا) دیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے اور اُس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔ (وہ وقت یاد کرو) جب تم لوگ دُور بھاگے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے پھر کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول اللہ تم کو تمہارے پیچھے کھڑے بُلا رہے تھے تو اللہ نے تم کو غم پر غم پہنچایا تا کہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی یا جو مصیبت تم پر واقع ہوئی ہے اُس سے تم اندوہناک نہ ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔ پھر اللہ نے غم و رنج کے بعد تم پر تسلی نازل فرمائی (یعنی) نیند کہ تم میں سے ایک جماعت پر طاری ہو گئی اور کچھ لوگ جن کو جان کے لالے پڑ رہے تھے اللہ کے بارے میں ناحق (ایام) کفر سے گمان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بھلا ہمارے اختیار کی کچھ بات ہے؟ تم کہہ دو کہ بیشک سب باتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں یہ لوگ (بہت سی باتیں) دلوں میں مخفی رکھتے تھے جو تم پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم یہاں قتل ہی نہ کئے جاتے۔ کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں مارا جانا لکھا تھا وہ اپنی اپنی قتل گاہوں کی طرف ضرور نکل آتے۔ اس سے غرض یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سینوں کی باتوں کو آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اُس کو خالص اور صاف کر دے اور اللہ

الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ
مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
حَلِيْمٌ ۝۱۵۵

تعالیٰ دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔ جو لوگ تم میں سے (اُحد کے دن) جب کہ (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے تو اُن کے بعض افعال کے سبب شیطان نے اُن کو پھسلا دیا مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کا قصور معاف کر دیا بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) بردبار ہے۔
(۳:۱۵۲ تا ۱۵۵)

بنونضیر

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ
دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا
وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ
اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ
الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَ اَيْدِي
الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۲ وَ لَوْلَآ اَنْ
كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ
وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝۳

وہی تو ہے جس نے کفار اہلِ کتاب کو حشرِ اوّل کے وقت ان کے گھروں سے نکال دیا تمہارے خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ (کے عذاب) سے بچا لیں گے مگر اللہ نے ان کو وہاں سے آ لیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے تو اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو! عبرت پکڑو۔ اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلاوطن کرنا نہ لکھ رکھا ہوتا تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دے دیتا اور آخرت میں تو ان کے لئے آگ کا عذاب (تیار) ہے۔ (۵۹:۲ تا ۳)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ
وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ
لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۱ لَىِٕنْ
اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَ لَىِٕنْ قُوْتِلُوْا لَا
يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَ لَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ
لَا يُنْصَرُوْنَ ۝۱۲ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ
مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝۱۳ لَا

کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے جو اہلِ کتاب ہیں کہا کرتے ہیں کہ اگر تم جلا وطن کئے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں کبھی کسی کا کہا نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو تمہاری مدد کریں گے مگر اللہ ظاہر کئے دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ اور اگر مدد کریں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کو (کہیں سے بھی) مدد نہ ملے گی۔ (مسلمانو!) تمہاری ہیبت ان لوگوں کے دلوں میں اللہ سے بھی بڑھ کر ہے یہ اس لئے کہ یہ سمجھ نہیں رکھتے۔ یہ سب جمع ہو کر بھی تم سے (آمنے سامنے) نہیں لڑ سکیں گے مگر بستیوں کے قلعوں میں (پناہ لے کر) یا دیواروں کی اوٹ میں (مستور ہو کر)، ان کا آپس میں بڑا

يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٤﴾

رعب ہے تم شاید خیال کرتے ہو کہ یہ اکٹھے (اور ایک جان) ہیں مگر ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں یہ اس لئے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔ (۵۹:۱۱ تا ۱۴)

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨٣﴾

(اے پیغمبر!) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں کے قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ اُن میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو (سب سے پچھلے) پیغمبر (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی اور وہ (اللہ کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے رب! ہم ایمان لے آئے تو ہمیں ماننے والوں میں لکھ لے۔ (۵:۸۲ تا ۸۳)

جنگ حزاب اور بنو قریظہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿٩﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿١٠﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿١١﴾ وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢﴾

مومنو! اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جو (اُس نے) تم پر (اُس وقت کی) جب فوجیں تم پر (حملہ کرنے کو) آئیں تو ہم نے اُن پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر (نازل کئے) جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ اُن کو دیکھ رہا ہے۔ جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔ اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔ (۳۳:۹ تا ۱۲)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾ وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا

تم کو پیغمبر الٰہی کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اُس شخص کو جسے اللہ (سے ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔ اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اُس کے پیغمبر نے ہم

اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۫ وَ مَا زَادَهُمْ
اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ
صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى
نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾
لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ يُعَذِّبَ
الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ
يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ
كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ
مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ
قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾
وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ
تَطَـُٔوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾

سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اُس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا اور اس سے اُن کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہوگئی۔ مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے اللہ سے کیا تھا اُس کو سچ کر دکھایا تو اُن میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور اُنہوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔ تاکہ اللہ سچوں کو اُن کی سچائی کا بدلا دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے یا (چاہے) تو اُن پر مہربانی کرے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو کافر تھے اُن کو اللہ نے پھیر دیا وہ اپنے غصے میں (بھرے ہوئے تھے) کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہوا اور اللہ طاقت ور (اور) زبردست ہے۔ اور اہلِ کتاب میں سے جنہوں نے اُن کی مدد کی تھی اُن کو اُن کے قلعوں سے اتار دیا اور اُن کے دلوں میں دہشت ڈال دی تو کتنوں کو تم قتل کر دیتے تھے اور کتنوں کو قید کر لیتے تھے۔ اور اُن کی زمین اور اُن کے گھروں اور اُن کے مال اور اُس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہیں رکھا تھا تم کو وارث بنا دیا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔
(۳۳:۲۱ تا ۲۷)

حدیبیہ کا معرکہ اور صلح

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا
تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ
يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا
عَزِيْزًا ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ
الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْۤا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ
جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۴﴾

(اے محمد ﷺ!) ہم نے تم کو فتح دی فتح بھی صریح اور صاف۔ ۱۔ تاکہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے اور تمہیں سیدھے رستے چلائے۔ ۲۔ اور اللہ تمہاری زبردست مدد کرے گا۔ ۳۔ وہی تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے اور آسمانوں اور زمین کے لشکر (سب) اللہ ہی کے ہیں اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔ (۴۸:۱ تا ۴)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ
فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ
وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا

جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر جو عہد کو توڑے اور عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے

عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ
اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ
تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا
تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾

لَقَدْ رَضِىَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ
الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِىْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ
عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً
يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ
اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ
كَفَّ اَيْدِىَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾

وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَ
كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَ لَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا
نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِىْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖۚ وَ لَنْ
تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَ هُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ
عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ
اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾
هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ
الْهَدْىَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ
مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ
تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجرِ عظیم دے گا۔(۱۰:۴۸)

جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے ان سے کہہ دو کہ تم ایک سخت جنگجو قوم کے (ساتھ لڑائی کے) لئے بلائے جاؤ گے ان سے تم (یا تو) جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر منہ پھیر لو گے جیسے پہلی دفعہ پھیرا تھا تو وہ تم کو بُری تکلیف کی سزا دے گا۔(۱۶:۴۸)

(اے پیغمبر!) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہوا اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کرلیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔ ۱۸۔ اور بہت سی غنیمتیں جو انہوں نے حاصل کیں اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ ۱۹۔ اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا کہ تم ان کو حاصل کرو گے سو اس نے غنیمت کی تمہارے لئے جلدی فرمائی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے غرض یہ تھی کہ یہ مومنوں کے لئے (اللہ کی) قدرت کا نمونہ ہو اور وہ تم کو سیدھے رستے پر چلائے۔(۴۸:۱۸ تا ۲۰)

اور دوسری (غنیمت دیں) جن پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے (اور) وہ اللہ ہی کی قدرت میں تھیں اور اللہ ہر چیز قادر ہے۔ اور اگر تم سے کافر لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے پھر کسی کو نہ دوست پاتے اور نہ مددگار۔ (یہی) اللہ کی عادت ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے اور تم اللہ کی عادت کبھی بدلتی نہ دیکھو گے۔ اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتحیاب کرنے کے بعد سرحدِ مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجدِ حرام سے روک دیا اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں اور اگر ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہ تھے کہ اگر تم ان کو پامال کر دیتے تو تم کو ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ جاتا (تو ابھی تمہارے ہاتھ سے فتح ہو جاتی مگر تاخیر) اس لئے (ہوئی) کہ اللہ اپنی رحمت مین جس کو چاہے داخل کرے اور اگر

لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝٢٥ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝٢٦ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝٢٧ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝٢٨

دونوں فریق الگ الگ ہو جاتے تو جو ان میں کافر تھے ان کو ہم دکھ دینے والا عذاب دیتے۔ جب کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کی اور ضد بھی جاہلیت کی تو اللہ نے اپنے پیغمبر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور ان کو پرہیز گاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ اسی کے مستحق اور اہل تھے اور اللہ ہر چیز سے خبردار ہے۔ بے شک اللہ نے اپنے پیغمبر کو سچا (اور) صحیح خواب دکھایا کہ تم اللہ نے چاہا تو مسجد حرام میں اپنے سر منڈوا کر اور اپنے بال کتروا کر امن وامان سے داخل ہو گے اور کسی طرح کا خوف نہ کرو گے جو بات تم نہیں جانتے تھے اس کو معلوم تھی سو اس نے اس سے پہلے ہی جلد فتح کرا دی۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور حق ظاہر کرنے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ (۴۸:۲۱ تا ۲۸)

فتح مکہ (مکہ کو واپسی)

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝١ وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝٣

جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح (حاصل ہو گئی) اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔ (۱۱۰:۱ تا ۳)

جنگ حنین

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝٢٥ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہیں مدد دی ہے اور (جنگ) حنین کے دن جب کہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر ناز تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی (اور تمہاری مدد کو فرشتوں کے) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے (آسمان سے)

وَ عَذَّبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ وَ ذٰلِکَ جَزَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ یَتُوۡبُ اللّٰہُ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۷﴾

اُتارے اور کافروں کو عذاب دیا اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔ پھر اللہ اس کے بعد جس پر چاہے مہربانی سے توجہ فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(۹:۲۵ تا ۲۷)

غزوہ تبوک اور شمال میں سرحدی جھڑپیں

لَوۡ کَانَ عَرَضًا قَرِیۡبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوۡکَ وَ لٰکِنۡۢ بَعُدَتۡ عَلَیۡہِمُ الشُّقَّۃُ ؕ وَ سَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ لَوِ اسۡتَطَعۡنَا لَخَرَجۡنَا مَعَکُمۡ ۚ یُہۡلِکُوۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ ۚ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ اِنَّہُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ ﴿۴۲﴾

اگر مالِ غنیمت ملنا آسان اور سفر بھی ہلکا سا ہوتا تو تمہارے ساتھ (شوق) سے چل دیتے لیکن مسافت اُن کو دُور (دراز) نظر آئی (تو عذر کریں گے) اور اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے۔ یہ (ایسے عذروں سے) اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ (۹:۴۲)

وَ مِمَّنۡ حَوۡلَکُمۡ مِّنَ الۡاَعۡرَابِ مُنٰفِقُوۡنَ ؕۛ وَ مِنۡ اَہۡلِ الۡمَدِیۡنَۃِ ۟ؔ مَرَدُوۡا عَلَی النِّفَاقِ ۟ لَا تَعۡلَمُہُمۡ ؕ نَحۡنُ نَعۡلَمُہُمۡ ؕ سَنُعَذِّبُہُمۡ مَّرَّتَیۡنِ ثُمَّ یُرَدُّوۡنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ۚ وَ اٰخَرُوۡنَ اعۡتَرَفُوۡا بِذُنُوۡبِہِمۡ خَلَطُوۡا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّتُوۡبَ عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۰۲﴾

اور تمہارے گرد و نواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض مدینے والے بھی نفاق پر اَڑے ہوئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں، ہم انہیں دہرا عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اور کچھ اور لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا (صاف) اقرار کرتے ہیں انہوں نے اچھے اور بُرے عملوں کو ملا جلا دیا تھا قریب ہے کہ اللہ اُن پر مہربانی سے توجہ فرمائے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(۹:۱۰۱ تا ۱۰۲)

لَقَدۡ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَ الۡمُہٰجِرِیۡنَ وَ الۡاَنۡصَارِ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُ فِیۡ سَاعَۃِ الۡعُسۡرَۃِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا کَادَ یَزِیۡغُ قُلُوۡبُ فَرِیۡقٍ مِّنۡہُمۡ ثُمَّ تَابَ عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّہٗ بِہِمۡ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱۷﴾ۙ

بیشک اللہ نے پیغمبر پر مہربانی کی اور مہاجرین اور انصار پر باوجود اس کے کہ اُن میں بعضوں کے دل جلد پھر جانے کو تھے، مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے پھر اللہ نے اُن پر مہربانی فرمائی بیشک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے۔(۹:۱۱۷)

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَکُمۡ مِّنَ الۡکُفَّارِ وَ لۡیَجِدُوۡا فِیۡکُمۡ غِلۡظَۃً ؕ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۲۳﴾

اے اہلِ ایمان! اپنے نزدیک کے (رہنے والے) کافروں سے جنگ کرو اور چاہئے کہ وہ تم میں (اپنے لئے) سختی معلوم کریں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ (۹:۱۲۳)

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ
دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا
الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

جو لوگ اہلِ کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ اُن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں اُن سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔ (۲۹:۹)

منافقین

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ
وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا
تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾
اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ
اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ
كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا
خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ
مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ
طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ
بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا
مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ
فَلَمَّاۤ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ
فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔ یہ (اپنے تئیں) اللہ تعالیٰ کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں مگر (درحقیقت) اپنے سوا کسی کو چکما نہیں دیتے اور اس (بات) سے بے خبر ہیں۔ ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا اللہ تعالیٰ نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کو دُکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ دیکھو! بلا شبہ یہی مفسد ہیں لیکن خبر نہیں رکھتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لائے تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کہ بھلا جس طرح بیوقوف لوگ ایمان لے آئے ہیں اُسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں؟ سُن لو کہ یہی بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔ اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو (اُن سے) کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہم (پیروانِ محمد ﷺ سے) تو ہنسی کیا کرتے ہیں۔ ان (منافقوں) سے اللہ تعالیٰ ہنسی کرتا ہے اور انہیں مہلت دیئے جاتا ہے کہ شرارت اور سرکشی میں پڑے بہک رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی خریدی تو نہ تو ان کی تجارت نے ہی کچھ نفع دیا اور نہ وہ ہدایت یافتہ ہی ہوئے۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے (تاریک شب میں) آگ جلائی جب آگ نے اس کے اردگرد کی چیزیں روشن کیں تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی روشنی زائل کر دی اور

يَرْجِعُوْنَ ﴿١٨﴾

ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ (یہ) بہرے ہیں گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ (کسی طرح سیدھے رستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے۔ (۲: ۸ تا ۱۸)

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا
يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ
اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ
يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ
الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ
لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا
هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ
عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ
صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٥٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ
الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ
مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
حَلِيْمٌ ﴿١٥٥﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ
كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا ۚ
لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ يُحْيٖ وَ
يُمِيْتُ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١٥٦﴾ وَ لَئِنْ قُتِلْتُمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ
مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿١٥٧﴾ وَ لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ
تُحْشَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾

پھر اللہ نے غم و رنج کے بعد تم پر تسلی نازل فرمائی (یعنی) نیند کہ تم میں سے ایک جماعت پر طاری ہو گئی اور کچھ لوگ جن کو جان کے لالے پڑ رہے تھے اللہ کے بارے میں ناحق (ایام) کفر کے سے گمان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بھلا ہمارے اختیار کی کچھ بات ہے؟ تم کہہ دو کہ بے شک سب باتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں یہ لوگ (بہت سی باتیں) دلوں میں مخفی رکھتے تھے جو تم پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم یہاں قتل ہی نہ کئے جاتے۔ کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں مارا جانا لکھا تھا وہ اپنی اپنی قتل گاہوں کی طرف ضرور نکل آتے۔ اس سے غرض یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سینوں کی باتوں کو آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اُس کو خالص اور صاف کر دے اور اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔ جو لوگ تم میں سے (اُحد کے دن) جب کہ (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے تو اُن کے بعض افعال کے سبب شیطان نے اُن کو پھسلا دیا مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کا قصور معاف کر دیا بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) بردبار ہے۔ مومنو! اُن لوگوں جیسے نہ ہونا جو کفر کرتے ہیں اور اُن کے (مسلمان) بھائی جب (اللہ کی راہ میں) سفر کریں (اور مرجائیں) یا جہاد کو نکلیں (اور مارے جائیں) تو اُن کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ ان باتوں سے مقصود یہ ہے کہ اللہ اُن لوگوں کے دلوں میں افسوس پیدا کر دے۔ اور زندگی اور موت تو اللہ ہی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تم اللہ کے رستے میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو جو (مال و متاع) لوگ جمع کرتے ہیں اس سے اللہ کی بخشش اور رحمت کہیں بہتر ہے۔ اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ، اللہ کے حضور میں ضرور اکٹھے کئے جاؤ گے۔ (۳: ۱۵۴ تا ۱۵۸)

اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ
قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٦٥﴾ وَ مَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى
الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٦٦﴾ وَ
لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ښ وَ قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا
تَّبَعْنٰكُمْ ۭ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ
لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿١٦٧﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا
لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۭ قُلْ
فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿١٦٨﴾

(بھلا یہ) کیا (بات ہے کہ) جب (اُحد کے دن کفار کے ہاتھ سے) تم پر مصیبت واقع ہوئی حالانکہ (جنگِ بدر میں) اُس سے دو چند مصیبت تمہارے ہاتھ سے اُن پر پڑ چکی ہے تو تم چلا اٹھے کہ (ہائے) آفت (ہم پر) کہاں سے آ پڑی۔ کہہ دو کہ یہ تمہاری ہی شامتِ اعمال ہے (کہ تم نے پیغمبر کے حکم کے خلاف کیا) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جو مصیبت تم پر دونوں جماعتوں کے مقابلے کے دن واقع ہوئی سو اللہ کے حکم سے (واقع ہوئی) اور (اس سے) یہ مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اچھی طرح معلوم کر لے اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے۔ اور (جب) اُن سے کہا گیا کہ آ ؤ اللہ کے رستے میں جنگ کرو یا (کافروں کے) حملوں کو روکو تو کہنے لگے کہ اگر ہمیں لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ رہتے۔ یہ اُس دن ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں ہیں اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اللہ اس سے خوب واقف ہے۔ یہ خود تو (جنگ سے بچ کر) بیٹھ ہی رہے تھے مگر (جنہوں نے اللہ کی راہ میں جانیں قربان کر دیں) اپنے (اُن) بھائیوں کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کہا مانتے تو قتل نہ ہوتے۔ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ٹال دینا۔ (۳:۱۶۵ تا ۱۶۸)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ
اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ
الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ
اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ
عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ
قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَ
لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧٧﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ
وَ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ
حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ

بھلا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو (پہلے یہ) حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو (جنگ سے) روکے رہو اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو پھر جب اُن پر جہاد فرض کر دیا گیا تو اُن میں سے کچھ لوگ انسانوں سے یوں ڈرنے لگے جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بڑبڑانے لگے کہ اے اللہ! تو نے ہم پر جہاد (جلد) کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت اور ہمیں کیوں مہلت نہ دی۔ (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیزگار کے لئے (نجاتِ) آخرت ہے۔ اور تم پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (اے جہاد سے ڈرنے والو!) تم کہیں رہو موت تو تمہیں آ کر رہے گی خواہ بڑے بڑے محلوں میں رہو۔ اور اُن لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی

سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ
اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ
حَدِيْثًا ۝٧٨ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَ مَآ
اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ
لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝٧٩ مَنْ يُّطِعِ
الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ
عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝٨٠ وَ يَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ
عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَ
اللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى
اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝٨١ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ
وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا
كَثِيْرًا ۝٨٢ وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ
اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِي
الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَ
لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ
اِلَّا قَلِيْلًا ۝٨٣

طرف سے ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو (اے محمد ﷺ! تم سے) کہتے ہیں کہ یہ آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچی) ہے، کہہ دو کہ (رنج وراحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟ (اے آدم زاد!) تمہیں جو فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (شامتِ اعمال کی) وجہ سے ہے، اور (اے محمد!) ہم نے تمہیں لوگوں (کی ہدایت) کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور (اس بات کا) اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ جو شخص رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک اُس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جو نافرمانی کرے تو اے پیغمبر تمہیں ہم نے اُن کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ اور یہ لوگ منہ سے تو کہتے ہیں کہ (آپ کی) فرماں برداری (دل سے) منظور ہے لیکن جب تمہارے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ان میں سے بعض لوگ رات کو تمہاری باتوں کے خلاف مشورے کرتے ہیں اور جو مشورے یہ کرتے ہیں اللہ اُن کو لکھ لیتا ہے، تو ان کا کچھ خیال نہ کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔ بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا تو اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے۔ اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اُسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اُس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اُس کی تحقیق کر لیتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند لوگوں کے سوا سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ (۴:۷۷ تا ۸۳)

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَ اللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا
كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ
مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝٨٨ وَدُّوْا لَوْ
تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا
مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَ لَا

تو کیا سبب ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو حالانکہ اللہ نے ان کو ان کے کرتوتوں کے سبب اوندھا کر دیا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ جس شخص کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اُس کو رستے پر لے آؤ؟ اور جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے تم اُس کے لئے کبھی راستہ نہیں پاؤ گے۔ وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں (اسی طرح) تم بھی کافر ہو کر (سب) برابر ہو جاؤ۔ تو جب تک وہ اللہ کی راہ میں وطن نہ چھوڑ جائیں اُن میں سے کسی کو دوست نہ بنانا، اگر (ترکِ وطن کو)

تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ
جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ
يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ
فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَ اَلْقَوْا
اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ
سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ
يَّاْمَنُوْكُمْ وَ يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ
اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَ يُلْقُوْۤا اِلَيْكُمُ
السَّلَمَ وَ يَكُفُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ
حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ
سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾

قبول نہ کریں تو اُن کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور مددگار نہ بناؤ۔ مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جا ملے ہوں جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد ہو یا اس حال میں کہ اُن کے دل تمہارے ساتھ یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے رک گئے ہوں، تمہارے پاس آجائیں (تو احتراز ضرور نہیں) اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کو تم پر غالب کر دیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے پھر اگر وہ تم سے (جنگ کرنے سے) کنارہ کشی کریں اور لڑیں نہیں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لئے اُن پر (زبردستی کرنے کی) کوئی سبیل مقرر نہیں کی۔ تم کچھ اور لوگ ایسے بھی پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں لیکن جب فتنہ انگیزی کو بلائے جائیں تو اُس میں اوندھے منہ گر پڑیں، تو ایسے لوگ اگر تم سے (لڑنے سے) کنارہ کشی نہ کریں اور نہ تمہاری طرف (پیغام) صلح بھیجیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو ان کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو ان لوگوں کے مقابلے میں ہم نے تمہارے لئے سند صریح مقرر کر دی ہے۔ (۴:۸۸ تا ۹۱)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ
ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا
لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ
عَذَابًا اَلِيْمَا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ
دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ
الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا
سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا
تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۖ
اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ
الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ
فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَ

جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے گئے اُن کو اللہ نہ تو بخشے گا اور نہ سیدھا رستہ دکھائے گا۔ (اے پیغمبر) منافقوں (یعنی دو رُخے لوگوں) کو بشارت سنا دو کہ اُن کے لئے دردناک عذاب (تیار) ہے۔ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا یہ اُن کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔ اور اللہ نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے اور اُن کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں اُن کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں، سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے۔ جو تم کو دیکھتے رہتے ہیں اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو (فتح) نصیب ہو تو (اُن

اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ
عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ
بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ؑ ﴿۱۴۱﴾ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى
هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ
لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ
اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا
لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى
الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ
نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا
بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ
وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے اور تم کو مسلمانوں (کے ہاتھ) سے بچایا نہیں؟ تو اللہ تم میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا۔ منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اُس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہیں دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔ اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر (صرف) لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ کو یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم۔ بیچ میں پڑے لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ اُن کی طرف، اور جس کو اللہ تعالیٰ بھٹکائے تو تم اُس کے لئے کبھی بھی رستہ نہ پاؤ گے۔ اے اہلِ ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لو؟ کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم اُن کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔ ہاں جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور اللہ (کی رسی) کو مضبوط پکڑا اور خاص اللہ کے فرماں بردار ہو گئے تو ایسے لوگ مومنوں کے زمرے میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ عن قریب مومنوں کو بڑا ثواب دے گا۔ (۴:۱۳۷ تا ۱۴۶)

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ
لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ
اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ؑ ﴿۴۲﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾
اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِىْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ
لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ
انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾

اگر مالِ غنیمت ملنا آسان اور سفر بھی ہلکا سا ہوتا تو تمہارے ساتھ (شوق) سے چل دیتے لیکن مسافت اُن کو دُور (دراز) نظر آئی (تو عذر کریں گے) اور اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے، یہ (ایسے عذروں سے) اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے تم نے پیشتر اس کے کہ تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی تمہیں معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں ان کو اجازت کیوں دی؟ جو لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تم سے اجازت نہیں مانگتے (کہ پیچھے رہ جائیں بلکہ چاہتے ہیں کہ) اپنے مال اور جان سے جہاد کریں اور اللہ متقیوں سے واقف ہے۔ اجازت وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور اُن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں، سو وہ اپنے شک

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاْ اَوْضَعُوْا
خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ
لَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا
الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ
وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ
ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ اِنَّ
جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ
تَسُؤْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ
اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَّنْ
يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ
اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ
يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ
فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ
تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ
وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا
يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ
وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾
وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ
وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ
مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ
مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا

میں ڈانواڈول ہو رہے ہیں۔ اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لئے سامان تیار کرتے لیکن اللہ نے اُن کا اٹھنا (اور نکلنا) پسند نہ کیا تو اُن کو ہلنے جلنے ہی نہ دیا اور (اُن سے) کہہ دیا گیا کہ جہاں (معذور) بیٹھے ہیں تم بھی اُن کی ساتھ بیٹھے رہو۔ اگر وہ تم میں (شامل ہو کر) نکل بھی کھڑے ہوتے تو تمہارے حق میں شرارت کرتے اور تم میں فساد ڈلوانے کی غرض سے دوڑے دوڑے پھرتے اور تم میں اُن کے جاسوس بھی ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ یہ پہلے بھی طالب فساد رہے ہیں اور بہت سی باتوں میں تمہارے لئے الٹ پھیر کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آ پہنچا اور اللہ کا حکم غالب ہوا اور بُرا مانتے ہی رہ گئے۔ اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے تو اجازت ہی دیجئے اور آفت میں نہ ڈالئے، دیکھو یہ آفت میں پڑ گئے ہیں! اور دوزخ سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ (اے پیغمبر!) اگر تمہیں آسائش حاصل ہوتی ہے تو ان کو بُری لگتی ہے اور اگر کوئی مشکل پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی (درست) کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے لوٹ جاتے ہیں۔ کہہ دو کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہو، وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسا رکھنا چاہیئے۔ کہہ دو کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ (یا تو) اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے) تو تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ تم (مال) خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، تم نافرمان لوگ ہو۔ اور ان کے خرچ (اموال) کے قبول ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ انہوں نے اللہ سے اور اُس کے رسول سے کفر کیا اور نماز کو آتے ہیں تو سست و کاہل ہو کر اور خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی سے۔ تم ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی میں ان کو عذاب دے اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ کافر

رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝٥٨
اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ
عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ
وَالْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً
مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٦٠

ہی ہوں۔ اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہیں میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں اصل یہ ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں۔ اگر ان کو کوئی بچاؤ کی جگہ (جیسے قلعہ) یا غار و مغاک یا (زمین کے اندر) گھسنے کی جگہ مل جائے تو اسی طرح رسیاں تڑاتے ہوئے بھاگ جائیں۔ اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ (تقسیم) صدقات میں تم پر طعنہ زنی کرتے ہیں، اگر ان کو اس میں سے (خاطر خواہ) مل جائے تو خوش رہیں اور اگر (اس قدر) نہ ملے تو جھٹ خفا ہو جائیں۔ اور اگر وہ اس پر خوش رہتے جو اللہ اور اُس کے رسول نے ان کو دیا تھا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور اللہ اپنے فضل سے اور اُس کا پیغمبر (اپنی مہربانی سے) ہمیں (پھر) دے دیں گے اور ہمیں تو اللہ ہی کی خواہش ہے (تو ان کے حق میں بہتر ہوتا)۔ (۹:۴۲ تا ۵۹)

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ
تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ
مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝٦٤ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ
اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ
رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٦٥ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ
كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ
مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً ۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝٦٦
اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ
يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ
وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝٦٧ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ
الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ
حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝٦٨

منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ اُن (کے پیغمبر) پر کہیں کوئی ایسی سورت (نہ) اُتر آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو ان (مسلمانوں) پر ظاہر کر دے، کہہ دو کہ ہنسی کئے جاؤ! جس بات سے تم ڈرتے ہو اللہ اُس کو ضرور ظاہر کر دے گا۔ اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں۔ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک ہی طرح کے) ہیں کہ بُرے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ اُنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی اُن کو بھلا دیا، بے شک منافق نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مَردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتشِ جہنم کا وعدہ کیا ہے جس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔ وہی ان کے لائق ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب تیار ہے۔

(۹:۶۴ تا ۶۸)

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ
جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ ۝٧٢ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ
وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ
الْمَصِيْرُ ۝٧٣ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا
كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا
لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ
مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ
يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَ
الْاٰخِرَةِ ۚ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝٧٤
وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ
لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٧٥ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ
مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝٧٦
فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ
اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝٧٧ اَلَمْ
يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ
عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝٧٨ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا
جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫
وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٧٩ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ
لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ
اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٨٠

اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔ یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور ایسی بات کا قصد کر چکے ہیں جس پر قدرت نہیں پا سکے اور انہوں نے (مسلمانوں میں) عیب ہی کون سا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولت مند کر دیا ہے، تو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔ اور ان میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنی مہربانی سے (مال) عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوکاروں میں ہو جائیں گے۔ لیکن جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے (مال) دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور (اپنے عہد سے) رُوگردانی کر کے پھر بیٹھے۔ تو اللہ نے اس کا انجام یہ کیا کہ اس روز تک کے لئے جس میں وہ اللہ کے رُوبرو حاضر ہوں گے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اس لئے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے بھیدوں اور مشوروں تک سے واقف ہے اور یہ کہ وہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے۔ جو (ذی استطاعت) مسلمان دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور جو (بیچارے غریب) صرف اتنا ہی کما سکتے ہیں جتنی مزدوری کرتے (اور اس تھوڑی سی کمائی میں سے بھی خرچ کرتے) ہیں ان پر جو (منافق) طعن کرتے اور ہنستے ہیں اللہ ان پر ہنستا ہے اور ان کے لئے تکلیف دہ عذاب (تیار) ہے۔ تم ان کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو (بات ایک ہے) اگر ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگو گے تو بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(۹:۷۲ تا ۸۰)

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ
كَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ
حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۸۱ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا
كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۸۲ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ
اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ
تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ
رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ
الْخٰلِفِيْنَ ۸۳ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ
لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ
مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ ۸۴ وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ
اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي
الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۸۵ وَ اِذَآ
اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ
اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ
الْقٰعِدِيْنَ ۸۶ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۸۷ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ
لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ؗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۸۸

وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ
الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۹۰ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى
الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ

جولوگ (غزوۂ تبوک میں) پیچھے رہ گئے وہ پیغمبرِ الٰہی (کی مرضی) کے خلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے اور اس بات کو ناپسند کیا کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کریں اور (اوروں سے بھی) کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا (ان سے) کہہ دو کہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش یہ (اس بات کو) سمجھتے۔ یہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں اور (آخرت میں) ان کو ان اعمال کے بدلے جو کرتے رہے ہیں بہت رونا ہوگا۔ پھر اگر اللہ تم کو ان میں سے کسی گروہ کی طرف لے جائے اور وہ تم سے نکلنے کی اجازت طلب کریں تو کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہیں نکلو گے اور نہ میرے ساتھ (مددگار ہوکر) دشمن سے لڑائی کرو گے۔ تم پہلی دفعہ بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے تو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اور (اے پیغمبر!) ان میں سے کوئی مرجائے تو کبھی اُس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اُس کی قبر پر (جاکر) کھڑے ہونا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے بھی تو نافرمان (ہی مرے)۔ اور ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا ان چیزوں سے اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان کو دنیا میں عذاب کرے اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) یہ کافر ہی ہوں۔ اور جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہوکر لڑائی کرو تو جو ان میں دولت مند ہیں وہ تم سے اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے ہی دیجئے کہ جو لوگ گھروں میں رہیں گے ہم بھی اُن کے ساتھ رہیں۔ یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں بیٹھ) رہیں۔ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں۔ (۹:۸۱ تا ۸۷)

اور صحرا نشینوں میں سے بھی کچھ لوگ عذر کرتے ہوئے (تمہارے پاس) آئے کہ اُن کو بھی اجازت دی جائے اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا وہ (گھر میں) بیٹھ رہے سو جو لوگ اُن میں سے کافر ہوئے ہیں ان کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ نہ تو ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ اُن پر جن کے پاس خرچ موجود

اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ
سَبِیْلٍ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿٩١﴾ وَّ لَا عَلَى الَّذِیْنَ اِذَا مَاۤ
اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ
عَلَیْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ اَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا
اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَى الَّذِیْنَ
یَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَ هُمْ اَغْنِیَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ
الْخَوَالِفِ ۙ وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا
یَعْلَمُوْنَ ﴿٩٣﴾ یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَیْهِمْ ؕ
قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ
اَخْبَارِكُمْ ؕ وَ سَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ
تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٤﴾ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا
انْقَلَبْتُمْ اِلَیْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا
عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ
بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿٩٥﴾ یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا
عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰى عَنِ
الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿٩٦﴾

وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًۢا
بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ
مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ
یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا ؕ
لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ
تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ

نہیں (کہ شریکِ جہاد نہ ہوں) جب کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول کے خیر اندیش ہوں، نیکوکاروں پر کسی طرح کا الزام نہیں ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور نہ ان (بے سروسامان) لوگوں پر (الزام) ہے کہ تمہارے پاس آئے کہ اُن کو سواری دو اور تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہ تھا، اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ الزام تو اُن لوگوں پر ہے جو دولت مند ہیں اور (پھر) تم سے اجازت طلب کرتے ہیں (یعنی) اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں بیٹھ) رہیں اللہ نے اُن کے دلوں پر مہر کر دی ہے پس وہ سمجھتے ہی نہیں۔ جب تم اُن کے پاس واپس جاؤ گے تو تم سے عذر کریں گے تم کہنا کہ عذر مت کرو ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے اللہ نے ہمیں تمہارے سب حالات بتا دئے ہیں اور ابھی اللہ اور اُس کا رسول تمہارے عملوں کو (اور) دیکھیں گے پھر تم غائب و حاضر کے جاننے والے (اللہ وحدہٗ لاشریک) کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور جو تم عمل کرتے رہے ہو وہ سب تمہیں بتائے گا۔ جب تم اُن کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو تمہارے رُوبرو اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم اُن سے درگزر کرو۔ سو اُن کی طرف التفات نہ کرنا، یہ ناپاک ہیں اور جو کام یہ کرتے رہے ہیں اُن کے بدلے اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ یہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم اُن سے خوش ہو جاؤ لیکن اگر تم اُن سے خوش ہو جاؤ گے تو اللہ تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔ (۹:۹۰ تا ۹۶)

اور (ان میں ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں۔ اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں اُن کیلئے گھات کی جگہ بنائیں۔ اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ تم اس (مسجد) میں کبھی (جا کر) کھڑے بھی نہ ہونا البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اُس میں جایا (اور نماز

يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝۱۰۸ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى
مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى
شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۹

وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا
وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۝۱۲ وَ اِذْ قَالَتْ
طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ
فَارْجِعُوْا ۚ وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ
بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا
فِرَارًا ۝۱۳ وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا
الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ۝۱۴ وَ
لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ
وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ۝۱۵ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ
اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ
اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۶ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَ لَا
يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝۱۷ قَدْ
يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ
هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۸ اَشِحَّةً
عَلَيْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ
تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ
فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً

پڑھایا) کرو۔ اُس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔ بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اُس کی رضا مندی پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ وہ اُس کو دوزخ کی آگ میں لے گری۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۹:۱۰۷ تا ۱۰۹)

اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔ اور جب ان میں سے ایک جماعت کہتی تھی کہ اے اہلِ مدینہ! (یہاں) تمہارے لئے (ٹھہرنے کا) مقام نہیں تو لوٹ چلو اور ایک گروہ ان میں سے پیغمبر سے اجازت مانگنے اور کہنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔ اور اگر (فوجیں) اطرافِ مدینہ سے ان پر آ داخل ہوں پھر اُن سے خانہ جنگی کیلئے کہا جائے تو (فوراً) کرنے لگیں اور اس کیلئے بہت ہی کم توقف کریں۔ حالانکہ پہلے اللہ سے اقرار کر چکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے (جو) اقرار (کیا جاتا ہے اس) کی ضرور پرسش ہوگی۔ کہہ دو کہ اگر تم مرنے یا مارے جانے سے بھاگتے ہو تو بھاگنا تم کو فائدہ نہیں دے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ اٹھاؤ گے۔ کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے تو کون تم کو اُس سے بچا سکتا ہے یا اگر تم پر مہربانی کرنی چاہے (تو کون اُس کو ہٹا سکتا ہے)؟ اور یہ لوگ اللہ کے سوا کسی کو اپنا نہ دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو (لوگوں کو) منع کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ اور لڑائی میں نہیں آتے مگر کم۔ (یہ اس لئے کہ) تمہارے بارے میں بخل کرتے ہیں پھر جب ڈر (کا وقت) آئے تو تم اُن کو دیکھو کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں (اور) اُن کی آنکھیں (اسی طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں کیساتھ تمہارے بارے میں زبان درازی کریں اور مال

عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ
اَعْمَالَهُمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ
الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ
اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِى الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ
وَ لَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾

میں بخل کریں یہ لوگ (حقیقت میں) ایمان لائے ہی نہ تھے تو اللہ نے اُن کے اعمال برباد کر دیئے اور یہ اللہ کو آسان تھا۔ (خوف کے سبب) خیال کرتے ہیں کہ فوجیں نہیں گئیں اور اگر لشکر آ جائیں تو تمنا کریں کہ (کاش) گنواروں میں جا رہیں (اور) تمہاری خبریں پوچھا کریں اور اگر تمہارے درمیان ہوں تو لڑائی نہ کریں مگر کم۔

(۳۳:۱۲ تا ۲۰)

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ
اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ
الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ
الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّ
قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ
لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ
تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾

اور مومن لوگ کہتے ہیں کہ (جہاد کی) کوئی سورت کیوں نازل نہیں ہوتی؟ لیکن جب کوئی صاف معنوں کی سورت نازل ہو اور اس میں جہاد کا بیان ہو تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے تم ان کو دیکھو کہ تمہاری طرف اس طرح دیکھنے لگیں جس طرح کسی پر موت کی بیہوشی (طاری) ہو رہی ہو سو ان کے لئے خرابی ہے۔ (خوب کام تو) فرمانبرداری اور پسندیدہ بات کہنا (ہے) پھر جب (جہاد کی) بات پختہ ہو گئی تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہنا چاہتے تو ان کے لئے بہت اچھا ہوتا۔ (اے منافقو!) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتہ داروں کو توڑ ڈالو۔

(۴۷:۲۰ تا ۲۲)

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ
سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾

جو لوگ راہِ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دے کر پھر گئے شیطان نے (یہ کام) ان کو مزیّن کر دکھایا اور انہیں طول (عمر کا وعدہ) دیا۔ یہ اس لئے کہ جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی (کتاب) سے بیزار ہیں یہ ان سے کہتے ہیں کہ بعض کاموں میں ہم تمہاری بات بھی مانیں گے اور اللہ ان کے پوشیدہ مشوروں سے واقف ہے۔ (۴۷:۲۵ تا ۲۶)

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ
اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ
فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ
الْقَوْلِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ اللہ ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ تم کو دکھا بھی دیتے اور تم ان کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتے اور تم انہیں (ان کے) اندازِ گفتگو ہی سے پہچان لو گے اور اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔ (۴۷:۲۹ تا ۳۰)

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ
اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ

جو گنوار پیچھے رہ گئے وہ تم سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال اور اہل و عیال نے روک رکھا آپ ہمارے لئے (اللہ سے) بخشش مانگیں یہ

مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ
كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ
يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا
وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ
وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾

لوگ اپنی زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے کہہ دو کہ اگر اللہ تم (لوگوں) کو نقصان پہنچانا چاہے یا فائدہ پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو اس کے سامنے تمہارے لئے کسی بات کا کچھ اختیار رکھے (کوئی نہیں) بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے واقف ہے۔ بات یہ ہے کہ تم لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل وعیال میں کبھی لوٹ کر آنے والے نہیں اور یہی بات تمہارے دلوں کو اچھی معلوم ہوئی اور (اسی وجہ سے) تم نے بُرے بُرے خیال کئے اور (آخرکار) تم ہلاکت میں پڑ گئے۔
(۴۸:۱۱تا۱۲)

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ
لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا
كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ
قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا
يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ
اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا
حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ
يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾

جب تم لوگ غنیمتیں لینے چلو گے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ کہیں گے ہمیں بھی اجازت دیجئے کہ آپ کے ساتھ چلیں یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے قول کو بدل دیں کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا ہے پھر کہیں گے (نہیں) تم تو ہم سے حسد کرتے ہو بات یہ ہے کہ یہ لوگ سمجھتے ہی نہیں مگر بہت کم۔ جو بدو پیچھے رہ گئے تھے ان سے کہہ دو کہ تم ایک سخت جنگجو قوم کے (ساتھ لڑائی کے) لئے بلائے جاؤ گے ان سے تم (یا تو) جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر منہ پھیر لو گے جیسے پہلی دفعہ پھیرا تھا تو وہ تم کو بُری تکلیف کی سزا دے گا۔ (۴۸:۱۵تا۱۶)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ
وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ
لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ
اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَ لَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا
يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَ لَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ
لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾

کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے جو اہلِ کتاب ہیں کہا کرتے ہیں کہ اگر تم جلاوطن کئے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو تمہاری مدد کریں گے مگر اللہ ظاہر کئے دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ اور اگر مدد کریں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کو (کہیں سے بھی) مدد نہ ملے گی۔ (۵۹:۱۱تا۱۲)

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ
اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً
فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ
اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ
خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ
هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى
يُؤْفَكُوْنَ ﴿۴﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ
هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۵﴾ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ
اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۶﴾ هُمُ الَّذِيْنَ
يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى
يَنْفَضُّوْا ؕ وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۷﴾ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى
الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ
الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو (ازراہِ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے پیغمبر ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ درحقیقت تم اس کے پیغمبر ہو لیکن اللہ ظاہر کئے دیتا ہے کہ منافق (دل سے اعتقاد نہ رکھنے کے لحاظ سے) جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور ان کے ذریعے سے (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روک رہے ہیں کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں بُرے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ (پہلے تو) ایمان لائے پھر کافر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو اب یہ سمجھتے ہی نہیں۔ اور جب تم ان (کے تناسب اعضاء) کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تمہیں (کیا ہی) اچھے معلوم ہوتے ہیں اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو تم ان کی تقریر کو توجہ سے سنتے ہو (مگر فہم و ادراک سے خالی) گویا لکڑیاں ہیں جو دیوار سے لگائی گئی ہیں (بزدل ایسے کہ) ہر زور کی آواز کو سمجھیں (کہ) ان پر (بلا آئی) یہ (تمہارے) دشمن ہیں ان سے بیخوف نہ رہنا اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے مغفرت مانگیں تو سر ہلا دیتے ہیں اور تم ان کو دیکھو کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تم ان کے لئے مغفرت مانگو یا نہ مانگو ان کے حق میں برابر ہے اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا بیشک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس (رہتے) ہیں ان پر (کچھ) خرچ نہ کرو یہاں تک کہ یہ (خود بخود) بھاگ جائیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ ے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینے پہنچے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے حالانکہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔
(۶۳:۱ تا ۸)

عرب کے بدّو

وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ
وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

اور صحرانشینوں میں سے بھی کچھ لوگ عذر کرتے ہوئے (تمہارے پاس) آئے کہ اُن کو بھی اجازت دی جائے اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا وہ (گھر میں) بیٹھ رہے سو جو لوگ اُن میں سے کافر ہوئے ہیں ان کو دردناک عذاب پہنچے گا۔(۹۰:۹)

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا
حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا
وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ
صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ
اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور اس قابل ہیں کہ جو احکامِ (شریعت) اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اُن سے واقف (ہی) نہ ہوں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں اُنہی پر بُری مصیبت (واقع) ہو اور اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اُس کو اللہ کی قربت اور پیغمبر کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں، دیکھو بلا شبہ وہ اُن کے لئے (موجبِ) قربت ہے اللہ اُن کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
(۹:۹۷تا۹۹)

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕۛ وَ مِنْ اَهْلِ
الْمَدِيْنَةِ ؔۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ
نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى
عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

اور تمہارے گرد ونواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض مدینے والے بھی نفاق پر اَڑے ہوئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں، ہم انہیں دہرا عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (۱۰۱:۹)

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ
اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ
نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا
مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ
الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ
بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

اہلِ مدینہ کو اور جو ان کے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں ان کو شایاں نہ تھا کہ اللہ کے پیغمبر سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں یہ اس لئے نہیں کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی یا محنت کی یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر اُن کیلئے نیک عمل لکھا جاتا ہے کچھ شک نہیں کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اور (اسی طرح) وہ جو خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت یا

وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً وَّ لَا يَقْطَعُوْنَ
وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

کوئی میدان طے کرتے ہیں تو یہ سب کچھ اُن کیلئے (اعمالِ صالحہ میں) لکھ لیا جاتا ہے تا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے۔ (۹:۱۲۰ تا ۱۲۱)

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ
اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ
تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا
تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾

جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے ان سے کہہ دو کہ تم ایک سخت جنگجو قوم کے (ساتھ لڑائی کے) لئے بلائے جاؤ گے ان سے تم (یا تو) جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر منہ پھیر لو گے جیسے پہلی دفعہ پھیرا تھا تو وہ تم کو بُری تکلیف کی سزا دے گا۔ (۴۸:۱۶)

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا
اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ
تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ
اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

اعرابی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے لڑے یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔ (۴۹:۱۴ تا ۱۵)

مشرکین کو کعبہ کے طواف روک دینا اور مسلمانوں سے کئے گئے عہد کو پورا نہ کرنے پر ان کا عام بائیکاٹ

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱﴾ؕ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ
اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲﴾ وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ
يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬
وَ رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ
فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳﴾ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ

(اے اہلِ اسلام! اب) اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا بیزاری (اور جنگ کی تیاری) ہے۔ تو (مشرکو! تم) زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور یہ بھی کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی (ان سے دستبردار ہے) پس اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو (اور اللہ سے مقابلہ کرو) تو جان رکھو کہ تم اللہ کو ہرا نہیں سکو گے، اور (اے پیغمبر!) کافروں کو دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔ البتہ جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہو اور انہوں نے تمہارا

الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَمْ يُظَاهِرُوْا
عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى
مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۴ فَاِذَا انْسَلَخَ
الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ
وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا
لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا
الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۵ وَ
اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى
يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۶ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ
عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا
لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۷ كَيْفَ وَ اِنْ
يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ
يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ
فٰسِقُوْنَ ۸ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا
عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۹ لَا
يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُعْتَدُوْنَ ۱۰ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا
الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّعْلَمُوْنَ ۱۱ وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ
الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۱۲

کسی طرح کا قصور نہ کیا ہو اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہو تو جس مدت تک اُن کے ساتھ عہد کیا ہو اُسے پورا کرو (کہ) اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ جب عزت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ پر اُن کی تاک میں بیٹھے رہو پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو اُن کی راہ چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اُس کو پناہ دو یہاں تک کہ کلامِ الٰہی سننے لگے پھر اُس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو اس لئے کہ یہ بے خبر لوگ ہیں۔ بھلا مشرکوں کے لئے (جنہوں نے عہد توڑ ڈالا) اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک عہد کیونکر (قائم) رہ سکتا ہے، ہاں جن لوگوں کیساتھ تم نے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے نزدیک عہد کیا ہے اگر وہ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تو تم بھی اپنے قول و اقرار (پر) قائم رہو بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ (بھلا ان سے عہد) کیونکر (پورا کیا جائے جب اُن کا یہ حال ہے) کہ اگر تم پر غلبہ پا لیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا۔ یہ منہ سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں لیکن اُن کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔ یہ اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے اور لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکتے ہیں کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں بُرے ہیں۔ یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں نہ عہد کا اور یہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کیلئے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں عجب نہیں کہ اپنی حرکات سے باز آ جائیں۔ (۱۱۲:۹)

قرآن کی آیات سے یہ واضح ہے کہ جنگ مسلمانوں نے شروع نہیں کی اور نہ ہی وہ جنگ کو پسند کرتے تھے۔ اس کے برعکس، باوجود اس کے کہ انہیں انتہائی شدید ستم اور مظالم کے ذریعہ اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جانے پر مجبور کر دیا گیا، مسلمان ان لوگوں سے جنگ کرنے سے گریزاں معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے انہیں نکل جانے پر مجبور کیا تھا۔ [مثال کے طور پر دیکھیں آیات ۲:۲۱۶؛ ۴:۷۴ تا ۷۷؛ ۸:۷؛ ۱۵ تا ۱۶]۔ لیکن قریش اس بات کو نہیں بھولے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تمام سازشوں اور منصوبہ بندیوں کو ناکام بناتے ہوئے مکہ سے بہ حفاظت وسلامت نکل جانے میں کامیاب ہو گئے تھے اور انہیں یثرب میں پناہ مل گئی تھی۔ جب کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تئیں جس بات کو نہیں بھلا سکے وہ یہ تھی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے اللہ کی عبادت کا جو گھر قائم کیا تھا وہاں بت نصب تھے اور لوگ اللہ کے بجائے یا اللہ کے ساتھ ان بتوں کو پوجا کرتے تھے، اور یہ بات کہ مکہ میں جو کہ توحید کا ایک قدیم مرکز تھا ان لوگوں کا غلبہ اور زور قائم تھا جو بت پرستی کے حامی تھے۔ ان لوگوں نے ایک اللہ پر ایمان لانے والوں کو ستایا اور ان کو اس بستی سے نکل جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

یثرب کو جس کا نام رسول اللہ کے وہاں ہجرت کر جانے کے بعد مدینۃ النبی پڑ گیا تھا، اپنے جائے وقوع کی وجہ سے ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہ مکہ کے شمال میں مکہ سے شام جانے والی شاہراہ کے قریب واقع تھا۔ مسلمانوں نے اس مفید جائے وقوع سے فائدہ اٹھانے کا سوچا اور مکہ میں اسلام لانے والوں پر ظلم ستم کرنے یا مدینہ کے مسلمانوں کے خلاف جارحانہ اقدامات سے مکہ والوں کو باز رکھنے کے لئے ان پر دباؤ بنانے کی حکمت عملی اختیار کی۔ چنانچہ شام سے مکہ آنے والے ایک قافلہ کی راہ مسدود کرنے کا اقدام رسول اللہ کی طرف سے کیا گیا جس کے نتیجے میں ہجرت کے دوسرے سال (۶۲۴ عیسوی میں) مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان بدر کے کنویں کے پاس ایک جنگ ہوئی، اگر چہ کہ کارواں بچ کر نکل گیا۔ لیکن جب یہ جنگ ناگزیر ہو گئی تو بہت سے مسلمان اس سے خوش معلوم نہیں ہوئے۔ تاہم اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی جس کی بدولت ان کا حوصلہ بلند ہو گیا۔

قرآن کہتا ہے کہ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کو اللہ نے فرشتوں کے ذریعہ مدد پہنچائی، لیکن قرآنی آیات اس بارے میں واضح نہیں ہیں کہ وہ فرشتے واقعتاً لڑے، ان آیات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ فرشتوں کا رول اہل ایمان کو اخلاقی اور روحانی تقویت پہنچانے تک محدود تھا [دیکھیں آیات ۳:۱۲۶؛ ۸:۱۰]۔ یہ الفاظ کہ ''اُن کے سر مار (کر) اڑا دو اور اُن کا پور پور مار (کر توڑ) دو'' لازمی طور پر اللہ کی طرف سے فرشتوں کو دیا گیا حکم نہیں ہے، بلکہ فرشتوں کے ذریعہ مومنوں کو اللہ کا پیغام ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے دشمنوں پر ہر پہلو سے ضرب لگائیں اور انہیں پوری طرح برباد کر دیں۔ اس صورت میں فرشتوں کا رول صرف مومنوں کو تقویت دینے، ان کو جمائے رکھنے اور جنگ میں ان کی حوصلہ افزائی کرنے تک محدود ہوسکتا ہے۔ یہی تشریح اللہ تعالیٰ کے ضابطے کے عین مطابق ہے: ''جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوطی سے قید کر لو پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہیئے یا کچھ مال لے کر یہاں تک کہ (فریقِ مقابل) لڑائی (کے) ہتھیار (ہاتھ سے) رکھ دے یہ (حکم یاد رکھو) اور اگر اللہ چاہتا تو (اور طرح) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔'' [۴۷:۴]

جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور مشرکین مکہ کی شکست نے مشرکوں کو انتقام کی آگ سے بھر دیا اور نتیجتاً بدلہ لینے کے لئے وہ احد پہاڑ کے دامن میں آ کر خیمہ زن ہوئے اور ہجرت کے تیسرے سال (۶۲۵ عیسوی میں) احد کی مشہور لڑائی ہوئی۔ اس جنگ میں ابتداء میں تو مسلمانوں کا پلڑا بھاری رہا لیکن جت کی خوشی میں مسلمانوں کی ایک جماعت رسول اللہ کی ایک تاکید کو بھول گئی اور مورچہ کی جگہ چھوڑ کر مال

غنیمت سمیٹنے والوں میں شامل ہوگئی۔ چنانچہ دشمن فوج کی ایک ٹکڑی کو موقع مل گیا اور مورچہ کی جگہ کو خالی دیکھ کر وہ ادھر سے ٹوٹ پڑی اور مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر دیا اور اس طرح مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ جنگ بدر کی فتح اور جنگ احد کی ناکامی کو قرآن میں مسلمانوں کے لئے نصیحت آموز انداز میں پیش کیا گیا ہے [۳:۱۲۱ تا ۱۲۹، ۱۳۷ تا ۱۶۰، ۱۶۵ تا ۱۷۵، ۱۷۹]۔

اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ میں وہاں کے مختلف گروہوں اور قبائل کے ساتھ معاملات کے لئے جو دستاویزی معاہدہ کیا تھا اس میں مدینہ کے یہودیوں کے حقوق کا خاص طور سے خیال رکھا گیا تھا اور ان یہودیوں سے اس بات کی زیادہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ اللہ واحد کی عبادت کے پیغام کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھیں گے بمقابلہ مکہ کے مشرکین قریش کے۔ اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی عبادت کے لئے جس طرف رخ کرتے تھے وہ یروشلم میں واقع بیت المقدس کی سمت تھی، اور انھوں نے ماقبل کے الٰہی پیغامات میں موجود مشترک بنیادوں پر زور دیا، اور خاص طور سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات نیز اہل کتاب کے عقائد میں شامل مشترک باتوں پر اصرار کیا۔ لیکن مدینہ کے یہودیوں نے یہ خیال کیا کہ محمد ﷺ جیسے کسی آدمی کا کوئی مستقبل نہیں ہے کہ جنھوں نے خود اپنے قبیلے میں پھوٹ ڈال دی اور اپنے قبیلے کے سرداروں اور ان کے پیچھے چلنے والے لوگوں سے مخاصمت مول لی ہوئی ہے۔ اسی طرح انھوں نے محمد ﷺ کو عرب میں توحید کے ایک اور ایسے چراغ کے طور پر نہیں دیکھا کہ جس کی تمام اہل توحید حمایت کریں، بلکہ انھوں نے عرب کے لوگوں اور ان کے درمیان آنے والے پیغمبر کے بجائے خود کو ہی ایک اللہ پر ایمان رکھنے والے سچے اور اللہ کے برگزیدہ بندے سمجھا۔

اس خود پسندی اور غرور نے ان کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی دشمنی کو فروغ دیا اور وہ محمد ﷺ اور ان کے دین کے معاون بننے کے بجائے قریش کے مشرکین کے ہمدرد اور معاون بن گئے۔ اس طرح کے ماحول میں یہودی قبیلے بنوقینقاع اور مسلمانوں کے درمیان ٹکراؤ شروع ہوا اور جنگ بدر کے بعد مسلمانوں نے بنوقینقاع کا محاصرہ کر لیا اور پھر انہیں مدینہ سے باہر چلے جانے کے لئے مجبور کر دیا گیا۔ ایسا ہی انجام جنگ احد کے بعد ایک دوسرے یہودی قبیلے بنونضیر کا ہوا۔

جنگ احد میں اپنی ظاہری جیت کے بعد قریش کے لوگوں نے سوچا کہ یہ موقع اچھا ہے کہ محمد ﷺ اور ان کے متبعین کے خلاف ایک اور فیصلہ کن جارحیت کی جائے تاکہ محمد ﷺ اور مسلمانوں کا خاتمہ ہی کر دیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے کچھ بدوی قبائل کو اکسایا اور اس کے لئے آمادہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر مدینہ پر چڑھائی کریں۔ اس صورت حال نے مدینہ کے منافقوں اور یہودی قبیلے بنوقریظہ کو بھی موقع دیا کہ وہ مدینہ کے اندر سے ہی مسلمانوں کے خلاف جارحیت کریں۔ اس طرح مسلمانوں کو ہجرت کے پانچویں سال (۶۲۶ عیسوی میں) مختلف دشمنوں اور گروہوں (''احزاب'') کے مشترکہ جارحانہ حملہ کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس خطرناک صورت حال میں مسلمانوں نے ایک خاص طرح کی دفاعی حکمت عملی اختیار کی کیوں کہ ان کے پاس اتنی تعداد نہیں تھی کہ دشمنوں کی اتنی بڑی فوج کا مقابلہ مدینہ کے باہر کھلے میدان میں کر پاتے۔ انھوں نے اپنی دفاعی حدوں کو مضبوط کرنے کے لئے مدینہ کے باہر کے کھلے میدان میں ایک لمبی اور چوڑی خندق کھود دی۔ یہ آئڈیا ایک فارسی مسلمان (حضرت سلمان فارسیؓ) نے دیا تھا کیوں کہ اس طرح کی تدبیر عرب میں کبھی کسی نے استعمال نہیں کی تھی۔ چنانچہ حملہ آور عربوں کے لئے بھی یہ ایک نئی صورت حال تھی اور وہ خندق کے اس پار ہی رکے رہنے پر مجبور ہوگئے کیوں کہ خندق کے اس طرف مسلمانوں کی دفاعی صف میں شگاف پیدا کرنا ان کے لئے آسان نہیں تھا۔ لہٰذا انھوں نے پڑاؤ ڈال دیا اور موقع کا انتظار کرتے رہے اس امید پر کہ مسلمان آخر کار محاصرے سے مجبور ہو کر خود ہی باہر نکل کر جنگ کرنے پر مجبور ہوں گے۔ لیکن ان کی امید بر نہ آتی تھی اور ان کا محاصرہ طویل ہوتا جا رہا تھا اور مسلمان ثابت قدمی سے جمے ہوئے تھے، ''جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور

جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ ۱۰۔ وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے" [۳۳: ۱۰ تا ۱۱]۔ آخر کار مسلمان اپنی ثابت قدمی اور جو کچھ مادی وسائل ان کے پاس تھے، نیز جو نفسیاتی کیفیت ان کی اس وقت تھی اس کی بدولت جیت گئے اور حملہ آوروں کے پاؤں خود ہی اکھڑ گئے: "جب فوجیں تم پر (حملہ کرنے کو) آئیں تو ہم نے اُن پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر (نازل کئے) جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے" [۳۳: ۹]۔

حملہ آوروں نے جب اپنا محاصرہ اٹھالیا اور چھوڑ کر چلے گئے تو مسلمانوں نے بنو قریظہ کا رخ کیا جنھوں نے مدینہ کے اندر سے حملہ آوروں کا ساتھ دینے کی کوشش کی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کردیا اور اس طرح مدینہ میں یہودیوں کا آخری گڑھ بھی ختم کردیا۔ اس جنگ نے جس کا مقابلہ مسلمانوں نے کامیابی سے کیا مسلمانوں کا حوصلہ اور ان کی خود اعتمادی کو بڑھادیا۔ پھر چھٹی ہجری (۶۲۸ عیسوی) میں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک پرامن نفسیاتی وسیاسی قدم اٹھایا اور کعبہ میں اپنی مذہبی رسم "عمرہ" ادا کرنے کے لئے مکہ کا رخ کیا تاکہ اللہ کے مقدس گھر کا طواف کریں۔ یہ ایک بہت ہی مدبرانہ اقدام تھا جس کا نتیجہ برابر برابر کی جیت کی شکل میں نکلا۔ اگر قریش زائرین کو کعبہ کا طواف کرنے کے لئے مکہ میں داخل ہونے سے روکتے تو ان کے لئے بڑی خفت کی بات ہوتی اور پورے عرب میں ان کی بہت بدنامی ہوتی اور عربوں کی ہمدردیاں محمد ﷺ کے ساتھ ہوجاتیں۔ اور اگر قریش انہیں داخل ہونے کی اجازت دیتے تو اس میں بھی ان کی سبکی تھی۔ چنانچہ قریش نے مسلمانوں کو اس وقت تو کعبہ کی زیارت کا موقع نہیں دیا البتہ مسلمانوں سے ایک معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ مکہ سے باہر الحدیبیہ کے مقام پر ہوا جہاں مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ اس معاہدہ کی رو سے قریش نے مسلمانوں کے ساتھ آئندہ دس سال کے لئے جنگ بندی کی ایک صلح کی اور دونوں فریق اس بات پر راضی ہوئے کہ دونوں جزیرۃ العرب میں آزادہ طریقے سے نقل وحرکت کرسکتے ہیں اور کہیں بھی آجاسکتے ہیں اور دونوں ہی فریق عرب کے دوسرے قبائل کو بھی اس معاہدے میں شامل ہونے کی دعوت دیں گے۔ کوئی بھی قبیلہ دونوں میں سے کسی بھی فریق کا حلیف بن سکتا ہے اور ایک دوسرے سے کوئی دشمنی نہیں کرے گا۔

یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جسے قرآن میں "فتح مبین" کہا گیا [۴۸: ۱۱]، اس معاہدے کی رو سے مسلمانوں کو حالانکہ کعبہ کا طواف کئے بغیر واپس جانا پڑا لیکن اس کے تحت وہ اگلے سال کعبہ کی زیارت کے لئے آسکتے تھے۔ اس معاہدے کے نتیجے میں اللہ کے رسول اور ان پر ایمان لانے والے مسلمانوں کو قریش کے ذریعہ ایک قانونی تشخص تسلیم کرلیا گیا، اور اسلام کی تبلیغ کے لئے اور حامیوں وحلیفوں کو جمع کرنے کے لئے ان کی سرگرمیوں کو منظوری مل گئی۔ اس طرح اسلام کو جزیرۃ العرب میں پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا۔

لیکن اس صلح کے باوجود سن آٹھ ہجری (۶۳۰ عیسوی) میں اللہ کے رسول ﷺ کے ایک حلیف قبیلہ بنو خزاعہ پر قریش نے حملہ کردیا۔ یہ واضح طور پر صلح حدیبیہ کے اصولوں کے خلاف ورزی تھی اور قریش نے معاہدے کو توڑا تھا، جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ساتھ لے کر مکہ کا رخ کیا اور بغیر کسی خاص مزاحمت کے مکہ میں داخل ہوگئے۔ اس وقت اللہ کے رسول نے ایک عام معافی کا اعلان کیا اور کعبہ میں جو بت رکھے ہوئے تھے انہیں مسمار کرکے کعبہ کی حرمت کو بحال کیا اور جس مقصد کے لئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے اللہ کے اس گھر کی تعمیر کی تھی اس مقصد کے لئے اس کو پاک کیا۔ مکہ کی اس فتح کے بعد قافلہ اسلام کی دھمک پورے عرب میں گونج اٹھی اور جہاں کہیں بھی مسلمانوں کے خلاف کوئی مزاحمت سر اٹھائے ہوئے تھی اسے دفع کرنے کے اقدامات کئے گئے اور بعض مقامات پر کچھ جھڑپیں اور لڑائیاں بھی ہوئیں جن میں اللہ کے رسول ﷺ کو فتح حاصل ہوئی، جیسے کہ حنین کی جنگ۔

اس کے بعد ۹ ہجری (۶۳۰ عیسوی) میں رسول اللہ ﷺ نے بازنطینی (رومی) سلطنت سے ملنے والے شمالی سرحدوں کو محفوظ

کرنے کے لئے اقدامات کئے۔شام میں تبوک کے مقام پر رومی لشکر کے جمع ہونے کی آپ کو اطلاع ملی تو وہاں پیش قدمی کی لیکن وہاں رومی لشکر سے آپ کا سامنا نہ ہوا البتہ رومی سلطنت کے باج گزار عیسائی اور یہودی قبائل سے آپ نے امن کے معاہدے کئے۔تبوک کا مقام چوں کہ مدینہ سے بہت دور تھا اس لئے منافقین اور وہ لوگ ''جن کے دلوں میں مرض تھا یا جو اپنے عقیدے میں ابھی کمزور تھے انھوں نے حیلے حوالے شروع کئے اور اس مہم پر شکوک وشبہات اور اندیشوں کا اظہار کرنے لگے۔ان لوگوں کو سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے بے نقاب کیا۔ اہل کتاب کے خلاف اللہ کے رسول کی لڑائی [۹:۲۹] کو عمومی طور سے صرف مذہبی بنیادوں پر ہونے والی لڑائی نہیں کہا جا سکتا، جیسا کہ اوپر کی آیت سے ظاہر ہے۔اس کے بجائے اس آیت کو قرآن کی دیگر آیات جہاد کے ساتھ ملا کر مجموعی تناظر میں لیا جانا چاہئے۔[دیکھیں اس کتاب کے باب 'جنگ' میں ''جنگ کے قوانین'']۔محمد اسد نے یہ بالکل مناسب بات لکھی ہے کہ اس آیت کو ''قرآن کے اس واضح اصول کی روشنی میں دیکھنا چاہئے کہ جنگ کی اجازت صرف اپنے دفاع میں دی گئی [جیسے ۲:۱۹۰ تا ۱۹۴] اور اس لئے آیت کا تعلق مسلمانوں کی جماعت یا ان کی حکومت کے خلاف جارحیت کے واقعہ سے ہے، یا ان کی سلامتی کو درپیش خطرے اور دھمکی سے ہے۔'' یہی خیال محمد اسد سے پہلے محمد عبدہٗ بھی ظاہر کر چکے ہیں۔محمد عبدہٗ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ''اسلام میں جنگ حق اور حق پر چلنے والوں کے دفاع کے لئے لازم کی گئی ہے۔۔۔۔رسول اللہ ﷺ کی تمام جنگی مہمیں دفاعی ہی تھیں، اور بعد میں اولین زمانے میں صحابہ نے بھی اسی خاطر جنگیں کیں [تفسیر المنار ۱۰: ۳۲۳]۔انھوں نے لکھا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے ذریعہ ممنوع کی گئی بات کو ممنوع نہ ماننا ایسا ہے جیسے اللہ پر ایمان نہ لانا۔اور بلا اشتعال جنگ کرنا ایسی ممنوع بات ہے جو اللہ نے اپنے تمام پیغمبروں کے ذریعہ سے لوگوں پر ممنوع کی ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت کو اہل ایمان کے لئے ایک ایسے حکم کے طور پر سمجھنا چاہئے جو پہلے آ چکی آسمانی تعلیمات کے ان نام نہاد پیروکاروں کے خلاف دیا گیا جو قرآن پر ایمان لانے والے اور اس کی پیروی کرنے والوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنا کر خود اپنے عقائد کے خلاف ورزی کر رہے تھے۔[تفسیر المنار ۱۰: ۳۳۸]

جب اسلام جزیرۃ العرب میں پھیل گیا، تو محمد ﷺ کے لئے یہ بات بالکل روا تھی کہ وہ ان مشرک قبائل کو وہاں برداشت نہ کریں جنھوں نے مسلمانوں سے کئے ہوئے عہد کو توڑ دیا تھا، یا مکہ میں بعض زائرین کو مشرکانہ عمل نہ کر دیں جب کہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا تھا اور ایک اللہ کی عبادت کے لئے اسے خالص کر لیا گیا تھا۔لہٰذا، ۹ویں ہجری (۶۳۱ عیسوی) میں ان دونوں فرائض کا حکم سورہ توبہ (سورۃ نمبر ۹) میں دیا گیا اور اس حکم کو سنانے کے لئے رسول اللہ نے حضرت ابو بکر کو ذمہ داری دی کہ حج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین لوگوں کو سنا دیں۔سورۃ توبہ کی پانچویں آیت: ''جب عزت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔۔۔'' کو اس کے سیاق وسباق سے الگ کر کے نہیں دیکھنا چاہئے۔محمد اسد نے لکھا ہے کہ اس آیت میں قرآن یہ حکم دیتا ہے کہ 'اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تمھارے خلاف جنگ پر آمادہ ہوں؛ لیکن اپنی طرف سے زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا [۲:۱۹۰]، اور اگر ''اگر تم سے (لڑنے سے) کنارہ کشی نہ کریں اور نہ تمہاری طرف (پیغام) صلح بھیجیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو ان کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو ان لوگوں کے مقابلے میں ہم نے تمھیں (لڑنے کے لئے) سند صریح دے دی ہے [۴:۹۱]۔اس طرح وہ اس بات کو جتاتے ہیں کہ 'جنگ کی اجازت صرف دفاع کے لئے ہے، اور اس التزام کے ساتھ کہ ''اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے'' [۲:۱۹۲]، اور ''اگر وہ (فساد سے) باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں (کرنی چاہئے)'' [۲:۱۹۳]۔جن لوگوں سے اہل ایمان کی جنگ ہو رہی ہو ان کے اسلام میں آنے کے امکان کو قرآن کی متعدد آیتوں کی روشنی میں پیش نظر رکھنا چاہئے، جیسے: ین

(اسلام) میں زبردستی نہیں ہے [۲:۲۵۶]، جو واضح طور پر یہ اصول قائم کرتی ہے کہ زبردستی تبدیلی مذہب کی کوئی بھی کوشش اسلام میں ممنوع ہے اور مسلمانوں کی طرف سے ایسے مطالبہ یا توقع کے امکان کو رد کردیتی ہے کہ شکست خوردہ فوج اسلام قبول کرے'' [دی میسج آف دی قرآن، آیت ۹:۵ کا تفسیری نوٹ نمبر ۹]۔

اس نقطہ نظر کی تائید ان آیات سے بھی ہوتی ہے جن میں ان لوگوں کو مستثنیٰ کردیا گیا ہے جو اپنے واجبات پورے کردیں: ''البتہ جن مشرکوں کیساتھ تم نے عہد کیا ہو اور انہوں نے تمہارا کسی طرح کا قصور نہ کیا ہو اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہو تو جس مدت تک اُن کیساتھ عہد کیا ہواُسے پورا کرو (کہ) اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے'' [۹:۴]؛ ''جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے نزدیک عہد کیا ہے اگر وہ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تو تم بھی اپنے قول و اقرار (پر) قائم رہو'' [۹:۷]۔

اپنے پیغام اور مشن کی فضیلت و کامیابی کے طور پر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی زندگی کا واحد حج ادا کیا جسے حج الوداع کہتے ہیں کیوں کہ اس کے کچھ دن بعد ہی ۱۱ ہجری (۶۳۲ عیسوی) میں آپ اس جہاں فانی سے رحلت فرما گئے۔ اس حج میں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے اسلام کے بنیادی اصولوں کو دوہرایا اور اسلامی تعلیمات کا نچوڑ پیش کیا۔ اس میں خاص طور سے انسانوں کی وحدت و یکسانیت اور خواتین کی رعایت پر زور دیا۔

منافقت تاریخ انسانی میں ایک جانی مانی حقیقت ہے۔ اسلام اور مسلمان جب مکہ کے ظلم و ستم کے دور سے نکل کر مدینہ میں آکر برسر اقتدار ہوئے تو ان لوگوں میں منفافقت کا ظہور ہوا جو اسلام کے غلبہ کے زیر اثر بغیر سنجیدہ عزم و ارادہ کے محض رواروی میں مسلمان بن گئے تھے۔ یہ منافقین خاص طور سے مدینہ میں پہلے سے آباد چلے آرہے لوگوں میں ہوئے جو اپنے اہل وطن کے جذبہ اسلام اور محمد صلی اللہ کے یہاں آنے اور پھر لوگوں کے امام بن جانے سے مغلوب ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ منافقین عرب کے ان موقع پرست بدوؤں میں بھی ظاہر ہوئے جنہیں مقیم و مستقر زندگی گزارنے کا موقع نہیں ملا تھا جس سے وہ اسلام کے پیغام کو سنجیدگی سے سوچ اور سمجھ سکتے، رسول اللہ کی صحبت میں رہے ہوتے روزمرہ کی زندگی میں ان کا مومنوں کے ساتھ ملنا جلنا رہا ہوتا۔ [۹:۱۰۱]

منافقین اپنے منھ سے اپنے ایمان کا اظہار کرتے اور پس پردہ لوگوں کو راہ حق سے بھٹکانے کے لئے سرگرم رہتے ہیں، اور وہ سوچنے سمجھنے یا اپنی ذہنیت تبدیل کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ان کے برے ارادے اور ان کا گھمنڈ ان کے دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں اور ان کا ایک ہی مقصد ہے کہ اسلام اور اسلام کے پیغمبر کو شکست خوردہ دیکھیں۔ لیکن ان کے دل اس اندیشے سے بھرے رہتے ہیں کہ ان کی چرب زبانیوں اور ان کے حلیوں کے باوجود ان کے اصل مقاصد پہچان لئے جائیں گے۔ [۶۳:۱ تا ۱۸]۔ وہ کھل کر دشمنی ظاہر کرنے کا یارا نہیں رکھتے بلکہ اندھیرے میں سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ وہ خود اپنے اندر اپنے عہد سے تصادم اور تضاد سے ڈرے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ نے منافقین کو بے نقاب کردیا، اور وہ صرف دباؤ میں عبادت و خیرات کرتے رہنے پر قانع رہتے ہیں [۴:۷۷ تا ۸۱]۔ وہ صرف خفیہ طریقے سے ہی کام کرتے ہیں، افواہیں پھیلاتے ہیں اور بحران یا سہولت کے زمانوں میں شکوک و شبہات پھیلاتے ہیں، ڈر، مایوسی اور بے اطمینانی پھیلاتے ہیں [۳:۱۵۳ تا ۱۵۷؛ ۱۶۷ تا ۱۶۸؛ ۳:۱۷۳ تا ۱۷۵؛ ۴:۸۳، ۸۸ تا ۸۹؛ ۹:۴۷ تا ۴۸، ۷۹]۔ [خود اللہ کے رسول ﷺ ان کی تنقیدوں اور ملامتوں سے محفوظ نہیں تھے [۹:۶۱]۔

منافق چوں کہ کمزور ہوتے ہیں اس لئے دونوں متحارب فریقوں سے اپنے روابط بنائے رکھتے ہیں اور ہر ایک کو مطمئن کرنے کے لئے ان سے الگ الگ چہروں سے ملتے ہیں [۴:۹۱، ۱۳۷ تا ۱۴۵]۔ چوں کہ منافقین ہمیشہ ڈرے رہتے ہیں، اس لئے وہ جو کچھ کر سکتے

ہیں کرگزرتے ہیں، جھوٹے عذر اور بہانے بھی تراش لیتے ہیں، زندگی میں یا اپنی پوزیشن کے لئے کوئی خطرہ مول نہیں لیتے، اس لئے قرآن ان کی اس بزدلی اور اخلاقی افلاس کی مذمت کرتا ہے، جو جنگ میں کھل کر سامنے آگئی تھی [۹:۴۲ تا ۵۷، ۶۲ تا ۶۷، ۷۴ تا ۷۷، ۸۱ تا ۹۶؛ ۱۷:۲۰ تا ۲۱؛ ۴۸:۱۱ تا ۱۲]۔ اس کے باوجود ان کی لالچ انہیں مفادات کے حصول کی طرف اسی طرح لگائے رکھتی ہے جس طرح وہ ہر خطرے سے بچ نکلنے میں لگے رہتے ہیں [۹:۴۲ تا ۵۷؛ ۴۸:۱۵]۔ انھوں نے اپنی سازشوں کا مرکز قائم کرنے کے لئے ایک مسجد تعمیر کی [۹:۱۰۷ تا ۱۱۰]۔ وہ اسلام کے تمام دشمنوں سے اتحاد کی پیش کش کرتے رہے [۵:۵۱ تا ۵۲؛ ۵۹:۱۱ تا ۱۲]۔ یہ دیکھنے والی بات ہے کہ منافقین اپنی تخریبی کارروائیوں کو اپنے مذہبی حلئے میں چھپائے رکھنے کے لئے کس طرح کوشاں رہتے ہیں، اور کس طرح وہ ایک فریبی چہرے کے ساتھ خطرناک سرگرمیوں میں لگے رہتے ہیں۔ یہاں تک مسجد جیسی مقدس جگہ کو بھی اپنے سازش کا اڈہ بنا لیتے ہیں۔

منافقین یا منافقت کا یہ اخلاقی افلاس، خوف، اندھا پن، لالچ، بخل، موقع پرستی اور سازشی رویہ اصل میں کفر کی ہی طرح ہے بلکہ کفر سے بھی بدتر بات ہے کیوں کہ یہ کردار خود منافق انسان کے لئے بھی اور دوسرے لوگوں کے لئے کفر سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے [۴:۱۴۵؛ ۹:۷۴، ۸۰، ۸۴؛ ۶۳:۱ تا ۶]۔ لیکن ایسے تخریبی عناصر کو جو کہ اسلام اور مسلمانوں کو اندر سے نقصان پہنچاتے ہیں، خود رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی عریاں کرنا پسند نہیں کرتا، سوائے اس کے کہ ان کی بداعمالیاں خود ہی ان کے کردار کو واضح کرنے والی ہوں۔ نہ اللہ نے اس کو پسند کیا ہے کہ محض منافقت کی صفات یا شک وشبہ کی بنا پر کسی کو منافق قرار دیا جائے، البتہ منافق کی نشانیاں اللہ نے بیان کردی ہیں [۹:۱۰۱؛ ۴۷:۳۰]۔ اللہ تعالیٰ کا انصاف اور اس کی رحمت منافقوں کے لئے بھی توبہ اور اصلاح کا دروازہ کھلے رکھتی ہے [۴:۱۴۶]، کیوں کہ ہر انسان کے اندر بھلائی کا مادہ موجود ہے اور وہ بھلائی کی طرف واپس آسکتا ہے: ''ہاں جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور اللہ (کی رسی) کو مضبوط پکڑا اور خاص اللہ کے فرمانبردار ہو گئے تو ایسے لوگ مومنوں کے زمرے میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ عنقریب مومنوں کو بڑا ثواب دے گا۔ ۱۴۶۔ اگر تم (اللہ کے) شکر گزار رہو اور اس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اور اللہ تعالیٰ تو قدر شناس اور دانا ہے۔'' [۴:۱۴۶ تا ۱۴۷]

بدو لوگ اپنے حالات کے اعتبار سے کوئی ٹھہراؤ اور استقرار والی زندگی نہیں گزارتے تھے جس میں وہ مستقل اور پائیدار عزم وارادہ کے حامل بنتے یا تصورات اور اصولوں کو سمجھ پاتے۔ وہ مستقل ادھر سے ادھر خانہ بدوش گھومتے رہتے اور تنگ دستی کی زندگی جیتے تھے۔ اس لئے وہ کسی بھی فائدے کے لئے کہیں پر بھی حملہ کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے، اور نقصان کی قیمت چکانے والے سے اپنے آپ کو الگ رکھتے۔ قرن اول کے مسلمانوں کو مدینہ کے آس پاس رہنے والے ان بدوؤں سے کافی نقصان پہنچا۔ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے تاک میں رہتے تھے، اگر کوئی معاہدہ انھوں نے کیا ہوا ہوتا تو اسے توڑ بیٹھتے، یا مسلمانوں کے دشمنوں سے جا ملتے۔ خندق یا احزاب کی جنگ ایک قبائلی اتحاد کا نتیجہ تھی جو قریش کے لوگوں نے قائم کرایا اور مدینہ کا یہودی قبیلہ بنو قریظہ بھی اس میں شامل ہو گیا تھا۔ لیکن قرآن میں امت مسلمہ کی توسیع اور رسول اللہ ﷺ کی امامت وقیادت میں اسلامی ریاست کے ظہور کے ذیل میں بدوؤں کے متحد ہونے کا ذکر کیا گیا ہے: ''اہلِ مدینہ کو اور جو ان کے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں ان کو شایاں نہ تھا کہ اللہ کے پیغمبر سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔۔۔'' [۹:۱۲۰]۔

بدوؤں کے بارے میں اللہ کا یہ فیصلہ بالعموم نہیں ہے، اگرچہ ان کی اکثریت ایسی ہی تھی جیسی کہ قرآن بتاتا ہے، تاہم اللہ کے نزدیک اس کے پیغام کو قبول کرنے نہ کرنے کے معاملہ میں ہر فرد کی اپنی انفرادی اہمیت اور ذمہ داری ہے: ''اور بعض دیہاتی ایسے بھی ہیں

جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اُس کو اللہ کی قربت اور پیغمبر کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں، دیکھو بلاشبہ وہ اُن کیلئے (موجبِ) قربت ہے اللہ اُن کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"[۹:۹۹؛ دیکھیں اللہ کا یہی انصاف اہل کتاب کے بارے میں آیات ۱۱۳ تا ۱۱۵ میں؛ منافقین کے بارے میں ۴:۱۴۶؛ اور نوٹ کریں قرآن کا یہ بیان کہ توبہ سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں ۶:۹۴؛ ۱۹:۸۰، ۹۵؛ ۶:۳۴؛ نیز ہر فرد کے اندر بھلائی کا مادہ ہونا ۹۰:۱۰؛ ۹۱:۷ تا ۱۰۔ اس طرح اللہ کی رہنمائی اور مدد کے دائرے سے باہر کسی کو بھی نہیں سمجھنا چاہئے چاہے اس کا عمل کتنا ہی مجرمانہ ہو ۷:۱۶۴]۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَ مَا جَعَلَ
اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـئِْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَ مَا جَعَلَ
اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ
يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ۝۴ اُدْعُوْهُمْ
لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ
فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ ؕ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ
جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ
قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵ اَلنَّبِىُّ اَوْلٰى
بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ
وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى
اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶

اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے اور نہ تمہاری عورتوں کو جن کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو تمہاری ماں بنایا ہے اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا ہے یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا رستہ دکھاتا ہے۔ مومنو! لے پالکوں کو اُن کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے اگر تمہیں ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں اور جو بات تم سے غلطی سے ہوگئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں لیکن جو قصد دلی سے کرو (اس پر مواخذہ ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ پیغمبر مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں اور رشتہ دار آپس میں کتاب اللہ کی رُو سے مسلمانوں اور مہاجروں سے ایک دوسرے (کے ترکے) کے زیادہ حق دار ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو (تو اور بات ہے) یہ حکم کتاب (یعنی قرآن) میں لکھ دیا گیا ہے۔ (۳۳:۴ تا ۶)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ
سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ
الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ
اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹ يٰنِسَآءَ النَّبِىِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ
بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَ

اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت و آرائش کی طلبگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔ ۲۸۔ اور اگر تم اللہ اور اُس کے پیغمبر اور عاقبت کے گھر (یعنی جنت) کی طلبگار ہو تو تم میں جو نیکوکاری کرنے والی ہیں اُن کیلئے اللہ نے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ ۲۹۔ اے پیغمبر کی بیویو! تم میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ (الفاظ کہہ کر رسول اللہ کو ایذا دینے کی) حرکت کرے گی اُس کو دگنی سزا دی جائے گی اور یہ (بات)

كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَ مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ
لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ
وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ
كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ
فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ۚ
وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ
الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ۚ وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى
فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ؑ

اللہ کو آسان ہے۔ ۳۰۔ اور جو تم میں سے اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبردار رہے گی اور نیک عمل کرے گی اُس کو ہم دُگنا ثواب دیں گے اور اُس کیلئے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔ ۳۱۔ اے پیغمبر کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو (کسی اجنبی شخص سے) نرم نرم باتیں نہ کرو تاکہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے کوئی امید (نہ) پیدا کرے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو۔ ۳۲۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو۔ اے (پیغمبر کے) اہلِ بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دُور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔ ۳۳۔ اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو بیشک اللہ باریک بین اور باخبر ہے۔

(۲۸:۳۳ تا ۳۴)

وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ
اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ
مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ
تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ
لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ
اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا
كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ
اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا
مَّقْدُوْرًا ﴿۳۸﴾ۙ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ
وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ

اور جب تم اس شخص سے جس پر اللہ نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا (یہ) کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو۔ پھر جب زید نے اس سے (کوئی) حاجت (متعلق) نہ رکھی (یعنی اس کو طلاق دیدی) تو ہم نے تم سے اُس کا نکاح کر دیا تاکہ مومنوں کے لئے اُن کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے) میں جب وہ ان سے (اپنی) حاجت (متعلق) نہ رکھیں (یعنی طلاق دیدیں) کچھ حرج نہ رہے اور اللہ کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا۔ پیغمبر پر اس کام میں کوئی حرج نہیں جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کر دیا اور جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں اُن میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے اور اللہ کا حکم ٹھہر چکا ہے۔ اور جو اللہ کے پیغام (جوں کے توں) پہنچاتے اور اس سے ڈرتے ہیں

اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ
عَلِيْمًا ۧ ﴿۴۰﴾

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ اٰتَيْتَ
اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ
بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ
خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ؗ وَ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ
وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ
خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا
فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِیْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِیْۤ اِلَيْكَ مَنْ
تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَ لَا يَحْزَنَّ وَ
يَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِیْ
قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ
النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ
لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَ كَانَ
اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ
غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا
طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ
ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِی النَّبِيَّ فَيَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ؗ وَ اللّٰهُ لَا

اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ ہی حساب کرنے کو کافی ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کردینے والے) ہیں۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (۳۳:۳۷ تا ۴۰)

اے پیغمبر! ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں جن کو تم نے اُن کے مہر دے دئے ہیں حلال کردی ہیں اور تمہاری لونڈیاں جو اللہ نے تم کو (کفار سے بطور مالِ غنیمت) دلوائی ہیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموؤں کی بیٹیاں اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں جو تمہارے ساتھ وطن چھوڑ آئی ہیں (سب حلال ہیں) اور کوئی مومن عورت اگر اپنے آپ کو پیغمبر کو بخش دے (یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے) بشرطیکہ پیغمبر بھی اُن سے نکاح کرنا چاہیں (وہ بھی حلال ہیں لیکن) یہ اجازت (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاص تم ہی کو ہے سب مسلمانوں کو نہیں۔ ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو (مہر واجب الادا) مقرر کردیا ہے ہم کو معلوم ہے (یہ) اس لئے (کیا گیا ہے) کہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (اور تم کو یہ بھی اختیار ہے کہ) جس بیوی کو چاہو علیحدہ رکھو اور جسے چاہو اپنے پاس رکھو اور جس کو تم نے علیحدہ کردیا ہو اگر اُس کو پھر اپنے پاس طلب کرلو تو تم پر کچھ گناہ نہیں یہ (اجازت) اس لئے ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمناک نہ ہوں اور جو کچھ تم اُن کو دو اُسے لے کر سب خوش رہیں اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اُسے جانتا ہے اور اللہ جاننے والا اور بردبار ہے۔ (اے پیغمبر!) ان کے سوا اور عورتیں تم کو جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کرو خواہ اُن کا حسن تم کو (کیسا ہی) اچھا لگے مگر وہ جو تمہارے ہاتھ کا مال ہے (یعنی لونڈیوں کے بارے میں تم کو اختیار ہے) اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔ مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے اور اُس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے لیکن جب تمہاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا

يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ
مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ
قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ
اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ
عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝۵۳ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ
اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۵۴ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْۤ
اٰبَآىِٕهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَ لَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ
اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَ لَا نِسَآىِٕهِنَّ وَ لَا مَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَ اتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝۵۵

چکوتو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو، یہ بات پیغمبر کو ایذا دیتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں (اور کہتے نہیں) لیکن اللہ سچی بات کے کہنے کے سے شرم نہیں کرتا اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو یہ تمہارے اور اُن کے دونوں کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے اور تم کو یہ شایاں نہیں کہ پیغمبر الٰہی کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑا (گناہ کا کام) ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کر دو یا اس کو مخفی رکھو تو (یاد رکھو کہ) اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ عورتوں پر اپنے باپوں سے (پردہ نہ کرنے میں) کچھ گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں سے اور نہ اپنے بھائیوں سے اور نہ اپنے بھتیجوں سے اور نہ اپنے بھانجوں سے اور نہ اپنی (قسم کی) عورتوں سے اور نہ لونڈیوں سے اور (اے عورتو!) اللہ سے ڈرتی رہو بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (۳۳:۵۰ تا ۵۵)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ
مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱ قَدْ فَرَضَ
اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ
الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۲ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ
اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ
عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا
بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ
الْخَبِيْرُ ۝۳ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ
وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ
صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝۴
عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا
مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ

اے پیغمبر! جو چیز اللہ نے تمہارے لئے جائز کی ہے تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو؟ (کیا اس سے) اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا کارساز ہے اور وہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔ اور (یاد کرو) جب پیغمبر نے اپنی ایک بیوی سے ایک بھید کی بات کہی تو (اس نے دوسری کو بتا دی) جب اس نے اس کو افشا کیا اور اللہ نے اس (حال) سے پیغمبر کو آگاہ کر دیا تو پیغمبر نے (ان بیوی کی وہ بات) کچھ تو بتائی اور کچھ نہ بتائی تو جب وہ ان کو جتائی تو پوچھنے لگیں کہ آپ کو یہ کس نے بتایا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اس نے بتایا ہے جو جاننے والا خبردار ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کے آگے توبہ کرو (تو بہتر ہے کیونکہ) تمہارے دل کج ہو گئے ہیں اور اگر پیغمبر (کی ایذا) پر باہم اعانت کرو گی تو اللہ اور جبریل اور نیک کردار مسلمان ان کے حامی (اور دوستدار) ہیں اور ان کے علاوہ (اور) فرشتے بھی مددگار ہیں۔ اگر پیغمبر تم کو طلاق دیدیں تو عجب نہیں ان کا پروردگار تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں دیدے

سٰٓىِٕحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا۝ مسلمان صاحب ایمان فرمانبردار توبہ کرنے والیاں عبادت گزار روزہ رکھنے والیاں بن شوہر اور کنواریاں۔(۶۶:۱ تا ۵)

قرآن کی کئی آیتوں میں رسول اللہ کی خانگی زندگی کا تذکرہ اور حوالہ ہے۔قرآن سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول محمد ﷺ کی کئی ازواج تھیں، لیکن ان کی خاندگی زندگی کے بارے میں بہت زیادہ تفصیل نہیں ملتیں، نہ اس زمانہ میں عرب سماج میں خاندان کی جو عام صورت حال تھی اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوتا ہے۔ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ کی زندگی ایک اسوہ اور نمونہ تھی، لیکن ہم اکثر یہ بھول جاتے ہیں کہ محمد ﷺ ایک ایسے سماج میں بھیجے گئے تھے جس کے حالات اس زمانہ میں باقی لوگوں سے بہت کچھ مختلف تھے، اور اس لئے ان کے زمانہ میں معیاری نمونہ ہماری آج کی زندگی سے مختلف ہے۔اگر محمد ﷺ محض ہمارے آج کے زمانہ، یعنی اپنے زمانہ کے ۱۴ سو سال بعد کے افکار و خیالات کا جواب دینے کے لئے بھیجے گئے ہوتے اور اگر وہ خود اپنے زمانہ اور اپنے وقت کے حالات سے مطابقت نہ رکھتے ہوتے تو وہ اپنا پیغام اپنے لوگوں کے دل و دماغ میں بٹھانے میں ناکام رہتے، اور اگر ایسا ہوتا تو پھر اس بات کا بھی کوئی امکان نہیں تھا کہ ان کا پیغام باقی رہتا اور ہم تک پہنچتا۔قرآن کہتا ہے: ''اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان بولتا تھا تا کہ انہیں (احکامِ الٰہی) کھول کھول کر بتادے۔۔۔'' [۱۴:۴] زبان کا مطلب صرف بولی ہی نہیں لینا چاہئے، بلکہ اس میں وہ ثقافت اور وہ سماجی روایات بھی شامل ہیں جو رسول کی دعوت اور پیغام کی اخلاقی قدروں سے متصادم اور متزاد نہ ہوں۔

اگر رسول نمونہ بننے کے لئے اپنے تمام سماجی حالات کو نظر انداز کریں یا ان کے خلاف جائیں تو وہ اپنے لوگوں کو سلوک و عمل کی زبان میں پیغام دینے کے اہل نہیں ہوں گے، اور ان کی دعوت کو قبولیت نہیں ملے گی اور نہ وہ وقت اور مقام کے حساب سے پھل پھیل سکے گی۔اللہ کے پیغام کو لانے والا پیغمبر کبھی بھی برائیوں کو تسلیم نہیں کر سکتا نہ ان کے ساتھ مطابقت قائم کر سکتا ہے، اسے ہمیشہ کے لئے ایک اخلاقی نمونہ بننا ہوتا ہے، لیکن جو چیزیں نسبتاً قابل قبول یا گوارا ہو سکتی ہیں ان کی مختلف کیفیتیں اور درجے ہیں۔لیکن اسے خود اپنے سماج کے لئے موزوں ہونا ضروری ہے، اگر چہ وہ مسلسل سماجی ترقی کی راہ ہموار بھی ہموار کرے گا اور ایک ایسا نظام عمل دے گا جو لگاتار بدلتے ہوئے حالات میں نمونہ اور معیار وضع کرنے میں مددگار ہو اور اللہ کے پیغام میں تبدیلیوں کی حرکیات، اصولوں اور عام قدروں کے مطابق ہو۔

اس لحاظ سے یہ بات ناقابل فہم یا مبہم نہیں ہے کہ اسلام ایک آفاقی پیغام ہے جو ایک عرب پیغمبر کے ذریعہ سے اور عربی زبان میں نازل ہونے والی کتاب سے دیا گیا اور اس پیغام کا اولین مصداق ساتویں صدی عیسوی کا عرب سماج تھا۔ایک ایسے قبائلی سماج میں سماجی استحکام اور قوت کا واحد ذریعہ بیویاں و بچے اور نکاحی رشتے تھے۔مثال کے طور پر کیتھولک چرچ نے حال ہی میں اس بات کو سمجھا ہے کہ افریقہ کے قبائلی سماجوں میں اگر لوگوں کو عیسائیت کی بنیادی تعلیمات سنانا ہیں تو عارضی طور پر ہی سہی، اس طرح کے سماجی حقائق کو گوارا کرنا ہی ہوگا۔اسلام اور پیغمبر اسلام نے عرب کے قبائلی سماج میں توحید الٰہی اور آخرت میں جواب دہی کے عقیدے کی دعوت دینے کے لئے تعدد ازدواج کو اصولی طور پر مسترد کرنے کے بجائے اور لوگوں کی توجہ حاصل کرنے نیز پیغام کو سمجھنے کا موقع کھو دینے کے بجائے کچھ خاص شرائط اور تحدیدات کے ساتھ ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دینے کو پسند کیا، اور ساتھ ہی ایسے عام اصول دئے جو تعدد ازدواج کو ایک مستقل نمونہ اور معیار نہیں بناتے، بلکہ ضرورت کے تحت اس کے امکان کو برقرار رکھتے ہیں اور ایک شوہر و ایک بیوی کے ماڈل کو معیار بننے کی راہ ہموار کرتے ہیں۔یہ بات نوٹ کی جانی چاہئے کہ یہ اس وقت کی قبائلی زندگی کو اسلامی خاندانی نظام میں لانے کی طرف ایک بنیادی قدم تھا۔

قرآن میں خاندانی تعلقات (شادی، طلاق، والدین اور بچوں کے درمیان تعلقات، وراثت وغیرہ۔۔) کے سلسلے میں تفصیلی ہدایات دی گئی

ہیں، جب کہ اس کی بہت سی آیتوں اور رسول اللہ کی متعدد حدیثوں قبائلی عصبیت اور اپنے قبیلے کے لوگوں کی اندھادھند حمایت کی مذمت آئی ہے جو کہ اس وقت ایک بنیادی چلن تھا۔

اللہ کے رسولؐ نے ایک عرب ہوتے ہوئے تعدد ازدواج والے معاشرے میں زندگی گزاری۔ حالانکہ ۵۰ سال کی عمر تک، اور جوانی کا بڑا حصہ گزر جانے تک وہ ایک ہی بیوی یعنی حضرت خدیجہؓ کے ساتھ رہے۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے کئی خواتین سے نکاح کئے ، لیکن ان خواتین میں اکثریت ایسی خواتین کی تھی جو بیوہ تھیں۔ محمد حسین ہیکل نے اپنی کتاب ''دی لائف آف محمدؐ'' میں رسول اللہؐ کی ازواج اور ان کے نکاحوں سے متعلق معاملات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''محمدؐ نے حضرت خدیجہ سے نکاح اس وقت کیا جب آپ کی اپنی عمر ۲۳ سال تھی اور آپ کا وقت شباب تھا، آپ کی مردانگی اور مردانہ وجاہت وقوت کے عروج کا زمانہ تھا۔ آپؐ ۲۸ سال یعنی اپنی عمر کے پچاس سال پورے ہونے تک حضرت خدیجہ کے مخلص رفیق بنے رہے۔ آپ کا یہ سلوک ایک ایسے زمانہ اور حالات میں تھا جب عربوں میں کئی کئی شادیوں کا ایک عام رواج تھا۔ مزید برآں، حضرت خدیجہ کی کوئی اولاد نرینہ (بیٹے) باحیات نہ رہے تھی اس وجہ سے آپؐ کے لئے اس بات کا پورا جواز تھا کہ آپ دوسری خاتون سے شادی کرتے۔ لیکن حضرت خدیجہ کے ساتھ اپنی پوری ازدواجی زندگی میں اور اپنی جوانی کے پورے عرصہ میں محمد عورتوں کی طرف مائل نہیں دیکھے گئے۔۔۔ لہٰذا یہ بات بالکل غیر فطری ہوگی کہ عمر کے پچاس سال گزر جانے کے بعد آپ کے اندر عورتوں کی طرف میلان کا جذبہ ابھر آیا ہو۔۔۔

''جب حضرت خدیجہ کا انتقال ہوگیا تو آپ نے سودہ بنت زمعہ سے شادی کی جو سکران ابن عمرو ابن عبدالشمس کی بیوہ تھیں۔ کسی بھی راوی نے حضرت سودہ کا تذکرہ ایک خوبصورت خاتون کی حیثیت سے نہیں کیا ہے، نہ ہی کسی نے یہ کہا ہے کہ حضرت سودہ مال و دولت والی یا کسی خاص سماجی مرتبہ کی خاتون تھیں۔ بلکہ حضرت سودہ اسلام قبول کرنے والے اولین لوگوں میں شامل ایک صحابی کی بیوی رہ چکی تھیں جو حبشہ ہجرت کر گئے تھے اور حضرت سودہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہی ایمان لائی تھیں اور شوہر کے ساتھ ہی ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی تھیں۔ انھوں نے بھی اپنے شوہر کے ساتھ مکہ والوں کا ظلم وستم سہا تھا اور اپنے شوہر کی طرح صبر کے ساتھ برداشت کیا تھا۔ اگر محمد ﷺ نے ان کے شوہر کی وفات کے بعد (ان کے شوہر جنگ میں شہید ہوگئے تھے) ان کی رفاقت کے لئے اور انہیں ''ام المومنین'' کا مقام دینے کے لئے ان سے شادی کی تو یقینی طور سے آپ کا یہ عمل انتہائی معزز اور لائق تحسین عمل تھا۔''

''عائشہؓ اور حفصہؓ آپ کے قریبی صحابہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی بیٹیاں تھیں۔ ان کے والدین کا محمد ﷺ سے تعلق ہی تھا جسے اور زیادہ مضبوط کرنے کے لئے آپ نے ان کی بیٹیوں سے نکاح کئے۔۔۔ رشتوں کو مضبوط کرنے کے اسی مقصد سے آپؐ نے حضرت عثمان اور حضرت علی کے نکاح میں اپنی بیٹیاں دی تھیں۔ اگر یہ بات سچ ہے کہ محمد ﷺ کو حضرت عائشہ سے محبت تھی تو یہ محبت شادی کے بعد ہی پروان چڑھی تھی۔۔۔۔

حضرت محمد ﷺ کی شادیوں کا تعلق سماجی معاملات اور حکمت عملی سے تھا اس کا ایک اور ثبوت آپ کا زینب بنت خزیمہ اور ام سلمہ سے نکاح کرنا ہے۔ زینب بنت خزیمہ عبیدہ ابن الحارث ابن المطلب کی بیوی تھیں جو جنگ بدر میں شہید ہوگئے تھے۔ وہ بھی کوئی خوبصورت خاتون نہیں تھیں، لیکن وہ اتنی شریف اور مہربان خاتون تھیں کہ ان کا م لقب ہی بے سہاروں کی ماں پڑ گیا تھا۔ محمد ﷺ کے ساتھ انھوں نے اپنی زندگی کا آخرت عرصہ اور محض سال یا دو سال ہی گزارے۔ حضرت خدیجہ کے علاوہ وہی ایک زوجہ رسول تھیں جن کا انتقال رسول اللہ کی زندگی میں ہی ہوا۔ جہاں تک ام سلمہ کا معاملہ ہے وہ امیہ ابن المغیر ہ کی بیٹی تھیں اور ابو سلمہ کی بیوی تھیں جن سے ان کے

کئی بچے ہوئے۔ ابوسلمہ احد کی جنگ میں زخمی ہو گئے تھے اور بعد میں ان زخموں کی وجہ جاں بحق ہو گئے تھے۔ ان کی موت چار مہینے بعد جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ کا ہاتھ مانگا تو انھوں نے اپنے بچوں کی ذمہ داری اور خود اپنی کہنہ سالی (عمر زیادہ ہونے) کی وجہ سے معذرت کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باوجود ان سے اصرار کیا اور پھر وہ راضی ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش کی ذمہ داری اپنے اوپر لی۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن کے متلاشی ہوتے تو مہاجرین اور انصار دونوں میں بہت سے صحابہ کی بیٹیاں تھیں، جوان سے کہیں زیادہ حسین تھیں، جوان تھیں، مرتبہ اور دولت والی تھیں جن میں سے آپ کسی کو بھی منتخب کر سکتے تھے اور اپنے نکاح میں لے سکتے تھے۔ اس لحاظ سے آپؐ کو ایسی خواتین کا انتخاب کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی جن کے ساتھ بہت سارے کھانے والے افراد وابستہ تھے اور جو خود بڑی عمر کی تھیں جن کی دیکھ بھال کی ذمہ داری آپ کے اوپر آئی۔'' جن سماجی ذمہ داریوں کا یہاں ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ، ہیکل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد نرینہ کی ضرورت کو بھی اجاگر کیا ہے، جو اس زمانہ میں ہر عرب کی ایک خواہش ہوتی تھی [انگریزی ترجمہ بقلم اسماعیل فاروقی، انڈیانا پولس، انڈیانا ۱۹۷۶، ص۔ ۲۸۹ تا ۲۹۲]

جہاں تک زینب بن جحش کے ساتھ آپ کے نکاح کا معاملہ ہے جن کا ذکر مذکورہ بالا آیت [۳۳:۳۷] میں آیا ہے، اور جن سے رسول اللہ نے حضرت زید بن حارثہ سے طلاق کے بعد نکاح کیا جو کہ آپ کے لے پالک بیٹے تھے (اس وقت جب قرآن میں لے پالک بنانے کی ممانعت نہیں آئی تھی)، ہیکل نے لکھا ہے، ''زینب امیمہ کی بیٹی اور عبدالمطلب کی نواسی تھیں [اور اس طرح زنیب رسول اللہ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں]۔۔۔ ان کی پرورش و پرداخت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے ہوئی تھی اور اس وجہ سے آپ نہیں بہت اچھی طرح جانتے تھے، اور خود آپؐ نے ہی اپنے منھ بولے بیٹے زید کے لئے ان کا ہاتھ مانگا تھا۔۔۔ لیکن ان کے بھائی عبداللہ نے خاندان قریش اور بنی ہاشم کی معزز بیٹی اور رسول اللہ کی پھوپھی زاد بہن کا نکاح ایک غلام کے ساتھ کرنے سے منع کر دیا جسے حضرت خدیجہ خرید کر لائی تھیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنہیں بعد میں آزاد کر کے اپنے بیٹے کی طرح پالا تھا۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نسلی تفریق اور درجہ بندی کو ختم کرنا چاہتے تھے اور اس عظیم اصول کو اپنانے کے لئے آپ نے اپنے قبیلے اور خاندان سے باہر کی کسی خاتون کو قائل کرنا پسند نہ کیا۔ اس کے لئے آپ نے اپنے لے پالک بیٹے زید کا نکاح خود اپنی پھوپھی زاد بہن سے کرنا چاہتے تھے [آپ کے اس اصرار کے ذیل میں یہ آیت (۳۳:۳۶، جس کی اگلی آیت میں زید کے معاملہ کا بھی حوالہ ہے) نازل ہوئی: ''کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی اَمر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا'']۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کے اسباب نکاح فراہم کئے اور پھر یہ شادی ہو گئی۔ شادی کے بعد حضرت زید کے لئے اپنی بیوی کے مزاج کو برتنا مشکل ہو گیا۔ وہ کسی قسم کی پابندی کرنے کی روادار نہیں ہو رہی تھیں۔۔۔ چنانچہ حضرت زید نے ان کے رویہ کی شکایت کئی بار رسول اللہؐ سے کی اور آخر کار طلاق دینے کے ارادے کا اظہار کیا۔ اس پر رسول اللہؐ نے انہیں تاکید کی ''اپنی بیوی کا ہاتھ تھامے رہو اور اللہ سے ڈرو۔ لیکن اس کے باوجود حضرت زید کی گھریلو زندگی میں کوئی بہتری نہیں آئی۔۔۔ اور انھوں نے زینبؓ کو طلاق دے دی۔ یہ وقت تھا کہ جب لے پالک کو اولاد بنانے اور اس کے ساتھ اپنی نسبت جوڑنے کے رواج کو ختم کر دینے کا موقع تھا، اور یہ کہ منھ بولے بیٹے کو وراثت میں شریک کرنا یا اس کی بیوی سے نکاح نہیں کرنا وغیرہ کا معاملہ۔ [آیت ۳۳:۵، اور بیوی کے ساتھ ظہار کرنا یعنی اس کو ماں سے مماثلت دے کر اپنے اوپر حرام کر لینے کے چلن کی مذمت میں نازل ہونے والی آیت ۵۸:۱ تا ۴، اور عائلی قوانین کے تحت شادی سے متعلق باب]۔ ہیکل واضح کرتے ہیں کہ اسی مفہوم میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: ''اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا ہے یہ سب تمہارے منہ کی باتیں

ہیں۔۔۔‘‘[۳۳:۴]

’’اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ منہ بولا باپ اپنے منہ بولے بیٹے کی سابقہ بیوی سے نکاح کر سکتا ہے۔لیکن اس التزام کو کس طرح نافذ کیا جاتا؟ عربوں میں کون اس نئے قانون کی بناڈال سکتا تھا اور قدیم روایت کو توڑ سکتا تھا؟ حتی کہ خود محمد ﷺ بھی اپنی عظیم قوت ارادی اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی حکمت کو سمجھنے کے باوجود اس فیصلہ پر عمل درآمد کرنے اور زیدؓ کی مطلقہ بیوی زینبؓ کے ساتھ نکاح کرنے ہمت نہیں کر پارہے تھے۔ہیکل تشریح کرتے ہیں کہ اس تناظر میں مندرجہ ذیل خطاب رسول اللہ سے کیا گیا: جب زید نے اس سے (کوئی) حاجت (متعلق) نہ رکھی (یعنی اس کو طلاق دیدی) تو ہم نے تم سے اُس کا نکاح کردیا تاکہ مومنوں کیلئے اُن کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کیساتھ نکاح کرنے کے بارے) میں جب وہ ان سے (اپنی) حاجت (متعلق) نہ رکھیں (یعنی طلاق دیدیں) کچھ تنگی نہ رہے اور اللہ کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا[۳۳:۳۷]، وہ آگے لکھتے ہیں: ’’البتہ یہ حقیقت ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے فرامین پر عمل کرنے کے لئے نمونہ ہیں؛ آپ کی زندگی آپ پر اترنے والے پیغام کا عملی نمونہ تھی‘‘۔لہذا محمد ﷺ زینبؓ سے نکاح کیا تاکہ آپ اللہ کے فرمان پر عمل کرنے کا شاندار نمونہ لوگوں کے سامنے رکھ سکیں۔ان آیات میں جو التزمات دئے گئے ہیں ان کا ایک خاص مقصد ہے اور وہ یہ کہ آزادہ کردہ غلاموں کو آزادی کا مکمل درجہ ملے، اور مالکوں، محافظوں اور متبنیٰ بنانے والے والدین کے حقوق کو صاف طریقہ سے بیان کردیا جائے۔[ہیکل، ۲۹۸]۔

قرآن کا یہ بیان کہ’’ ہم نے تم سے اُس کا نکاح کردیا‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے محض اللہ کے حکم کو ہی پورا کیا، آپ کی اپنی کوئی ذاتی خواہش نہیں تھی۔اور یہ بات اس سے بالکل مختلف ہے جو محمد ﷺ کے بارے میں بعض لوگوں نے کہی ہے کہ محمد ﷺ خود ان سے شادی کرنے کے خواہاں تھے۔اگر محمد ﷺ کی اپنی بھی کوئی ایسی خواہش تھی تو بھی مجھے اس میں کچھ غلط نظر نہیں آتا کیوں کہ زینب کا نکاح زید کے ساتھ پوری طرح ختم ہو گیا تھا اور اب ان کے دوبارہ نکاح کی گنجائش نہیں بچی تھی۔غالبا! محمد ﷺ نے زینبؓ سے نکاح کرنے کا اس لئے سوچا کہ آپ کو اس نکاح کے ٹوٹ جانے سے جو آپ نے اپنے اصرار سے کیا تھا اپنے اوپر اخلاقی ذمہ داری محسوس ہوئی‘‘، جیسا کہ محمد اسد نے لکھا ہے[نوٹ ۴۲ بابت آیت ۳۳:۳۷، دی میسیج آف دی قرآن]۔

رسول کریم ﷺ کی ایک اور زوجہ محترمہ جویریہؓ تھیں۔حسین ہیکل اپنی اس کتاب میں ان کے نکاح سے متعلق باتیں بھی تفصیل سے بیان کی ہیں:’’وہ ایک معزز خاندان کی خاتون تھیں۔جنگ بنوالمصطلق میں وہ مسلمانوں کے قبضے میں آئیں۔ان کے نام کا قرعہ ایک انصاری صحابی کے نام نکلا۔انھوں نے اپنی رہائی کے لئے تاوان کی پیش کش کی۔لیکن جن صاحب کو تولیت میں وہ آئی تھیں انھوں نے یہ جانتے ہوئے کہ جویریہ منوالمصلطق کے سردار کی بیٹی ہیں، بہت زیادہ تاوان کا مطالبہ کیا۔جویریہؓ حضرت عائشہؓ کے مکان پر حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور اپنے بارے میں بتایا کہ بنوالمصلطق کے سردار حارث ابن ابی ضرار کی بیٹی ہیں۔انھوں نے حضور سے فریاد کی کہ ان کی رہائی میں مدد کریں۔ان کی داستان سننے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کی قسمت کے بارے میں ایک بہتر بات سوچی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ تاوان ادا کردیں گے اور رہائی کے بعد ان سے نکاح بھی کرلیں گے۔جویریہؓ نے آپ کی یہ تجویز منظور کرلی۔یہ خبر جب مدینہ میں عام ہوئی تو جس کسی کے پاس بنوالمصلطق کے قیدی تھے سب نے[رسول اللہ کے سسرالی رشتے کا لحاظ کرتے ہوئے] اپنے اپنے قیدیوں کو رہا کردیا۔اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا تھا کہ میں اور کسی ایسی خاتون کو نہیں جانتی جو اپنے خاندان کے لئے اتنی زیادہ بھلائی کو موجب بنی جتنی کہ جویریہؓ‘‘‘۔اس سلسلے کی ایک اور روایت میں ہے کہ جویریہؓ اور ان کے والد کے اسلام قبول کرنے کے

بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ [دی لائف آف محمد، ص۔ ۳۳۳ ت ۳۳۴]۔

ایسے ہی حالات میں خیبر کی فتح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کے یہودی سردار حیٔ ابن اخطب کی بیٹی صفیہؓ سے نکاح کیا تھا جو کنہ ابن الربی کی بیوی تھیں اور کنبہ ان الربی خیبر کی جنگ میں مارے گئے تھے۔ صفیہ قیدی بن کر آئی تھیں اور رسول اللہ نے انہیں رہا کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا'' تاکہ ان کا صدمہ کم ہو اور ان کا وقار محفوظ رہے۔۔۔ صفیہؓ تازندگی رسول اللہ کی رفیقہ حیات رہیں۔ [دی لائف آف محمد، ص۔ ۳۷۳ تا ۳۷۴]۔

اللہ کے رسولؐ کی ایک اور زوجہ ام حبیبہ بن ابوسفیان تھیں جو عبداللہ ابن جحش کی بیوی رہ چکی تھیں۔ وہ دونوں حبشہ جانے والے مہاجرین کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے، لیکن وہاں جا کر عبداللہ عیسائی بن گئے اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ ام حبیبہ کی ایمان پر ثابت قدمی اور حبشہ میں سخت حالات کے باوجود اپنے ایمان پر جمنے رہنے کو دیکھتے ہوئے اور شوہر کی جدائی کا غم محسوس کر کے آپ نے ان سے شادی کر کے ان کی سرپرستی اور دیکھ بھال کرنے کا فیصلہ کیا [دی لائف آف محمد، ۳۷۳ تا ۳۷۴]۔ اس زمانہ میں ایسی خواتین کی سرپرستی اور دیکھ ریکھ کرنے کا اس کے علاوہ کوئی نظم نہیں تھا کہ ان سے شادی کر کے انہیں اپنی تحویل میں لیا جائے، خاص طور سے رسول اللہ کے لئے۔ یہ بات بھی ذہن نشیں رکھنے کی ہے کہ ام حبیبہ کے والد ابوسفیان قریش کے ایک بڑے سردار تھے اور رسول اللہ و آپ پر ایمان لانے والے مسلمانوں سے ان کی دشمنی مشہور تھی۔ ایمان و اسلام پر ثابت قدمی اور پھر خود رسول اللہ سے ان کی شادی ابوسفیان کو یا تو اپنے موقف پر نظر ثانی کی محرک بنتی یا دیگر بہت سے حلقوں میں اسلام کے لئے نرم گوشہ پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی۔

زوجہ رسول میمونہ (رضی اللہ عنہا) حضرت خالد بن ولیدؓ کی خالہ اور حضرت عباس ابن عبدالمطلب (رسول اللہ کے چچا) کی اہلیہ کی بہن تھیں۔ جب وہ اسلام لے آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ اس رشتہ کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ کے تعلقات کئی ایسے معزز قبیلوں سے ہو گئے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور اسلام دشمنوں کے معاون بنے ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال کو اپنے حق میں ہموار کرنے کے لئے آپ نے اس موقع کو استعمال کیا۔ آپ نے قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو سے نکاح اور ولیمہ مکہ میں کرنے کے لئے کہا اور اس میں شرکت کی دعوت بھی دی۔ صلح حدیبیہ کے اگلے برس اپنے سفر مکہ کی اہمیت کے زبردست اثرات کا لحاظ رکھتے ہوئے آپؐ نے انہیں اس پرمسرت موقع پر شرکت دی دعوت دے کر اس کو اور زیادہ موثر بنانے کی کوشش کی۔ حضرت میمونہ رسول اللہ کی وفات کے ۵۰ سال بعد تک حیات رہیں، اور انھوں نے وصیت کی کہ ان کی تدفین مکہ کے باہر اسی مقام پر کی جائے جہاں ان کا نکاح ہوا تھا'' [لائف آف محمدؐ، ص۔ ۳۸۴ تا ۳۸۵؛ نیز دیکھیں ابن القیم کی کتاب زاد العاد ۱: ۱۰۵ تا ۱۱۴، بیروت ۱۹۷۹]۔

رسول اللہ ﷺ کے تمام نکاحوں کا فرداً فرداً جائزہ لینے پر یہ بات صاف طور سے سامنے آتی ہے کہ ان تمام میں کچھ خاص باتیں مشترک نوعیت کی تھیں: آپ نے ان خواتین سے نکاح کر کے جو کہ مشکلات سے دوچار تھیں اور مدد کی ضرورت مند تھیں، انہیں مدد اور سہارا فراہم کیا، اور ان اہم قبیلوں سے تعلقات استوار کئے جو دشمنی پر آمادہ تھے اور اس طرح ان کے دشمنانہ رویہ کو مصالحانہ طرز عمل سے بدلنے کو کوشش کی جو اس وقت کے سماجی حقائق کے عین مطابق تھا، اور اس کے لئے اسلام کے مستقل اصولوں و اقدار کے خلاف بھی کچھ نہ کیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں لینا چاہئے کہ اس میں ذاتی خواہش کا کچھ دخل ہی نہ تھا اور آپ نے ان خواتین سے شادی کی جو آپ پسند نہیں تھیں یا آپ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ یہ مطلب لینا ایک دوسری انتہا ہوگی، جس سے رسول اللہ کی ذاتی پسند اور ایک انسان ہونے کی حیثیت سے اپنی ذات

کے حقوق کی نفی ہوتی ہے[۱۸:۱۱۰؛۴۱:۶]، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی شخصیت میں نبوت اور بشریت دونوں کا متوازن امتزاج تھا، اور آپ کی یہ دونوں حیثیتیں آپس میں بہترین طریقے سے تعامل کرتی تھیں۔ یہ اسلام کی ایک دائمی حقیقت ہے کہ یہ ایک الٰہی پیغام ہے جو اللہ کے نبیؐ نے انسانوں کو پہنچایا تا کہ انسان اپنے جملہ پہلوؤں کے اعتبار سے ایک بہترین زندگی گزاریں، اور یہ پیغام اپنے معیار مطلوب اور تطبیق وعمل کے لئے ایک حقیقت پر مبنی پیغام ہے[۷:۱۵۸؛۱۰:۵۷؛۱۴:۱؛۳۰:۴۰؛۳۹:۴۱]۔

چنانچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذاتی کشش کی وجہ سے آپ نے ان شادیوں کا فیصلہ نہیں کیا۔ نبی کریمؐ نے جس طرح سے زندگی گزاری، وہ ایک ایسے شخص کی زندگی نہیں تھی جو اس دنیا کی مسرتیں حاصل کرنے میں لگا ہوا ہو یا جو خواتین کی قربت سے لطف اندوز ہوتا ہو۔ اللہ کے رسولؐ کی زندگی بہت سادہ اور زاہدانہ تھی[ابن سعد، الطبقات، بیروت، ۱۹۷۸، جلد ا، ص۔ ۴۰۰ تا ۴۰۹، ۴۶۴ تا ۴۶۸] اور آپ پر اپنے پیغام کی ذمہ داریوں کا بارگراں چھایا ہوا تھا، آپ اکثر اوقات اپنے صحابہ کے ساتھ رہتے اور انہیں تعلیم اور صحبت سے نوازتے تھے اور اپنی دعوت پہنچانے یا اس کا دفاع کرنے میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے۔ آپؐ کو اپنی ازواج مطہرات سے یہ کہنا پڑا اپنے نکاح کے رشتوں کو بنائے رکھنے کے لئے انہیں آپؐ کی روحانی اور اخلاقی ذمہ داریوں کو محسوس کرنا ہوگا: اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت وآرائش کی طلبگار رہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کردوں۔ ۲۸۔ اور اگر تم اللہ اور اُس کے پیغمبر اور عاقبت کے گھر (یعنی جنت) کی طلبگار رہو تو تم میں جو نیکوکاری کرنے والی ہیں اُن کیلئے اللہ نے اجرِعظیم تیار کر رکھا ہے[۳۳:۲۸ تا ۲۹] اس نکتہ کی تشریح کرتے ہوئے محمد اسد ان حالات کو بیان کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کی ازواج کو یہ تنبیہ دی۔: جس وقت یہ آیت نازل ہوئی، مسلمان خیبر کی فتح سے فارغ ہوئے تھے جو کہ ایک زرخیز اور زراعت سے بھرپور علاقہ تھا جس کی بدولت مسلمانوں کو خوشحالی میسر آئی تھی۔ لیکن جب اکثر لوگوں کے لئے زندگی کسی قدر سہل ہو رہی تھی تو یہ سہل اندازی اور آرام رسول اللہ کے گھر میں نظر نہ آیا کیوں کہ آپ نے اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے اسی پر قناعت کی جو آپ کے گزارے کے لئے کم سے کم حد تک کافی تھا۔ بدلے ہوئے حالات کے مدنظر یہ بات کوئی غیر فطری نہیں تھی کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات بھی اس آسودگی کی خواہش مند ہوئیں جس سے دوسری خواتین اب بہرہ مند ہو رہی تھیں۔ لیکن آپ ﷺ اگر ان کے مطالبات پورے کرتے تو یہ بات آپ کے ان اصولوں کے برخلاف ہوتی جو آپ نے اپنی پوری زندگی میں برتے تھے یعنی یہ کہ خود رسولؐ کا معیار زندگی رسول پر ایمان لانے والے غریب سے غریب آدمی کی زندگی سے بھی اونچا نہ ہو۔ ان آیات کے نزول کے فوراً بعد جب یہ آیات رسول اللہ نے اپنے گھر والوں کو سنائیں تو ان سب نے الگ ہونے کے خیال کو رد کر دیا اور یہ کہا کہ انھوں نے اللہ اور رسول اور آخرت کے اجر کو اپنے لئے پسند کرلیا ہے[بہ روایت بخاری، مسلم ودیگر)''[آیات ۳۳:۲۸ تا ۲۹ پر تشریحی نوٹ نمبر ۳۱، ۳۲، دی میسیج آف دی قرآن]۔

رسول کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں اس وقت کے عرب معاشرہ کے حقائق کا جو لحاظ رکھا اس کے ساتھ ایک طرف تو ان دائمی قدروں اور اصولوں کو برتا جو بہتر سماجی حالات کی طرف رہ نمائی کرتے ہیں اور دوسری طرف ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی عبوری اجازت دینے کے لئے کچھ خاص تحدیدات بھی عائد کیں۔ ایک آدمی کے لئے بہ یک وقت زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھنے کی اجازت قرآن میں دی گئی اور ایسے معاملوں میں عادلانہ برتاؤں کو لازمی شرط بنایا گیا[۴:۳]۔ ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت ''یتیموں کے معاملے میں ناانصافی کے خدشہ'' کے پیش نظر دی گئی تھی، جس کا اشارہ جنگوں میں عورتوں کے بیوہ ہوجانے اور مردوں کے مقابلے ان کا تناسب زیادہ ہوجانے کی صورت حال کی طرف ہے کہ ایسی صورت میں بہت سے بچے یتیم اور ان کی مائیں بیوہ ہوکر بے سہارا ہو جاتی ہیں۔ جہاں تک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا معاملہ ہے کہ آپ کی ازواج کی تعداد چار سے بھی زائد تھی تو یہ بات نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب نبوت اور مقام امامت کے مطابق ہوتی اور نہ ہی آپ کی ازواج کے لئے مناسب ہوتی کہ ان میں سے کسی کو طلاق دی جائے جب کہ وہ ''اللہ واس کے رسول اور آخرت کی بھلائی'' کو اپنے لئے چن چکی تھیں۔ علاوہ ازیں خود رسول اللہ کو بھی اب مزید نکاح کرنے سے روک دیا گیا تھا: ''(اے پیغمبر!) ان کے سوا اور عورتیں تم کو جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کرو خواہ اُن کا حسن تم کو (کیسا ہی) اچھا لگے مگر وہ جو تمہارے ہاتھ کا مال ہے (یعنی لونڈیوں کے بارے میں تم کو اختیار ہے) اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے'' [۳۳:۵۲]۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اپنے شوہر کے منصب نبوت و امامت کی وجہ سے اور خود اپنے لئے ''امہات المومنین'' کا رتبہ رکھنے کی وجہ سے دوسروں کے ساتھ اپنے سلوک میں کچھ مخصوص آداب وشرائط کا لحاظ رکھنا ہوتا تھا۔ انہیں اپنے لباس میں بھی شائستگی اور حیا کا لحاظ رکھنے کی تاکید کی گئی [۳۳:۵۹]، زیب وزینت کے اظہار سے روکا گیا، اجنبیوں کے ساتھ لوچ دار آواز میں بات کرنے سے منع کیا گیا؛ اور ان سے فرمایا گیا کہ: اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دُور کردے اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے۔ اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو۔۔۔'' [۳۳: ۳۳ تا ۳۴]۔ مومنوں کو حکم دیا گیا کہ رسول اللہ کے گھر میں اجازت ملنے کے بعد اور تاکید کی گئی کہ انہیں اگر کھانے پر مدعو کیا گیا ہے تو پہلے سے آکر گپ شپ کرنے میں مشغول نہ ہوں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ کو کسی ضرورت سے گھر کے باہر کے کسی فرد سے بات کرنی ہو تو درمیان میں ایک آڑ حائل ہونا ضروری ہے [۳۳: ۵۳]، حالانکہ یہ تحدیدات قریبی رشتہ داروں کے لئے نہیں تھیں [۳۳:۵۵]۔

یہ تحدیدات چوں کہ ازواج مطہرات کے خاص مقام ومرتبہ کی بنا پر تھیں اس لئے ان کی اس امتیازی شان کو قرآن میں جتایا بھی گیا ہے: ''اے پیغمبر کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو'' [۳۳:۳۲]، اسی طرح یہ آیت کہ ''تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں)'' [۳۳: ۳۴] اس وجہ سے ان کے نیک اعمال پر ان کا اجر اور ان کے گناہوں پر ان کی سزا بھی کسی دوسری عورت کے مقابلے دوگنا ہے [۳۳: ۳۰ تا ۳۱]۔ مزید ان ازواج مطہرات پر یہ پابندی بھی لگائی گئی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی سے شادی نہیں کرسکتیں [۳۳:۵۲]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بار بار تاکید کہ عورتوں کا خیال رکھیں اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا کریں، چنانچہ خود آپ کی اپنی پوری زندگی، جس میں آپ کا حج الوداع بھی شامل ہے، آپ کی اس تعلیم کا عملی نمونہ تھی۔ روایت ہے کہ ایک بار عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کسی چپقلش کے موقع پر اپنے شوہر سے کہا: اے خطاب کے بیٹے تم کس قدر سخت ہو، تم مجھے تو اپنی مرضی کے خلاف بات سے بھی روکتے ہو جب کہ تمھاری بیٹی (حفصہ) تو خود رسول اللہ سے بھی تکرار کرتی ہے [بخاری، مسلم، ترمذی و نسائی]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھریلو کاموں میں اپنی بیویوں کی مدد کیا کرتے تھے، ہاں جب اذان ہوتی تھی تو آپ سب کام چھوڑ کر نماز کی تیاری میں لگ جاتے [ابن سعد، طبقات، جلد ا، ص۔ ۳۶۶، بیروت، ۱۹۷۸]۔

تاہم، اپنی بیویوں کے ساتھ رسول اللہ کی تمام تر شفقت ورحمت کے باوجود بعض اوقات ان کے ساتھ کچھ اختلافات اور مسائل بھی کھڑے ہوئے، جیسا کہ اور گھروں میں بھی ہوتا ہے۔ آیت ۶۶: ۱ تا ۵ کس خاص موقع پر نازل ہوئی اس کی کوئی تعیین کرنا مشکل ہے کیوں کہ اس سلسلے میں مختلف روایات ہیں۔ محمد اسد لکھتے ہیں کہ خود ان قرآنی آیات سے اور معتبر روایات حدیث سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ ''مدنی زندگی کے دوسرے نصف عرصے میں کسی موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ عہد کرلیا کہ وہ ایک مہینے تک اپنی کسی بیوی سے ازدواجی تعلق نہیں رکھیں گے۔ اس کا فی الواقع کیا سبب تھا یہ بات پورے وثوق نہیں کہی جاسکتی البتہ احادیث سے یہ بات پوری طرح

واضح ہے کہ اس عارضی وجذباتی ناراضگی کا سبب رسول اللہ کی کچھ ازواج کے درمیان باہمی حسد کا ظاہر ہونا تھا۔ کچھ قدیم مفسرین اس آیت کی شانِ نزول حضور ﷺ کی اس رازداری کی بات کے افشاء ہونے سے جوڑتے ہیں جو آپؐ نے اپنی ایک بیوی سے کہی تھی اور جس میں آپؐ نے پیش گوئی کی تھی کہ میرے بعد ابوبکر اور عمر اس امت کے سردار بنیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ راز کی بات آپؐ نے حضرت حفصہ بنت عمر سے کہی تھی اور حضرت عائشہ بنت ابوبکر نے اس راز کو افشاء کر دیا تھا [بغوی بہ روایت ابن العباس اور کلبی؛ نیز زمخشری]۔ اگر یہ بات درست ہے تو اس سے یہ وضاحت ہوگی کہ رسول اللہ نے ایسا کیوں کیا کہ راز کی 'کچھ بات تو بتادی اور کچھ بات روکے رکھی'۔ (ایک طرف تو) ایک بار آپ کی رازدارانہ پیش گوئی ۔۔۔۔۔ ہوگئی، جسے لوگوں کے علم میں نہ لانے سے آپ نے کوئی حرج نہیں سمجھا۔ (دوسری طرف) آپ نے اسے قصداً مبہم الفاظ میں ۔۔۔۔ رکھا غالباً اس لئے کہ ابوبکر وعمر کی جانشینی والی بات کو ایک وصیت نہ سمجھا جائے بلکہ اسے امت کے لئے چھوڑ دیا جائے کہ وہ قرآن کے اصول شورائیت [۳۸:۴۲] کے مطابق خود طے کریں [رسول اللہ کا یہ عہد جو کہ جذباتی طور سے آپ نے کیا تھا۔۔۔۔۔ (۲:۲۲۴)۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ: ''کوئی شخص اگر قسم کھاتا ہے (کہ وہ فلاں کام کرے گا نہیں فلاں بات سے پرہیز کرے گا)، اور بعد میں اسے سمجھ آتی ہے کہ اس کے بجائے دوسری بات زیادہ بہتر ہے تو اسے وہ کام کرنا چاہئے جو زیادہ بہتر ہو اور اپنی قسم توڑ دینی چاہئے اور قسم کا کفارہ ادا کرنا چاہئے (بخاری ومسلم اور دیگر)

اس قرآنی اشارے کی منشا محض اس معاملے میں ایک واقعہ بیان کرنا ہی نہیں ہے بلکہ اس سے ایک اخلاقی سبق دینا مقصود ہے جو تمام انسانی حالات پر منطبق ہوتا ہے: جیسے اللہ کی حلال کی ہوئی کسی چیز کو ممنوع کر لینے کو تسلیم نہ کرنا چاہے یہ کسی دوسرے فرد یا افراد کو خوش کرنے کے مقصد سے ہی کیوں نہ ہو۔ علاوہ ازیں، اس سے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے جس پر قرآن میں بار بار زور دیا گیا ہے کہ نبی ﷺ ایک بشر ہی تھے اور بشر ہونے کے ناطے بشری جذبات رکھتے تھے یہاں تک وقتی طور پر آپؐ سے کسی غلطی کا صدور بھی ممکن تھا، لیکن صرف اپنی ذاتی معاملے میں، وحی اور نبوت کے معاملے میں نہیں'' [محمد اسد، دی میسیج آف دی قرآن، آیات ۶۶:۱، ۳، ۴ کی تشریح میں نوٹ نمبر ۱، ۴، ۷ اور ۲:۲۲۴ کی تشریح میں نوٹ نمبر ۲۱۲؛ نیز دیکھیں آیت ۵:۸۹]۔

جہاں تک بات ازواج مطہرات کو طلاق دینے کی تنبیہ اور خود نبی ﷺ کو ان سے بہتر ازواج عطا کرنے کی تسلی دینے کی ہے کہ جو روحانی اور اخلاقی لحاظ سے زیادہ بلند ہوں، شادی شدہ یا باکرہ [۶۶:۵]، اس بارے میں محمد اسد نے بجا طور پر یہ بات لکھی ہے کہ اس آیت میں ذکر کردہ امکان رسول اللہ کی ازواج کی حقیقی صورت حال کے مماثل ہے جو زیادہ تر پہلے سے شادی شدہ تھیں اور ان میں سے صرف ایک یعنی حضرت عائشہ ہی ایسی خاتون تھیں جن کا نکاح پہلے کسی سے نہ ہوا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ اشارہ اور پھر یہ حقیقت کہ نبی ﷺ نے اپنی کسی بھی بیوی کا طلاق نہیں دی، اور اس اقتباس کی خالص ایک نظریاتی ترکیب یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ ایک نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کو بالواسطہ طور سے ایک نصیحت ہے جو اپنی وقتی کمزوریوں کے باوجود ان خوبیوں کی حامل تھیں جن کا حوالہ اس قرآنی آیت (۶۶:۴) میں دیا گیا ہے۔ ازواج مطہرات کو کی گئی یہ نصیحت وسیع تر لحاظ سے تمام اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے لئے بھی ہے۔۔۔۔ [آیت ۶۶:۴ پر تشریحی نوٹ نمبر ۱۰، دی میسیج آف دی قرآن]۔

اللہ کے رسولؐ کا اپنی تمام بیویوں کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا رویہ، اور ان تمام کے ساتھ عدل وحسن سلوک سے پیش آنے کی آپ کی کوشش آپ کی زندگی کے آخری دم تک رہی۔ رسول اللہؐ کی پدرانہ محبت کا حال اگرچہ قرآن میں خاص طور سے بیان نہیں ہوا ہے تاہم آپ کی زبانی اور عملی سنتوں سے پوری طرح واضح ہوا ہے۔ اپنے بچوں اور نواسوں سے آپ کی محبت آپ کے متعدد فرامین اور اعمال سے

ظاہر ہوتی ہے۔اپنی بیٹی فاطمہ کے تعلق سے آپ کا رویہ، اپنے بیٹے ابراہیم کے تعلق سے آپ کے جذبات جو کہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور نواسے حسن وحسین کے ساتھ آپ کا لگاؤ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان (بنو ہاشم) کے ساتھ بھی خوش گوار تعلقات بنا کر رکھے، سوائے چچا ابولہب کے جو آپ کا کھلا دشمن تھا، آپ کا پیچھا کیا کرتا تھا، آپ کو ستایا کرتا تھا اور رسول اللہ کی دعوت قبول کرنے سے لوگوں کو روکنے کے لئے کوشاں رہتا تھا۔قریش نے جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاشی اور سماجی بائیکاٹ کیا تو آپ کے خاندان بنی ہاشم کے لوگوں نے، سوائے ابولہب کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا اور آپ کی خاطر اس سماجی بائیکاٹ کو برداشت کیا۔تقریباً دو سال یا اس سے زائد عرصہ تک قریش نے بنو ہاشم کے ساتھ کسی بھی طرح کا لین دین کرنے، خرید وفرخت کرنے اور نکاح کے رشتے قائم کرنے سے پر پابندی برقرار رکھی [ابن سعد، الطبقات، بیروت، ۱۹۷۸، جلد ا، ص۔۲۰۸ تا ۲۱۰]۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب چہیتے چچا حضرت حمزہ تھے جو تقریباً آپؐ کے ہم عمر تھے اور نبوت کے چھٹے سال آپؐ پر ایمان لائے تھے، اور ابو طالب جو مستقل آپ کی سرپرستی اور حمایت کرتے رہے وہ آپؐ پر ایمان نہیں لائے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلیمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا جنھوں نے بچپن میں آپ کو پالا تھا اور آپ کو دودھ پلایا تھا اور آپؐ کی رضاعی ماں بن گئی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان بچوں سے بھی تعلق خاطر تھا جو آپ کے رضاعی بھائی بہن بھی تھے [طبقات ابن السعد، بیروت ۱۹۷۸، جلد ا، ص۔۱۰۸ تا ۱۰۹]۔

مومنوں کے ساتھ رسول اللہ کا تعلق اور سلوک

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) اللہ کی مہربانی سے تمہاری اُفتادِ مزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے، تو اُن کو معاف کر دو اور اُن کے لئے (اللہ سے) مغفرت مانگو اور اپنے کاموں میں اُن سے مشورہ لیا کرو اور جب (کسی کام کا) عزمِ مصمم کر لو تو اللہ پر بھروسا رکھو بیشک اللہ تعالیٰ بھروسا رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔(۳:۱۵۹)

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے، اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کیلئے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے۔تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اُس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اُس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔ (۴:۶۴ تا ۶۵)

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝١٠٧ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝١٠٨

اور جو لوگ اپنے ہم جنسوں کی خیانت کرتے ہیں اُن کی طرف سے بحث نہ کرنا کیونکہ اللہ خائن اور مرتکبِ جرائم کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ جب وہ راتوں کو ایسی باتوں کے مشورے کیا کرتے ہیں جن کو وہ پسند نہیں کرتا تو ان کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور اللہ ان کے (تمام) کاموں پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (۴:۱۰۷تا۱۰۸)

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝١١٣

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو ان میں سے ایک جماعت تم کو بہکانے کا قصد کر ہی چکی تھی اور یہ اپنے سوا (کسی کو) بہکا نہیں سکتے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور اللہ نے تم پر کتاب اور دانائی نازل فرمائی ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ (۴:۱۱۳)

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝١١٥

اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اُسے اُدھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔ (۴:۱۱۵)

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٤٣

اللہ تمہیں معاف کرے تم نے پیشتر اس کے کہ تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی تمہیں معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں ان کو اجازت کیوں دی؟ (۹:۴۳)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝٥٨ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝٥٩

اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ (تقسیم) صدقات میں تم پر طعنہ زنی کرتے ہیں، اگر ان کو اس میں سے (خاطر خواہ) مل جائے تو خوش رہیں اور اگر (اس قدر) نہ ملے تو جھٹ خفا ہو جائیں۔ اور اگر وہ اس پر خوش رہتے جو اللہ اور اُس کے رسول نے ان کو دیا تھا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور اللہ اپنے فضل سے اور اُس کا پیغمبر (اپنی مہربانی سے) ہمیں (پھر) دے دیں گے اور ہمیں تو اللہ ہی کی خواہش ہے (تو ان کے حق میں بہتر ہوتا)۔ (۹:۵۸تا۵۹)

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ

اور ان میں بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ہر کسی کی بات سن کر لگ جاتا ہے (ان سے) کہہ دو کہ (وہ) ایسا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾

(ہے تو) تمہاری بھلائی کیلئے وہ اللہ کا اور مومنوں (کی بات) کا یقین رکھتا ہے اور جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں ان کے لئے رحمت ہے اور جو لوگ رسول اللہ کو رنج پہنچاتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب تیار ہے۔ (۶۱:۹)

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾

(لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں! تمہاری تکلیف اُن کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔ پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں (اور نہ مانیں) تو کہہ دو کہ اللہ مجھے کفایت کرتا ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اُسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ (۹:۱۲۸ تا ۱۲۹)

وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿١٢٨﴾

اور صبر ہی کرو اور تمہارا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے ہے اور ان کے بارے میں غم نہ کرو اور جو یہ بداندیشی کرتے ہیں اُس سے تنگدل نہ ہو۔ کچھ شک نہیں کہ جو پرہیزگار ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں اللہ اُن کا مددگار ہے۔ (۱۶:۱۲۷ تا ۱۲۸)

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾

(اے پیغمبر!) شاید تم اس (رنج) سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے۔ (۲۶:۳؛ نیز دیکھیں ۱۸:۶)

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿٢٨﴾

اور جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اُس کی خوشنودی کے طالب ہیں اُن کے ساتھ صبر کرتے رہو اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں کہ تم آرائش زندگی دنیا کے طلبگار ہو جاؤ، اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہنا نہ ماننا۔ (۱۸:۲۸؛ نیز دیکھیں ۳۵:۵۲)

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٥١﴾

مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تا کہ وہ ان میں فیصلہ کر دیں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (۲۴:۵۱)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى

مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کبھی ایسے کام کیلئے جو جمع ہو کر کرنے کا ہو پیغمبر الٰہی کے پاس جمع ہوں تو اُن سے اجازت لئے بغیر چلے نہیں جاتے، اے پیغمبر! جو لوگ تم

يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں سو جب یہ لوگ تم سے کسی کام کیلئے اجازت مانگا کریں تو ان میں سے جسے چاہا کرو اجازت دیدیا کرو اور ان کیلئے اللہ سے بخشش مانگا کرو کچھ شک نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بیشک اللہ کو یہ لوگ معلوم ہیں جو تم میں سے آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا دردناک عذاب نازل ہو۔
(۲۴:۶۲ تا ۶۳)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾

مومنو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو (عیب لگا کر) رنج پہنچایا تو اللہ نے اُن کو بے عیب ثابت کیا اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔ (۳۳:۶۹)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ (۴۸:۲۹)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾

اے اہلِ ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ پیغمبر الٰہی کے سامنے دبی

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ
اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ
مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ
وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾ وَ لَوۡ اَنَّہُمۡ
صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡہِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ وَ
اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵﴾

آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزما لئے ہیں ان کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔ جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کئے رہتے یہاں تک کہ تم خود نکل کر ان کے پاس جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ (۴۹:۲ تا ۵)

وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ فِیۡکُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ؕ لَوۡ یُطِیۡعُکُمۡ فِیۡ
کَثِیۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ
الۡاِیۡمَانَ وَ زَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَ کَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَ
الۡفُسُوۡقَ وَ الۡعِصۡیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ﴿۷﴾
فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ نِعۡمَۃً ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۸﴾

اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر ہیں اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دے دی اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں اللہ کے فضل اور احسان سے، اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔
(۴۹:۷ تا ۸)

عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی ﴿۱﴾ اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ﴿۲﴾ وَ مَا یُدۡرِیۡکَ
لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی ﴿۳﴾ اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی ﴿۴﴾ اَمَّا
مَنِ اسۡتَغۡنٰی ﴿۵﴾ فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی ﴿۶﴾ وَ مَا عَلَیۡکَ اَلَّا
یَزَّکّٰی ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنۡ جَآءَکَ یَسۡعٰی ﴿۸﴾ وَ ہُوَ یَخۡشٰی ﴿۹﴾
فَاَنۡتَ عَنۡہُ تَلَہّٰی ﴿۱۰﴾ کَلَّاۤ اِنَّہَا تَذۡکِرَۃٌ ﴿۱۱﴾

(محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ترش رُو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے کہ ان کے پاس ایک نابینا آ گیا۔ اور تم کو کیا خبر شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا یا نصیحت کی جاتی تو نصیحت سے اسے فائدہ ہوتا۔ جو پروا نہیں کرتا اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو، حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو تم پر کچھ (الزام) نہیں۔ اور جو تمہارے پاس دوڑتا ہوا آیا اور وہ (اللہ سے) ڈرتا ہے، اس سے تم بے رخی کرتے ہو۔ دیکھو! یہ (قرآن) تو بس ایک نصیحت ہے۔ (۸۰:۱ تا ۱۱)

مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲﴾ وَ اِنَّ لَکَ لَاَجۡرًا غَیۡرَ
مَمۡنُوۡنٍ ﴿۳﴾ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ﴿۴﴾

(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) تم اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانے نہیں ہو۔ اور تمہارے لئے بے انتہا اجر ہے۔ اور تم عظیم اخلاق کے حامل ہو۔
(۶۸:۲ تا ۴)

اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مرد کے والد نہیں تھے، یعنی آپ کی کوئی اولادِ نرینہ نہیں تھی۔ حضرت خدیجہ سے آپ کے جو بیٹے ہوئے تھے وہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور زید بن حارثہ کو آپ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا [۳۳:۴۰]، لیکن فی الواقع آپ تمام مومنوں کے لئے ایک والد کی طرح نگراں اور سرپرست تھے اور مومنوں کی جماعت کے لئے ذمہ دار تھے، اسی طرح آپ کی ازواجِ مطہرات تمام مومنوں کے لئے ماں کی طرح (''امہات المومنین'') تھیں [۳۳:۶]۔ رسول اللہ اور مومنوں کے درمیان تعلقات باہمی حقوق اور ذمہ داریاں بھی طے تھیں۔ مومنوں کو تعلیم دی گئی تھی کہ رسول اللہ کی طرف متوجہ رہا کریں اور آپؐ کے ساتھ انتہائی ادب و احترام کے

ساتھ پیش آیا کریں[۴:۶۴ تا ۶۵، ۱۱۵؛ ۲۴:۵۱؛ ۴۹:۲ تا ۵، ۷ تا ۸]، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں کے لئے ہمہ وقت فکرمند، مہربان اور شفیق رہا کرتے تھے[۳:۱۵۹؛ ۹:۴۳، ۶۱، ۱۲۸؛ ۲۱:۱۰۷؛ ۴۹:۷]۔ آپ ایک طرف اللہ کے نبی تھے اور دوسری طرف اللہ پر ایمان لانے والی جماعت کے قائد، اور مدینہ میں آکر آپ اولین اسلامی ریاست کے سربراہ بنے۔

بہت سے عرب، خاص طور سے ریگستانوں میں رہنے والے بدو جو مکہ اور مدینہ جیسی بستیوں کی شہری زندگی کے طور طریقوں سے مانوس اور واقف نہیں تھے، انہیں وہ سلیقہ و آداب نہیں آتے تھے جو ضروری تھے، اور انہیں دین اور دنیا کے معاملات میں رہنمائی لینے کے لئے اپنے نبیؐ اور قائد کے پاس آنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ وہ اپنی غلط کاریوں کے تصفیہ اور توبہ کے لئے بھی آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے اپنی بخشش کے لئے دعاؤں کی درخواست کرنے بھی آتے تھے[۴:۶۴ تا ۶۵؛ ۹:۹۰ تا ۹۱، ۱۱۷ تا ۱۱۸]۔ ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ آپ کو صحیح صحیح بات بتایا کریں اور آپ سے غلط بیانی کبھی نہ کریں[۴:۱۰۷ تا ۱۰۸، ۱۱۳؛ ۴۹:۶ تا ۸]۔ قرآن کی کئی آیات میں ان لوگوں کو یہ بات بار بار ذہن نشیں کرائی گئی کہ رسول اللہ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے: ''جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بیشک اُس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جو نافرمانی کرے تو اے پیغمبر تمہیں ہم نے اُن کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا''[۴:۸۰]، ''جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو''[۵۹:۷]۔ انہیں سمجھایا گیا کہ رسول اللہ جب اپنے گھر میں آرام فرما رہے ہوں تو گھر کے باہر سے آپ کو بلند آواز سے نہ پکارا کریں، نہ ان کے ساتھ اس طرح سے بے تکلف ہو کر گفتگو کیا کریں جیسے آپس میں کرتے ہیں، نہ آپ سے بات چیت کرتے وقت اپنی آواز آپؐ کی آواز سے بلند کیا کریں۔[۲۴:۶۳؛ ۴۹:۲ تا ۵]۔ جب آپ کی مجلس میں ہوا کریں اور عام معاملات سے متعلق کوئی بات چل رہی ہو تو اگر کسی کو جانے کی حاجت ہو تو اجازت لے کر رخصت ہوا کرے، یوں ہی اٹھ کر نہ چل کر دیا کرے[۲۴:۶۲ تا ۶۳]۔ وہ لوگ رسول اللہ کے گھر میں آپ کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے تھے، نہ انہیں کھانے کے انتظار میں دیر تک رسول اللہ کے گھر میں بیٹھ کر گپ شپ کرتے رہنے کی اجازت تھی[۳۳:۵۳]۔

اسلام مسلمانوں سے بہترین اخلاق و آداب کا تقاضا کرتا ہے خاص طور سے اپنے نبی اور رہبر کے ساتھ۔ یہ آداب و اخلاق عرب کے قبائلی سماج میں اللہ کے دین کے ذریعہ اور رسول و مومنوں کے درمیان تعلقات، نیز مومنوں کے درمیان آپس میں بھی ملنے جلنے کے آداب کی تعلیمات سے فروغ پائے۔ مسلمانوں سے زور دے کر اور اصرار کے ساتھ یہ کہا گیا کہ وہ رسول اللہ کے عملی نمونہ کی پیروی کریں: ''اللہ کے رسول (کے عمل) میں تمھارے لئے بہترین نمونہ ہے (پس تمھیں ان کی ہی پیروی کرنی چاہئے) ہر اُس شخص کو جسے اللہ (سے ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو[۳۳:۲۱]۔

قرآن کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض اوقات اپنے کچھ پیروکاروں سے رویہ سے پریشانی ہوتی تھی، جو ہمیشہ ان کی بے علمی یا عدم شائستگی کی وجہ سے ہی نہیں ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر وہ جہاد کے لازمیت سے بچنے کے لئے جھوٹے عذر پیش کر دیتے تھے[۹:۴۲ تا ۵۷]۔ جنگ میں حاصل مالِ غنیمت کی تقسیم میں آپ پر تنقید کر بیٹھے یا زکوٰۃ کی ادائیگی میں کنجوسی کر بیٹھے[۹:۵۸]۔ ان میں سے بعض لوگوں کو کبھی آپ کے ان صحابہ سے حسد بھی ہوتا تھا جو آپ کے بہت قریبی تھے اور جن پر آپ بھروسہ کرتے تھے، اور رسول اللہ کو اس بات کا طعنہ دے بیٹھے کہ آپ ان کی باتوں کو بے سوچے سمجھے مان لیتے ہیں[۹:۶۱]۔

جو لوگ حقیقی ایمان کے بغیر ہی مسلمان بن گئے تھے، محض اس لئے کہ اسلام کو بڑھتی ہوئی رفتار کو دیکھ کر اس کے ساتھ ہو جائیں اور ممکنہ فوائد سمیٹیں، وہ رسول اللہ کے بارے میں مطلوب ایمان کے حامل نہیں تھے یا رسول اللہ اور اہل ایمان کے درمیان جو ادب و احترام کا

رشتہ مطلوب ہے اس کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ ایسی ہی لوگ شکوک وشبہات اور افواہیں پھیلاتے تھے نیز مسلم معاشرے اور اس کے رہبر کو پہنچنے والی کسی زک پر خوش ہوتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ کے پیروکاروں کو یہ یاد دلایا گیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کی طرح کا رویہ اختیار نہ کریں کہ انھوں نے اپنے نبی کو اذیت دی اور ان کے خلاف جارحیت پر آمادہ ہوئے یہاں تک کہ اللہ نے ان کا دفاع کیا اور ان پر جو الزامات ان لوگوں نے لگائے ان سے حضرت موسیٰ کی برائت کا اعلان کیا[۳۳:۶۹]۔ موجودہ بائبل میں ہے کہ: (اور خدا نے کہا]، میرا بندہ موسیٰ۔۔۔ جو میرا وفادار ہے۔۔۔ میں اس سے کلام کرتا ہوں۔۔۔ کیا تم میرے بندے موسیٰ کے خلاف بولنے سے نہیں ڈرتے؟ اور ان کے خلاف خدا کا غصہ بھڑکتا ہے۔۔۔'' [Numbers XII:6-9]۔

اللہ کے رسولؐ اور امت مسلمہ کے قائد نیز اسلامی ریاست کے سربراہ اللہ کی رحمت وفضل کا مظہر تھے جو کہ ان کی تعلیم کا جوہر اور مشن کا بنیادی مقصد تھا[۳:۱۵۹؛ ۲۱:۱۰۷]۔ وہ سبھی لوگوں سے ہمیشہ نرمی اور مہربانی سے پیش آتے تھے، چاہے وہ سچے مومن ہوں یا منافقین، دوست ہوں یا دشمن۔ ان کا رویہ نہ تو درشت ہوتا تھا اور نہ وہ سخت دل تھے[۳:۱۵۹]۔

ایک نبی کی حیثیت سے بھی اور رہبر ورہنماء کی حیثیت سے بھی محمد ﷺ سے کہا گیا کہ وہ حلم وتحمل اور عفو ودرگزر سے کام لیا کریں[۵:۱۳؛ ۷:۱۹۹؛ ۱۵:۸۵؛ ۴۳:۸۹]، اور مومنوں کی بخشش کے لئے اللہ سے دعا کیا کریں۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ عام معاملات میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کریں، چاہے ان میں سے کسی کی نیت یا کردار اچھا نا بھی ہو، اور جب کوئی فیصلہ اس مشورے کے مطابق کرلیا کریں تو پھر اس فیصلہ کو پوری طرح بغیر کسی جھجک کے عمل میں لائیں۔ انہیں تاکید کی گئی کہ مومنوں میں سے کسی سے کوئی خطا ہوجائے تو ان کی مغفرت کے لئے اللہ سے دعا کیا کریں[۴:۶۴؛ ۳:۱۵۹]۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو جن صلاحتیوں اور استعداد سے نوازا ہے آپ ان تمام کو استعمال کرتے تھے، جب کہ صرف اپنے اوپر انحصار کرتے تھے اور اللہ پر ہی بھروسہ کرتے تھے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام قدرتوں کا خالق اور منبع حقیقی ہے۔

حضور ﷺ کی ان تمام ذمہ داریوں کے باوجود قرآن بار بار اس پر زور دیتا ہے کہ محمد ﷺ ایک بشر تھے، بشری احساسات و جذبات رکھتے تھے۔ لوگوں کے ایمان نہ لانے پر آپ کو رنج ہوتا تھا، کیوں کہ آپ تو ان کی خیر خواہی کررہے تھے اور اپنا پیغام پہنچانے کی ذمہ داری ادا کررہے تھے[۱۸:۶؛ نیز دیکھیں ۲۶:۳]۔ کبھی وقتی طور پر آپ کی توجہ طاقت ور اور دولت مند لوگوں کی طرف ہوجاتی تھی تاکہ وہ آپؐ کے پیغام پر ایمان لے آئیں اور قبائلی سماج میں جو لوگ ان کے زیر اثر تھے وہ بھی ان کی پیروی میں ایمان لے آئیں[۱۸:۲۸ تا ۲۹؛ نیز دیکھیں ۶:۵۲، ۸۰:۱ تا ۱۱]۔

اللہ کے رسول ﷺ کی محبوب اہلیہ اور معاون سیدہ خدیجہؓ کا اور آپ کے نوخیز بیٹے جناب ابراہم کا جب انتقال ہوا تو آپ بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے۔ آپ نے اپنے درد وغم کا اعتراف کیا لیکن آپ نے اپنا توازن اور خود پر قابو کبھی نہیں کھویا، جیسا کہ خود آپ کے اپنے الفاظ ہیں: ''آنکھوں میں آنسو ہیں اور دل بہت غمگین ہے، لیکن ہم وہ بات کبھی نہیں کہتے جو اللہ کو ناپسند ہے''[حدیث بروایت البخاری، مسلم، ابن حنبل اور ابن ماجہ]۔ آپ کے بیٹے ابراہیم کی وفات کے موقع پر جب سورج کو اتفاقا گہن لگا اور بعض لوگوں نے خیال کیا کہ اللہ کے نبی کے غم میں کائنات اور قدرت وفطرت بھی شریک ہے، تو آپ نے اس طرح کے وہم وگمان کو بیان کرنے کی اجازت نہیں دی اور فوراً ہی یہ خطبہ دیا: ''سورج اور چاند اللہ کی نشانیاں ہیں، کسی کی موت سے اور نہ کسی کی زندگی کے لئے ان پر گرہن لگتا ہے''[حدیث بروایت البخاری، مسلم، ابن حنبل، ابوداؤد، النسائی، بن ماجہ، اور الدارمی]۔

رسول اللہ ﷺ کو بھی دوسرے انسانوں کی طرح غصہ آتا تھا۔ جب آپ کی ایک اہلیہ نے آپ کے بھروسہ کو توڑا اور آپ کی رازداری والی بات ایک دوسری بیوی کو بتادی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا [۶۶:۱ تا ۵]۔ اس موقع پر آپ کا غم وغصہ آپ کے چہرے سے بھی اور آپ کے طرزِ عمل سے بھی صاف ظاہر ہوا، اور کچھ لوگوں کو لگا کہ آپ نے غالباً اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے کیوں کہ انہیں ٹھیک طرح سے یہ معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ کے نجی معاملہ کو افشاء کس نے کیا ہے [۶۶:۲ تا ۵]۔ جب آپ کے چچا اور ہم عمر ساتھی ومددگار حضرت حمزہ ؓ کو جنگ احد میں دشمنوں نے ہلاک کردیا تو بھی آپ کو بہت زیادہ غم ہوا اور شدید غصہ آیا: ''اور اگر تم اُن کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تمہیں اُن سے پہنچی اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور صبر ہی کرو اور تمہارا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے ہے اور ان کے بارے میں غم نہ کرو اور جو یہ بداندیشی کرتے ہیں اُس سے تنگدل نہ ہو۔ کچھ شک نہیں کہ جو پرہیزگار ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں اللہ اُن کا مددگار ہے'' [۱۶:۱۲۶ تا ۱۲۸] ایک اور لازمی خوبی جو نبی کے لئے ضروری ہوتی ہے اور خاص طور سے محمد ﷺ کے اندر تھی وہ تھی صبر۔ چنانچہ قرآن میں ۸۰ مقامات پر صبر کی تلقین کی گئی ہے۔ نبیؐ سے کہا گیا کہ صبر جمیل سے کام لیں [۷۰:۵]، اور پچھلے انبیاء کے صبر کو یاد دلایا گیا: ''پس (اے محمد ﷺ!) جس طرح اور عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں اسی طرح تم بھی صبر کرو'' [۴۶:۳۵]۔ اللہ تعالیٰ نبی کی نگرانی اور نگہبانی فرماتا ہے؛ وہ جو مشکلات اور خطرات بھی نبی ﷺ کو پیش آئیں ان سب سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اللہ کافی ہے: ''اور تم اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو تم تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو اور جب اٹھا کرو تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کرو'' [۵۲:۴۸]، پس (اے محمد ﷺ!) جس طرح اور عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں اسی طرح تم بھی صبر کرو [۴۶:۳۵]۔

مزید برآں، قرآن نبیؐ کو اور ایمان لانے والوں کو یہ ترغیب دیتا ہے کہ حق اور مثبت انسانی امکانات کے بارے میں پراعتماد رہیں: ''عجب نہیں کہ اللہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو دوستی پیدا کردے اور اللہ قادر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ۷۔ جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے'' [۶۰:۷ تا ۸]۔ اللہ پر، اپنی دعوت پر اور مثبت انسانی امکانات پر اعتماد ہی تھا کہ جب آپ سے کہا گیا اللہ سے اپنے دشمنوں کی بربادی کی دعا کریں تو آپ نے فرمایا: میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، زحمت بنا کر نہیں نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ ان کی نسلوں میں سے ایسے لوگ اٹھائے جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے والے ہوں۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے؛ وہ جانتے نہیں ہیں'' [بروایت البخاری، مسلم]۔

رسول کریم محمد ﷺ کے اخلاق وکردار کو قرآن نے ان الفاظ میں سمیٹ کر بیان کیا ہے: ''(لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں! تمہاری تکلیف اُن کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں'' [۹:۱۲۸]؛ ''بے شک آپ زبردست اخلاق والے ہیں'' [۶۸:۴]۔ جب رسول اللہؐ کی اہلیہ عائشہؓ سے رسول اللہ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ''آپ کا اخلاق وکردار قرآن کی تعلیمات کا عین نمونہ تھا'' [ابن سعد، الطبقات، بیروت ۱۹۷۸]۔

❀ ❀ ❀

تمام انبیاء کا ایک ہی پیغام
اللہ کے آگے خودسپردگی

بَلٰی ٭ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحۡسِنٌ فَلَهٗۤ اَجۡرُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾

ہاں جو شخص اللہ کے آگے گردن جھکا دے (یعنی ایمان لے آئے) اور وہ نیکو کار بھی ہو تو اُس کا صلہ اُس کے پروردگار کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔(۱۱۲:۲)

قرآن کے مطابق اسلام کا وسیع تر مفہوم بس یہ ہے کہ انسان اپنی تمام خواہشات کو اللہ کی مرضی کا پابند کر لے اور اس کی رہنمائی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے، اور آخرت میں اللہ کے سامنے اپنے تمام اعمال کی جواب دہی کا یقین رکھے۔ اس طرح اسلام محض کچھ خاص رسومات کا نام نہیں ہے۔ اللہ کے تمام پیغمبروں نے، جن میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری ہیں، اللہ کے آگے اس خودسپردگی کی ہی دعوت دی، اور ہر انسان اپنی نیت اور خواہش کے مطابق اور اپنے علم، لیاقتوں و حالات کے ساتھ اللہ کے ان فرماں برداروں میں شامل ہو سکتا ہے۔ اللہ کی اطاعت و فرماں برداری اور اس کے قوانین کی پابندی اس پوری کائنات میں اور اس کی تمام مخلوقات میں بہ زبانِ حال ظاہر ہے [۳:۸۳؛ ۱۳:۱۵؛ ۱۷:۴۴؛ ۲۴:۴۱]۔ جب کہ انسان کو خود اپنے اختیار سے اپنی عقل اور فکر و عمل کی آزادی کے ساتھ اللہ کے آگے سرنگوں ہونے اور اس کی بندگی کا اظہار کرنے کی اہلیت بخشی گئی ہے۔ اللہ نے اسے اس دنیا میں جو طاقتیں و صلاحیتیں بخشی ہیں ان کے لئے، اور انبیاء کے ذریعہ جو تعلیمات اسے دی گئی ہیں ان کے سلسلہ میں اپنے رویہ کے لئے وہ آخرت میں جواب دہ ہے۔ جو کوئی انسان اس تعلیم کے مطابق اپنی قوت و صلاحیت کو مثبت طریقے سے بروئے کار لاتا ہے اور صحیح طرز عمل کو اپناتا ہے وہ اللہ کی بندگی کر رہا ہوتا ہے [۲:۱۱۲، ۲۰۸؛ ۳:۸۳؛ ۴:۱۲۵؛ ۶:۷۱؛ ۱۶:۸۱؛ ۲۲:۳۴؛ ۳۱:۲۲؛ ۳۹:۵۴؛ ۷۲:۱۴]۔

وَ اِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَ اِسۡمٰعِيۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَ

اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو دعا کئے جاتے تھے کہ) اے اللہ ہم سے یہ خدمت قبول فرمایا

اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً
لَّكَ ۠ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

بیشک تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ اے رب ہمیں اپنا فرمانبردار بنائے رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہنا اور (اللہ) ہمیں ہمارے طریقِ عبادت بتا اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما بیشک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے۔
(۲:۱۲۷ تا ۱۲۸)

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾
وَ وَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ
اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ
الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ
قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ
وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

جب اُن سے اُن کے رب نے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں رب العالمین کے آگے سرِ اطاعت خم کرتا ہوں۔ اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا کہ) بیٹا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے تو مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔ (۲:۱۳۱ تا ۱۳۳)

ان آیات میں اس حقیقت پر زور دیا گیا ہے کہ ''اللہ کے آگے خود سپردگی یعنی اسلام'' اللہ کے پچھلے انبیاء کا بھی عقیدہ رہا ہے، جس کی طرف انھوں نے اپنی اپنی قوموں کو دعوت دی۔ یہ کوئی نیا عقیدہ نہیں ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری کیا ہو، بلکہ پچھلے انبیاء اور رسولوں ابراہیم اور ان کے دو بیٹے اسماعیل و اسحاق کا بھی یہی عقیدہ تھا جو عربوں اور اسرائیلیوں کے اجداد تھے۔ ایک اللہ پر ایمان اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے آگے پیش کر دینا اور اس کی ہدایت کو پوری طرح تسلیم کر لینا کسی قبیلے یا نسل تک محدود نہیں رہ سکتا؛ وہ پوری کائنات کا رب ہے اور تمام انسانوں کو اسے اپنا رب ماننا چاہئے اور اس کی عبادت کرنی چاہئے۔ اس لحاظ سے اسرائیلی اور عرب اور تمام دیگر لوگ جو برابر سے اس کی نعمتوں سے متمتع ہوتے ہیں، سب کو اپنا سب کچھ اللہ کے آگے پیش کر دینا چاہئے اور اور شکر گزاری کے ساتھ اس کی ہدایت کی پیروی کرنی چاہئے۔ وہ اس کے لئے آخرت کی ابدی زندگی میں اس کے حضور جواب دہ ہوں گے۔ فیصلہ کے دن ہر فرد کا فیصلہ ہوگا اور ہر فرد کو اس کی اپنی استعداد کے مطابق اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا [۱۹:۹۵]۔ کسی خاص گروہ یا جماعت کا فرد ہونے کی بنا پر نہیں۔ یہ اللہ رب العالمین کے پیغام کا خلاصہ ہے جو مختلف زمانوں میں اور مختلف مقامات پر تمام انسانیت کو دیا گیا ہے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى
اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ
مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ

کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اُتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتابیں) موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں اُن پر اور جو اور پیغمبروں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے ملیں اُن پر (سب

رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

پر ایمان لائے) ہم اُن پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (معبودِ واحد) کے فرمانبردار ہیں۔(۱۳۶:۲)

چوں کہ اللہ کے پیغام کا اصل اصیل ایک ہی ہے جو تمام انبیاء کے ذریعہ پوری انسانیت کو دیا گیا ہے یعنی اللہ کے آگے خود سپردگی اور اس کی بندگی جسے عربی میں اسلام کہا جاتا ہے، محمد ﷺ کے امتی اسی عقیدے پر عمل کرتے ہیں اور اس لئے اللہ کی پچھلی کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اور اس کا پیغام ایک ہی ہے۔ یہ ماننا کہ ان خدائی پیغاموں میں سے صرف ایک ہی پیغام الٰہی پیغام ہے اور باقی کو تکبر کے ساتھ غیر سمجھنا اور اس سے عناد رکھنا اللہ کی وحدانیت اور اس کے پیغام کی اصلیت سے دور کر دیتا ہے، اور اللہ و اس کی ہدایت کے آگے پوری طرح سر تسلیم خم کرنے سے انکار ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

رسول (اللہ) اس کتاب پر جو اُن کے رب کی طرف سے اُن پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی۔ سب اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم اُس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔ اے رب ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہی۔ (۲۸۵:۲)

یہ آیت اس بات پر زور دیتی ہے کہ اللہ کے تمام پیغمبر جس دین کو لے کر آئے وہ ایک ہی دین ہے اور یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس سے اللہ واحد پر اور اس کے فرشتوں پر ایمان کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اہل ایمان محمد ﷺ کی پیروی اسی دین میں کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں دیتے ہیں اور اس کی ہدایت کا اتباع کرتے ہیں، اور اسی لئے انہیں مسلمان کہا جاتا ہے کیوں کہ مسلمان کا مطلب عربی زبان میں خود سپردگی یا اطاعت ہی ہوتا ہے۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَ اشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

جب عیسٰی نے اُن کی طرف سے نافرمانی (اور نیتِ قتل) دیکھی تو کہنے لگے کہ کوئی ہے جو اللہ کا طرفدار اور میرا مددگار ہو؟ حواری بولے کہ ہم اللہ کے (طرفدار اور آپ کے) مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ (۵۲:۳)

جس طرح ابراہیم اور اسماعیل و اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی آل یعنی الاسباط نے ایک اللہ اور اس کی ہدایت کے آگے خود سپردگی پر اصرار کیا اور عربی زبان میں لفظ مسلم کے عام معنی کے مطابق مسلمان کہلائے گئے اسی طرح حضرت عیسٰی کے شاگردوں نے بھی اپنی اپنے عقیدے کی شناخت کے لئے ایسا ہی لفظ استعمال کیا۔ اگرچہ بعض لوگ لفظ مسلم کو محمد ﷺ پر نازل ہونے والے اللہ کے دین کی اتباع کرنے والوں کے لئے استعمال کرتے ہیں، لیکن اس اصطلاح کے معنی لسانی اور تصوراتی لحاظ سے یہاں تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ یہ ان تمام لوگوں پر صادق آتا ہے جو خود کو رضا کارانہ طور پر اللہ اور اس کی ہدایت کے آگے خود کو پیش کر دیتے ہیں۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَ لَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

کیا یہ (کافر) اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں۔ حالانکہ سب آسمان وزمین خوشی یا زبردستی سے اللہ کے فرمانبردار ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ۸۳۔ کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو صحیفے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اُن کی اولاد پر اُترے اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کو رب کی طرف سے ملیں سب پر ایمان لائے ہم اُن پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اُسی (اللہ واحد) کے فرمانبردار ہیں۔ ۸۴۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

(۳:۸۳تا۸۵)

آیاتِ بالا میں سے پہلی آیت یہ حقیقت بیان کرتی ہے کہ اللہ کے آگے خودسپردگی یعنی اسلام اس کی تمام تخلیق سے عیاں ہے، خواہ فطری قوانین کے تحت پابند رہتے ہوئے اور اس کی بنائی ہوئی جبلت کے مطابق عمل کرتے ہوئے جیسا کہ انسان سمیت تمام مخلوقات کرتی ہیں، یا اپنی رضا اور ارادے سے جیسا کہ بطور خاص انسان کو اختیار ہے کہ وہ اپنی عقلی وروحانی استعداد سے کام لیتے ہوئے یہ رویہ اختیار کرے۔ انسان کا اپنی مرضی سے اللہ کے آگے جھکنا اور اس کی ہدایت کو اپنانا ایک ایسا عقیدہ اور دین ہے جو انسان میں طبعی اور اخلاقی توازن، استحکام، سکون، مسرت اور کامیابی کا ضامن بنتا ہے، دنیا کی اس زندگی میں بھی اور آخرت کی ابدی زندگی میں بھی۔ اس کے برعکس خالق اور انسانی مخلوق کے درمیان اس فطری تعلق نظرانداز کرنے یا تکبر کے ساتھ مسترد کرنے سے اس دنیا میں انفرادی اور سماجی سطح پر طبعی اور نفسیاتی برہمی پیدا ہوتی ہے اور مستقبل کی حیات دائمی میں اس سے بڑے محرومی اور تباہی کا اندیشہ ہے۔

وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾

اور اُس شخص سے کس کا دین اچھا ہوسکتا ہے جس نے حکمِ الٰہی کو قبول کیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو یکسو (مسلمان) تھے۔ اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا۔ (۴:۱۲۵)

یہ آیت اس بات کو اجاگر کرتی ہے کہ اللہ کے آگے خودسپردگی اور اس کی ہدایت کی پیروی تمام انبیاء کی تعلیم اور عقیدے پر ایمان کا اظہار ہے۔ ابراہیم علیہ السلام جنہیں اللہ نے اپنا محبوب (''خلیل'') قرار دیا تھا[۴:۱۲۵]، اللہ واحد پر ایمان کا ایک ایسا نمونہ تھے جس کی پیروی اللہ کے تمام انبیاء کے دین پر یقین رکھنے والے تمام لوگوں کو کرنا چاہئے۔ قرآن میں یہ بات بار بار زور دے کر کہی گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کی ہی پیروی کرتے ہیں[۲:۱۳۰، ۱۳۵تا۱۳۶؛ ۳:۶۸، ۸۴، ۹۵تا۹۷؛ ۴:۱۲۵؛ ۶:۱۶۱؛ ۱۶:۱۲۰تا۱۲۳؛ ۲۲:۷۸؛ ۳۳:۷؛ ۴۲:۱۳؛ ۶۰:۴]۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متبعین اپنی نمازوں اور دعاؤں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیتے ہیں اور ان کے حوالے سے اپنے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

وَ اِذۡ اَوۡحَیۡتُ اِلَی الۡحَوَارِیّٖنَ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِیۡ وَ بِرَسُوۡلِیۡ ۚ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَ اشۡهَدۡ بِاَنَّنَا مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

اور جب میں نے حواریوں کی طرف حکم بھیجا کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ تو وہ کہنے لگے کہ (اللہ!) ہم ایمان لائے تو شاہد رہنا کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ (۵:۱۱۱)

دیکھیں آیت ۳:۵۲ پر اور کی گئی تشریح۔

قُلۡ اَغَیۡرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ هُوَ یُطۡعِمُ وَ لَا یُطۡعَمُ ؕ قُلۡ اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَکُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَسۡلَمَ وَ لَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۱۴﴾

کہو کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو مددگار بناؤں؟ کہ (وہی تو) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی (سب کو) کھانا دیتا ہے اور خود کسی سے کھانا نہیں لیتا (یہ بھی) کہہ دو کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں اور یہ کہ تم (اے پیغمبر!) مشرکوں میں نہ ہونا۔ (۶:۱۴)

اللہ کے آگے خود سپردگی اور اس کی بندگی انسان اور اس کے خالق، اور تمام کائنات کے مبتداء کے درمیان ایک فطری اور لازمی تعلق ہے۔ اس نے انسان کو مختلف ومتعدد لیاقتوں اور قوتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اسے ایسے وسائل فراہم کئے ہیں جو اس دنیا میں اس کی تمام انسانی ضروریات کو پورا کرتے ہیں، ساتھ ہی انسان کو وہ لازمی عقل ودانش دی گئی ہے جس کو استعمال کر کے وہ ان وسائل کو بروئے کار لاتا ہے اور ان سے حاصل ہونے والی چیزوں مناسب طریقے سے تقسیم کرسکتا ہے اور ان دنیاوی وسائل اور خود انسانی استعداد کو اللہ کی ہدایت کے مطابق ترقی دے سکتا ہے۔ اس کی ربوبیت اور نگہبانی انسان کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے اور یہ تحریک دیتی ہے کہ انسان اپنے خالق کو پہچانے، اور خالق ومخلوق کے درمیان جو فرق ہے اسے سمجھے۔ انسان یہ دیکھے خالق کی ہستی تو بالکل بے نیاز ہے اسے کسی دوسرے کی ضرورت نہیں، جب کہ انسان اور دیگر تمام مخلوقات خالق پر ہی منحصر ہیں، اس کے بنائے ہوئے فطری قوانین کی پابند ہیں، اور خود انسان اس کی ہدایت کا بھی محتاج ہے۔ صرف ایک اللہ کی بندگی انسانی دانش اور انسان کی انفرادی وسماجی اخلاقیات کو محفوظ کرتی ہے اور اسے بڑھنے کا راستہ دکھاتی ہے۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیۡکَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۶۳﴾

کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کیلئے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اوّل فرمانبردار ہوں۔ (۶:۱۶۲ تا ۱۶۳)

یہ اللہ کی بندگی کا ایک زبانی اقرار ہے جو انسان کو عملی طور پر اللہ کا بندہ اور فرماں بردار بننے کی طرف لے جاتا ہے اور نہ صرف عبادت بلکہ تمام دنیاوی امور میں تا زندگی یعنی موت آنے تک اس کی ہدایت پر چلتے رہنے کا راستہ دکھاتا ہے۔ اللہ کی بندگی اور اس کی ہدایت کی پابندی کا عزم مومن کو ایسی ہر ترغیب اور خوف سے بے نیاز کرتا ہے جو اسے اللہ کی ہدایت سے پھیر لے جائے جو اس کے دین سے ملتی ہے اور اخلاق کے انسانی تصور سے ظاہر ہوتی ہے۔

وَ قَالَ مُوۡسٰی یٰقَوۡمِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ فَعَلَیۡهِ تَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِیۡنَ ﴿۸۴﴾

اور موسیٰ نے کہا کہ بھائیو اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اگر (دل سے) فرمانبردار ہو تو اُسی پر بھروسا رکھو۔ (۱۰:۸۴)

اللہ پر ایمان رکھنے والوں کے لئے یہ ایک فطری اور منطقی بات ہے کہ وہ اس پر بھروسہ رکھیں، اور زندگی میں جو کچھ بھی مادی یا انسانی مشکلات پیش آئیں ان میں اس کی ہدایت کی پیروی کریں۔ اس دنیا میں اس کی مدد وحمایت اور آخرت کی دائمی زندگی میں اس کا انعام ہی اس کی سب سے بڑی خوشی ہو۔ اللہ پر انحصار اور اس پر بھروسہ کرنا اس پر ایمان کا لازمی تقاضا اور نتیجہ ہے جو کہ پوری کائنات کا رب ہے، قادر مطلق ہے اور عزیز وعظیم ہے۔

رَبِّ قَدۡ اٰتَيۡتَنِیۡ مِنَ الۡمُلۡكِ وَعَلَّمۡتَنِیۡ مِنۡ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ‌ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَنۡتَ وَلِىّٖ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ‌ ۚ تَوَفَّنِىۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۰۱﴾

اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت دی اور خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا میں اور آخرت میں میرا کارساز ہے تو مجھے (دنیا سے) اپنی اطاعت (کی حالت) میں اٹھانا اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کرنا۔ (۱۲:۱۰۱)

یہ یوسف علیہ السلام (جوزف) کا ذکر ہے جنھوں نے اللہ کی بندگی کا اقرار کیا اور اللہ سے دعا کی کہ وہ اپنی توفیق اور مدد سے انہیں اپنے ایمان پر قائم رہنے والا بنائے اور آخری دم تک صحیح عمل (اطاعت) پر قائم رکھے اور پھر وہ آخرت میں صالحین میں شامل ہوں۔ سچا مومن اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، وہ اس سے مدد وحمایت کی دعا کرتا ہے اور اس کی ہدایت پر چلتا ہے، اور اس طرح یہ ایمان انسانی اخلاق اور سلوک پر اپنے اثرات ڈالتا ہے اور مومن کو اطمینان واستقامت دیتا ہے۔

وَجَاهِدُوۡا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ‌ ؕ هُوَ اجۡتَبٰٮكُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ‌ ؕ مِّلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ‌ ؕ هُوَ سَمّٰٮكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَفِىۡ هٰذَا لِيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ شَهِيۡدًا عَلَيۡكُمۡ وَتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ‌ ۖ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوۡلٰٮكُمۡ‌ ۚ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَنِعۡمَ النَّصِيۡرُ ﴿۷۸﴾

اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے، اُس نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو پکڑے رہو وہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔ (۲۲:۷۸)

یہاں بھی قرآن اس بات پر زور دیتا ہے کہ ''جنھوں نے اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں دے دیا یا مسلمان بن گئے وہ کوئی نیا ایمان اور عقیدہ نہیں اختیار کر رہے ہیں بلکہ اسی ایمان وعقیدے کا اقرار واظہار کر رہے ہیں جس کی طرف اللہ کے تمام پچھلے پیغمبروں نے اپنی قوموں کو دعوت دی تھی۔ اسی کی طرف ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو بلایا اور اسی کی دعوت آخری نبی محمد ﷺ نے دی ہے۔

❁ ❁ ❁

بابِ پنجم

عبادت

تعارف: قرآن میں عبادت کا تصور

جب انسان ایک اللہ میں اور اس کی قدرت و فضل میں، اس کے قادر مطلق ہونے میں اور اس کے رحیم و کریم ہونے میں یقین کرتا ہے تو اس کے اندر یہ جذبہ اور تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے رب سے کلام کرے، اس کے آگے گریہ وزاری کرے اس سے رہنمائی اور مدد طلب کرے۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے بہت قریب ہے؛ وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے اور اسے اس بات کا صلہ دیتا ہے کہ وہ اپنے رب پر ایمان رکھتا ہے اور اسے پکارتا ہے: ''اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیئے کہ میرے احکام کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ نیک رستہ پائیں'' (۱۸۶:۲)؛ ''اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا۔۔۔'' [۶۰:۴۰]؛ ''تو اُن کے رب نے اُن کو دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو، مرد ہو یا عورت، ضائع نہیں کرتا۔ تم ایک دوسرے کی جنس ہو۔۔۔'' [۱۹۵:۳]۔

اسلام میں عبادت ہر وہ عمل ہے جو اللہ کی ہدایت کے مطابق انجام دیا جائے۔ تاہم عبادت کے اپنے ایک مخصوص معنیٰ بھی ہیں جس کے مطابق عبادت اللہ سے گریہ وزاری کرنا ہے۔ اس کا مقصد اللہ سے اپنا تعلق بنائے رکھنے کے لئے انسان کے جذبہ عبودیت کو پروان چڑھانا اور اسے تقویت دیتے رہنا ہے، اللہ سے یہ راز و کلام کسی بھی اور کسی بھی شکل میں ہو سکتا ہے: ''جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے) ہیں کہ اے رب! تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچانا'' [۱۹۱:۳]۔

مکہ جا کر حج کرنے کے علاوہ عبادت کے کسی بھی عمل کے لئے اسلام روزمرہ کی زندگی کو ترک کرنے کا تقاضا نہیں کرتا۔ دن میں پانچ وقت نماز کی ادائیگی کے لئے چند منٹ فارغ کرنے کے بعد انسان پھر سے اپنے کاموں میں لگ جاتا ہے، جمعہ کے دن ہفتہ وار مخصوص عبادت کے لئے بھی یہ کہا گیا کہ ''پھر جب (جمعہ کی) نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت بہت یاد کرتے رہو

تا کہ نجات پاؤ'' [۶۲:۱۰]۔

رمضان میں روزے رکھنے کا عمل بھی، جو کہ ایک قابل برداشت عرصہ (گنتی کے کچھ دنوں) تک اور کچھ قابل برداشت گھنٹوں کے لئے رکھے جاتے ہیں، انسان کو کام کاج سے نہیں روکتا۔ البتہ آدمی یہ چاہتا ہے کہ اللہ سے راز و کلام کی کوئی خاص شکل بھی ہوتا کہ وہ اسے مخصوص طور پر بجالائے۔ چنانچہ اسلام میں عبادت کے لئے صرف ممکن اور آسان اعمال ہی رکھے گئے ہیں: ''۔۔۔اللہ تعالیٰ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنی چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تا کہ تم شکر کرو'' [۵:۶]؛ ''اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا'' [۲:۱۸۵]۔

اسلام میں عبادت کا دائرہ روز کئے جانے والے اعمال جیسے نماز، ذکر و تلاوت، تسبیح و مناجات، دعا و درود، لوگوں کے ساتھ حسن معاملہ اور عفو و درگزر و مدد وغیرہ سے لے کر سال میں ایک بار روزے رکھنے اور سماجی فلاح و بہبود کے لئے اپنے مال سے ایک مقررہ حصہ نکالنے، نیز حج کرنے تک جو کہ زندگی میں ایک بار فرض ہے، وسیع ہے۔ اگر کوئی فرد کسی ایسی دقت میں ہے جس کی وجہ سے عبادت کا عمل انجام دینا اس کے لئے انتہائی مشکل ہو تو اس میں تاخیر (قضا) اور کچھ دوسرے متبادل کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے: ''لیکن تم میں سے اگر کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (روزے رکھ کر) ان کا شمار پورا کر لے'' [۲:۱۸۵]۔

عبادات کی شکلیں نہ صرف ان کو انجام دینے کا ہی ذریعہ ہیں بلکہ ان سے کچھ خاص جسمانی اور اخلاقی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر جسم، کپڑوں اور عبادت کی جگہ کا پاک وصاف ہونا عبادت کے لئے شرط ہے۔ خاص موقعوں پر کی جانے والی عبادت جیسے نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز جنازہ یا نماز استسقاء (بارش کے لئے) ہر فرد کو ملت سے وابستہ رہنے کا موقع دیتی اور اس کو یقینی بناتی ہیں۔ عبادات کے تمام اعمال کا سب سے بڑا روحانی اور اخلاقی فائدہ اللہ سے تعلق اور تقویٰ میں اضافہ ہونا ہے جو مومن کو خود غرضی، تکبر، لالچ اور دوسرے غیر اخلاقی رویوں سے بچاتا ہے: ''اور نماز کے پابند رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے جانتا ہے'' [۲۹:۴۵]؛ ''اے مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیزگار بنو'' [۲:۱۸۳]؛ حج کے مہینے (معیّن ہیں جو) معلوم ہیں تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کر لے تو حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی بُرا کام کرے نہ کسی سے جھگڑے اور جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہو جائے گا۔ اور زادِ راہ (یعنی رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ کیونکہ بہتر (فائدہ) زادِ راہ (کا) پرہیزگاری ہے اور اے اہل عقل مجھ سے ڈرتے رہو'' [۲:۱۹۷]۔

ایک اللہ کی عبادت فی الواقع آدمی کے اپنے ہی فائدے کے لئے ہے، کیوں کہ اللہ کو اس عبادت کی ضرورت نہیں ہے: ''اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور مضبوط ہے۔'' [۵۱:۵۸]؛ میرا رب بے پروا (اور) کرم کرنے والا ہے'' [۲۷:۴۰]۔

عام تعلیمات

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۲۱

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔ (۲:۲۱)

اللہ کی عبادت ایک اللہ پر آدمی کے ایمان اور اس کی ہدایت و رضا کے آگے خود کو پیش کر دینے کا اظہار ہے۔ خاص طور سے کسی کامیابی

کی صورت میں انسان کے گھمنڈ اور کسی ناکامی کی صورت میں افسردگی و مایوسی کے مقابلے اللہ کی نصرت و مدد طلب کرنے کی ایک شکل ہے۔ اللہ کا بندہ اللہ سے ہدایت اور مدد کی دعا کر کے ایک اطمینان اور مضبوطی محسوس کرتا ہے اور اس کی رحمت و مدد پر بھروسہ کرتا ہے۔ یہ اللہ قادر مطلق، علیم وخبیر سے مستقل تعلق بنائے بنائے رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اس سے انسان کی توانائی اور قوت تخلیق حتی الامکان بڑھتی چلی جاتی ہے اور انسان کے اندر توازن و استحکام بنا رہتا ہے۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۸۳

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کیساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے رہنا تو چند لوگوں کے سوا تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر کر پھر بیٹھے۔ (۲:۸۳)

بنی اسرائیل کا اللہ سے عہد اور اللہ کا ان سے یہ وعدہ کہ اگر وہ اپنا عہد پورا کریں گے۔۔۔، ایک آفاقی اخلاقی قانون ہے۔ اگر کوئی شخص یہ قانون توڑتا ہے تو وہ اللہ سے اپنی بندگی کے تعلق کے خلاف ورزی کرتا ہے اور اس پر اس عہد شکنی کی پوری ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کیوں کہ اللہ کا انصاف کسی کی طرف داری یا کسی کی مخالفت میں نہیں ہوتا۔ ایک اللہ کی عبادت سے انسان کو ایسی اخلاقی خوبی اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے جو اس کے عمل اور سلوک سے ظاہر ہو۔ لوگوں سے مناسب طریقے سے اور نرمی سے بات کرنا صرف دوسروں کی ممنونیت تک ہی محدود نہیں ہے؛ یہ انسان کی گہرائیوں میں اتری ہوئی ہونی چاہیے اور اس طرح کہ اس کا بولنا انصاف کے لئے ہو، احسان کے لئے ہو اور ہمدردی وخیر سگالی پر مبنی تعلقات قائم کرنے کے لئے ہو۔

بَلٰی ۗ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝۱۱۲

ہاں جو شخص اللہ کے آگے گردن جھکا دے (یعنی ایمان لے آئے) اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اُس کا صلہ اُس کے پروردگار کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ و غمگین ہوں گے۔ (۲:۱۱۲)

اسلام کا معنیٰ اس کے وسیع تر مفہوم میں اللہ کے آگے خودسپردگی کرنے کے ہیں، اس لئے جو کوئی بھی اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردے یعنی اللہ کی مرضی کا تابع کرلے، اس پر ایمان رکھے اور آخرت میں جواب دہی کا یقین رکھے اور دوسروں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنے میں اللہ کی ہدایت کی پیروی کرے وہ مسلمان ہے۔ قرآن میں ہر ایمان کو عمل صالح کے ساتھ ہی ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ کے آگے اس طرح کی خودسپردگی یعنی تمام انسانی سرگرمیوں میں اللہ کے حکم اور اس کی رضا کی پابندی عبادت کا نچوڑ ہے۔ یہ فرد کی زندگی میں نظر آنے والی ایک مستقل سمتِ عمل ہے، محض محدود وقت کے مخصوص عباداتی اعمال میں یا کسی خاص زمانہ یا خاص مقام پر دکھنے والی کیفیت نہیں ہے۔ ''اپنا رخ اللہ کی طرف کرلینا'' کا مطلب روایتی عربی زبان میں اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے آگے جھکا دینا ہوتا ہے، کیوں کہ چہرہ پورے جسم کا غماز ہوتا ہے۔ یہی عبادت کا بھی مفہوم ہے اور یہی اسلام کا بھی مفہوم ہے۔ قرآن کے مطابق اللہ کی رضا اور اس کی طرف سے ملنے والا دائمی صلہ ہر اس فرد کے لئے ہے جو پورے شعور کے ساتھ خود کو اللہ کے آگے جھکا دے اور اس کی ہدایت و قانون کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنالے،

کہ اس ہدایت کو اپنا لینے سے تمام انسانیت کے لئے انصاف کا معاملہ یقینی بنتا ہے اور انسان ایک صالح زندگی گزارتا ہے۔ نہ تو اس دنیا کی عارضی زندگی میں اور نہ آخرت کی ابدی زندگی میں اللہ کے انصاف کے معاملہ میں کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہے۔

اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ ۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ اِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ۝١٣٣

بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔ (۲:۱۳۳)

بنی اسرائیل اگرچہ بار بار یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ ایک اللہ کی ہی عبادت کرتے ہیں جس کی عبادت ان کے باپ دادا ان سے پہلے کرتے رہے ہیں، لیکن خدا کا تصور ان کے ذہنوں میں ایک خاص قوم کے خدا کا تھا۔ یہاں انہیں یاد دلایا جا رہا ہے کہ ان کے باپ دادا نے تو خود کو ایک اللہ کا فرماں بردار بنا لیا تھا اور مرتے دم تک اس کی بندگی کرتے رہنے کے عزم پر کاربند تھے اور یہی لفظ اسلام کا مطلب ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ارۡكَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّكُمۡ وَافۡعَلُوا الۡخَيۡرَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۝٧٧

مومنو! رکوع اور سجدہ کرتے رہو اور اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو اور خیر کے کام کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (۲۲:۷۷)

یہاں بھی ایمان خالص کو خیر کے کاموں کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اللہ کی سچی عبادت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ انسان دوسروں کے ساتھ بہترین معاملہ کرے۔ کچھ خاص لوگوں کے ساتھ، کسی خاص زمانہ میں یا کسی خاص مقام پر تو اللہ کی ہدایت کے مطابق معاملہ کرنا اور دوسرے حالات میں یا دوسرے لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اللہ کی ہدایت کو نظر انداز کرنا یا اس کے برخلاف عمل کرنے سے انسان اللہ کی بندگی کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ عبادت کا مقصود اللہ کا تقویٰ پیدا کرنا ہے تاکہ یہ تقویٰ انسان کو ہر طرح برے اور فحش اعمال سے باز رکھے [دیکھیں: ۲۹:۴۵]۔

وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ۝٥٦ مَاۤ اُرِيۡدُ مِنۡهُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ وَّ مَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ يُّطۡعِمُوۡنِ ۝٥٧ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّةِ الۡمَتِيۡنُ ۝٥٨

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے طالبِ رزق نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں۔ اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور مضبوط ہے۔ (۵۱:۵۶ تا ۵۸)

اس کائنات کی تخلیق کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا ایک مقصد و منصوبہ ہے جسے ہم تمام مخلوقات کو خالق کے بنائے ہوئے فطری قوانین کے تحت اپنے تمام امکانات کو بروئے کار لانے کا موقع دے کر سمجھ سکتے ہیں۔ انسان کے لئے اس کا مطلب اللہ کی ہدایت اور انسانی دماغ سے کام لینا ہے۔ عقل مند لوگ اپنی عقل سے کام لے کر اللہ کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ حیوان ناطق (یعنی انسان) کا یک رضا کارانہ اور سوچا سمجھا اقرار ہوتا ہے جو عبادت کی اصل ہے یعنی حق اور اس کی قدرت مطلقہ کو تسلیم کرنا اور اس الہ واحد کی عظمت و برتری کا اعتراف کر کے اس کے آگے جھک جانے کا عمل ہے۔ یہ اعتراف انسان کو اللہ کے پیغام کو قبول کرنے کی طرف لے جاتا ہے اور پھر انسان کی تمام داخلی اور

خارجی قوتوں کو بروئے کار لانے کے وہ کوشاں ہوتا ہے، جب کہ خود وہ خادرِ مطلق آقا اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ اسے مانا جائے اور اس کی عبادت کی جائے، کیوں کہ اس کی ذات اکمل کامل ہے اور اس کی طاقت لامحدود ہے اور تمام ضروریات سے بری ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام قوتوں اور بھلائیوں کا سرچشمہ اور مرکز ہے، اور انسانی ترقی اسی پر منحصر ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس سے وابستہ کریں اور کائنات میں اس کی پیدا کی گئی چیزوں کو اس کی رہنمائی اور مرضی کے مطابق برتیں۔ یہ اس کی عبادت کا مقصود و مطلوب ہے۔ ہماری ساری طاقتوں کو سرچشمہ اللہ کی ذات ہے اور اس کی طاقت لازوال ہے، ہمہ گیر ہے اور اسے کسی سے کوئی بیر نہیں ہے۔ اس کہ نگہبانی اور مہربانی ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے، لیکن اس کا رحم و کرم بھی اس کے انصاف کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس دنیا میں اس کا فضل انہیں بھی حاصل ہوتا ہے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور انہیں بھی جو اسے مسترد کرتے ہیں، یعنی نیک لوگوں کو بھی اور بدکاروں کو بھی: ’’ہم ان کو اور ان سب کو تمہارے رب کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تمہارے رب کی بخشش کسی سے رُکی ہوئی نہیں‘‘[۱۷:۲۰]۔ آخر کار ہر انسان اپنے اس عمل کے لئے اللہ کے سامنے جواب دہ ہوگا جو اس نے اللہ کی بخشی ہوئی چیزوں کے ساتھ کیا ہوگا۔

صلوٰۃ (نماز)

صلوٰۃ اور عقیدہ

الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ۙ﴿۳﴾

جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور آداب کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (۲:۳)

فَاِنۡ تَابُوۡا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخۡوَانُکُمۡ فِی الدِّیۡنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱﴾

اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کیلئے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ (۹:۱۱)

قُلۡ لِّعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡہِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

(اے پیغمبر!) میرے مومن بندوں سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور اس دن کے آنے سے پیشتر جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہوگا اور نہ دوستی (کام آئے گی) ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے در پردہ اور ظاہر خرچ کرتے رہیں۔ (۱۴:۳۱)

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ ﴿۱۴﴾

بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو اور میری یاد کیلئے نماز پڑھا کرو۔ (۲۰:۱۴)

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی ﴿ۙ۱۴﴾ وَ ذَکَرَ اسۡمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ﴿ؕ۱۵﴾

بیشک وہ مُراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا۔ ۱۴۔ اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ (۸۷:۱۴تا۱۵)

چوں کہ عقیدہ ان معاملات سے متعلق ہے جو انسان کے حواس و ادراک سے ماوراہیں، اس لئے اس مالک حقیقی سے کلام کرنے کے لئے مخصوص شکلوں میں عبادت کے اعمال درکار ہیں جو ان تمام چیزوں پر حاوی ہے جہاں تک انسان کی نگاہ پہنچ سکتی ہے، جب کہ انسان کی نگاہ خود اس مالک کو نہیں دیکھ سکتی۔ ایک اللہ پر ایمان مومن سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے رب سے کلام کرے، اس کی قدرت اور اس کے کرم کو ذہن میں رکھتے ہوئے، اور بندے و مالک کے درمیان اس طرح کا رابطہ عقیدے کو پروان چڑھاتا اور مضبوط کرتا ہے [۲۰:۱۴؛ ۸۷:۱۴ تا ۱۵]۔ مذکورہ بالا آیات میں صاف طور سے ایمان کو نماز کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ یہ آیات نماز کو انفاق (اپنے مال اور وسائل دوسرے ضرورت مندوں پر خرچ کرنے) سے بھی جوڑتی ہیں، خواہ یہ انفاق جسمانی صلاحیتوں کا ہو، عقلی لیاقت کا ہو، اخلاقی مدد کے طور پر ہو یا مادی شکل میں ہو۔ روزانہ کی پنچ وقت نمازوں کی پابندی کو اللہ سے سچی توبہ کی علامت مانا گیا ہے [۱۱:۹]۔ نماز پر قائم رہنا اور اللہ کی سچی عبادت کرتے رہنا سچے ایمان کے ان دو پہلوؤں کو عملی شکل دینا ہے جو کہ سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئے ہیں، ایک صرف اللہ کی عبادت کرنا، اور دوسرے صرف اللہ سے ہی مدد مانگنا [۱:۵]

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ﴿۸۷﴾

انہوں نے کہا کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم اُن کو ترک کر دیں یا اپنے مال میں جو تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں، تم تو بڑے نرم دل اور نیک چلن ہو۔ (۱۱:۸۷)

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾

اے اللہ! میں نے اپنی اولاد میدانِ (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (و ادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے، اے اللہ! تا کہ یہ نماز پڑھیں، تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تا کہ (تیرا) شکر کریں۔ (۱۴:۳۷)

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾

اے اللہ! مجھے (ایسی توفیق عنایت) کر کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش) اے اللہ! میری دعا قبول فرما۔ (۱۴:۴۰)

وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ﴿۵۴﴾ۚ وَ كَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۪ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا ﴿۵۵﴾

اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو وہ وعدے کے سچے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے نبی تھے۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ (و برگزیدہ) تھے۔ (۱۹:۵۴ تا ۵۵)

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾

اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (اللہ تعالیٰ کے آگے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔ (۲:۴۳)

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا
اللّٰہَ ۟ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ
الۡمَسٰکِیۡنِ وَ قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا وَّ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ
اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ
مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۳﴾

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے رہنا تو چند لوگوں کے سوا تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر بیٹھے۔ (۲:۸۳)

وَ جَعَلۡنٰہُمۡ اَئِمَّۃً یَّہۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا وَ اَوۡحَیۡنَاۤ
اِلَیۡہِمۡ فِعۡلَ الۡخَیۡرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءَ
الزَّکٰوۃِ ۚ وَ کَانُوۡا لَنَا عٰبِدِیۡنَ ﴿ۚۙ۷۳﴾

اور ان کو امام (سردار) بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ان کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔ (۲۱:۷۳)

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ
لِذِکۡرِیۡ ﴿۱۴﴾

بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔ (۲۰:۱۴)

وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰی وَ اَخِیۡہِ اَنۡ تَبَوَّاٰ لِقَوۡمِکُمَا
بِمِصۡرَ بُیُوۡتًا وَّ اجۡعَلُوۡا بُیُوۡتَکُمۡ قِبۡلَۃً وَّ اَقِیۡمُوا
الصَّلٰوۃَ ؕ وَ بَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۷﴾

اور ہم نے موسیٰ اور اُس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (یعنی مسجدیں) ٹھہراؤ اور نماز پڑھو اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔ (۱۰:۸۷)

فَنَادَتۡہُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ ہُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیۡ فِی الۡمِحۡرَابِ ۙ
اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحۡیٰی مُصَدِّقًۢا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ
سَیِّدًا وَّ حَصُوۡرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۳۹﴾

وہ ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے آواز دی کہ (زکریا) اللہ تمہیں یحیٰی کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے فیض (یعنی عیسیٰ) کی تصدیق کریں گے اور سردار ہوں گے اور ضبط نفس رکھنے والے اور (اللہ کے) پیغمبر (یعنی) نیکوکاروں میں ہوں گے۔ (۳:۳۹)

قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ۟ؕ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا ﴿ۙ۳۰﴾
وَّ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ ۪ وَ اَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ
وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾

بچے نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔ اور میں جہاں رہوں (اور جس حال میں ہوں) مجھے صاحبِ برکت کیا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھے نماز اور زکوۃ کی تلقین کی ہے۔ (۱۹:۳۰تا۳۱)

درج بالا آیات سے یہ واضح ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرنا (اور اللہ کے لئے نماز پڑھنا)، جس میں انسان اپنے آپ کو اللہ کے آگے پوری طرح جھکا دیتا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دوسرے انبیاء نے بھی اپنے متبعین کو سکھائی تھی۔ الگ الگ شریعتوں میں نماز یا صلوٰۃ کی شکل الگ الگ ہو سکتی ہے، لیکن مقصد صلوٰۃ یعنی اللہ کے آگے سجدہ کرنا اور اللہ سے دعا کرنا، کبھی نہیں بدلا۔ اللہ کے آگے یہ سجدہ ریزی ایک طرف تو مومن کو برتری کے احساسات جیسے غرور، تکبر، خودغرضی اور لالچ سے بچاتی ہے اور دوسری طرف احساس کمتری جیسے مایوسی، دل

برداشتگی اور بے عملی سے بچاتی ہے۔اس کا اثر صاف طور سے فرد کے اخلاق،سلوک اور سماجی تعلقات پر پڑتا ہے۔حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں شمالی عرب کے علاقہ مدین میں بسنے والے لوگوں نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کا اثر ان کے سماجی واقتصادی رویہ پر پڑتا ہے اور یہ انفرادیت پسندی اور مادہ پرستی پر لگام لگاتی ہے [۱۱:۸۷]۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ میں اللہ کی عبادت کا قدیم گھر تعمیر کیا تھا اور وہاں اپنی اولاد کو بسایا تھا ''تا کہ وہ وہاں نماز قائم کریں''۔عرب کی کچھ تاریخی روایات کے مطابق محمد ﷺ کے نبی بننے سے پہلے اور اسلام کے آغاز سے قبل مکہ میں توحید باری تعالیٰ کی ابراہیمی تعلیمات اور اعمالِ عبادت کے آثار موجود تھے،اگر چہ سماج پر شرک و بت پرستی چھائی ہوئی تھی۔

عبادت گاہیں (خانہ کعبہ اور مساجد)

وَ اِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَ اَمۡنًا ؕ وَ اتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰہٖمَ مُصَلًّی ؕ وَ عَہِدۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَہِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَ الۡعٰکِفِیۡنَ وَ الرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۵﴾

اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا اور (حکم دیا کہ) جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنا لو اور ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو۔ (۲:۱۲۵)

وَ اِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَ اِسۡمٰعِیۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۲۷﴾

اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو دعا کئے جاتے تھے کہ) اے اللہ ہم سے یہ خدمت قبول فرمایا بے شک تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔(۲:۱۲۷)

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ہُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿ۚ۹۶﴾ فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ ۬ۚ وَ مَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۷﴾

پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے، بابرکت اور جہاں والوں کے لئے موجب ہدایت۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا، اس نے امن پا لیا۔ اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اُس کا حج کرے اور جو اُس کے حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اہلِ عالم سے بے نیاز ہی۔(۳:۹۶ تا ۹۷)

وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنۡ یُّذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ وَ سَعٰی فِیۡ خَرَابِہَا ؕ اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَہُمۡ اَنۡ یَّدۡخُلُوۡہَاۤ اِلَّا خَآئِفِیۡنَ ۬ؕ لَہُمۡ فِی الدُّنۡیَا خِزۡیٌ وَّ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کئے جانے کو منع کرے اور ان کی ویرانی میں لگا ہو۔ان لوگوں کو کچھ حق نہیں ہے کہ وہ اُن میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ اُن کے

لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١١٤﴾

لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔(۲:۱۱۴)

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۗ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ﴿٢٩﴾

کہہ دو کہ میرے رب نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی طرف) رخ کیا کرو اور خاص اسی کی عبادت کرو اور اُسی کو پکارو، اُس نے جس طرح تمہیں ابتداء میں پیدا کیا تھا اُسی طرح تم پھر پیدا ہوگے۔ (۷:۲۹)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۧ﴿٣١﴾

اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو مزین کیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو کہ اللہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(۷:۳۱)

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٨﴾

اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں۔(۹:۱۸)

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾

اور (ان میں ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں۔ اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں اُن کے لئے گھات کی جگہ بنائیں۔ اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ تم اس (مسجد) میں کبھی (جا کر) کھڑے بھی نہ ہونا البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اُس میں جایا (اور نماز پڑھایا) کرو۔ اُس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔ بھلا جس شخص نے اپنی بنیاد اللہ کے خوف اور اُس کی رضامندی پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ وہ اُس کو دوزخ کی آگ میں لے گری۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۹:۱۰۷تا۱۰۹)

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ

پاک ہے وہ جو ایک رات لے گیا اپنے بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گردا گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، تاکہ اُسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں

مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۱

دکھائے، بے شک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔ (۱:۱۷)

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝۷

اگر تم نیکی کرو گے تو اپنی ذات کے لئے کرو گے اور اگر برے اعمال کرو گے تو (ان کا) وبال بھی تمہاری ہی ذات پر ہوگا۔ پھر جب دوسرے (وعدے) کا وقت آیا (تو ہم نے پھر اپنے بندے بھیجے) تا کہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں اور جس طرح پہلی دفعہ مسجد (بیت المقدس) میں داخل ہو گئے تھے اُسی طرح پھر اس میں داخل ہو جائیں اور جس چیز پر غلبہ پائیں اُسے تباہ کر دیں۔ (۷:۱۷)

وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱

اور اسی طرح ہم نے (لوگوں کو) ان (کے حال) سے خبردار کر دیا تا کہ وہ جانیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت (جس کا وعدہ کیا جاتا ہے) اس میں کچھ بھی شک نہیں۔ جب لوگ ان کے بارے میں باہم جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ان (کے غار) پر عمارت بنا دو اُن کا رب اُن (کے حال) سے خوب واقف ہے، تو جو لوگ اُن کے معاملے میں غلبہ رکھتے تھے وہ کہنے لگے کہ ان (کے غار) پر مسجد بنائیں گے۔ (۲۱:۱۸)

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ۝۱۱

پھر وہ (عبادت کے) حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو اُن سے اشارے سے کہا کہ صبح و شام (اللہ کو) یاد کرتے رہو۔ (۱۱:۱۹)

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۷

تو پروردگار نے اُس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اُسے اچھی طرح پروان چڑھایا، اور زکریا کو اُس کا کفیل بنایا۔ زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اُس کے پاس جاتے تو اُس کے پاس کھانا پاتے (یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن مریم سے) پوچھنے لگے کہ مریم یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ وہ بولیں کہ اللہ کے ہاں سے (آتا ہے) بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ (۳۷:۳)

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۳۹

وہ ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے آواز دی کہ (زکریا) اللہ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے کلمہ (یعنی عیسیٰ) کی تصدیق کریں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے اور (اللہ کے) پیغمبر (یعنی) نیکو کاروں میں

ہوں گے۔ (۳:۳۹)

وَ هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَ لَا تُشْطِطْ وَ اهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾

بھلا تمہارے پاس ان جھگڑنے والوں کی بھی خبر آئی ہے؟ جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں داخل ہوئے۔ جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے تو انہوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں، ہمارے درمیان یہ جھگڑا ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو آپ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ ہو اور سیدھے رستے کی طرف ہماری رہنمائی کیجئے۔ (۳۸:۲۱ تا ۲۲)

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لئے (خاص) ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ (۷۲:۱۸)

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾

وہ لوگ جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس بات پر کہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے؛ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ کرتا رہتا تو (راہبوں کے) خلوت خانے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے ویران ہو جاتیں؛ اور اللہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے جو اللہ کی مدد کرتا ہے، بے شک اللہ قوی اور غالب ہے۔ (۲۲:۴۰)

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾

(وہ قندیل) ان گھروں میں (ہے) جن کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلند کئے جائیں اور وہاں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے (تو) ان میں صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے ہیں (وہ) لوگ جن کو اللہ کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت، وہ ڈرتے ہیں اس دن سے جب دل اور آنکھیں (خوف و گھبراہٹ سے) الٹ جائیں گی۔ (۲۴:۳۶ تا ۳۷)

اجتماعی عبادت اور اس کے لئے پاک صاف ہونے اور اپنے عمل کو درست کرنے کا سلسلہ غالباً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے جنھوں نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر مکہ میں اللہ کی عبادت کا قدیم ترین گھر خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا [۲:۱۲۵، ۱۲۷؛ ۳:۹۶ تا ۹۷]۔ عربی کا لفظ 'مسجد' جس کا انگریزی میں ترجمہ Mosque کیا جاتا ہے، اور اسلام میں عبادت گاہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس کا لسانی مآخذ کسی بھی ایسے مقام سے ہے جو اللہ کی عبادت کے لئے مخصوص کر دیا جائے اور وہاں اس کے آگے سجدہ اور رکوع کیا جائے جس سے اللہ کی عظمت کے آگے خود کو جھکا دینے اور اس کی بخششوں اور فضل کے لئے اس کے شکر گزار ہونے کا اظہار ہو۔

قرآن میں بعض مقامات پر لفظ مسجد کا استعمال اس کے عام معنٰی اور وسیع تر مفہوم میں کیا گیا ہے [جیسے ۷:۲۹، ۳۱؛ ۱۷:۱، ۷؛ ۱۸:۱۲]۔ مدینہ میں منافقین نے مسلمانوں میں انتشار اور بدعقیدگی پھیلانے کے لئے جو عبادت گاہ بنائی تھی اسے بھی قرآن میں مسجد ہی کہا گیا ہے اس لفظ کے عام مفہوم کے اعتبار سے، البتہ اس مسجد کے لئے مسجد ضرار (یعنی فتنہ وفساد اور نقصان پہنچانے والی مسجد) کا لفظ استعمال کیا گیا۔

قرآن میں عبادت گاہ کے لئے ایک لفظ محراب بھی استعمال ہوا ہے جو حضرت داؤد، حضرت ذکریا اور حضرت مریم (علیھم السلام) کے حوالے سے آیا ہے [۳۸:۲۱ تا ۲۲؛ ۳:۳۷ تا ۳۹؛ ۱۹:۱۱]۔ یہ لفظ بعد میں عبادت کی سمت کے لئے استعمال ہونے لگا، تاہم لغوی اعتبار سے اس کا مطلب کسی کمرے (کمرہ عبادت) کے آگے کا حصہ ہوتا ہے۔ قرآن میں لفظ بیت اللہ بھی استعمال کیا گیا ہے [دیکھیں ۲۴:۳۶ تا ۳۸]۔ یہ نام اس خانہ کعبہ کو دیا گیا تھا جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے مکہ میں تعمیر کیا تھا، جسے عربی میں حرم کہا جاتا ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے مقدس ومحترم جگہ۔

چوں کہ عبادت گاہوں کو بیت اللہ کہا گیا ہے (بیت کی جمع بیوت ہے)، اس لئے انہیں قانونی طور سے ایسا عوامی مقام مانا جاتا ہے جو اللہ کی عبادت (نماز) کے لئے مختص کیا گیا ہو یا تعمیر کیا گیا ہو، خواہ اس مقام کی خریداری اور تعمیر نجی وسائل سے ہی کی گئی ہو۔ اسلامی فقہ میں حقوق اللہ سے مراد سماج کے اجتماعی حقوق لیا گیا ہے برعکس شخصی یا انفرادی حقوق کے۔ اللہ کے گھروں کو ان کے مقصد ونصب العین کے برعکس کسی مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا [۲:۱۱۴]، مثال کے لئے کسی کی ذاتی تشہیر یا تعریف وتوصیف کے لئے یا عقیدے کے برعکس کسی خیال کی تبلیغ کے لئے۔ یہاں ایک اہم بات یہ ہے کہ درج بالا آیت ۲۲:۴۰ میں ''اللہ کے گھروں'' کا ذکر مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کے ساتھ کیا گیا ہے اس لحاظ سے وہ بھی مذہبی لحاظ سے احترام والے مراکز ہوتے ہیں۔

صلوٰۃ اور صبر

وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى
الْخٰشِعِيْنَ ۙ۝۴۵ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ
اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝۴۶

اور (رنج وتکلیف میں) صبر اور نماز سے مدد لیا کرو اور بے شک نماز گراں ہے مگر ان لوگوں پر (گراں نہیں) جو عجز وانکساری کرنے والے ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ (۲:۴۵ تا ۴۶)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۳ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝۱۵۴
وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ
الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ۝۱۵۵
الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم جانتے نہیں۔ اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرے والوں کو (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں

اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ
وَ رَحْمَةٌ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾

جن پر اُن کے رب کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی سیدھے رستے پر ہیں۔(۲:۱۵۳ تا ۱۵۷)

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَ اِذَا
قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا
يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٤٢﴾

منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اُس کو کیا دھوکا دیں گے بلکہ) وہ انہیں دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔ اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو ستاتے ہوئے، لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ کو یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم۔(۴:۱۴۲)

وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ
كُسَالٰى وَ لَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٥٤﴾

اور ان کے نفقات (خرچ کئے گئے مال) کے قبول ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ انہوں نے اللہ سے اور اُس کے رسول سے کفر کیا اور نماز کو آتے ہیں تو سست و کاہل ہو کر اور خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی سے۔(۹:۵۴)

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ
الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿١١٤﴾ ۚ
وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٥﴾

اور دن کے دونوں سروں (یعنی صبح اور شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دُور کر دیتی ہیں یہ ان کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔ اور صبر کئے رہو کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔(۱۱:۱۱۴ تا ۱۱۵)

وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ
اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ
بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ ۙ

اور جو اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (مصائب پر) صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے چھپے چھپے اور اعلانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں اور نیکی سے بُرائی کو دُور کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے عاقبت کا گھر ہے۔(۱۳:۲۲)

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ
لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ ۧ

(وہ) آسمان اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔ تو اُسی کے بندے بنو اور اُسی کی عبادت پر قائم رہو؛ بھلا تم اس کے ہم پایہ کسی ہستی کو جانتے بھی ہو؟ (۱۹:۶۵)

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ
رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو، ہم تم سے روزی کے طلب گار نہیں بلکہ تمہیں ہم روزی دیتے ہیں، اور (اچھا) انجام تو تقویٰ والوں کے ہے۔(۲۰:۱۳۲)

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى
مَآ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں اور (جب) ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز

يُنْفِقُوْنَ ۝۳۵

آداب سے پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا کیا ہے اُس میں سے (دوسرے ضرورت مندوں پر) خرچ کرتے ہیں۔
(۳۵:۲۲)

آیت ۲:۴۵ میں نماز کا تعلق صبر و ثبات اور استقامت سے جوڑا گیا ہے۔ یہ چیزیں ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں اور ایک دوسرے سے تعامل کرتی ہیں۔ صبر استحکام کو بڑھاتا ہے اور اس طرح یہ اللہ سے مکالمہ کرنے کے اور اس مکالمہ کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے موزوں صورت حال فراہم کرتا ہے۔ مزید برآں، اس مکالمہ سے جو سکون ملتا ہے اس سے خود صبر کی کیفیت بڑھتی اور پروان چڑھتی ہے۔ اوپر کی آیات میں چار بار صبر کا ذکر نماز سے پہلے کیا گیا ہے اور تین بار نماز کے بعد، اور یہ دونوں دنیا کے نشیب و فراز کا سامنا کرنے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ صبر اور نماز کے ذریعہ آدمی کامیابی اور قوت کی حالت میں مستحکم اور متوازن رہتا ہے اور ناکامی و کمزوری کی صورت میں استقامت اور ثابت قدمی سے کام لیتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ کرنا انسان کو خود پر قابو رکھنے اور زندگی کے نشیب و فراز کا سامنا مثبت طریقے سے کرنے کا اہل بناتا ہے اور اس سے اسے بدلتے ہوئے حالات میں سوجھ بوجھ اور متوازن طریقے سے کام لینے کی لیاقت حاصل ہوتی ہے؛ اور غصہ، غرور یا مایوسی کی کیفیت میں وہ عاجلانہ ردعمل سے بچتا ہے۔ ایسے لوگ زندگی میں صحیح راہ پر ہیں اور خود اعتمادی اور اللہ کی مدد سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

نماز کے لئے ان کے اوقات کی پابندی، طہارت و صفائی، نظم و ضبط اور منظم حرکات ضروری ہیں اور ان چیزوں کی بدولت مومن میں صبر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن نماز کی ان ظاہری صورتوں اور خوبیوں سے بالاتر چیز محدود صلاحیتیں رکھنے والے انسان کا یہ احساس ہے کہ وہ اپنے محدود علم اور قوت کے ساتھ اس لامحدود ہستی سے تکلم کر رہا ہے جسے ہر چیز کا علم ہے اور ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔ نمازیں دن کے مختلف اوقات میں اور ہفتہ وار و سالانہ خصوصی اجتماعات کے موقع پر ادا کی جاتی ہیں، نیز عالم گیر سالانہ اجتماع (حج) میں زندگی میں ایک بار لازم کی گئی شرکت کے دوران ادا کی جاتی ہیں، اور اس طرح وہ اپنے مستقل اثرات رکھتی ہیں اور یہ اثرات آدمی کی پوری زندگی میں اس پر پڑتے رہتے ہیں۔ اگر نماز کے مقصد پر نظر رکھی جائے تو اس سے نفسیاتی، اخلاقی اور عملی نتائج حاصل ہوتے ہیں، لیکن یہ نتائج ان لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتے جو صرف مشینی انداز میں یا دکھاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں، ''نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر (صرف) لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ کو یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم'' [۴:۱۴۲]؛ ''جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں، ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیزیں عاریۃً نہیں دیتے'' [۱۰۷:۴ تا ۷]۔

نماز کا تعلق اچھے کاموں سے

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ۝۷۳

اور ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ان کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔ (۲۱:۷۳)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۟

مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کرو تا کہ فلاح پاؤ۔(۲۲:۷۷)

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۟

(اے محمد ﷺ!) یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز قائم کرتے رہو، کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے جانتا ہے۔(۲۹:۴۵)

مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۟ۙ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۟ۙ

(مومنو!) اُسی (اللہ) کی طرف رخ کئے رہو اور اُس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکوں میں نہ ہونا۔ (اور نہ) ان لوگوں میں (ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور (خود) فرقے فرقے ہو گئے (اور پھر) ہر فرقے کے پاس جو کچھ ہے اُسی میں وہ مگن ہے۔(۳۰:۳۱ تا ۳۲)

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۟ۙ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۟ۙ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا ۟ۙ اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ۟ۙ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآىِٕمُوْنَ ۟ۙ

کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔ اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔ سوائے نماز ادا کرنے والوں کے، جو نماز کا ہمیشہ التزام رکھتے ہیں۔(۷۰:۱۹ تا ۲۳)

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۟ۙ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۟ۙ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۟ۙ

تو ایسے نمازیوں کی خرابی ہے۔ جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ جو ریا کاری کرتے ہیں۔ اور برتنے کی چیزیں عاریۃً نہیں دیتے۔(۱۰۷:۴ تا ۷)

اگر نماز پابندی سے اور صحیح طریقے سے ادا کی جاتی رہے تو اس سے مومن کے اندر تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور اچھا بننے، اچھی بات کہنے اور تمام لوگوں سے اچھے طریقے سے پیش آنے کی ترغیب و تحریک ملتی ہے۔ نمازیں چوں کہ پورے دن میں الگ الگ وقتوں میں پڑھی جاتی ہیں اس لئے نماز کے پابند مومن کو ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ وہ اللہ کے حضور پیش ہو کر آیا ہے اور اسے پھر سے اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ نمازوں کے دوران اتنا لمبا وقت نہیں گزرتا ہے کہ نماز پابندی سے ادا کرنے والا اللہ سے بے خوف ہو جائے۔ ہفتہ اور سال میں پڑھی جانے والی خصوصی اجتماعی نمازیں روح کو تازگی بخشتی ہیں اور اچھے اعمال کی تحریک دیتی ہیں اور برے اعمال سے روکتی ہیں [۲۹:۴۵؛ ۷۰:۱۹ تا ۲۳]۔ مندرجہ بالا آیات اس بات کو اجاگر کرتی ہیں کہ نماز کا تعلق اچھے اعمال کے ساتھ وابستہ ہے۔ جن نمازوں سے نمازی کو اچھے کام کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی کی ترغیب نہ ملے وہ ایسی نمازیں ہیں جو محض مشینی انداز میں ادا کی جاتی ہیں [۳۰:۳۱ تا ۳۲؛ ۷۰:۱۹ تا ۲۳؛ ۱۰۷:۴ تا ۷]۔ رسول اللہ ﷺ نے خبردار کیا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو رات کو نماز پڑھتے ہیں لیکن انہیں اس نماز سے جاگنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بعض روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ انہیں ان روزوں سے بھوکا اور پیاسا رہنے کے لئے علاوہ کچھ

حاصل نہیں ہوتا۔[بروایت ابن حنبل، مستدرک الحاکم، سنن بیہقی، الطبرانی]۔

چنانچہ سچی نمازیں وہ ہیں جو نماز پڑھنے والے کے اندر استحکام، توازن، صبر اور اچھے عمل کا جذبہ پیدا کریں کیوں کہ نماز کے توسط سے نمازی دن میں کئی بار اللہ سے کلام کرتا ہے۔ اچھے کاموں کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس کی متعدد شکلیں ہیں۔ مسکرا کر ملنا، اچھا مشورہ دینا، جان و مال سے مدد کرنا، یہ تمام کام اچھے کام ہیں جو الگ الگ صلاحیتوں اور استعداد کے لوگ اپنے اپنے مطابق انجام دیتے ہیں اور ضرورت مندوں کے حالات کے لحاظ سے ان کی الگ الگ طرح کی ضروریات پورا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث ہمیں بتاتی ہیں کہ کسی سے مسکرا کر ملنا، بھٹکے ہوئے کو راستہ بتا دینا، مشورہ اور رہنمائی کے ضرورت مند کو صحیح مشورہ یا صحیح رہنمائی دینا اور کسی کو ڈوبنے سے بچنے یا دلدل سے نکلنے میں مدد دینا بہترین صدقہ ہیں[البخاری کتاب الآداب، الترمذی، ابن حنبل]۔ کسی کا خود اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت پر خرچ کرنا بہت وزنی اعمال خیر ہیں اور جو اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا اس کی طرف سے صدقہ کا عمل ہیں[بہ روایت الحاکم]۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شوہر اپنی بیوی کے منھ میں نوالہ دیتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے[بروایت البخاری، مسلم، ابن حنبل، ابوداؤد و ترمذی]۔ رسول اللہؐ کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ایک ہونے (توحید) کی گواہی دینے سے لے کر راستے سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹا دینے تک دین یا ایمان کی بہت سے شاخیں ہیں[بہ روایت مسلم، ابوداؤد، النسائی، ابن ماجہ]۔ قرآن میں اعمال صالحہ کا ذکر ایمان اور عبادات کے ساتھ کیا گیا ہے[۲:۱۷۷، ۲۷۷؛ ۴:۱۱۴؛ ۱۱:۸۴ تا ۸۸؛ ۲۴:۵۵]۔

نمازیں اور کتب ہدایت

وَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور نماز کا التزام رکھتے ہیں (ان کو ہم اجر دیں گے کہ) ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔(۷:۱۷۰)

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

(اے محمد ﷺ!) یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز قائم رکھو، کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے، اور اللہ کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے جانتا ہے۔(۲۹:۴۵)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ﴿۲۹﴾

جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت (کے فائدے) کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی۔ (۳۵:۲۹)

جہاں نماز انسان اور اس کے خالق و رب کے درمیان ایک روحانی واسطہ ہے وہیں اللہ تعالی کی وحی جو اس کی ''کتب'' میں محفوظ ہے ایک تصوراتی اور عملی روشنی ہے جو اللہ نے اپنے مومن بندوں کو صحیح راستے پر چلنے اور اچھے اعمال کرنے کے لئے نیز بھٹکنے اور برے کاموں سے بچنے کے لئے دکھائی ہے[۲:۳۸؛ ۱۶:۸۹؛ ۲۰:۱۲۳ تا ۱۲۷]۔ نماز میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے، لیکن دوسرے اوقات میں

بھی اس کی تلاوت ضروری ہے، تاکہ مزید ہدایت پانے کے مواقع ملتے رہیں اور اس پر پوری توجہ مرکوز رہے۔ بلاشبہ قرآن کی تلاوت اس پر عمل کرنے کے لئے ہونا چاہئے، اور آیت ۷:۱۷۰ میں صاف طور سے یہ حوالہ دیا گیا ہے کہ کتاب اللہ سے ملنے والی ہدایت کا تعلق عبادت کی انجام دہی سے ہے محض اس کے پڑھنے اور تلاوت کرنے سے نہیں ہے۔ آیت ۳۵:۲۹ میں کتاب کی تلاوت کرنے اور نماز کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اللہ کے فضل (بخششوں) میں سے ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کو بھی کہا گیا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر کہ خرچ کرنے کا مطلب محض مال خرچ کرنا نہیں ہے بلکہ اس میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو اللہ نے انسان کو عطا کی ہیں، جیسے علم، وقت، توانائی اور اخلاقی مدد، آدمی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اچھے اعمال کا دائرہ کتنا وسیع اور ہمہ جہت ہے۔

نماز اور زکوٰۃ

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ﴿۳﴾

یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں ہے (کہ یہ کلامِ باری تعالیٰ ہے اور اللہ سے) ڈرنے والوں کی رہنما ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور آداب کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے (دوسرے ضرورت مندوں پر) خرچ کرتے ہیں۔ (۲:۲ تا ۳)

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا تو چند لوگوں کے سوا تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر بیٹھے۔ (۲:۸۳)

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور جو بھلائی اپنے لئے آگے بھیج رکھو گے اسکو اللہ کے ہاں پا لو گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ (۲:۱۱۰)

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کر لیں تو اُس کو پورا کریں اور سختی

وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں، یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں۔(۲:۱۷۷)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے اُن کو اُن کے کاموں کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) اُن کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔(۲:۲۷۷)

وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾

اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے، اُس نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں رکھی (اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)، اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو پکڑے رہو وہی تمہارا دوست ہے، پس کیا ہی اچھا دوست اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔ (۲۲:۷۸)

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔(۲۴:۵۶)

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾

بے شک ایمان والے فلاح پا گئے۔ جو نماز میں عجز اختیار کرتے ہیں۔ اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔(۲۳:۱ تا ۴)

قرآن میں دسیوں مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ کی عبادت ضرورت مند انسانوں کی مدد کرنے کے عمل میں نظر آنی چاہئے۔ عربی کا لفظ 'زکوٰۃ' اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ ضرورت مند کی مدد کرنا ایک مقدس عمل ہے کیوں کہ یہ انسان کو لالچ اور خودغرضی جیسی برائیوں سے پاک کرتا ہے نیز انسان کے کمائے ہوئے مال کو اس مال سے پاک کرتا ہے جو کسب معاش کے عمل میں بھول چوک یا کسی غلط بات سے شامل ہوجاتا ہے [۹:۱۰۳]، اور اس مال کو سماج کو واپس کر دینے کا ذریعہ بنتا ہے اس لحاظ سے کہ سماج کے ضرورت مند افراد کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان اس زبردست تعلق کی وجہ سے خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے ان لوگوں سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا جو غرباء اور ضرورت مندوں کا حق دینے سے بچ رہے تھے حالانکہ وہ اس ایمان پر قائم تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز ادا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ''جو زکوٰۃ کو نماز سے الگ کرے گا میں اس

کے خلاف جنگ کروں گا''۔ زکوٰۃ اور نماز کے دمیان تعلق فقہاء کے یہاں بھی معروف ہے۔ فقہاء نے زکوٰۃ کا ذکر نماز کے بعد اور رمضان کے روزوں سے پہلے کیا ہے۔

ایمان اور عبادت کی آزادی کا دفاع

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹۴﴾

اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور ان (کافروں) کو جہاں پاؤ قتل کردو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے (یعنی مکہ سے) وہاں سے تم بھی اُن کو نکال دو اور (دین سے گمراہ کرنے کا) فساد قتل وخونریزی سے کہیں بڑھ کر ہے، اور جب تک وہ تم سے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس نہ لڑیں تم بھی وہاں اُن سے نہ لڑنا۔ ہاں اگر (وہاں) وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو، کافروں کی یہی سزا ہے۔ اور اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔ اور اُن سے اُس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نابود ہوجائے اور (ملک میں) اللہ ہی کا دین ہوجائے اور اگر وہ (فساد سے) باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں (کرنی چاہئے)۔ ادب کا مہینہ ادب کے مہینے کے مقابل ہے اور ادب کی چیزیں ایک دوسرے کا بدلا ہیں۔ پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اُس پر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(۲:۱۹۰ تا ۱۹۴)

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ﴿۳۹﴾ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ؕ وَ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ

جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے اُن کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ (اُن کی مدد کرے گا وہ) یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب، اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسروں کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہے تو (راہبوں کے) خلوت خانے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اکثر اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے ویران

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

ہو جائیں۔ اور اللہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے جو اللہ کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ قوی اور غالب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں؛ اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔(۲۲:۳۹تا ۴۱)

اسلام میں عقیدے اور عبادت کی آزادی ایک لازمی امر ہے، اور اگر اس آزادی کو کچلا جاتا ہے تو اس کا دفاع کرنا ایک انسانی حق اور ذمہ داری ہے۔ مسلمانوں کو صرف ان لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا جنھوں نے ان کی زندگیوں اور ان کے عقیدے کے خلاف جنگ ان پر تھوپی [۲:۱۹۰؛ ۲۲:۳۹]۔ اللہ کی عبادت کے اس مقدس گھر کی حرمت بنائے رکھنا ایمان والوں پر واجب ہے جو اللہ کی عبادت کے لئے اس وقت سے مختص ہے جب حضرت ابراہیم اور اسماعیل نے اس کی تعمیر کی تھی، اور جن مہینوں میں اس گھر کی زیارت کے لئے لوگ آتے ہیں وہ مہینے بھی محترم ہیں۔ لیکن اس مقدس محترم گھر میں یا ان محترم مہینوں میں اگر مسلمانوں پر حملہ ہو تو انہیں اپنے دفاع میں لڑنے کا جائز حق ہے [۲:۱۹۱، ۱۹۴]۔ آیت ۲:۱۹۱ میں اس بات کو اجاگر کیا گیا کہ فتنہ و فساد قتل سے زیادہ برا ہے کیوں کہ اس سے انسان پر مستقل دباؤ بنا رہتا ہے اور اس کے انسانی حقوق پامال ہوتے ہیں۔ اسی طرح آیت ۲:۱۹۴ کہتی ہے کہ جنگ صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ ظلم کو روکا جائے اور انسان و اس کے رب کے درمیان ایمان و عقیدے کی آزادی بنی رہے [۲:۱۹۳]، اگر ظالم لوگ اپنے ظلم و ستم سے باز آجاتے ہیں اور عقیدے کی آزادی بحال ہو جاتی ہے، تو سچے دل سے توبہ کرنے والوں پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

پچھلے صفحات میں کئی بار یہ نکتہ بیان کیا جا چکا ہے آیت ۲۲:۴۰ ''اللہ کی عبادت کے گھروں'' سے متعلق ہے جو مختلف عقیدوں کے لوگ اللہ کی عبادت کے لئے قائم کرتے ہیں۔ یہ آیت مسجدوں، گرجوں یہودی معبدوں اور دیگر مذہبی مقامات کے تحفظ کا جواز دیتی ہے۔ اسلامی قانون اور اسلامی ریاست عقیدے اور عبادت کی آزادی کا تحفظ کرتی ہے اور عبادت گاہوں و مذہبی اداروں کی حرمت کی حفاظت کرتی ہے اور کسی بھی طرح اس کی خلاف ورزی کرنے پر پابندی لگاتی ہے، چاہے یہ ارتکاب مسلمان کریں یا غیر مسلم۔

عبادات کی انجام دہی

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱۰﴾

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور جو بھلائی اپنے لئے آگے بھیج رکھو گے اس کو اللہ کے ہاں پالو گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔(۲:۱۱۰)

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ حَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ

(اے محمد ﷺ!) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں پس ہم تمہیں اسی قبلہ کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیں گے۔ تو اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اسی مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ خوب جانتے

بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾
ہیں کہ (نیا قبلہ) اُن کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے بے خبر نہیں ہے۔ (۱۴۴:۲)

مکہ میں کچھ وقت کے لئے اور مدینہ میں قیام کرنے کے بعد بھی تھوڑے سے عرصہ کے لئے محمد ﷺ نے یروشلم (بیت المقدس) کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی، کیوں کہ خانہ کعبہ (مسجد الحرام) کی طرف رخ کرنے کا مطلب یہ لیا جاسکتا تھا کہ اس میں رکھے بتوں کی طرف رخ کر کے حضور نماز پڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ بیت اللہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل (علیہم السلام) نے صرف اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا تھا اور عرب کے لوگ اسے کعبہ کہا کرتے تھے۔ چنانچہ اہل کتاب رسول اللہ ﷺ پر وحی کے نزول یا دین اسلام کے پیغام کی حقانیت کو تسلیم کر سکتے تھے اگر وہ اس معاملہ پر بغیر کسی تعصب کے سنجیدگی سے غور کرتے۔ بعد میں مدینہ میں اسلام کے قیام واستحکام کے بعد یہ امید پیدا ہوئی کہ بیت اللہ شریف میں بھی جو کہ ۲۵ صدیاں پہلے حضرات ابراہیم واسماعیل نے ایک اللہ کی عبادت کے لئے ہی تعمیر کیا تھا، صرف اللہ کی عبادت ہی کی جائے گی اور مکہ کے لوگ بھی اس بات کو سمجھ لیں گے۔ اور اس طرح پورے عرب میں خانہ کعبہ کو محض اللہ کی عبادت کے گھر کے طور پر سمجھا جانے لگے گا۔ یہ ایسی امید تھی جسے پورا کرنے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے زندگی بھر جدوجہد کی۔ رسول اللہ کے مدینہ ہجرت کرنے کے تقریباً چھ مہینے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اس آرزو کو پورا کرنے کا اشارہ دیا اور حکم دیا کہ اپنی عبادات کے لئے کعبہ کی طرف رخ کیا کریں اور تمام مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں وہ اسی گھر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کریں۔

حضرات ابراہیم واسماعیل کی قائم کردہ یہ عبادت گاہ بعد میں ہر سال کی جانے والی عالم گیر اجتماعی عبادت یعنی حج کا مرکز بھی بن گئی۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

(مسلمانو) سب نمازیں خصوصاً درمیانی نماز (یعنی نمازِ عصر) پورے التزام کے ساتھ ادا کرتے رہو اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہا کرو۔ اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار (جس حال میں بھی ہو نماز پڑھ لو) پھر جب امن (اطمینان) ہو جائے تو جیسے اللہ نے تمہیں سکھایا ہے (اور) پہلے تم نہیں جانتے تھے، اللہ کا ذکر کیا کرو۔
(۲:۲۳۸تا۲۳۹)

صلوٰۃ وسطیٰ کے مطلب کو سمجھنے میں مفسرین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اور اس بات کو سمجھنے میں بھی کہ اس کی پابندی کرنے کے حکم کا اشارہ نماز کے وقت کی طرف ہے مثلاً بعد ظہر یعنی وہ وقت جب لوگ دنیا کے معاملات میں مشغول ہوتے ہیں، یا نماز پڑھنے کے طریقے کی طرف ہے۔ اس لفظ کا یہ ترجمہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ ''سب سے زیادہ افضل عبادت''، جو بہت جلدی یا بہت دھیمے نہیں پڑھنی چاہئے اور نہ بہت تیز یا بہت نرم آواز میں [۱۱۰:۷]۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جنگ جیسے خطرے میں گھرے شخص کو یہ رعایت دی ہے کہ وہ جس طرح معمول کے مطابق نماز پڑھتا ہے، خطرے کی حالت میں بھی ویسے ہی نماز (قیام، رکوع، سجدہ) نہ پڑھے کیوں کہ اس صورت میں نہ تو چاروں طرف کے خطرناک ماحول پر ہی اس کی توجہ رہے گی اور نہ ہی نماز میں یکسوئی حاصل ہوگی، بلکہ وہ دشمن کے حملے کے لئے ایک آسان نشانہ بن جائے گا۔ چنانچہ نماز اگر وقت پر پڑھنا ممکن نہ ہو تو اس میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اللہ سے دعا ومناجات کرنا بھی ایک آسان طریقہ ہے۔ اللہ نے اس معاملہ میں جو رعایتیں دی ہیں ان کے مطابق اللہ کی عبادت بجالائی جاسکتی ہے جیسے نماز کو مختصر کر دینا، لازمی طور سے قبلہ رو نہ ہونا، ایک

جماعت کا نماز پڑھنا اور دوسری جماعت کا ان کی حفاظت کرنا اور پھر دوسری جماعت کا نماز پڑھنا اور پہلی جماعت کا حفاظت کے لئے کھڑا ہونا وغیرہ[۴:۱۰۱تا۱۰۳]۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے پاس نہ جاؤ) جب تک کہ غسل (نہ) کرلو، ہاں اگر بحالتِ سفر رستے میں ہو (اور پانی نہ ملنے کے سبب غسل نہ کرسکو تو تیمم کرکے نماز پڑھ لو) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو یا تم نے (اپنی) عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی لو اور منہ اور ہاتھوں کا مسح (کرکے تیمم) کرلو بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہی۔ (۴:۴۳)

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے درمیان دشمنی اور رنجش ڈلوا دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تمہیں (شراب اور جوائے سے) بچنا ہے۔(۵:۹۱)

صلوٰۃ یعنی نماز کا مطلب ہے دعا، اور دعا اللہ سے مناجات اور راز و کلام کا نام ہے۔ دعا کے لئے پوری ذہنی یکسوئی اور روحانی کیفیت ضروری ہے اور دعا کرنے والے کو یہ شعور ہونا چاہئے کہ وہ کیا عمل کر رہا ہے اور اللہ سے کیا مانگ رہا ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے وقت یہ ضروری ہے کہ مقتدی جو کچھ دیکھ اور سن رہا ہو اسے پوری طرح سمجھے۔ اسلام سے پہلے کے عرب میں شراب نوشی اور جوا بازی بہت عام تھی اور اس کی جڑیں بہت گہری تھیں۔ شراب کو حرام قرار دینے اور اس پر پوری طرح پابندی لگانے کا کام اسلامی قانون سازی میں بتدریج ہوا۔ شروع میں قرآن میں صرف یہ کہا گیا کہ شراب نوشی اور جوا بازی کے کچھ فائدے تمھیں نظر آتے ہوں گے لیکن ان کے نقصانات اور ان کی برائیاں ان کے فوائد سے کہیں زیادہ ہیں[۲:۲۱۹]۔ کچھ عرصہ بعد ایک قدم آگے بڑھ کر لوگوں کو اس بات سے روک دیا گیا کہ وہ شراب کی حالت میں نماز پڑھیں[۴:۴۳]، انہیں کہا گیا کہ جب تک وہ اپنے ہوش میں نہ آ جائیں اور نماز میں کیا پڑھ رہے ہیں اور کیا حرکات کر رہے ہیں اس کو نہ سمجھنے لگیں تب تک نماز کے قریب بھی نہ جائیں۔ قرآن ایسے لوگوں کی مذمت کرتا ہے جو جسم سے تو قیام، رکوع اور سجدے کرتے ہیں لیکن ان کے ذہن کہیں اور ہوتے ہیں[۱۰۷:۴تا۷؛ نیز دیکھیں ۹:۵۴]۔ نماز میں صرف جسمانی حرکت اور ارکان کی ادائیگی کافی نہیں ہے اس سے نماز کے ذہنی اور عملی فوائد حاصل نہیں ہوتے[۲۹:۴۵]۔

شراب نوشی میں مست اور جوا بازی جیسے کاموں میں مگن رہنے سے انسان سنجیدگی اور گہرائی سے سوچنے کا اہل نہیں رہتا، اللہ کا خیال اس کے دل و دماغ میں نہیں رہتا اور نماز کے لئے لگائی جانے والی پکار (اذان) پر لبیک کہنا اس کے بس میں نہیں ہوتا۔ نشہ خوری سے ذہن پر پڑنے والے اثرات اور جوے کے ذریعہ بغیر محنت کے مال حاصل کرنے کی لالچ اور فکر سے انسانوں کے درمیان دشمنی اور پھوٹ کے جذبات

برانگیختہ ہوتے ہیں۔قرآن نے آخرکار شراب نوشی اور جوے پر پوری طرح پابندی لگادی اور اہل ایمان پر اس کو ہمیشہ کے لئے حرام کردیا[۵:۹۰]۔

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖۗ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَ اِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۪ وَ لْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو بشرطیکہ کہ تمہیں خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں ایذا دیں گے، بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔اور (اے پیغمبر!) جب تم ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے جب وہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے۔ کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی حملہ کردیں۔اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو مگر ہوشیار ضرور رہنا۔ اللہ نے کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔پھر جب تم نماز تمام کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) اللہ کو یاد کرو پھر جب خوف جاتا رہے تو (اُس طرح سے) نماز پڑھو (جس طرح امن کی حالت میں پڑھتے ہو)، بے شک نماز کا مومنوں پر اوقاتِ (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔ (۴:۱۰۱تا۱۰۳)

یہ آیات یہ بتاتی ہیں کہ مسلمانوں کو مختلف حالات میں خود کو منظم کرنے اور منصوبہ بندی کرنے کے لئے کس طرح سے تربیت دی گئی ہے، یہاں تک کہ نماز کے لئے بھی بعض صورتوں میں احکامات بدل جاتے ہیں۔اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ دین اسلام نے مسلمانوں کو جن فرائض و واجبات کا پابند کیا ہے، خاص طور سے نماز کی ادائیگی، وہ مسلمانوں کے لئے کوئی بوجھ نہیں ہیں، اور صورت حال کے مطابق اس میں لچک اور گنجائش رکھی گئی ہے۔جماعت کی نماز کے لئے بھی ایسی صورت میں جب کہ جنگ چل رہی ہو، جہاں ایک طرف یہ خیال رکھا گیا کہ نماز کی لازمیت بنی رہے اور اللہ کے قرب کا احساس بنے رہنے کی ضرورت پوری ہو، وہیں دوسری طرف نماز ادا کرنے والوں کو کسی اچانک حملے سے محفوظ رکھنے کے لئے لازمی احتیاط کا بھی لحاظ رکھا گیا۔ایک جماعت ہتھیار بند رہ کر نماز پڑھتی اور دوسری جماعت اس کی حفاظت کرتی، پھر دوسری جماعت ہتھیار بند رہ کر نماز پڑھتی اور پہلی جماعت اس کی حفاظت کے لئے چوکنا رہتی۔ بارش، بیماری اور تھکاوٹ کی حالت میں نماز پڑھنے والوں کے لئے ہتھیار بند رہنا ضروری نہیں رکھا گیا۔

چار رکعت والی نماز کو کم کر کے دو رکعت میں پڑھا جا سکتا ہے، اور ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نماز ایک ہی وقت میں جمع کر کے پڑھی جا سکتی ہے۔ نماز کو مختصر کرنے کی یہ اجازت رسول اللہؐ کی ایک حدیث میں سفر کے معاملہ میں بھی دی گئی ہے [دیکھیں البخاری، مسلم، مالک، بن حنبل، ابوداوٗد، الترمذی، نسائی اور ابن ماجہ]۔ رسول اللہ کی قولی احادیث اور فعلی سنتوں میں نیز فقہ کی کتابوں میں اس کی تفصیلات دی گئی ہیں۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ۟ۙ

منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اُس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ (تو خود) انہیں دھوکے میں رکھے ہوئے ہے ہیں۔ اور جب کھڑے ہوتے ہیں نماز کے لئے تو ستاتے ہوئے لوگوں کو دکھانے کے لئے، اور اللہ کو تو یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم۔ (۱۴۲:۴)

نماز کو پابندی سے اور صحیح طریقے سے اپنے وقت پر جلد سے جلد ادا کرنا ایک حقیقی ایمان کی اور اللہ سے مکالمہ کرنے نیز اس کے تئیں اپنی بندگی اور شکر گزاری کا اظہار کرنے کے اشتیاق کی علامت ہے۔ چنانچہ منافق عبادت کی ان گہرائیوں میں نہیں جاتا اور اپنی خودغرضی اور دنیاوی فائدوں کو سمیٹنے کی کم نظری میں مبتلا رہتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کے درمیان نظر آئے جو نماز ادا کرتے ہیں، اس وجہ سے وہ نماز کے لئے اٹھتے وقت کسل مندی میں پڑا ہوتا ہے اور بھاری قدموں سے نماز کے لئے جاتا ہے کیوں کہ اس کے اندر کا جذبہ مفقود ہوتا ہے۔ مکہ میں نازل ہونے والی ابتدائی آیات میں لوگوں کو عبادت کے مقصد سے دور رہنے پر متنبہ کیا گیا اور صرف نماز میں نظر آنے اور نمازی کہلوانے کی خواہش پر انہیں ٹوکا گیا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَ لِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ مِیْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؗ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور سر کا مسح کر لیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں (دھو لیا کرو) اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو (نہا کر) پاک ہو جایا کرو۔ اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلاء ہو کر آیا ہو یا تم نے (اپنی) عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو اور اُس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (یعنی تیمم) کر لو۔ اللہ تعالیٰ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تا کہ تم شکر کرو۔ اور اللہ نے تم پر جو احسان کئے ہیں اُن کو یاد کرو اور اُس عہد کو بھی جس کا تم سے قول لیا تھا (یعنی) جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا اور قبول کیا، اور اللہ سے ڈرو کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں (تک) سے واقف ہے۔ (۶:۵ تا ۷)

ان آیات میں نماز کے لئے بنیادی ضرورتوں اور تیاریوں کا ذکر کیا گیا ہے اور وضو وغسل دونوں کا بیان ہے۔ پانی فراہم نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرنے کو کہا گیا یعنی سوکھی زمین پر، صاف مٹی، ریت یا چٹان وغیرہ پر ہاتھ مار کر ہاتھوں کو ایک دوسرے پر اور پھر چہرے پر پھیرنا وضو یا غسل کا متبادل ہے جو کہ نماز کے لئے ضروری ہے۔ اس ذیل میں سب سے اہم بات وہ ہے جو اسلام کے ایک عام اصول کے طور پر بتائی گئی کہ اللہ تنگی اور مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا، اور جب کسی فرض کی ادائیگی استطاعت اور سکت سے باہر ہو تو آدمی کو یہ اجازت ہے کہ جتنا وہ کر سکتا ہے اتنا کرے ''اللہ کسی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا'' [۲:۲۸۶]

جو انسان اللہ اور اللہ کے دین پر ایمان رکھتا ہے اسے اس دین کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو اور دین کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی تمام تعلیمات جیسے جسم، کپڑوں، جگہ کی پاکی وصفائی اور کھانے پینے کی چیزوں کا پاک ہونا وغیرہ جہاں تک ممکن ہو اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ جسمانی صفائی سے دل اور دماغ کی صفائی میں بھی مدد ملتی ہے، اور یہ مکمل صفائی مومن کی پہچان ہے اور اسے جسمانی، روحانی، نفسیاتی اور عقلی صفائی کے اس فہم کو پھیلانے کی ذمہ داری بھی ادا کرنی ہے، ہر اس مقام پر جہاں وہ جائے اور ان تمام لوگوں کے درمیان جن سے وہ ملے اور تعلقات رکھے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾

کہہ دو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ (۶:۱۶۲ تا ۱۶۳)

عبادت اپنے وسیع تر مفہوم میں محض کسی مخصوص جگہ پر، مخصوص وقت میں کسی مخصوص عمل تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ اس کا دائرہ ان تمام کاموں پر محیط ہے جو انسان اپنی پوری زندگی میں کرتا ہے، اس لحاظ سے کہ یہ تمام ضروری اعمال اور سرگرمیاں اللہ کی ہدایت کے مطابق انجام دی جائیں۔ اسلام کا اصل مطلب اللہ کے آگے خود سپردگی ہے اور یہ خود سپردگی ہر لحاظ سے ہے، سوچ میں بھی اور ارادوں و اعمال میں بھی، کیوں کہ ہم پر اللہ کی نظر صرف عبادت کے مقامات پر اور عبادت کے اوقات میں ہی نہیں ہوتی یا ہماری جواب دہی صرف ان مخصوص اعمال تک ہی محدود نہیں ہے؛ نہ اس نے اپنا دین صرف کچھ خاص لمحات کے لئے بھیجا ہے، نہ اس کے پیغمبر صرف عبادت کے مناسک اور ارکان سکھانے کے لئے آئے۔ عبادت کا یہ وسیع تصور آیت ۵۱:۵۶ میں بھی دیا گیا ہے جس کی وضاحت ''عام تعلیمات'' کے ذیل میں پیچھے کی جا چکی ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَی الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰی ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۴۲﴾ۙ

منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اُس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ (تو خود) انہیں دھوکے میں رکھے ہوئے ہے۔ اور جب کھڑے ہوتے ہیں نماز کے لئے تو سستاتے ہوئے، لوگوں کو دکھانے کے لئے، اور اللہ کو تو یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم۔ (۴:۱۴۲)

وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ

اور ان کے نفقات (دوسروں پر خرچ کئے گئے مال) کے قبول ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ انہوں نے اللہ سے اور

كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

اُس کے رسول سے کفر کیا اور نماز کو آتے ہیں تو سستاتے ہوئے اور خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی سے۔ (۵۴:۹)

اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی نیت سے جانچتا ہے، اس کے ظاہری اعمال سے نہیں جو کہ بغیر اندرونی جذبے کے بھی ادا ہو سکتے ہیں۔لیکن کوئی عبادت جب تک پورے شعور اور وارفتگی سے ادا نہ کی جائے وہ انسان کو اندر سے نہیں بدل سکتی، نہ اس کی سوچ، ارادے اور فیصلے کو درست کر سکتی ہے، نہ اسے اچھے کاموں کو کرنے یا نامعقول اور نامناسب کاموں سے بچنے کی تحریک دے سکتی ہے[۴۵:۲۹]۔

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اور دن کے دونوں سروں (یعنی صبح اور شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو، کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دُور کر دیتی ہیں۔ یہ ان کیلئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔ اور صبر کئے رہو کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (۱۷:۷۸ تا ۸۰)

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾

(اے محمد ﷺ!) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی) نمازیں اور صبح کو قرآن پڑھا کرو کیونکہ صبح کے وقت قرآن پڑھنا مشہود ہے (یعنی فرشتے شاہد رہتے ہیں)۔ اور رات کے کچھ حصہ میں اٹھا کرو (اور تہجد کی نماز پڑھا کرو) یہ تمہارے لئے نفل ہے، قریب ہے کہ اللہ تمہیں مقامِ محمود پر فائز کرے۔ اور کہو کہ اے اللہ! مجھے (مدینے میں) اچھی طرح داخل کرنا اور (مکے سے) اچھی طرح نکالنا اور اپنے ہاں سے زور وقوت کو میرا مددگار بنانا۔ (۱۷:۷۸ تا ۸۰)

اوپر درج کی گئی پہلی آیت سے روز کی پنج وقتہ نمازوں کے حکم کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اس کے پہلے حصہ میں چار وقت کی نمازوں کا اشارہ ہے جو دن میں سورج ڈھلنے کے بعد سے لے کر رات کا اندھیرا چھا جانے تک الگ الگ وقتوں میں ادا کی جاتی ہیں؛ پھر اس میں طلوعِ آفتاب سے پہلے یعنی طلوعِ فجر (صبح سویرے) کی نماز کا اشارہ ہے جس میں قرآن کی تلاوت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ طلوعِ فجر کی نماز کا ذکر الگ سے غالباً اس وقت کی خامشی اور سکون کی وجہ سے کیا گیا ہے، کیوں کہ اس وقت کی روحانی کیفیت کچھ الگ ہی ہوتی ہے۔ رات کے پچھلے پہر کوئی شخص اپنی استطاعت کے مطابق خود اپنی مرضی اور خواہش سے نماز ادا کر سکتا ہے، حالانکہ رسول کریم ﷺ نے اپنے مقام ومنصب کی وجہ سے اسے اپنے اوپر لازم کیا تھا اور پابندی سے ادا کرتے تھے۔ آخری آیت میں، مومن بندہ اپنے رب سے دعا کرتا ہے کہ اسے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے اور اپنے اعمال صالحیت کے ساتھ (درست طریقے پر) انجام دیتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس پورے سفر میں آدمی کو اپنے رب کی مدد اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ علیم وحکیم اور قدیر ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ

تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی)

يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنۡ سَيَكُوۡنُ مِنۡكُمۡ مَّرۡضٰى ۙ وَ اٰخَرُوۡنَ يَضۡرِبُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ يَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۖ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنۡهُ ۙ وَ اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرًا وَّ اَعۡظَمَ اَجۡرًا ؕ وَ اسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۰﴾

تہائی رات قیام کیا کرتے ہو۔ اور اللہ تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے جان لیا کہ تم اس کو نباہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی ،پس جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو۔ اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض اللہ کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں زمین پر دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں اور بعض لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوتے ہیں، تو جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا پڑھ لیا کرو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو (یعنی اس کی رضا کے لئے خرچ کرتے رہو)۔ اور جو بھی نیک عمل تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور صلے میں زیادہ پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگتے رہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۷۳:۲۰)

یہ مستحب اضافی نماز یعنی تہجد کے نوافل عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر فجر کی نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تک کے وقفہ میں ادا کئے جاتے ہیں۔ اسلام اُن چیزوں یا عبادات کو فرض (لازم) کرتا ہے جو ایک عام آدمی بجا لا سکتا ہے، جب کہ وہ لوگ جو اور زیادہ عبادات بجالانے اور زیادہ سے زیادہ اچھے کام کرنے کی ہمت رکھتے ہیں انہیں وہ اس کے لئے شوق دلاتا ہے، مسابقت کی ترغیب دیتا ہے اور نوافل و مستحب کاموں کی طرف بلاتا ہے تا کہ وہ اپنی رضا کارانہ محنت و مشقت کا زیادہ سے زیادہ صلہ پا سکیں [۳:۱۳۳؛ ۵۶:۷ تا ۱۴؛ ۵۷:۲۱؛ ۸۳:۲۶]۔ جو لوگ لازمی امور انجام دینے پر بھی قادر نہیں ہوتے انہیں اتنا ہی کرنے کو کہا جاتا ہے جتنا وہ کر سکتے ہیں بغیر کسی ناقابل برداشت مشقت کے۔ اس طرح فرائض کو پورا کرنے کا متعین خاص طریقہ اصل تقاضوں کے متبادل کے طور پر اپنایا جا سکتا ہے یا اگر فرد پوری طرح معذور ہو تو پھر اسے مکمل مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے [۲:۱۷۳، ۲۳۳، ۲۸۶؛ ۵:۳؛ ۶:۶؛ ۶:۱۱۹، ۱۴۹، ۱۵۲؛ ۷:۴۲؛ ۲۲:۷۸؛ ۱۶:۱۱۵؛ ۲۳:۶۲؛ ۲۴:۶۱؛ ۴۸:۱۷]۔

مذکورہ بالا آیت یہ اشارہ کرتی ہے کہ کسی بھی فرد کو یہ نہیں کہا گیا ہے کہ وہ پوری پوری رات نوافل پڑھتا رہے، کیوں کہ جسمانی سکت کو بنائے رکھنا، کام کرنے کی توانائی برقرار رکھنا، اور کسب معاش کی محنت کرنا شریعت کے مقاصد میں سے ہے۔ آدمی رات کو اپنی استطاعت کے مطابق قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے اسی حد تک جس حد تک اس کا جسم برداشت کر سکے اور اس کی زندگی میں کسی عدم توازن کا سبب نہ بنے۔ رسول اللہؐ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ خود، جن پر وحی اتری اور قرآن نازل ہوا، رات کو عبادت بھی کرتے تھے اور سوتے بھی تھے، روزہ رکھتے بھی تھے اور روزہ کھولتے بھی تھے (ناغہ بھی کرتے تھے)، کھاتے بھی تھے اور شادی بھی کرتے تھے؛ آپؐ نے فرمایا ”یہ میرا طریقہ ہے، اور جو میری سنت کی پیروی سے اعراض کرے وہ میرا امتی نہیں“ [براویت البخاری، مسلم، ابن حنبل، ابوداؤد]۔ رات کی مستحب نماز افراد کی اپنی صواب دید پر چھوڑی گئی ہے تا کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق اور جذبہ بندگی کے زور سے اسے خود اپنے ارادے سے کیا کریں۔ البتہ یہ نوافل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کی کچھ راتوں میں مسجد میں بھی ادا کئے اور لوگوں نے اس میں آپ کی اتباع اور اقتداء کی لیکن یہ عمل مستقلاً نہیں کیا تا کہ اسے ایک لازمی عبادت نہ سمجھ لیا جائے۔ بعد میں خلیفہ حضرت عمرؓ نے رمضان میں رات کے نوافل کو مسجد

میں ایک امام کی اقتداء میں ادا کرنے کا نظم بنایا۔

علاوہ ازیں، آپؐ نے رمضان کے آخری دس دنوں اور راتوں میں مستقل مسجد میں رہ کر عبادات انجام دیں جسے اعتکاف کہا جاتا ہے اور یہ اعتکاف کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے اگر کوئی عبادت گزارکرنا چاہے۔ اعتکاف کے دوران آدمی مسجد میں کھا پی سکتا ہے اور سو سکتا ہے، لیکن اسے صفائی ستھرائی اور طہارت کا اہتمام کرنا ہوگا اور نمازوں میں کوئی خلل اس کے اعتکاف سے واقع نہ ہو یہ اس کے لئے شرط ہے۔ اعتکاف کے دوران معتکف (خواہ مرد ہو یا عورت) کسی ضرورت سے اپنے گھر کے کسی بھی فرد سے یا دوسرے لوگوں مل سکتا ہے، لیکن زوج سے جنسی جذبہ سے بالکل نہیں مل سکتا کیوں کہ اعتکاف کے دوران شہوانیت پوری طرح ممنوع ہے [۱۸۷:۲]۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۞

کہہ دو کہ تم (اللہ کو) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اُس کے سب نام اچھے ہیں اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ آہستہ بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کرو۔ (۱۱۰:۱۷)

رحمٰن اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کی رحمت اور فضل اس کی تمام مخلوقات کو ہمہ وقت حاصل ہے، تمام انسانوں کو بھی خواہ ان کا عقیدہ اور دین کچھ بھی اور وہ اللہ اور اس کی رحمت پر ایمان رکھتے ہوں یا اسے جھٹلاتے ہوں: ''ہم اِن کو اور اُن سب کو تمہارے رب کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تمہارے رب کی بخشش کسی سے رُکی ہوئی نہیں'' [۲۰:۱۷]۔ لہٰذا، اللہ کو اللہ (یا خدا یا گاڈ) کہہ کر پکارا جائے جو تمام صفات کا حامل ہے یا اسے اس کی کسی خاص صفت کے حوالے سے پکارا جائے، جیسے رحمٰن جس سے اللہ کا اپنے بندے کے ساتھ رحمت کا تعلق بیان ہوتا ہے، ایک ہی بات ہے۔ اللہ کے صفاتی نام یعنی اسماء الحسنی بہت سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں ۹۹ نام بتائے گئے ہیں [بہ روایت الترمذی، ابن حبان، الحاکم (مستدرک) اور البیہقی (شعب الایمان)]۔

درج بالا آیت میں وہ طریقہ بھی بتایا گیا ہے جس سے مسلمانوں کو نماز میں اللہ سے کلام کرنا چاہیئے۔ بہت زور کی آواز یا دبی آواز دونوں سے بچنا چاہیئے۔ آواز سے پڑھنا خاص طور سے اس وقت جب نماز گھر میں پڑھی جا رہی ہو، دوسروں کے لئے زحمت کا باعث ہو سکتی ہے جو کسی وجہ سے نماز میں شامل ہونے کی حالت میں نہ ہوں، جب کہ بہت دھیمی آواز سے مقتدیوں کے لئے پریشانی ہوگی کہ وہ سن نہیں سکیں گے، اور اگر فرد تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو اس کی توجہ پوری طرح نہیں ہو پائے گی۔ البتہ، رسول اللہ کی سنت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ کچھ مخصوص نمازوں میں یا نماز کے کچھ حصوں میں قرآن کی تلاوت قدرے بلند آواز سے کی جانی چاہیئے، دوسری نمازیں خاموشی سے ادا کی جانی چاہئیں، جب کہ نماز میں اللہ کی تکبیر اور حمد وثنا معتدل سطح کی آواز سے کی جا سکتی ہے۔

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۞

اے رب ہمیں اپنا فرمانبردار بنائے رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہنا اور (اللہ) ہمیں ہمارے طریقِ عبادت بتا اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما بے شک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے۔ (۱۲۸:۲)

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ

اے اللہ! میں نے اپنی اولاد میدانِ (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے، اے اللہ!

اَفۡـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ وَ ارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ ۝٣٧	تا کہ یہ نماز قائم کریں، تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تا کہ (تیرا) شکر کریں۔ (۱۴:۳۷)
رَبِّ اجۡعَلۡنِىۡ مُقِيۡمَ الصَّلٰوةِ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ‌ ‌ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ۝٤٠	اے اللہ! مجھے (ایسی توفیق عنایت) کر کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش) اے اللہ! میری دعا قبول فرما۔ (۱۴:۴۰)
وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِيۡلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا‌ ۝٥٤ وَكَانَ يَاۡمُرُ اَهۡلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنۡدَ رَبِّهٖ مَرۡضِيًّا ۝٥٥	اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو وہ وعدے کے سچے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے نبی تھے۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ (و برگزیدہ) تھے۔ (۱۹:۵۴ تا ۵۵)
وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰى وَاَخِيۡهِ اَنۡ تَبَوَّاٰ لِقَوۡمِكُمَا بِمِصۡرَ بُيُوۡتًا وَّاجۡعَلُوۡا بُيُوۡتَكُمۡ قِبۡلَةً وَّاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ‌ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝٨٧	اور ہم نے موسیٰ اور اُس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کیلئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (یعنی مسجدیں) ٹھہراؤ اور نماز پڑھو اور مومنوں کو خوشخبری سناؤ۔ (۱۰:۸۷)

ہر آدمی پر اپنے گھر والوں یعنی بیوی یا شوہر اور بچوں کو نماز کی ادائیگی کا شوق دلانے اور تاکید کرنے کی ذمہ داری ہے۔ یہ تاکید فرض نماز کی ادائیگی سے شروع ہونی چاہئے تا کہ انہیں اس کے روحانی و عملی فوائد کا تجربہ ہو اور عبادت کے اس تصور کو ٹھیک سے سمجھیں۔ پھر جب انہیں اس کی اہمیت و افادیت کا احساس ہوگا تو ان میں مزید عبادت کا شوق بھی پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے مستقل دعا اور کلام کرنے سے ایمان و اخلاق کو تازگی ملتی ہے اور اس میں اضافہ ہوتا ہے [۲۹:۴۵]، اور عبادت کے اعمال عبادت گزار کو صفائی و طہارت اور بہترین انفرادی و سماجی اخلاق و آداب کی تعلیم و تربیت دیتے ہیں۔ اسلام کی عبادات عبادت گزاروں کو مساوات، پاکی و صفائی، نظم و ضبط، غلطیوں کی اصلاح، ضبطِ نفس اور عالم گیریت جیسے اوصاف سکھانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ یہ ایک بالکل فطری تقاضا ہے کہ اللہ کے رسول اپنے عزیز و اقارب کو نماز کی ان برکتوں کو حاصل کرنے کی ترغیب دیں، جیسا کہ اوپر کی آیات سے ظاہر ہوتا ہے، اور وہ اللہ سے دعا کریں کہ ان کے اہل و عیال اللہ کی عبادت میں ان کی پیروی کریں اور اس کی ہدایت پر چلیں۔

مزید یہ کہ انبیاء کرام نے اپنے پیغام کو لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں بٹھانے کی طرف توجہ دی، اور اپنے قریبی لوگوں کو اس کے تسلسل کا ذریعہ بنایا۔ انھوں نے ان کو اس دین کو مضبوطی سے تھامنا سکھایا اور نہ صرف الہ واحد پر ایمان پر جمنے کی تعلیم دی بلکہ عبادت کے تمام اعمال کی انجام دہی اور ان کے روحانی و عملی فوائد سے انہیں مستفید ہونا سکھایا [نیز دیکھیں ۲:۱۳۲ تا ۱۳۳]۔ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام نے ایک قدم آگے بڑھ کر اپنے متبعین کو یہ تاکید کی کہ اپنے گھروں کو عبادت گاہ بنالیں [۱۰:۸۷]، کیوں کہ وہ ظلم و جبر کے سائے میں جی رہے تھے اور انہیں ایمان کے اظہار کی آزادی نہیں تھی کہ وہ بادشاہ وقت کے منظور شدہ عقیدے کے خلاف تھا۔ باپ ہمیشہ اپنے بچوں کو اپنے تجربات بتاتے ہیں تا کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں اور جہاں تک ہو سکے غلطیوں سے بچ سکیں، اور ایک اللہ پر ایمان اور اس کی عبادت سب سے بڑا و بلند تجربہ ہے، خاص طور سے انبیاء و رسول کے لئے۔

فَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ قَبۡلَ
طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَ قَبۡلَ غُرُوۡبِہَا ۚ وَ مِنۡ اٰنَآیِٔ الَّیۡلِ
فَسَبِّحۡ وَ اَطۡرَافَ النَّہَارِ لَعَلَّکَ تَرۡضٰی ﴿۱۳۰﴾ وَ لَا تَمُدَّنَّ
عَیۡنَیۡکَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِہٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡہُمۡ زَہۡرَۃَ
الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۬ۙ لِنَفۡتِنَہُمۡ فِیۡہِ ؕ وَ رِزۡقُ رَبِّکَ خَیۡرٌ وَّ
اَبۡقٰی ﴿۱۳۱﴾ وَ اۡمُرۡ اَہۡلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَ اصۡطَبِرۡ عَلَیۡہَا ؕ لَا
نَسۡـَٔلُکَ رِزۡقًا ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُکَ ؕ وَ الۡعَاقِبَۃُ لِلتَّقۡوٰی ﴿۱۳۲﴾

پس جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں اس پر صبر کرو اور سورج کے نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کرو اور رات کی ساعات (اوّلین) میں بھی اُس کی تسبیح کیا کرو اور دن کے اطراف (یعنی دوپہر کے قریب ظہر کے وقت بھی) تاکہ تم خوش ہو جاؤ۔ اور کئی طرح کے لوگوں کو جو ہم نے دنیا کی زندگی میں آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے تاکہ ان کی آزمائش کریں، ان پر نگاہ نہ کرنا اور تمہارے رب کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو، ہم تم سے روزی کے طلب گار نہیں ہیں بلکہ تمہیں ہم روزی دیتے ہیں اور (نیک) انجام (اہلِ) تقویٰ کا ہے۔ (۲۰:۱۳۰ تا ۱۳۲)

جو لوگ اپنے ایمان اور اخلاقی قدروں پر قائم ہوتے ہیں اور اس کے لئے مخلص ہوتے ہیں انہیں اپنے آس پاس کے ماحول میں اس ایمان و اخلاق کے خلاف ہونے والی باتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں برائیوں کو مٹانے کی جدوجہد نہیں کرنی چاہئے کیوں کہ یہ جدوجہد اسلام میں مطلوب ہے۔ انہیں جس چیز سے بچنا چاہیے وہ ہے بے صبری اور عدم برداشت کہ یہ کمزوریاں ردعمل کا باعث بنتی ہیں اور بے سوچے سمجھے جھگڑ بیٹھنے کی وجہ بنتی ہیں۔ مومنوں کو اللہ کا ذکر کرتے رہنا چاہئے اور دن ورات وقتاً فوقتاً اس کی حمد وثنا کرتے رہنا چاہئے تاکہ ان کے دلوں کو اطمینان اور دماغوں کو سکون حاصل ہو، اور یہ چیز ان میں تحمل، صبر اور استقامت کو بڑھاتی ہے۔ انہیں اللہ سے مدد ونصرت کی دعا کرنی چاہئے جس سے انہیں برائیوں کے خلاف جدوجہد کا حوصلہ ملے گا اور اس عمل سے دنیا میں انہیں قلبی تسکین کی صورت میں صلہ ملے گا اور اپنے مقصد ونصب العین کو حاصل کرنے کی امید ملے گی۔ تاہم اس دنیا میں انہیں ان کی منزل ملے یا نہ ملے ہر دو صورتوں میں ان کا اصل اور عظیم اجر وصلہ آخرت میں ملنے والا ہے۔ یہ چیز دن بھر میں ادا کی جانے والی پنج وقتہ نمازوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ سے قرب کا احساس اور صبر وتحمل کی مزید روحانی طاقت حاص کرنے کے لئے آدمی نفل نمازیں پڑھ سکتا ہے جو نبی کریمؐ کی سنت سے ثابت ہیں۔ اسلام جہاں ایک اوسط درجہ کے عمل کے لئے معیار دیتا ہے وہیں مومنوں کو نیک کاموں اور عبادات میں ایک دوسرے سے مسابقت کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے جو معیار مطلوب سے اوپر اور اضافی امر ہے [۳:۱۳۳؛ ۲۵:۳۲؛ ۵۶:۷ تا ۱۴؛ ۵۷:۲۱؛ ۸۳:۲۶]۔ نمازوں کو پابندی سے اور صحیح طریقہ سے ادا کرنے کے لئے صبر اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس طرح نماز استقامت اور مستقل مزاجی پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے اور ان اقدار اور خوبیوں کی بدولت ہی اس پر عامل رہنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔ گھر والوں اور ملنے جلنے والوں کو نماز اور عبادت کی تلقین کرنے سے انسان کی انفرادی روحانی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے اور عبادت گزاروں کی جماعت کو اجتماعیت اور خیر سگالی کی نعمت وبرکت حاصل ہوتی ہے۔

ایک حساس اور سمجھ دار انسان کی زندگی اللہ سے مناجات میں گزرتی ہے اور اس طرح انسان کو کامیابی کے غرور اور ناکامی کی مایوسی سے بچنے کی اہلیت حاصل ہوتی ہے۔ اس دنیاوی زندگی کی مسرتیں وراحتیں بہت پرکشش ہیں لیکن ان مادی وعارضی خوشیوں کا موازنہ انسان کے اطمینان قلب اور قناعت سے نہیں کیا جا سکتا جو انسان کو خود غرضی اور کم نظری سے بلند ہونے پر حاصل ہوتا ہے، اور نہ ہی اس کا موازنہ

آخرت میں ملنے والے صلہ واجر سے کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ، اس دنیاوی زندگی کی فوری مادی اور نفسیاتی خوشیاں اچھے اور برے دونوں طرح کے لوگوں کو ان کی کوششوں کے مطابق ایک آزمائش کے طور پر ملتی ہیں، اور یہ مسرتیں جلدی ہی ختم بھی ہوجاتی ہیں، جبکہ اطمینان اور دین پر حتی الامکان عمل اور آخرت میں اللہ کی طرف سے ملنے والا صلہ ان لوگوں کی اصل حصولیابی ہے جو اپنی عقل سے کام لیتے ہیں اور طویل مدتی (لامتناہی) مسرتوں کا انتخاب کرتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۴۱

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ (۴۱:۲۲)

حکمراں جنہیں ملک کے عوام اختیارات دیتے ہیں [۵۹:۴] ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ صلوٰۃ قائم کریں اس کے عام اور مخصوص دونوں معنیٰ میں، اور لوگوں کے اندر تقویٰ، عمل صالح، اخلاق کو فروغ دیں اور ان کے دلوں میں نیز آپس کے تعلقات میں انسانی حقوق و تکریم کو راسخ کریں [۱۷:۷۰]

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲

بے شک ایمان والے فلاح پا گئے۔ جو نماز میں عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ (۲۳:۱ تا ۲)

جو لوگ خشوع وخضوع اور مستعدی کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں انہیں عبادت کا مقصود حاصل ہوتا ہے اور عبادت سے جو چیز مطلوب ہے وہ ملتی ہے۔ نماز یا دعا خود کی اصلاح کا ایک ذریعہ ہے، اور جب آدمی اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اسے خود اپنی حیثیت کا احساس ہوتا ہے۔ جو لوگ لگن سے نماز پڑھتے ہیں اور اللہ سے رہنمائی کی دعا کرتے اور سیدھے رستے پر چلنے میں مدد مانگتے ہیں انہیں اپنی عبادتوں سے کچھ خصائل سیکھنے کو ملتے ہیں جیسے صفائی ستھرائی، پابندی وقت، اجتماعیت، نظم وضبط، غلطیوں کی اصلاح کرنا، اللہ کا تقویٰ، کراہیت والے اور نامعقول یا نامناسب کاموں سے بچنا۔ مزید برآں، انہیں وہ کامیابی بھی حاصل ہوگی جو ان سے عظیم تر ہے یعنی آخرت کی کامیابی۔

وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹

اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ (۲۳:۹؛ نیز ۷۰:۳۴)

نماز میں عاجزی اور اخلاص کی کیفیت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ مومن کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ نماز کے ارکان اور قواعد کی پوری پابندی کرے۔ نماز کو اس طرح سے ادا کرنا جیسا کہ کرنا چاہئے انسان کی روحانی فلاح کے لئے ضروری ہے کیوں کہ اس طرح مومن بندہ اللہ کے قریب ہوتا ہے اور اسے زندگی کے تمام پہلوؤں سے نماز کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں جیسے جسمانی فوائد، روحانی فوائد اور نفسیاتی فوائد، انفرادی طور پر بھی اور سماجی لحاظ سے بھی۔

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵

(اے محمد ﷺ!) یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے اور جو کچھ تم

کرتے ہو اللہ اُسے جانتا ہے۔ (۲۹:۴۵)

قرآن کی تلاوت یا اسے پڑھنے کے ساتھ یہ خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ پڑھا یا تلاوت کیا ہے اس کا مطلب کیا ہے، تاکہ ہماری زندگی ظاہری، عقلی اور روحانی، نفسیاتی و اخلاقی تمام پہلوؤں سے اس کی ہدایت کے مطابق گزرے، اس طرح نماز اور عبادت کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ نماز ہمیں اس بات پر ابھارتی ہے کہ ہم ایسے خیالات یا اعمال سے بچیں جو اللہ کے سامنے ہمارے لئے شرمندگی کا باعث بنیں یا لوگوں کے سامنے ہمیں شرمندہ ہونا پڑے، خواہ یہ ناپسندیدہ خیال یا کام ہماری ذات سے شروع ہو یا ہم اسے قبول کریں یا اس میں حصہ لیں۔ نماز ہماری زندگی کو ایسا بناتی ہے کہ ہم اللہ کو اپنے سامنے موجود پاتے ہیں یعنی ہمیں یہ خیال رہتا ہے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہمارے ذہن میں نظر کے ایسے زاوئے اور فہم کے ایسے پہلو لاتی ہے جو پہلے سے ہمارے سامنے نہیں ہوتے، اور اس کی ترغیب و تحریک ہمارے پوری زندگی پر محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح نماز (یا عبادات) انسان کے دل و دماغ کو اللہ کے تقویٰ سے معمور کرتی ہے اور انفرادی و سماجی اصلاح کا ایک بے نظیر ذریعہ بنتی ہے۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝١٧

بیٹا! نماز کی پابندی رکھنا اور (لوگوں کو) اچھے کاموں کے کرنے کا اَمر اور بُری باتوں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو اُس پر صبر کرنا بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ (۳۱:۱۷)

بچوں کی پرورش صرف یہی نہیں ہے کہ ان کی جسمانی ضرورتوں کو پورا کرنے کا انتظام کیا جائے، بلکہ بچے کے اندر اخلاق اور روحانیت کو فروغ دینا بھی ضروری ہے تاکہ اس کی نشونما متوازن اور جامع طریقے سے ہو۔ نماز کو قائم کرنا اور اس کی پابندی کرنا صرف ایک میکانکی عمل اور عادتی رویہ نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ مثبت اوصاف کو فروغ ملنا چاہئے۔ چنانچہ نماز کو اگر صحیح طریقے سے ادا کیا جائے تو اس سے اعلیٰ اخلاق میں ترقی ہوگی، اور آدمی کو اچھے کام کرنے کی تحریک ملے گی اور غلط کاموں سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اللہ سے مستقل دعا و مناجات کرتے رہنے سے بندے کو سماجی تقاضوں کا احساس ہوتا ہے اور سماج کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں مدد ملتی ہے۔ انفرادی و سماجی معاملوں کو انجام دینے میں اس صبر و ثبات سے فرد اور سماج دونوں کو اس دنیا کی زندگی کے تمام شعبوں میں بھی کامیابی ملے گی اور وہ کچھ بھی حاصل ہوگا کہ جو اللہ کے پاس ہے اور آخرت کی زندگی میں ملنے والا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝١٩ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝٢٠ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝٢١ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝٢٢ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝٢٣ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝٢٤ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝٢٥

کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔ اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے، سوائے نماز گزاروں کے۔ جو نماز کا التزام رکھتے (اور بلاناغہ پڑھتے) ہیں۔ اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے مانگنے والوں کا اور محروموں کا۔ (۷۰:۱۹ تا ۲۵)

عقل اور ارادے کی آزادی کے غلط ستعمال سے اور پھر اس پر بشری کمزوریوں جیسے انانیت و عجلت پسندی کی وجہ سے انسان کامیابی یا ناکامی کی صورت میں اپنا آپا کھو دیتا ہے۔ وہ کبھی قانع یا متوازن نہیں رہتا بلکہ کامیابی کے نشے میں فخر و غرور اور ناکامی کی صورت میں مایوسی اور بے چارگی کے درمیان جھولتا رہتا ہے۔ لیکن جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور پورے جذبے سے ادا کرتے ہیں انہیں غم کی حالت میں صبر کرنے اور قوت و اختیار حاصل ہونے کی صورت میں مغرور اور بے لگام ہونے سے بچنے کی سیکھ ملتی ہے۔ نماز سے دل و دماغ میں اللہ کا تقویٰ

بیٹھنا چاہئے ، یہ محض ایک رسمی عمل نہیں بننا چاہئے۔نماز کا مطلب ہے اللہ کے سامنے اپنے آپ کو پوری طرح جھکا دینا اور اس کی مرضی و رہنمائی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا۔ اللہ کے آگے یہ سرابندگی فرد کو سماجی توازن دیتی ہے اور دنیا کی زندگی کے نشیب و فراز میں اسے متوازن رکھتی ہے۔

نماز کے فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی سماج اور انسانیت کے ساتھ اپنے رشتے کو پہچانے اور اپنے زیرِ تصرف چیزوں میں دیگر ضرورت مندوں کو شریک کرے خواہ وہ مانگنے پر مجبور ہو گئے ہوں یا اپنا وقار بنائے رکھنے کے لئے اپنی ضرورت چھپائے ہوئے ہوں۔قرآن میں کئی مقامات پر اقامت صلوٰۃ کے ساتھ ایتائے زکوٰۃ کا حکم ہے۔مندرجہ بالا آیات میں اپنی ضرورت سے زائد مال یا وسائل رکھنے والوں کے مال و وسائل میں ضرورت مندوں کے حق کو تسلیم اور اجاگر کیا گیا ہے۔[۷۰: ۲۴ تا ۲۵]؛ چنانچہ ضرورت مند کو دینا اس کا حق ہے اس کے اوپر محض احسان و خیرات نہیں ہے۔اسلام کی تعلیمات میں تمام میدانوں میں سماجی و اقتصادی انصاف مضمر ہے چاہے یہ تعلیمات ایمان و عقیدے، عبادات، اخلاقی قدروں سے متعلق ہوں یا قانون و شریعت سے متعلق ہوں [دیکھیں قوانین کے باب میں ''سماجی و اقتصادی انصاف'' کی تفصیل]۔

اصل میں جو لوگ مدد کے خواہش مند ہوتے ہیں ان کی ضرورتوں کے بارے میں پہلے گہرائی سے تحقیق کرنی چاہئے تاکہ امداد صحیح جگہ پہنچ سکے اور ضرورت مند اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل بن سکے۔ضرورت مند کو اپنے روزگار کے لئے مستقل وسائل فراہم کرنے کی غرض سے تعلیم اور کام کی تربیت نیز کام دلانا چاہئے تاکہ وہ مستقل طور سے خیرات و زکوٰۃ پر منحصر نہ رہے۔اس طرح کے صدقات و خیرات اسلام کے ان اصولوں کی تکمیل کے لئے ہیں جن سے مال کمانے اور خرچ کرنے کے سلسلے میں رہنمائی اور شرائط معلوم ہوتی ہیں اور ان لوگوں کی مدد کے لئے ہیں جو معذور ہوں اور کام یا محنت کرنا ان کے بس میں نہ ہو۔

أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو (روزِ) جزا کو جھٹلاتا ہے؟ یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لئے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا۔تو ایسے نمازیوں کے لئے خرابی ہے جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیزیں عاریۃً نہیں دیتے۔ (۱۰۷:۱ تا ۷)

سچی عبادت (بندگی) محض کچھ ایسے جسمانی اعمال پر مشتمل نہیں ہوتی جو دل اور دماغ میں اللہ کی موجودگی کے احساس کے بغیر اور اس کی ہدایت کو سمجھے و اپنائے بنا انجام دیے جائیں۔ضرورت مندوں کی فکر اور ان سے ہمدردی کا اظہار اس میں نہ ہو تو جسمانی اعمال یقیناً خالی خولی اور بے فیض عبادت ہیں۔ایسا سخت دل اور خود پسند شخص خود غرضی اور بخیلی سے بھی آگے بڑھ کر ظالم بن جاتا ہے کہ بے سہارا اور ضرورت مند یتیم کو دھکے دے کر دھتکارتا ہے اور دوسروں کو بھی ضرورت مندوں کی مدد کرنے سے باز رکھتا ہے۔اس طرح کی بے حسی و بے عملی یا بدکاری میں مبتلا شخص کی نماز کو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ محض دکھاوا ہے۔اس طرح کے لوگوں کی قرآن میں دوہری مذمت کی گئی، ایک تو ان کی منافقت کی وجہ سے اور دوسری ان کی خود غرضی، بخیلی اور بے رحمی کے حوالے سے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ

مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو اور (خرید و) فروخت ترک کر دو، اگر

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٩ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝١٠ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝١١

سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت بہت یاد کرتے رہو تا کہ نجات پاؤ۔ اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور تمہیں (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں! کہہ دو کہ جو چیز اللہ کے ہاں ہے وہ تماشے اور سودے سے کہیں بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (۶۲:۹ تا ۱۱)

اسلام نے مسلمانوں کو روزانہ پانچ وقت جماعت سے نماز ادا کرنے کی تاکید کی ہے جہاں تک ممکن ہو، اور ہر جمعہ کو دوپہر کی خصوصی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنا واجب کیا ہے۔ درج بالا آیات میں فرد اور سماج کی روحانی اور مادی ضروریات کے درمیان ایک توازن پیش کیا گیا ہے۔ جب مومن جمعہ کی نماز کے لئے اذان سنے تو فوراً اسے دنیاوی مشغولیات ترک کر دینی چاہئیں اور نماز کی تیاری میں لگ جانا چاہئے اور جلد سے جلد مسجد پہنچ کر عبادت میں لگ جانا چاہئے، اور پھر جب نماز ہو چکے تو مومنوں کو زمین میں پھیل جانا چاہئے تا کہ وہ اللہ کا فضل (روزی) تلاش کریں اور اس کی سرگرمیوں میں لگ جائیں۔ مومن کو اس دنیا میں کئے جانے والے اپنے کاموں کے واسطے سے آخرت کی بھلائی طلب کرنی چاہئے اور اس دنیا میں اس کا جو جائز حق اور ذمہ داری ہے اسے بھی نہیں بھولنا چاہئے [۲۸:۷۷]، اور اس کی دعا اللہ سے ہمیشہ یہی ہوتی ہے کہ اسے اس دنیا میں بھی بھلائی حاصل ہو اور آخرت میں بھی بھلائی ملے [۲:۲۰۱]۔

ایک بڑی اجتماعی نماز سال میں دو موقعوں پر صبح کے وقت ادا کی جاتی ہے، ایک رمضان کے روزے مکمل ہونے کے بعد نئے مہینہ کی صبح اور دوسری ذی الحج کے مہینے میں حج کی عبادت مکمل ہونے کے بعد مہینے کی دسویں تاریخ کو۔ دوسری اجتماعی نمازیں جیسے رمضان کی راتوں میں تراویح کی نماز، بارش کی دعا کے لئے اجتماعی نماز اور سورج یا چاند گرہن کے موقع پر ادا کی جانے والی نماز، لازمی نہیں ہیں۔ انفرادی طور پر اللہ سے اپنی کسی ضرورت کے لئے یا استخارے کے لئے نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ اسلام فرد اور اس کے رب کے درمیان راستہ کھولتا ہے کہ اس طرح اللہ سے مستقل یا غیر مستقل طور پر دعا و مناجات کا رابطہ قائم کرنے سے آدمی کا ایمان راسخ ہوتا ہے اور زندگی کے نشیب و فراز کا سامنا کرنے کے لئے اس کا حوصلہ مضبوط ہوتا ہے۔

❁ ❁ ❁

زکوٰۃ

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ③

جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور آداب کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (۳:۲)

انفاق یعنی دوسروں پر خرچ کرنا، اس کے وسیع تر مفہوم کے اعتبار سے یعنی وہ سب کچھ خرچ کرنا جو انسان کو حاصل ہو اور جس سے وہ دوسروں کو فیض پہنچا سکتا ہو جیسے طاقت، وقت، علم، ہنر، اثر و رسوخ، ہمدردی وغیرہ، اس کی عادت انسان میں پیدا کرنا قرآن کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ انفاق کو نماز کے ساتھ رکھا گیا ہے اور دونوں کا ذکر ایک ہی اہمیت کے ساتھ ایمان کے فوراً بعد آتا ہے کیوں کہ یہ دونوں ہی عمل انسان کے رویہ میں اس ایمان کو ظاہر کرتے ہیں اور اس کے اعمال میں نظر آتے ہیں۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۸۳

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا تو چند لوگوں کے سوا تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر بیٹھے۔ (۸۳:۲)

زکوٰۃ ادا کرنا یعنی مال کو پاک کرنے والی واجب رقم اپنے مال سے نکال کر ضرورت مندوں کو دینے کی ذمہ داری اللہ کے دین میں عبادت صلوٰۃ کے ساتھ وابستہ رہی ہے اور اس دوہری ذمہ داری کا ذکر قرآن میں تقریباً ۳۰ بار آیا ہے۔ یہ آیت زکوٰۃ اور اللہ و رسول نیز آخرت پر ایمان کے درمیان تعلق پر زور دیتی ہے اور اس کے بے مثال اجر کو بیان کرتی ہے۔ قرآن میں ضرورت مندوں کو دینے کو "اللہ کو قرض حسنہ دینے" سے تعبیر کیا گیا ہے [۲۰:۷۳]۔ قرآن اس پر بھی زور دیتا ہے کہ "جو نیک عمل تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور صلے میں اعلیٰ تر پاؤ گے" [۲۰:۷۳؛ نیز ۱۱۰:۲]۔

درج بالا آیت میں زکوٰۃ کا ذکر نماز کے ساتھ ہے اور ان دونوں سے پہلے اللہ واحد کی عبادت اور والدین کے ساتھ حسن سلوک نیز

رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھے انداز سے پیش آنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ آخری حکم کا مطلب صرف یہ نہیں لینا چاہئے کہ صرف اچھے انداز سے بولنے کو ہی کہا گیا ہے بلکہ اچھے اور منصفانہ معاملات پر بھی یہ بات حاوی ہے۔ یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ یہ اخلاقی قدریں بنی اسرائیل کے پاس آنے والے اللہ کے پیغام کا جوہر خاص ہیں اور اللہ سے کئے ہوئے عہد خاص کا حصہ ہیں، جس طرح باقی تمام انبیاء پر نازل ہونے والی تعلیمات میں بھی یہ باتیں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝۹۲

(مومنو!) جب تک تم اُن چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے اور جو چیز تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اُس کو جانتا ہے۔ (۳:۹۲)

احسان اور ایثار کے سچے جذبے کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ آدمی دوسروں (ضرورت مندوں) کو وہ چیز دے جو خود اس کی اپنی پسندیدہ چیز ہے اور جس کو وہ خود بہت عزیز رکھتا ہے۔ دینا صرف مال دینے تک ہی محدود نہیں ہے، یہاں بنیادی بات یہ کہی جا رہی ہے کہ جو کچھ تمھیں محبوب ہو اس میں سے خرچ کرو، چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ۔ کسی کا اپنے محدود وسائل سے چھوٹا سا ہدیہ نکالنا کسی دوسرے کے لامحدود وسائل سے ایک بڑا حصہ نکالے جانے سے زیادہ قابل قدر بات ہو سکتی ہے۔ آدمی اپنی توانائی، اپنے وقت، اپنے علم، اپنی صلاحیت و ہنر اور اپنے اثر و رسوخ سے کسی ضرورت مند کو فیض پہنچا سکتا ہے۔ جو کچھ بھی خرچ کیا جائے اور اس کی جتنی بھی قدر و قیمت ہے اس سے قطع نظر اصل چیز یہ ہے کہ آدمی کو اپنے اندر دوسروں کے لئے ان چیزوں میں سے خرچ کرنے کی عادت کو فروغ دینا چاہئے جو خود اس کے نزدیک بہت اہم ہیں اور خودغرضی سے بچنا چاہئے نیز حسن سلوک کا جذبہ بڑھانا چاہئے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۱۰

(مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم اُن سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کے لئے بہت اچھا ہوتا۔ اُن میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے سے) اور اکثر نافرمان ہیں۔ (۳:۱۱۰)

مومن سے صرف اچھے کام کرنے کی یا لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی ہی امید نہیں کی جاتی، بلکہ پورے سماج میں اس اچھائی کو پھیلانے اور برائیوں کی مزاحمت کرنے کی توقع کی جاتی ہے۔ اس میں زکوٰۃ دینا اور اپنے وسائل خرچ کرنا، جسمانی، مادی، عقلی یا اخلاقی مدد دینا سب شامل ہے۔ آیت ۳:۱۰۷ میں مومن سے تقاضا کیا گیا ہے کہ ضرورت مندوں کو دینے کے لئے لوگوں سے اصرار کریں، انہیں ترغیب دیں اور شوق دلائیں۔

وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

اور اللہ ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کئے، چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور چھتریوں پر نہیں چڑھائے ہوئے وہ بھی اور کھجور اور کھیتی جن کے طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں اور زیتون اور انار جو (بعض باتوں میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور (بعض باتوں میں) نہیں ملتے جب یہ چیزیں پھلیں تو اُن کے پھل کھاؤ اور جس دن

الْمُسْرِفِيْنَ ۝۱۴۱

(پھل توڑو اور کھیتی) کاٹو تو اللہ کا حق بھی اُس میں سے ادا کرو اور بے جا نہ اڑانا کہ اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔(۶:۱۴۱)

وَ الَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝۲۴ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ۝۲۵

اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے۔ (یعنی) مانگنے والے کا اور نہ مانگنے والے کا۔ (۷۰:۲۴ تا ۲۵)

یہ آیت جو ضرورت مندوں کو صدقات دینے کے بارے میں تاکید کرتی ہے ایک مکی آیت ہے اور مدینہ میں جب لازمی طور سے زکوٰۃ دینے کا حکم آیا اس سے پہلے نازل ہوئی۔ مکہ میں نازل ہونے والی ابتدائی آیتوں اور سورتوں میں ''(مومن) کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کے حق'' کی بات کہی گئی ہے [۵۱:۱۹؛ ۷۰:۲۴ تا ۲۵]۔ قرآن کی مکی آیتوں میں عام طور سے غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنے پر ابھارا گیا ہے اور خود غرضی، لالچ و مال جمع کرنے کی مذمت کی گئی ہے [۶۸:۱۲ تا ۱۴، ۱۷ تا ۳۳؛ ۶۹:۲۸؛ ۷۳:۱۱ تا ۱۵؛ ۷۶:۸ تا ۹؛ ۸۹:۱۷ تا ۲۰؛ ۹۰:۱۱ تا ۱۸؛ ۹۲:۵ تا ۱۱؛ ۹۳:۶ تا ۸؛ ۱۰۰:۶ تا ۸؛ ۱۰۲:۱ تا ۲؛ ۱۰۴:۱ تا ۴؛ ۱۰۷:۱ تا ۷]۔ اس طرح یہ بہت اہم بات ہے کہ اسلام کی ابتدائی تعلیمات میں ہی یہ سکھایا گیا کہ ضرورت مند کو دینا ایک حق ہے اور مال رکھنے والوں کے مال میں مال سے محروم و مال کے ضرورت مند لوگوں کا حصہ ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶۰

صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیفِ قلب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہئے، یہ حقوق) اللہ کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔(۹:۶۰)

یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی تھی اور اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا کہ جو زکوٰۃ یا صدقات یا کفارہ کے طور پر نکالے جانے والے مال کو حاصل کرنے کے حق دار ہیں۔ فقراء اور مساکین جن کا صدقات کے حق داروں کی فہرست میں سب پہلے یہاں ذکر کیا گیا ہے، ان میں فرق کرنے کے معاملہ میں مفسرین نے الگ الگ خیالات ظاہر کئے ہیں۔ دونوں کی ضرورت و احتیاج میں کیفیت اور درجہ کا فرق ہوسکتا ہے، یا دونوں برابر سے ضرورت مند ہوسکتے ہیں۔ فقیر وہ ہے جو کام یا محنت کرنے کا اہل تو ہے لیکن اسے کام نہیں ملتا، جب کہ مسکین وہ ہے جو جسمانی یا عقلی لحاظ سے معذور ہو اور کوئی کام نہ کرسکتا ہو۔

زکوٰۃ کے مستحقین میں ''ابن السبیل'' یعنی مسافر کو بھی شامل کرنے کی بات بہت اہمیت رکھتی ہے کیوں کہ اسلام عالم گیر انسانیت یعنی پوری بنی نوع انساں کی بات کرتا ہے اور آدمی کو اس پر ابھارتا ہے کہ روزی کمانے یا ظلم وستم سے بچنے کے لئے اگر ضرورت ہو تو اپنی جگہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جائے اور وہاں اللہ کا فضل تلاش کرے [۴:۹۷ تا ۱۰۱؛ ۵۹:۸؛ ۷۳:۲۰]۔ اس زمرے میں وہ لوگ بھی شامل ہوسکتے ہیں جو سیاسی وجوہات سے پناہ کے خواستگار ہوں۔ جو لوگ قرض کے بوجھ سے دبے ہوں ان کی مدد بھی بہت اہم ہے اور زکوٰۃ کو تصرف کی ضرورتوں تک ہی محدود نہیں رکھا گیا ہے، اس کے ذریعہ سے ان لوگوں کی بھی معاشی مدد کی جاسکتی ہے جو کام کرنے کی تو استطاعت

رکھتے ہوں لیکن انہیں کوئی کام ملتا نہ ہو اور ان لوگوں کی بھی جو قرض کے بوجھ سے دب گئے ہوں۔ زکوٰۃ کے عوامی مال سے غلاموں کو بندھوا مزدوری سے چھڑانے کے حکم سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ اسلام اور اسلامی ریاست اصولی طور پر غلامی اور بندھوا مزدوری کے خلاف ہے۔

زکوٰۃ کے اموال کی تنظیم کرنے یعنی جمع و تقسیم کے عمل میں جو اخراجات آتے ہیں ان کا نظم بھی زکوٰۃ کے پیسے ہی سے کرنے کو کہا گیا ہے۔ البتہ یہ اخراجات معقولیت کی حد میں ہونا چاہئیں کیوں کہ فنڈ کا زیادہ سے زیادہ حصہ سماجی امداد کے اصل مقصد کو پورا کرنے میں ہی صرف ہونا چاہئے۔ عرب میں اسلام کے ابتدائی زمانہ کی تاریخی صورت حال میں یہ ضروری تھا کہ ایک مرکزی حکومت قائم کرنے کے لئے ایک معتبر انتظامی مشینری ہو۔ اسی لئے زکوٰۃ کے مال کا کچھ حصہ ان لوگوں کی تالیف قلب (دل داری) کے لئے رکھا گیا جو اس میں معاون ہوں جیسے دشمن کے خیمے میں شامل اثر دار لوگ، اور ایسے لوگ جو مسلمانوں کی فوجی مہم کے نتیجے میں بری طرح زخمی ہوئے ہوں یا انہیں اور کوئی نقصان پہنچا ہو اور ان کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچانا مقصود یا مفید ہو۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾

اُن کے مال میں سے زکوٰۃ لے لو کہ اس سے تم اُن کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو اور اُن کے حق میں دعائے خیر کرو کہ تمہاری دعا اُن کے لئے موجبِ تسکین ہے، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (۹:۱۰۳)

مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے حکم ملا کہ مال داروں سے زکوٰۃ وصول کریں اور اس کے مستحقین میں اسے تقسیم کریں۔ اس آیت میں رسول اللہ کی روحانی ذمہ داریوں مثلاً مومنوں کے لئے دعا کرنا اور ان کا تزکیہ کرنا، کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست کے سربراہ کے بطور آپ کی دنیاوی ذمہ داریوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، یہ آیت اس بات کو اجاگر کرتی ہے کہ سماجی تحفظ اور فلاح و بہبود اسلامی ریاست کے اول روز سے اس کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ اسے تزکیہ یعنی پاک کرنے اور فروغ دینے کے ذریعہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے جس کی روحانی اور مادی دونوں لحاظ سے اہمیت ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۷ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۸ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ

جو مال اللہ نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ اللہ کے اور پیغمبر کے اور (پیغمبر کے) قرابت داروں کے اور یتیموں کے اور حاجت مندوں کے اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ گردش کرتا رہے۔ سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (اور) ان مفلسانِ تارک الوطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیئے گئے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں، یہی لوگ سچے (ایمان دار) ہیں۔ اور (ان لوگوں کے لئے بھی) جو

الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَ لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ۹ وَ الَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۠۱۰

مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کرکے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور) خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود ہی ضرورت ہو۔ اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ اور (ان کے لئے بھی) جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ (۵۹: ۷ تا ۱۰)

ان آیات میں خاص طور سے مہاجرین مکہ کے اس تاریخی معاملہ کا حوالہ ہے کہ وہ اپنے پیچھے اپنے مکانات اور املاک چھوڑ آئے تھے۔ انہیں مدینہ کے دینی بھائیوں کی طرف سے ہر طرح کی مادی اور اخلاقی مدد فراہم کی گئی، اسی لئے انہیں انصار (نصرت کرنے والے) کہا گیا۔ تاہم یہ آیات کسی بھی زمانہ یا مقام کی کسی بھی اسلامی ریاست یا سماج کے لئے ایک مستقل اہمیت رکھتی ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ سخت اور دشوار حالات میں سماجی خیر سگالی اور تعاون کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اسے برتنے کے لئے کچھ مخصوص انتظامات کئے جائیں تاکہ ان دشواریوں کا سامنا انفرادی اور سماجی کوششوں سے کیا جاسکے۔ یہ آیات یہ پیغام بھی دیتی ہیں کہ آسودہ حال لوگوں کی طرف سے محروموں کی مدد زکوۃ کی حد سے بھی آگے بڑھ کر کی جانی چاہئے جہاں تک اصحاب المال کی وسعت اس کی اجازت دے، اور ضرورت مند کی واقعی ضرورت کا تقاضا ہو اور دینے و لینے والے دونوں کے لئے گراں باری نہ ہو۔ ہر ایک کو دوسرے کا خیال کرنا چاہئے اور انانیت پر احسان کا جذبہ غالب ہونا چاہئے۔ اسلامی سماج کا ایک لازمی اور امتیازی سماجی و اقتصادی وصف ان الفاظ میں سمیٹ دیا گیا ہے: ''تاکہ تمھاری دولت ان لوگوں کے درمیان ہی گردش نہ کرتی رہے جو تم میں غنی (مال دار یا آسودہ حال) ہیں''۔ علاوہ ازیں پورے سماج کے مفادات اگلی نسلوں تک دیکھے جانے چاہئیں اور موجود وسائل کو موجودہ نسل پر ہی تمام نہیں کردینا چاہئے ان لوگوں کی قیمت پر ''جو ان کے بعد آنے والے ہیں'' اور پھر وہ لوگ اپنے سے پہلے کے لوگوں کے بارے میں اچھے خیالات نہ رکھیں۔ یہ آیات سماج میں مجموعی طور پر خیر سگالی اور اتحاد و اتفاق کو بنائے رکھنے کے لئے سماجی و اقتصادی منصوبہ بندی کی رہنمائی کرتی ہے۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۱ؕ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۲ۙ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۳ؕ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۴ۙ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۵ۙ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۶ۙ وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۷

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو (روزِ) جزا کو جھٹلاتا ہے؟ یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لئے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا۔ تو ایسے نمازیوں کی خرابی ہے جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیزیں عاریۃً نہیں دیتے۔ (۱۰۷: ۱ تا ۷)

اوپر سات آیات پر مشتمل اس سورۃ کو 'الماعون' کا نام دیا گیا ہے جس کا مطلب ہے معاونت۔ یہ مکی دور کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی تھی اور غالباً اس سورۃ کے بعد نازل ہوئی جس میں زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی دوڑ (''تکاثر'') کی مذمت کی گئی ہے [۱۰۲، سورۃ التکاثر]۔ ان آیات میں یتیم کو دھتکارنے، ضرورت مندوں کی مدد کرنے کا جذبہ نہ رکھنے بلکہ دوسروں کو بھی ضرورت مندوں کی مدد سے روکنے اور دکھاوا کرنے جیسی تمام اخلاقی برائیوں کی مذمت کی گئی ہے کیوں کہ یہ بدسلوکیاں اور بداعمالیاں ایمان کے اصولوں کے خلاف ہیں۔ یہ آیات ان لوگوں کی مذمت کرتی ہیں جو نماز تو پڑھتے ہیں لیکن اپنے ساتھ کے لوگوں کی مدد و معاونت سے انکار کرتے ہیں اور اسی لئے ان کی نمازوں کو دکھاوے کی نماز کہا گیا ہے۔ قرآن میں اس کے نزول کی ابتداء سے ہی اس بات پر زور دیا گیا کہ ایک اسلامی معاشرہ بنانے کے لئے سماجی واقتصادی تعاون اور اتحاد و اتفاق بنیادی عناصر ہیں۔ قرآن کی سب سے پہلے نازل ہونے والی پانچ آیتوں کے نزول کے کچھ عرصہ بعد اسی سورۃ کی مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں اور ان میں کہا گیا: ''مگر انسان سرکش ہو جاتا ہے، جب وہ اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے (حالانکہ اس میں) کچھ شک نہیں کہ (اس کو) تمہارے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' [۹۶:۶ تا ۸]۔

❁ ❁ ❁

روزہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا
مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ
طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَ اَنْ
تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ
رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ
وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ
الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا
يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى
مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ
عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾
اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ
لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ

اے مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اُس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اوّل اوّل) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔ تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو تو چاہئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (روزے رکھ کر) ان کا شمار پورا کرلے، اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا اور (یہ آسانی کا حکم) اس لئے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تمہیں ہدایت بخشی ہے تم اُس کو بزرگی سے یاد کرو اور اُس کا شکر ادا کیا کرو۔ اور (اے پیغمبر ﷺ!) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا

كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا
عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ
وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ
الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى
الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى
الْمَسٰجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ۗ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ وَلَا
تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى
الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ
وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع

قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہئے کہ میرے احکام کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ نیک رستہ پائیں۔ روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے، وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم اُن کی پوشاک ہو، اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم (اُن کے پاس جانے سے) اپنے حق میں خیانت کرتے تھے پس اُس نے تم پر مہربانی کی اور تمہاری حرکات سے درگزر فرمایا اب (تمہیں اختیار ہے کہ) اُن سے مباشرت کرو اور اللہ نے جو چیز تمہارے لئے لکھ رکھی ہے (یعنی اولاد) اُس کو (اللہ سے) طلب کرو۔ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے، پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو۔ اور جب مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو اُن سے مباشرت نہ کرو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جانا۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تا کہ وہ پرہیزگار بنیں۔ اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اُس کو (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر جانتے بوجھتے کھا جاؤ۔ (۲:۱۸۳ تا ۱۸۸)

روزہ رکھنا پچھلی شریعتوں میں رائج تھا اگرچہ اس کی شکلیں غالباً الگ الگ تھیں۔ اسلام میں روزہ اپنی مخصوص شرائط کے لحاظ سے پہلے کی شریعتوں سے مختلف ہے۔ قرآن میں واضح طور سے کہا گیا ہے کہ روزہ خود کو تکلیف دینے کے لئے نہیں ہے، کیوں کہ ''اللہ تمھارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تمھیں تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا''۔ یہ محض دن کے کچھ گھنٹوں کے لئے وہ بھی سال میں ایک بار صرف ایک مہینے میں کھانے پینے اور جنسی تسکین کے عمل کرنے پر عارضی پابندی کا نام ہے۔

کھانے، پینے اور جنسی عمل کی جبلت ہر انسان کی حیاتیاتی ضرورت ہیں اور ان سے عارضی طور پر کچھ گھنٹوں کے لئے رک جانے سے ایک طرف سیلف کنٹرول (ضبطِ نفس) کی عادت پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف انسانی توجہات ان جبلتی عادتوں سے ہٹ کر عقلی اور روحانی و اخلاقی امور کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ یہ عادتیں ایک مہینے تک ضبطِ نفس اور ضرورت مندوں کی زیادہ سے زیادہ مدد کے ذریعہ فروغ دی جاتی ہیں۔ اس ارتقاء کے لئے جو چیزیں خاص طور سے ضروری ہیں وہ ایسی بنیادی باتیں ہیں جو تمام اہل ایمان کے اندر ہونا چاہئیں، لیکن جو لوگ استطاعت رکھتے ہوں اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا چاہتے ہوں ان میں یہ اوصاف اعلیٰ درجہ میں مطلوب ہیں جو انہیں اپنی روحانی و عقلی اور اخلاقی قوتوں سے اپنے اندر زیادہ سے زیادہ پروان چڑھانا چاہئیں [۳:۱۳۳؛ ۵۷:۲۱؛ ۸۳:۲۶]۔

روزے کو عام طور سے لوگوں کی ہمت کے مطابق رکھنے کے لئے، لوگوں کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ جب وہ بیمار ہوں یا سفر میں ہوں تو روزہ چھوڑ سکتے ہیں کیوں کہ ان دونوں صورتوں میں آدمی اپنے معمول کی کیفیت و سکت میں نہیں ہوتا ہے اور ان حالات میں روزہ اس

کے لئے سخت مشقت کی وجہ بن سکتا ہے۔ خواتین کو خاص طور سے اپنے حیض یا حمل اور رضاعت کے دنوں میں روزے کی لازمیت سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ البتہ ان دنوں میں جو روزے نہ رکھے جائیں انہیں بعد کے دنوں میں رکھ کر مہینے کے روزوں کی تعداد پوری کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ روزے کی حالت میں کھانے اور پینے سے رک جانے کے علاوہ شوہر و بیوی کو جنسی عمل سے بھی باز رہنا ضروری ہے۔ انسان اپنی جنسی جبلت پر بھی اسی طرح قابو پاسکتا ہے جس طرح کھانے اور پینے کی جبلی ضرورت پر بھی عارضی طور سے قابو پایا جاسکتا ہے، حالانکہ یہ سب معمول کے عمل ہیں اور یہ جبلی ضرورتیں کسی کے لئے بھی شرم کی بات نہیں ہیں۔

ان جبلی تقاضوں پر روزے میں صرف دن بھر کے لئے ہی قدغن لگائی گئی ہے؛ روزہ کھول لینے کے ساتھ ہی یہ تینوں خواہشات پوری کرنے کی آزادی مل جاتی ہے اگلے دن صبح سویرے تک جب دوسرے دن کا روزہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ رمضان کے آخری دس دنوں میں مسجد میں قیام بھی ایک نفلی عبادت ہے جو رسول اللہؐ کی سنت سے ثابت ہے۔ اعتکاف کے دوران شوہر و بیوی رات کے اوقات میں بھی جنسی تسکین کا عمل انجام نہیں دے سکتے، لیکن جب اعتکاف کی مدت پوری ہونے کے بعد وہ گھر آجائیں تو عام روزے داروں کی طرح رات میں اس کی اجازت ہے۔

روزے سے متعلق آیات میں دو نکتے بہت اہم ہیں۔ پہلا یہ کہ اللہ انسان سے کتنا قریب ہے، اور اس نکتہ کا تعلق روزے کی روحانی کیفیت اور ضبط نفس سے ہے۔ اللہ اپنے بندوں سے کہتا ہے کہ وہ ان کے قریب ہے اور ان کی دعاؤں کا جواب دیتا ہے۔ یہ ایک منطقی بات ہے کہ انسان جو کہ اللہ سے یہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کی دعاؤں کا جواب دے، خود اللہ کے پیغام اور ہدایت پر عمل کرے جس سے سمجھ داری، دور اندیشی اور بصیرت یقینی طور سے پیدا ہوتی ہے۔

دوسرا نکتہ انسان کی ایک اور لالچ سے وابستہ ہے جو کھانے پینے اور شہوت کی طلب کے علاوہ ہے، اور وہ ہے دولت و اختیار کی لالچ۔ روزے سے اگر اس لالچ پر بھی قابو نہ پایا جاسکے تو روزہ رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کہ یہ حرص اور لالچ چوری، ڈکیتی اور دھوکہ دھڑی کی کھلی عادتوں کے علاوہ بھی دوسرے راستے کھولتی ہے۔ قرآن دوسروں کے حقوق سلب کرنے کی مذمت کرتا ہے خاص طور سے ان لوگوں کے ذریعہ جو با اختیار ہوتے ہیں، جو لوگوں کے جائز کاموں کے بدلے ان سے رشوت طلب کرتے ہیں۔ اس طرح سے دوسروں کے حقوق اور املاک کو ہڑپنے والے دوہری زیادتیاں کرتے ہیں: ایک تو یہ کہ دوسروں کی چیز پر قبضہ کرتے ہیں اور دوسری یہ کہ اس طرح وہ سماج میں اور عہدیداروں میں بدعنوانی کو فروغ دیتے ہیں۔ اس طرح ناجائز طریقے سے دولت بٹورنے کی حرص و ہوس پر قابو پانے کے لئے روزے دار کو اپنے روزے سے تحریک لینی چاہئے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝ ۴۱ ع

زکریا نے کہا کہ اللہ (میرے لئے) کوئی نشانی مقرر فرما۔ اللہ نے فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کر سکو گے تو (ان دنوں میں) اپنے رب کی کثرت سے یاد اور صبح و شام اُس کی تسبیح کرنا۔ (۴۱:۳)

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝ ۱۰ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ

کہا کہ اے اللہ! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم صحیح و سالم ہو کر تین (رات دن) لوگوں سے بات نہ کر سکو گے۔ پھر وہ (عبادت کے) حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو

الۡمِحۡرَابِ فَاَوۡحٰۤی اِلَیۡہِمۡ اَنۡ سَبِّحُوۡا بُکۡرَۃً وَّ عَشِیًّا ﴿۱۱﴾

اُن سے اشارے سے کہا کہ صبح وشام (اللہ کو) یاد کرتے رہو۔ (۱۹:۱۰ تا۱۱)

فَکُلِیۡ وَ اشۡرَبِیۡ وَ قَرِّیۡ عَیۡنًا ۚ فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوۡلِیۡۤ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُکَلِّمَ الۡیَوۡمَ اِنۡسِیًّا ﴿ۚ۲۶﴾

توکھاؤاور پیواور آنکھیں ٹھنڈی کرو، اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہنا کہ میں نے اللہ کے لئے روزے کی منت مانی ہے تو آج میں کسی آدمی سے ہرگز کلام نہ کروں گی۔ (۱۹:۲۶)

ان آیات میں روزے کی ایک اور شکل یعنی چپ رہنے اور بات چیت نہ کرنے کا ذکر ہے جو کچھ مخصوص لوگوں کو کچھ خاص وقت کے لئے تجویز کی گئی۔اس حوالے سے قرآن میں ذکریا علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کا ذکر ہے۔حضرت ذکریا جب بوڑھے ہو گئے تھے تو انہیں اللہ نے اپنی ایک نشانی کے طور پر اس روزے کا حکم دیا اور مریم جب کنواری تھیں اور اللہ کے حکم سے حاملہ ہوگئی تھیں تو انہیں بھی اس طرح کے روزے کا حکم ملا[۳:۴۰، ۴۷؛ ۱۹:۸ تا۹، ۲۰ تا ۲۱]۔چوں کہ دونوں کو اللہ نے معجزاتی بخشش سے نوازا تھا اس لئے اللہ نے دونوں کو لوگوں سے کچھ وقت کے لئے بات کرنے سے منع کر دیا تھا البتہ اشاروں سے ضرورت کا کلام کرنے کی اجازت دی گئی تھی[۳:۴۱؛ ۱۹:۱۰ تا۱۱، ۲۹]۔اسے ایک روحانی حالت یا حالت عبادت سمجھا جا سکتا ہے جس میں بندہ اللہ سے ایک خاص تعلق کی کیفیت میں ہے اور ایسی حالت میں انسانوں کے ذریعہ کوئی خلل اندازی مناسب نہیں، اور یہ نشانی اس بات کی یاد دہانی کراتی ہے کہ ہر چیز اللہ کی ہے جو خالق کل ہے، جو ہر چیز پر قادر ہے[۳:۴۰، ۴۷؛ ۱۹:۹، ۲۱]۔اس طرح بولنے سے مکمل پرہیز اصل میں زبان حال سے اظہار ہے جو الفاظ سے کہیں زیادہ موثر، اہم اور واضح ہے۔لیکن عبادت یا روزے کی یہ شکل یا اس طرح کا کوئی روحانی عمل اسلام میں تجویز نہیں کیا گیا ہے، سوائے اس کے کہ نماز کے دوران بات چیت کرنا ممنوع ہے۔

وَ اَتِمُّوا الۡحَجَّ وَ الۡعُمۡرَۃَ لِلّٰہِ ؕ فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَیۡسَرَ مِنَ الۡہَدۡیِ ۚ وَ لَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَکُمۡ حَتّٰی یَبۡلُغَ الۡہَدۡیُ مَحِلَّہٗ ؕ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ بِہٖۤ اَذًی مِّنۡ رَّاۡسِہٖ فَفِدۡیَۃٌ مِّنۡ صِیَامٍ اَوۡ صَدَقَۃٍ اَوۡ نُسُکٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنۡتُمۡ ٝ فَمَنۡ تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَۃِ اِلَی الۡحَجِّ فَمَا اسۡتَیۡسَرَ مِنَ الۡہَدۡیِ ۚ فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فِی الۡحَجِّ وَ سَبۡعَۃٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ ؕ تِلۡکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ ؕ ذٰلِکَ لِمَنۡ لَّمۡ یَکُنۡ اَہۡلُہٗ حَاضِرِی الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

اور اللہ (کی خوشنودی) کے لئے حج اور عمرے کو پورا کرو اور اگر (راستے میں) روک لئے جاؤ تو جیسی قربانی میسر ہو (کردو) اور جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے سر نہ منڈاؤ اور اگر کوئی تم میں بیمار ہو یا اُس کے سر میں کسی طرح کی تکلیف ہو تو (اگر وہ سر منڈا لے تو) اُس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے پھر جب (تکلیف دُور ہو کر) تم مطمئن ہو جاؤ تو جو (تم میں) حج کے وقت تک عمرے سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ جیسی قربانی میسر ہو کرے اور جس کو (قربانی) نہ ملے وہ تین روزے ایامِ حج میں رکھے اور سات جب واپس ہو۔ یہ پورے دس ہوئے۔اور یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جس کے اہل وعیال مکہ میں نہ رہتے ہوں۔اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہی۔ (۲:۱۹۶)

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ
مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ
دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ
مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ
مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫
تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

اور کسی مومن کو شایاں نہیں کہ مومن کو مار ڈالے مگر بھول کر اور جو بھول کر بھی مومن کو مار ڈالے تو (اول تو) ایک مسلمان غلام آزاد کر دے اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے، ہاں اگر وہ معاف کر دیں (تو اُن کو اختیار ہے)۔ اگر مقتول تمہارے دشمنوں کی جماعت میں سے ہو اور وہ خود مومن ہو تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیئے اور اگر مقتول ایسے لوگوں میں سے ہو جن میں اور تم میں صلح کا عہد ہو تو وارثانِ مقتول کو خون بہا دینا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیئے اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ (کفارہ) اللہ کی طرف سے (قبول) توبہ (کے لئے) ہے اور اللہ (سب کچھ) جانتا (اور) بڑی حکمت والا ہے۔ (۹۲:۴)

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ
يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ
اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ
اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ
يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ
اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

اللہ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہ کرے گا لیکن پختہ قسموں پر (جن کے خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا تو اُس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا اُن کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا۔ اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا لو (اور اسے توڑ دو)۔ اور (تم کو) چاہیئے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اس طرح اللہ تمہارے (سمجھانے کے) لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تا کہ تم شکر کرو۔ (۸۹:۵)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ
مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ
النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ
اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا
لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَ مَنْ
عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

مومنو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارنا اور جو تم میں سے جان بوجھ کر اُسے مارے تو (یا تو اُس کا) بدلا (دے اور وہ یہ ہے کہ) اسی طرح کا چوپایا جسے تم میں سے دو معتبر شخص مقرر کر دیں قربانی (کرے اور یہ قربانی) کعبہ پہنچائی جائے۔ یا کفارہ (دے اور وہ) مسکینوں کو کھانا کھلانا (ہے) یا اس کے برابر روزے رکھے تا کہ اپنے کام کی سزا (کا مزہ) چکھے (اور) جو پہلے ہو چکا وہ اللہ نے معاف کر دیا اور جو پھر (ایسا کام) کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ غالب اور انتقام لینے والا ہے۔ (۹۵:۵)

وَ الَّذِيۡنَ يُظٰهِرُوۡنَ مِنۡ نِّسَآٮِٕهِمۡ ثُمَّ يَعُوۡدُوۡنَ لِمَا قَالُوۡا فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّتَمَآسَّا‌ؕ ذٰلِكُمۡ تُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۳﴾ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّتَمَآسَّا‌ۚ فَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ فَاِطۡعَامُ سِتِّيۡنَ مِسۡكِيۡنًا‌ؕ ذٰلِكَ لِتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ‌ؕ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ‌ؕ وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۴﴾

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں تو (ان کو) ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا (ضروری) ہے (مومنو!) اس (حکم) سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے با خبر ہے۔ جس کو غلام نہ ملے وہ مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے رکھے جس کو اس کا بھی مقدور نہ ہو (اسے) ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا (چاہئے) یہ (حکم) اس لئے (ہے) کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار ہو جاؤ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور نہ ماننے والوں کے لئے درد دینے والا عذاب ہے۔ (۵۸:۳تا۴)

بہت سی ایسی غلطیاں ہوتی ہیں جن کی تلافی کی ذمہ داری قرآن نے خود فرد پر رکھی ہے بجائے اس کے کہ اس کے لئے ریاست کی طاقت یا ریاستی قوانین سے کام لیا جائے۔ شریعت ریاستی قوانین کو محدود رکھنے کی قائل ہے اس حد تک کہ ریاست کے حکام کے ذریعہ بزور طاقت ان کا نفاذ بالکل ایک فطری ہو، تاکہ یہ قوانین اور ان کا نفاذ عدالتوں اور ججوں کے لئے ایک بوجھ نہ بنے۔ جن جرائم کی سزا قرآن و سنت میں طے کردی گئی ہے ان کی تعداد بہت کم ہے، اور باقی معاملات کے لئے انسانی کاوشوں کا دروازہ کھلا چھوڑا گیا ہے کہ بدلتے ہوئے سماجی حالات کے مطابق قانون سازی اور فیصلہ سازی کے اقدامات کریں جنہیں تعزیر کہا جاتا ہے [دیکھیں قوانین کے باب میں ''پینل لاء'']۔ ''حسبہ'' (احتساب) کا ادارہ فوری اور مختصر انصاف کی ایک شکل تھی جو انتظامی اور عدالتی اختیارات کے درمیان کی ایک چیز تھی، اور جس کے فیصلے عدالت میں لے جائے سکتے تھے اگر متعلقہ فریق ایسا چاہیں۔ درج بالا آیات اکثر ان جرائم سے متعلق ہیں جو پوری طرح دینی و مذہبی معاملوں سے متعلق ہوں، جیسے عبادت اور وہ حلف جو نجی طور پر لئے جاتے ہیں عدالت میں نہیں، سوائے غیر ارادی قتل کے۔ اس معاملے میں قصوروار اپنے غیر ارادی قتل کے جرم کے لئے ہرجانہ دے گا، لیکن ریاست اس پر مزید جرمانے لگا سکتی ہے اگر وہ ضروری ہوں۔

عبادت یا عہد شکنی سے متعلق قصوروں کا کفارہ ادا کر کے ان کی تلافی کی جاتی ہے اور یہ کفارہ اپنے آپ میں ایک عبادتی عمل بھی ہے اور جرمانہ بھی۔ شریعت کا مقصد انسان کی اصلاح اس کے اندرون سے کرنا ہے اور ساتھ ہی سماجی انصاف کو بھی بروئے کار لانا ہے جسے دیکھ کر لوگ سبق حاصل کریں نا کہ صرف قصوروار پر شخصی جرمانہ لگا دینا۔ حتیٰ کہ عام تعزیری قوانین میں بھی اگر سزا سے پہلے واقعی توبہ ثابت ہو جائے تو اس سے سزا میں تخفیف ہو سکتی ہے یا سزا کو معطل کیا جا سکتا ہے [دیکھیں ۵:۳۴، ۳۹؛ ۲۴:۵، نیز دیکھیں سیکشن پینل لاء]۔

اوپر کی آیات میں جس expiation یا atonement کا اشارہ دیا گیا ہے اس کے معاملہ میں روزہ بھی گناہ کا کفارہ ہو سکتا ہے اگر کسی اور طرح سے کفارہ ادا کرنا ممکن نہ ہو۔ جب کوئی شخص حج کے کچھ متعین مناسک ادا کرنے سے رہ جائے تو اسے غرباء کو کھلانے کے لئے جانور قربان کرنا (دم دینا) ہوتا ہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے شخص کو سفر حج کے دوران تین دن تک روزے رکھنے کا حکم ہے، اور اگر وہ شخص مسجد حرام (کعبہ مقدس) کے قریب کا ہی باشندہ ہے تو اسے گھر آ کر بھی سات دن تک روزے رکھنا ہیں [۲:۱۹۶]۔ حج کا مقصد زائرین حج کی تربیت کرنا ہے [۲:۱۹۷؛ ۵:۹۵]۔ حج یا عمرہ کے دوران شکار کرنا منع ہے، اور اگر ایسا ہو جائے تو اس غلطی کے مرتکب کو کعبہ کے اطراف میں ہی غرباء کے لئے ایک قربانی کرنی ہوگی، اور جتنے جانور شکار میں یا غلطی سے مرے ہیں اتنے ہی جانوروں کی قربانی دینی

ہوگی، یا ضرورت مندوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ اس معاملہ میں ایسے زائر حج کے لئے جو مذکورہ بالا دونوں طرح سے کفارہ ادا کرنے کی حالت میں نہ ہو روزے کا متبادل دیا گیا ہے۔ اس معاملہ میں روزے کے لئے کسی خاص عرصہ کا ذکر نہیں ہے نہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کتنے لوگوں کو کھانا کھلایا جائے۔

یہ اہم بات ہے کہ انسان کو غلامی سے آزاد کرانا کفارے کی پہلی صورت قرار دیا گیا ہے، غیر ارادی قتل کے معاملے میں بھی [۴:۹۲]، اور ظہار (بیوی کو ماں سے تشبیہ دینے کی جاہلانہ عرب روایت) کے معاملہ میں بھی [۵۸:۳ تا ۴]۔ قسم توڑنے کے کفارے میں بھی غلام رہا کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ اس طرح اسلام نے غلامی کو ختم کرنے کے لئے متعدد راستے کھولے۔

پہلے دو معاملوں میں اگر کسی انسان کو غلامی سے چھڑانے کا کفارہ ادا کرنا ممکن نہ ہو تو دو مہینے تک لگاتار روزے رکھنے کو کہا گیا۔ اتنی لمبی مدت کے روزے یعنی رمضان کے فرض روزوں سے بھی دو گنے رکھنے کو جو لازم کیا گیا تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غیر ارادی طور پر کسی انسان کو قتل کر دینا، اور بیوی سے جسمانی تعلق منقطع کر لینا جو کہ ایک طرح سے عورت کو اخلاقی طور سے قتل کر دینا ہے، کتنا سنگین جرم ہے۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی اجازت ظہار کے معاملے میں ان لوگوں کو دی گئی جو دو مہینے کے لگاتار روزے نہیں رکھ سکتے، لیکن غیر ارادی قتل کے معاملے میں یہ موقع بھی نہیں دیا گیا ہے اور اس میں لگاتار دو مہینے تک روزے رکھنا ہی کفارہ ہے اگر قصوروار کسی غلام کو آزاد نہیں کرا سکتا اور قصاص نہیں دے سکتا۔ البتہ قید یا عوامی خدمت کے لئے محنت و مشقت کو اس معاملہ میں منظور کیا گیا ہے۔

روزے کی ان تمام شکلوں کے علاوہ روزے کے روحانی، اخلاقی اور عملی فائدوں کو بڑھانے کے لئے کچھ خاص دنوں میں نفل روزے بھی تجویز کئے گئے ہیں جو رسول اللہ سے ثابت ہیں جس طرح فرض نمازوں کے ساتھ نفل نمازوں کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ نفل روزے ہفتے یا مہینے کے کسی بھی دن رکھے جا سکتے ہیں سوائے عید کے دن کے۔ جمعہ کو بھی نفل روزہ رکھنے کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کے پہلے اور بعد کے دنوں میں رکھنے کو کہا گیا ہے۔ زندگی بھر لگاتار روزے رکھتے رہنے کو بھی منع کیا گیا ہے۔ [بہ روایت بخاری، مسلم، ابن ماجہ، ابن حنبل، ترمذی، نسائی]

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ
وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ
وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ
وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا
وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

(جو لوگ اللہ کے آگے سر اطاعت خم کرنے والے ہیں یعنی) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور متقی مرد اور متقی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے اللہ نے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ [۳۳:۳۵]

عربی زبان میں جمع کا عام صیغہ (مذکر) حالانکہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے بولا جاتا ہے، لیکن اوپر کی آیت میں مذکر اور مونث دونوں کا صیغہ جمع استعمال کیا گیا ہے جس سے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ مسلم معاشرے میں عورتوں کی مذہبی اور اخلاقی ذمہ داریاں

جداگانہ اور مساوی ہیں [نیز دیکھیں ۲:۲۲۱؛ ۳:۱۹۵؛ ۴:۱۲۴؛ ۹:۷۱ تا ۷۲؛ ۱۶:۹۷؛ ۲۴:۱۲، ۳۰ تا ۳۱؛ ۳۳:۳۵، ۳۶، ۵۸ تا ۷۳؛ ۴۰:۴۰؛ ۴۷:۱۹؛ ۴۸:۵، ۲۵؛ ۴۹:۱۳؛ ۵۷:۱۲؛ ۷۱:۲۸؛ ۸۵:۱۰]۔ مسلم مردوں اور مسلم عورتوں کی جو خصوصیات اوپر بیان کی گئی ہیں ان میں ایمان کے علاوہ ان کے خلوص، ان کی صداقت، ان کے صبر، اللہ سے ان کی خشیت، ضرورت مندوں پر خرچ کرنے (صدقہ دینے)، روزہ گزاری، منکرات اور برائیوں سے دور رہنے، اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کرنے کی خوبیوں کا بیان ہے۔ چوں کہ روزے سے انسان کے اندر ضبطِ نفس پیدا ہوتا ہے اس لئے اس کا مقصد محض کھانے پینے اور شہوانی خواہشات سے رک جانے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہر معاملہ میں اللہ کا تقویٰ اور ہر وقت ایک اخلاقی رویہ اختیار کرنے تک وسیع ہے [۲:۱۸۳]۔ اس لحاظ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزے کو ایک ڈھال قرار دیا ہے جو مومن کو بدسلوکی اور زبان یا ہاتھ سے کسی کو ایذا پہنچانے سے روکتی ہے [بروایت: ابن حنبل، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی و طبری]۔ رسول اللہؐ نے روزے کی اخلاقی کیفیت کو نصف صبر کہا ہے [بروایت ابن ماجہ]۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا نہ چھوڑے اس کے بھوکے اور پیاسے رہنے سے اللہ کو کوئی غرض نہیں ہے۔

[بخاری، ابن حنبل، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ]

❀ ❀ ❀

حج

وَ اِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَ اَمۡنًا ؕ وَ اتَّخِذُوۡا
مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰہٖمَ مُصَلًّی ؕ وَ عَہِدۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ
وَ اِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَہِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَ الۡعٰکِفِیۡنَ وَ
الرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۵﴾ وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا
بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارۡزُقۡ اَہۡلَہٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ
مِنۡہُمۡ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنۡ کَفَرَ فَاُمَتِّعُہٗ
قَلِیۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّہٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئۡسَ
الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۲۶﴾ وَ اِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ
وَ اِسۡمٰعِیۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ
الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَ اجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ
اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَ تُبۡ عَلَیۡنَا ۚ
اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ
رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ
وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۲۹﴾

اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا اور (حکم دیا کہ) جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنا لو اور ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو۔ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! اس جگہ کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں ان کے کھانے کو میوے عطا کر تو (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ جو کافر ہوگا میں اس کو بھی کسی قدر فائدہ دوں گا (مگر) پھر اس کو (عذابِ) دوزخ کے (بھگتنے کے) لئے ناچار کر دوں گا اور وہ بُری جگہ ہے۔ اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو دعا کئے جاتے تھے کہ) اے اللہ ہم سے یہ خدمت قبول فرما، بے شک تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ اے رب ہمیں اپنا فرماں بردار بنائے رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہنا اور (اے اللہ) ہمیں ہمارے طریقِ عبادت بتا اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما بے شک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے۔ اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرمانا جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور اُن (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔ (۲:۱۲۵ تا ۱۲۹)

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ وَ ارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَشۡكُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾

اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد میدانِ (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے، اے اللہ! تا کہ یہ نماز پڑھیں، تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تا کہ (تیرا) شکر کریں۔ (۱۴:۳۷)

مکہ میں اللہ کے گھر کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم اور ان کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل (علیہم السلام) نے مل کر کی تھی۔ یہ ایک مقدس مقام تھا جس کی حرمت وعزت مختلف مذاہب کے لوگ کرتے تھے۔ اس کی حدود میں لڑائی جھگڑا ممنوع تھا، جیسا کہ ابھی بھی ہے، عرب میں اسے انتقام وتشدد سے پاک ومحفوظ جگہ مانا جاتا تھا۔ ایک غیر آباد اور الگ تھلگ جگہ پر واقع ہونے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تھی کہ یہاں پر پیدوار ہو اور یہاں بسنے والوں کو رزق کی فراوانی ہو کیوں کہ وہاں وہ اپنی اہلیہ ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو چھوڑ کر گئے تھے اور حضرت اسماعیل کی نسل کو یہیں پر پروان چڑھنا تھا۔

اللہ کا یہ مقدس گھر کعبہ لوگوں کے لئے عبادت کا مقام بنا اور دھیرے دھیرے پورے جزیرۃ العرب کے لوگوں کی عقیدت کا مرکز بن گیا جس کے اطراف کاروبار ومعیشت نیز ثقافتی سرگرمیاں بھی فروغ پاتی گئیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے اللہ سے دعا کی وہ خود اور ان کی اولادیں ہمیشہ اللہ کی فرماں بردار رہیں اور ان کی اولاد کو اللہ کی طرف سے عبادت کی توفیق اور ہدایت ملتی رہے اور جس مقصد یعنی اللہ کی عبادت کے لئے یہ گھر بنایا گیا ہے، ان کی اولادیں اس مقصد پر قائم رہیں۔ اللہ کی فرماں داری کو عربی میں اسلام کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم واسماعیل نے اپنی نسل میں ایک نبی کی بعثت کی بھی دعا کی جو ان لوگوں کو اللہ کی آیات سنائیں، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ کریں (یعنی ان کی برائیاں ان کے اندر سے دور کریں اور ان کی نیکیاں ان کے اندر پروان چڑھائیں)۔

اِنَّ الصَّفَا وَ الۡمَرۡوَةَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنۡ حَجَّ الۡبَیۡتَ اَوِ اعۡتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِ اَنۡ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَ مَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیۡمٌ ﴿۱۵۸﴾

بیشک (کوہِ) صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اُس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے (بلکہ طواف ایک قسم کا نیک کام ہے) اور جو کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ قدر شناس اور دانا ہے۔ (۲:۱۵۸)

روایت کے مطابق حضرت ابراہیم کی اہلیہ اور معصوم اسماعیل کی والدہ ماجدہ ہاجرہ (علیہا السلام) اس ریگستانی وادی میں پانی کی تلاش میں سرگرداں رہیں۔ صفا اور مروہ پہاڑیوں کے بیچ وہ چکر لگاتی رہیں کبھی ادھر سے ادھر اور کبھی ادھر سے ادھر۔ بیچ بیچ میں وہ معصوم اسماعیل کو بھی دیکھنے اور چومنے جاتی تھیں۔ اسی دوڑ دھوپ میں انہیں زمزم کا چشمہ نظر آیا۔ دونوں پہاڑیوں کے درمیان حضرت ہاجرہ کے اس طرح سے دوڑنے پر اللہ کو اتنا رحم آیا اور ان کا یہ اضطراب اللہ کے یہاں اتنا مقبول ہوا کہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کو اللہ تعالیٰ نے حج کے مناسک ایک حصہ قرار دیا۔ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کئے جانے سے پہلے ان دونوں پہاڑیوں پر بھی بت نصب تھے جس کی وجہ سے اس وقت طواف وزیارت کے لئے آنے والے صالحین پہاڑیوں کے درمیان سعی کرنے سے بچتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور آپ نے کعبہ واطراف سے بتوں کو پاک کیا تو یہاں سے بھی مورتیاں ہٹادی گئیں۔

البتہ قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک کعبہ صرف ایک الٰہ واحد کی عبادت کے لئے پھر سے مختص نہ ہوا تھا تب بھی

صفا ومروہ پر بت نصب ہونے کے باوجود حج وعمرہ کیا جاسکتا تھا۔

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا
اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى
يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ
اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ
نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٚ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ
فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ
اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ
كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ
فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ ۙ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَ مَا
تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ
الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَ اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَاۤ
اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ
الْحَرَامِ ۪ وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَ اِنْ كُنْتُمْ مِّنْ
قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ
اَفَاضَ النَّاسُ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ
كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ
يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ
خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا

اوراللہ (کی خوشنودی کے لئے حج اور عمرے کو پورا کرو اور اگر (راستے میں) روک لئے جاؤ تو جیسی قربانی میسر ہو (کردو) اور جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے سر نہ منڈاؤ اور اگر کوئی تم میں بیمار ہو یا اُس کے سر میں کسی طرح کی تکلیف ہو تو (اگر وہ سر منڈا لے تو) اُس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے پھر جب (تکلیف دُور ہو کر) تم مطمئن ہو جاؤ تو جو (تم میں) حج کے وقت تک عمرے سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ جیسی قربانی میسر ہو کرے اور جس کو (قربانی) نہ ملے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات جب واپس ہو، یہ پورے دس ہوئے۔ اور یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جس کے اہل وعیال مکہ میں نہ رہتے ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۱۹۶:۲)

حج کے مہینے (متعین ہیں جو) معلوم ہیں تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کر لے تو حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی بُرا کام کرے نہ کسی سے جھگڑے اور جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہو جائے گا۔ اور زادِ راہ (یعنی رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ، پس سب سے بہتر زادِ راہ پرہیز گاری ہے اور اے اہل عقل مجھ سے ڈرتے رہو۔ اس کا تمہیں کچھ گناہ نہیں کہ (حج کے دنوں میں بذریعہ تجارت) اپنے رب سے روزی طلب کرو اور جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام (یعنی مزدلفہ) میں اللہ کا ذکر کرو اور اس طرح ذکر کرو جس طرح اُس نے تمہیں سکھایا ہے اور اُس سے پیشتر تم لوگ (ان طریقوں سے) ناواقف تھے۔ پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو تو (منیٰ میں) اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ، اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (اللہ سے) التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں (جو دینا ہے) دنیا ہی میں عنایت کر اور ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ

حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝۲۰۱
اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ۝۲۰۲ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ
تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ
فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا
اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۲۰۳

نہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت عطا فرمانا اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے کاموں کا حصہ (یعنی نیک اجر تیار) ہے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب لینے والا (اور جلد اجر دینے والا) ہے۔ اور (قیامِ منیٰ کے) دنوں میں (جو) گنتی کے (دن ہیں) اللہ کو یاد کرو، اگر کوئی جلدی کرے (اور) دو ہی دن میں (چل دے) تو اُس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو بعد تک ٹھہرا رہے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں، اور یہ باتیں اُس شخص کے لئے ہیں جو (اللہ سے ڈرے) اور تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم سب اُس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔ (۲:۱۹۷ تا ۲۰۳)

حج کا مکمل عمل اور اس کے مخصوص مناسک عربی قمری کیلنڈر کے مطابق ذی الحج مہینے کے پہلے ۱۳ دنوں کے دوران انجام دئے جاتے ہیں۔ جبکہ صرف زیارت کعبہ یعنی عمرہ کا عمل ایک سادہ سی رسم ہے جو سال میں کبھی بھی انجام دیا جا سکتا ہے۔ تاہم حج ہو یا عمرہ دونوں طرح کی عبادت کے لئے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے زائر کو دو بغیر سلے کپڑوں سے اپنا جسم ڈھانکنا ہوتا ہے۔ خواتین کے لئے اس میں رعایت ہے وہ سلا ہوا سادہ لباس پہن سکتی ہیں۔ ان دو کپڑوں کو احرام کہا جاتا ہے۔ احرام باندھنا اس بات کی علامت ہے کہ آدمی دنیاوی شان و شوکت اور خودنمائی کے غرور کو ترک کر کے اللہ کے گھر پر عاجزی کے ساتھ حاضر ہوا ہے۔ حج یا عمرہ کے لئے جب احرام باندھ لیا جائے تو پھر مناسک عمرہ یا مناسک حج کی تکمیل تک اسے اپنی روزمرہ کی عادتوں سے باز رہنا ہوتا ہے، جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، بال کتروانا، شیو یا داڑھی درست کرنا، ناخن کاٹنا، شکار کرنا یا شہوت کی تسکین کرنا وغیرہ۔ حج اور عمرہ دونوں میں زائر کعبہ کو سات بار کعبہ کا طواف کرنا ہوتا ہے اور صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگانے ہوتے ہیں۔ حج میں مزید یہ کہ عرفات کے وسیع میدان میں ذی الحج کی ۹ تاریخ کو جمع ہونا ہوتا ہے۔ حج یا عمرہ کی تکمیل کی علامت کے طور پر مرد کو سر کے بال کتروانے یا پوری طرح صاف کرنے ہوتے ہیں جبکہ عورتوں کو تھوڑے سے بال کترنے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد احرام کھول کر معمول کا لباس پہن لیا جاتا ہے۔

اوپر کی آیات میں بتایا گیا ہے کہ حج کرنے والے شخص کو تمام مناسک کی تکمیل کرنی چاہئے اور یہ عمل دنیاوی اغراض کے لئے نہیں بلکہ خالصتاً اللہ کی عبادت کے لئے کرنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے حج کے مناسک مکمل کرنے سے رہ جائے (مکمل نہ کر سکتا ہو) تو اسے اس کے بدلے اسی مقام پر دم (جانور کی قربانی) دینا چاہئے۔ اگر کوئی شخص احرام باندھ کر بیمار ہو جائے اور اسے کپڑے پہننے کی حاجت ہو، یا سر میں کسی زخم یا کھال میں کوئی بیماری ہونے کی وجہ سے بال کٹوانے سے قاصر ہو تو وہ روزہ رکھے یا مسکین کو کھانا کھلائے یا ایک قربانی کر کے اس کا گوشت غریبوں کو تقسیم کرے۔

جو لوگ حج کے دن شروع ہونے سے پہلے مکہ پہنچ جائیں تو انہیں پہنچ کر پہلے عمرہ کرنا چاہئے۔ اس صورت میں وہ باقی دن یا تو احرام میں ہی رہیں گے اور حج کی تکمیل تک ان تمام کاموں سے خود کو روکے رکھیں گے جو حج کے دوران منع ہیں، یا پھر عمرہ کر کے وقفہ کر سکتے ہیں اور احرام کھول کر معمول کی حالت میں آ سکتے ہیں اور ایسی صورت میں انہیں قربانی دینی ہوگی اور اس کا گوشت غریبوں کو تقسیم کرنا ہوگا۔

حج یا عمرہ کے سفر پر نکلنے والے کو اپنے ساتھ سفر کی ضروریات کا سامان لے کر نکلنا چاہیے۔قرآن کہتا ہے کہ اس زادِ سفر میں سب سے بہترین چیز اللہ کا تقویٰ اور روحانی تیاری ہے۔ حج کے دوران جو چیزیں لازم کی گئی ہیں اور جن سے روک دیا گیا ہے ان سے ان احساسات وجذبات کی پرورش ہوتی ہے۔حج کے دوران بیوی (یا شوہر) سے شہوانی تعلق قائم کرنے، اور ان تمام اعمال سے جو منع ہیں بچنا چاہیے جیسے لڑائی جھگڑا اور تکرار وغیرہ۔ یہ حج کے دوران اللہ کا تقویٰ اپنے اندر پیدا کرنے کی ایک تربیت اور اس کی جانچ کا حصہ ہے جو حج کے بعد حاجی کی پوری زندگی میں جاری رہنا چاہیے۔عبادت کا کوئی عمل اس لئے نہیں ہوتا کہ مسلمان دنیاوی زندگی سے کنارہ کش ہو جائے بلکہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے مسلمان کی زندگی میں توازن بنا رہے اور اس کی زندگی روحانی فیوض سے مالا مال ہو جس سے وہ بندہ زیادہ سے زیادہ انسانوں کے لئے مفید اور نفع بخش ہو: ''اور بعض ایسے ہیں کہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت عطا فرمانا اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔یہی لوگ ہیں جن کے کاموں کا حصہ (یعنی نیک اجر تیار) ہے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب لینے والا (اور جلد اجر دینے والا) ہے'' [۲۰۱ تا ۲۰۲]۔صحیح اسلامی رویہ نہ تو دنیا کو ترک کر دینے کا نام ہے اور نہ اس میں پوری طرح مگن ہو جانے کا، کہ آدمی مستقبل کی زندگی کو بھول جائے جو لازوال ہے اور کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرما دیا پس دینِ ابراہیم (علیہ السلام) کی پیروی کرو جو سب سے بے تعلق ہو کر ایک (اللہ ہی) کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ ۹۵۔ پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کیلئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے، بابرکت اور جہان کیلئے موجب ہدایت۔ ۹۶۔اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا، اس نے امن پا لیا۔ اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اُس کا حج کرے اور جو اُس کے حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اہلِ عالم سے بے نیاز ہے۔ (۳:۹۵ تا ۹۷)

قرآن میں یہ بات بار بار کہی گئی ہے کہ محمد ﷺ کی دعوت ملت ابراہیم کی پیروی کی ہی دعوت ہے، ان کے ہی دین اور عقیدے کو اپنانے کی دعوت ہے۔اسی لئے مکہ میں، جسے قرآن میں 'بکہ' بھی کہا گیا ہے اور جہاں اللہ کی عبادت کا قدیم ترین گھر حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کی مدد سے قائم کیا تھا، اس گھر کی زیارت اور اس کا طواف کرنے کے لئے آنا ان تمام اہل ایمان کے لئے فرض کیا گیا جو یہاں آنے کی سکت واستطاعت رکھتے ہوں۔اس طرح یہ اسلامی عبادت حضرت ابراہیم کی ان کاوشوں کی یاد منانے کا ایک وسیلہ ہے جو آپ نے اللہ کا پیغام انسانوں کو دینے کے لئے کیں۔وہ جہاں جہاں بھی گئے وہاں اسی توحید کی دعوت لوگوں کو دی اور عرب کی اس بستی میں توحید کا ایک مرکز قائم کیا جو محمد ﷺ کے زمانہ تک محفوظ رہا اور آپ ﷺ کی بعثت کے بعد پھر یہیں سے توحید کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پھیلا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ
مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ
النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ
كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا
لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَ مَنْ عَادَ
فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ
لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ ۚ وَ
حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ
الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

مومنو! جب تم احرام کی حالت میں ہوتو شکار نہ مارنا اور جو تم میں سے جان بوجھ کر اُسے مارے تو (یا تو اُس کا) بدلا (دے اور وہ یہ ہے کہ) اسی طرح کا چوپایا جسے تم میں سے دو معتبر شخص مقرر کر دیں قربانی (کرے اور یہ قربانی) کعبہ پہنچائی جائے۔ یا کفارہ (دے اور وہ) مسکینوں کو کھانا کھلانا (ہے) یا اس کے برابر روزے رکھے تا کہ اپنے کام کی سزا (کا مزہ) چکھے (اور) جو پہلے ہو چکا وہ اللہ نے معاف کر دیا اور جو پھر (ایسا کام) کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ غالب اور انتقام لینے والا ہے۔ تمہارے لئے دریا (کی چیزوں) کا شکار اور ان کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے (یعنی) تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لئے اور جنگل (کی چیزوں) کا شکار جب تک تم احرام کی حالت میں رہو تم پر حرام ہے اور اللہ سے جس کے پاس تم (سب) جمع کئے جاؤ گے ڈرتے رہو۔ (۵:۹۵تا۹۶)

حج کا عرصہ اپنے اندر امن پسندی کا سلوک پیدا کرنے کی تربیت کا عرصہ ہے کہ اس کے دوران دوسروں سے تکرار و تنازعہ بھی ممنوع ہے [۲:۱۹۷]، اور صرف انسانوں سے ہی نہیں بلکہ رزق کے لئے جانوروں کا شکار تک کرنا ممنوع ہے [۵:۹۵]۔ اگر کسی سے اس حکم کے خلاف ورزی ہو جائے تو جتنے جانور شکار ہوئے ہوں اتنے ہی جانوروں کی قربانی کعبہ کے قریب کرنی ہوگی اور ان کا گوشت غریبوں و مسکینوں کو تقسیم کرنا ہوگا۔ غریبوں کو دوسری طرح سے بھی کھانا کھلایا جا سکتا ہے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اتنے ہی روزے رکھنا ہوں گے۔ کتنے غریبوں کو کھانا کھلایا جائے یا کتنے دن کے روزے رکھے جائیں اس کا تعین ان جانوروں کی تعداد کے تناسب سے ہوگا جو احرام کی حالت میں حاجی سے ہلاک ہوئے ہوں۔

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ
بِيْ شَيْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ
الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ
رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ
عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ
اللّٰهِ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ
بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ
الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ

اور (ایک وقت تھا) جب ہم نے ابراہیم کے لئے خانہ کعبہ کو مقام مقرر کیا (اور ارشاد فرمایا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو صاف رکھا کرو۔ اور لوگوں میں حج کے لئے منادی کر دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دُبلے دُبلے اونٹوں پر جو دُور (دراز) رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہو کر) چلے آئیں۔ تا کہ اپنے فائدے کے کاموں کے لئے حاضر ہوں اور (قربانی کے) معلوم ایام میں چوپائے مویشی (کے ذبح کے وقت) جو اللہ نے اُن کو دئے ہیں ان پر اللہ کا نام لیں۔ اس میں سے تم بھی کھاؤ اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاؤ۔ پھر چاہئے کہ لوگ اپنا میل

لِيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ
حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ
الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ
الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ
فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ
بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ
شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا
مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ
الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا
اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ
فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ
الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ
وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَ
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ
مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ
عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ
اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا
دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ
سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

کچیل دُور کریں اور نذریں پوری کریں اور خانہ کعبہ (یعنی بیت اللہ) کا طواف کریں۔ یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ اللہ کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔ اور تمہارے لئے مویشی حلال کر دیئے گئے ہیں سواء اُن کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں تو بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔ (۲۲:۲۶ تا ۳۰)

اللہ کے لئے یکسو (ہو کر رہو) نا کہ اس کے ساتھ شرک کرنے والے، اور جو شخص (کسی کو) اللہ کے ساتھ شریک کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اُس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دُور جگہ اُڑا کر پھینک دے۔ یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ (بات) دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔ ان میں ایک وقت مقرر تک تمہارے لئے فائدے ہیں پھر ان کو خانہ کعبہ (یعنی بیت اللہ) تک پہنچنا (اور ذبح ہونا) ہے۔ اور ہم نے ہر ایک اُمت کے لئے قربانی کا طریقہ مقرر کر دیا ہے تا کہ جو مویشی چار پائے اللہ نے اُن کو دیئے ہیں (اُن کے ذبح کرنے کے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں۔ سو تمہارا معبود ایک ہی ہے اُسی کے فرماں بردار ہو جاؤ اور عاجزی اختیار کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں اور (جب) ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا کیا ہے اُس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ مقرر کیا ہے اس میں تمہارے لئے فائدے ہیں تو (قربانی کرنے کے وقت) قطار باندھ کر اُن پر اللہ کا نام لو، جب پہلو کے بل گر پڑیں تو اُن میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھ رہنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ اس طرح ہم نے اُن کو تمہارے زیر فرماں کر دیا ہے تا کہ تم شکر کرو۔ اللہ تک نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اُس تک تمہاری پرہیز گاری پہنچتی ہے، اسی طرح اللہ نے اُن کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تا کہ اس

بات کے بدلے کہ اُس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے، اُس کی بڑائی بیان کرو اور (اے پیغمبر!) نیکو کاروں کو خوشخبری سنا دو۔

(۲۲:۳۱ تا ۳۷)

جب حج کا زمانہ آتا ہے تو زمین کے ہر خطہ سے اور دور و نزدیک کے ہر مقام سے مسلمان حج کے لئے نکل پڑتے ہیں پیدل بھی اور سواریوں پر بھی، سفر کی مشکلات کی پرواہ کئے بغیر اللہ کی بندگی کا تقاضا پورا کرنے کے لئے اور اپنے اوپر عائد ایک فرض کی ادائیگی کے لئے لبیک کہتے ہوئے۔ اس یقین کے ساتھ کہ حج کے اس سفر سے ان کی زندگی میں برکتیں آئیں گی اور اس کے بہت سے اخلاقی و روحانی فیوض انہیں حاصل ہوں گے اور آخرت کی زندگی میں اس کا اجر ملے گا۔ اگرچہ کچھ لوگ اس موقع سے مادی فوائد بھی حاصل کرتے ہیں۔ سفر، چاہے وہ آج کے جدید ترین اور آرام دہ وسائل آمد و رفت سے سے ہی ہو، اپنے فائدوں کے ساتھ ساتھ جسمانی نفسیاتی اور سماجی لحاظ سے مشقتوں سے بھرا ہوتا ہے، اور خاص طور سے حج کا سفر۔ حاجی کو خیمے میں ٹھہرنا ہوتا ہے اور طرح طرح کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں اپنے عزیزوں اور گھر والوں کو چھوڑ کر ایک لمبے سفر پر نکلنے کا ذہنی دباؤ اور جذباتی اذیت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ البتہ حاجی کو نئے مقامات، وہاں کے لوگوں اور تاریخ سے شناسائی کا بھی موقع ملتا ہے نیز کاروبار و تجارت کرنے والے لوگ ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں اور انہیں تجارتی تعلقات قائم کرنے کا موقع بھی ملتا ہے۔

لیکن بہر حال سب سے زیادہ قیمتی اور اہم فیض روحانی فیض ہے جو حاجی کو ملتا ہے۔ اللہ کے گھر پر پہنچ کر اللہ سے قربت کا احساس ہوتا ہے اور حضرت ابراہیم و اسماعیل سے لے کر محمد ﷺ تک نبیوں کا جو سلسلہ ہے اس سے وابستگی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ یہ سالانہ عالم گیر اجتماع انسانی مساوات اور اہل اسلام کے درمیان عالم گیر اخوت و محبت کا مظہر ہے۔ جغرافیائی، نسلی، سیاسی، تعلیمی اور سماجی و اقتصادی لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف لوگ انسانی بھائی چارے کے رشتے میں بندھے ہوئے ایک دوسرے کے برابر عزت و حقوق کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ حج کے دوران آپس میں ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا ایک بالکل عام بات ہے۔ حج کے عمل کا ایک حصہ قربانی بھی ہے جو اللہ کے نام پر کی جاتی ہے اور جس کا فائدہ غریبوں اور مسکینوں کو حاصل ہوتا ہے، لیکن اس سلسلے میں قرآن کا جو ارشاد ہے اس پر توجہ کی جانی چاہئے اور وہ یہ کہ ''اللہ کو نہ اُن (جانوروں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اُس تک تمہاری پرہیز گاری پہنچتی ہے''۔

اللہ کا تقویٰ اور پرہیز گاری ہی ہر عبادت کا مقصود ہے؛ ''کہو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کیے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اوّل فرماں بردار ہوں'' [۶:۱۶۲ تا ۱۶۳]

❀ ❀ ❀

عبادت کے دوسرے اعمال

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا
بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیئے کہ میرے احکام کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک رستہ پائیں۔ (۱۸۶:۲)

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ
وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ
اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ
خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ
سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ
النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾
رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا
بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا
سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا
عَلٰی رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ
الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ
عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں، جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں (اور کہتے) ہیں کہ اے رب! تو نے یہ سب کچھ بے فائدہ پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے (اس بات سے کہ بے کار کام کرے، پس اے ہمارے رب) تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچانا۔ اے رب جس کو تو نے دوزخ میں ڈال دیا اُسے تو نے رُسوا کر دیا اور (وہاں) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (ہوگا)۔ اے رب! ہم نے ایک آواز لگانے والے کو سنا جو ایمان لے آنے کے لئے پکار لگا رہا تھا (کہ) اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے محو کر اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا۔ اے اللہ تو نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے جن جن چیزوں کے ہم سے وعدے کئے ہیں وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا۔ کچھ شک

بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

نہیں کہ تو خلافِ وعدہ نہیں کرتا۔ تو اُن کے رب نے اُن کو دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو، مرد ہو یا عورت، ضائع نہیں کرتا (کہ) تم ایک دوسرے کی جنس ہو۔ تو جو لوگ میرے لئے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کئے گئے، میں اُن کے گناہ دُور کر دوں گا اور اُن کو جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں۔ (یہ) اللہ کے ہاں سے بدلا ہے اور اللہ کے پاس (اچھے بندوں کے لئے) اچھا بدلا ہے۔ (۳:۱۹۰ تا ۱۹۵)

انسان کیسے بھی حالات میں ہو، اللہ کی یاد اور اللہ سے دعا و مناجات وہ کبھی بھی کر سکتا ہے کیوں کہ اللہ سے کلام کرنے کا عمل صرف معمول کی عبادات تک ہی محدود نہیں ہے۔ مثال کے طور پر لیبارٹری میں کام کرتے ہوئے یا رصد گاہ سے خلاؤں کا مشاہدہ کرتے ہوئے کوئی محقق اللہ کی قدرت کی نشانیاں دیکھے تو، یا سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے منظر کو دیکھ کر، یا قدرتی مناظر کی خوبصورتیوں کو دیکھ کو کوئی عام انسان بھی اللہ کی تخلیق کے عجائبات سے اللہ کی حمد و ثناء کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ ان تمام حیران کن اور آنکھیں کھول دینے والے مشاہدوں سے انسان کو یہ ترغیب ملتی ہے کہ وہ اللہ کے آگے جھک جائے اور اللہ کی حمد و ثنا کرے اور اللہ سے دعا کرے۔ زندگی کے کچھ خاص حالات میں انسان اپنے آپ کو عاجز اور بے بس پاتا ہے اور اللہ سے مدد و رہنمائی طلب کرتا ہے۔ انسان اپنے اوپر اللہ کی رحمت و فضل کو محسوس کر کے اس کے تئیں شکر گزاری کرتا ہے۔ جب کبھی انسان کو اللہ کے آگے ان جذبات کے اظہار کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور اپنی ضرورت اللہ کے آگے رکھتا ہے تو اللہ کے دروازے اس کے لئے کھلے ہوتے ہیں اور اس کے لئے کسی رسمی عمل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ روحانی کیفیت ہی عبادت کی اصل ہے اور یہ کسی مخصوص وقت اور شکل کے لئے محدود نہیں ہے۔ اور جو لوگ اللہ کا تقویٰ رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ کی رحمت اور ان کی دعاؤں کی قبولیت ہمیشہ بے حد و بے حساب ہے۔ جو اللہ کی ہدایت پر چلتا ہے اور اللہ کی نصرت طلب کرنے والے کام کرتا ہے، چاہے وہ امیر ہو یا غریب، طاقت ور ہو یا کمزور، کسی بھی مقام کا ہو، کسی بھی رنگ کا ہو اور جو بھی اس کے کوائف ہوں، اللہ کسی کے عمل کا ضائع نہیں کرتا اور کسی کو نا امید نہیں کرتا۔ ایک انسان اور مومن ہونے کی حیثیت سے مرد اور عورت دونوں برابر ہیں؛ اس لئے ان کے حقوق اور ذمہ داریاں بھی مساوی ہیں، دعا اور دعا کی قبولیت میں دونوں کا معاملہ برابر ہے اور اسی طرح اچھے عمل کرنے اور ان کا صلہ پانے میں بھی دونوں میں کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۚ﴿۵۵﴾

(لوگو) اپنے رب سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (۷:۵۵)

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

اور اپنے رب کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے، پست آواز سے صبح و شام یاد کرتے رہو اور (دیکھنا) غافل نہ ہونا۔ (۷:۲۰۵)

جب بھی کوئی بندہ اللہ سے دعا کرے اور کسی نقصان یا خطرے سے محفوظ رہنے یا کسی بھلائی اور فائدے کے حصول کے لئے اللہ سے مدد مانگے تو اسے چاہئے کہ عاجزی اختیار کرے اور دل کی گہرائیوں سے مانگے، زور زور سے پکار لگانے اور دکھاوا کرنے سے بچے۔ حد سے تجاوز کرنا تو عام طور سے ہی ناپسندیدہ ہے، اور خاص طور سے جب ہم اللہ سے اس کی رحمت اور فضل کے طلب گار ہوں تو اللہ کے حضور یہ اور بھی بڑی گستاخی ہے۔

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اُس کو اُس کے ناموں سے پکارا کرو اور جو لوگ اُس کے ناموں میں کجی (اختیار) کرتے ہیں اُن کو چھوڑ دو، وہ جو کچھ کر رہے ہیں عنقریب اُس کی سزا پائیں گے۔

(۱۸۰:۷)

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾

کہہ دو کہ تم (اللہ کو) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اُس کے سب نام اچھے ہیں، اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ آہستہ بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کرو۔

(۱۱۰:۱۷)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی انتہائی اعلیٰ وعظیم ہے اور اس کی بے شمار صفات ہیں۔ ان صفات عالیہ کو ظاہر کرنے والے اس کے متعدد حسین ومبارک نام ہیں جو اس کی شان بیان کرنے کے لئے مخصوص ہیں۔ ان ناموں میں جہاں اس کی قدرت وقوت اور عظمت کو بیان کرنے والے نام ہیں وہیں اس کی رحمت، کریمی، فضل، مہربانی اور بردباری کو ظاہر کرنے والے نام بھی ہیں۔ نیز کچھ نام اس کی صفت تخلیق، تشکیل اور تعمیر کو بیان کرتے ہیں۔ اس کی شان بے مثال ہے اور اپنی قدرت وفضل میں وہ بے نظیر ویکتا ہے۔ وہ انسان کے تجربہ اور تصور سے بالاتر ہے: ''(وہ ایسا ہے کہ) نگاہیں اُس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ بھید جاننے والا خبردار ہے'' (۱۰۳:۶)، ''آسمانوں اور زمین میں اُس کی شان بہت بلند ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے'' (۲۷:۳۰) یہ ہمہ جہتی صفات انسان کو اللہ کی ہمہ جہتی شان اور عظمتوں کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں اور یہ ایسی صفات ہیں جو اتنے اعلیٰ وارفع درجے میں سوائے خالق ومالک اللہ رب العزت کے کسی اور میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ دوسری طرف یہ انسان کو یہ بتاتی ہیں کہ وہ کیا خوبیاں ہیں جو اسے اپنے سامنے معیار کے طور پر رکھنا چاہئیں۔ ان خوبیوں سے متصف ہونا اور ان خوبیوں کے باہمی اشتراک سے کام لینا اس کے لئے کمال کی بات ہوگی اگرچہ کوئی انسان ان خوبیوں کے اعلیٰ تر درجہ تک نہیں پہنچ سکتا نہ یہ تمام خوبیاں بہ یک وقت اس کے اندر جمع ہوسکتی ہیں کیوں کہ یہ اللہ کی ہی شان ہے اور اللہ کو ہی زیبا ہے۔ اس طرح اعلیٰ وارفع ترین شان والی اور کامل ذات والی ہستی کی طرف سے انسان کی رہنمائی کی جاتی ہے کہ اس معیار کو اپنے سامنے رکھیں لیکن یہ بات ذہن نشیں رہے کہ انسان بس وہیں تک پہنچ سکتا ہے جہاں تک اس کی حدود ہیں کہ وہ مخلوق ہے، جس کا کام اللہ کی عبادت کرنا اور اللہ کا بندہ بن کر رہنا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

جو لوگ ایمان لاتے اور جن کے دل یادِ الٰہی سے طمینان پاتے ہیں، اور سن لو کہ اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔

(۲۸:۱۳)

انسان اللہ کی محض ایک مخلوق ہے، اور اسے جو کچھ بھی قابلیتیں اور لیاقتیں اس کے خالق کی طرف سے بخشی گئی ہیں ان سب کے باوجود اسے اپنے سے بالاتر ہستی کی مدد درکار رہتی ہے۔ یہ ہر فرد کی ایک عقلی اور نفسیاتی ضرورت ہے چاہے اسے کتنی بھی طاقت حاصل ہو، کیوں کہ ہر ایک کو زندگی کے نشیب وفراز میں مدد اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور قدرت نیز لوگوں کی طرف سے جسمانی اور سماجی چیلنجز سامنے آتے ہیں۔ اللہ سے انسان کا تعلق کوئی باہری چیز نہیں ہے: یہ ایک داخلی معاملہ ہے، انسان کے دماغ، دل اور روح کا تعلق ہے۔ یہ انسان کا داخلی روحانی تجربہ ہوتا ہے۔ جب کوئی بندہ اللہ کی طرف پلٹتا (یا پلٹتی) ہے تو اسے یہ روحانی اور نفسیاتی وعقلی تجربہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی انسان خود اللہ کی طرف نہیں پلٹتا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے لئے مجبور نہیں کرتا لیکن وہ انسان خود نقصان اٹھاتا (یا اٹھاتی) ہے کیوں کہ اس صورت میں وہ خود ہی اس مستقل اور حقیقی سہارے، سکون، توازن اور استحکام کو کھودیتا (یا کھودیتی) ہے۔ اس دنیا میں زندگی کے نشیب وفراز میں اللہ کی یاد سے دل کو اطمینان اور ڈھارس حاصل ہوتی ہے، انسان اپنے اوپر قابو رکھتا ہے اور اپنا توازن کھونے سے بچتا ہے، جس سے وہ غرور، خودغرضی، عجلت پسندی اور ناامیدی سے محفوظ رہتا ہے۔

وَ يَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

اور انسان جس طرح (جلدی سے) بھلائی مانگتا ہے اسی طرح برائی مانگتا ہے اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے۔ (۱۷:۱۱)

انسان اپنی ناواقفیت یا عجلت پسندی کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتا کہ اس کے لئے کیا صحیح ہے اور کیا غلط، اور اپنی ان کمزوریوں کی وجہ سے ان چیزوں کو طلب کرتا ہے جو کسی خاص وقت میں اس کے پاس نہیں ہوتیں حالانکہ ضروری نہیں کہ وہ چیز اس کے لئے مفید ہی ہو بلکہ نقصان دہ بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن عقل مند اور باشعور آدمی صبر اور دانش سے کام لیتا ہے اور اپنی کسی ظاہری محرومی کی وجہ سے کسی عاجلانہ ردعمل کے چکر میں نہیں پڑتا بلکہ اللہ علیم وحکیم کی ہدایت پر عمل کرتا ہے۔ اسی طرح، اپنے رحیم وکریم اور شفیق رب سے مانگنے کا جو موقع بندے کو ملا ہوا ہے اس کا استعمال اسے خودغرضی، ناسمجھی اور عجلت سے خود اپنے لئے یا دوسروں کے حق میں کسی نقصان کی تمنا کے لئے نہیں کرنا چاہئے۔ کبھی کسی خاص مشکل صورت حال میں ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے لئے یا اپنے بچوں وغیرہ کے لئے کوئی بددعا کر بیٹھتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ حق کے منکرین نے اللہ سے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب بھیج'' [۸:۳۲]۔ انسان کو اللہ سے کچھ مانگتے ہوئے بہت محتاط رہنا چاہئے اور اس عظیم موقع کو احمقانہ مطالبوں کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ کسی کے ساتھ اگر کوئی زیادتی اور ظلم ہوا ہو تو مظلوم کے لئے اگرچہ یہ روا ہے کہ وہ آقا وحاکم رب سے اس کی شکایت کرے تاہم مناسب اور بہتر بات یہ ہے کہ وہ اللہ سے انصاف کی دعا کرے اور یہ اسی پر چھوڑ دے کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے اور اس کے نزدیک مناسب کیا ہے، یا اللہ سے صرف یہ دعا کرے کہ اس کے ساتھ جو ناانصافی ہوئی اس کی تلافی ہو، اور ظلم کرنے والے کو کیا سزا ملے یہ خود اسی پر چھوڑ دے۔

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے ازراہِ تکبر کنیاتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے۔

(۴۰:۶۰)

یہ زندگی چوں کہ لافانی نہیں ہے اس لئے آخرت کی زندگی میں انسانی استعداد کی تکمیل اور مطلق انصاف کے حصول کے لئے ہمیں دعا کرنی چاہئے اور اس حصولیابی کے لئے تمام مخلوقات اور تمام جہانوں کے رب سے ہم صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔ وہ ہماری دعائیں سنے گا، ہمیں راستہ دکھائے گا، ہمارے گناہ معاف کرے گا اور دنیا و آخرت میں ہماری راہ آسان کرے گا۔ اگر ہم تکبر سے کام لیں گے اور اللہ کے آگے عاجزی اختیار کر کے اس سے مغفرت نہیں مانگیں گے تو آخرت کی زندگی میں یہ ہماری ناکامی اور رسوائی کا موجب ہوگا بلکہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ہمیں راحت و مسرت اور عزت حاصل نہیں ہوگی۔ یہ ایک انسانی ضرورت ہے کہ لامحدود حکمت وقدرت والے رب کا سہارا پکڑا جائے، اور جو کوئی اس عقلی، نفسیاتی اور روحانی ضرورت سے روگردانی کرتا ہے وہ نقصان میں ہے اور ایک دن ذلت و رسوائی اور بے کسی میں دھکیل دیا جائے گا۔

البتہ، جو انسان اللہ سے کسی چیز کی دعا کرتا ہے یا کسی چیز سے بچنے کے لئے اس سے مدد مانگتا ہے، اسے پوری طرح یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ کسی چیز کے اچھے یا برے ہونے کے بارے میں انسان کا اپنا فیصلہ حتمی نہیں ہے بلکہ انسان کی اپنی حدود ہیں جن سے آگے وہ نہیں جا سکتا۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور اس کی حکمت لامحدود ہے۔ وہ ہی جانتا ہے کہ جو انسان اس سے کسی چیز کی دعا کر رہا ہے اس کے حق میں اور اس سے متعلق دوسرے لوگوں کے حق میں آخر کار کیا بہتر ہے اور کیا نقصان دہ۔ اس لئے اس کا فیصلہ ہی بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی ہے کہ کوئی مسلمان جب اللہ سے کسی ایسی چیز کی دعا کرتا ہے جو اپنے آپ میں بری نہیں ہے یا تعلقات منقطع کرنے کی نہیں ہے، اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اللہ اس کی دعا تین طرح سے پوری کرتا ہے: یا تو وہ فوراً ہی قبول ہو جاتی ہے، یا آخرت میں اس سے بہتر کوئی بات اس کے حق میں لکھ دی جاتی ہے یا اس کے اوپر سے کوئی بلا ٹال دی جاتی ہے [بروایت: ابن حنبل]۔

اللہ سے دعا ہر وقت اور ہر طرح کے حالات میں کی جا سکتی ہے تاہم رسول ﷺ کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دعائیں اللہ کے نزدیک خاص مقام رکھتی ہیں۔ جیسے اولاد کے حق میں والدین کی دعا، مسافر کی دعا جب کہ وہ گھر واپس آئے، روزے دار کی دعا، اور مظلوم کی دعا [بحوالہ: ابن حنبل، ابوداؤد، ترمذی]۔ اللہ سے دعا کرتے ہوئے بندے کو پوری طرح یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ اللہ سے اسے کیا مانگنا ہے، اور اس کی لامحدود مدد اور سہارے کی دعا کرتے ہوئے اسے پوری طرح سنجیدہ ہونا چاہئے۔ والدین اپنی اولاد کی مدد کے لئے ہمیشہ موجود نہیں رہیں گے، اور مسافر جو سفر میں اپنی کمزوری اور لاچاری کو محسوس کرتا ہے، اور روزے دار اور مظلوم یہ سب اپنی ضرورت اور اپنی کمزوری کو سمجھتے ہیں۔ دوسرے انسانوں کی بھلائی کے لئے ان کی بے خبری میں دعا کرنا بھی اللہ کے یہاں بہت مقبول ہے [بحوالہ مسلم، ابوداؤد اور ترمذی]۔

کچھ خاص اوقات بھی ہیں جن میں دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ سجدے میں کی جانے والی دعا، اذان کے بعد کی جانے والی دعا، ہر نماز کے بعد کی جانے والی دعا، رات کے آخری پہر کی دعا، رمضان کے دوران کی جانے والی دعائیں اور عرفہ کے دن (حج کے دوران ۹ ذی الحج کو) کی جانے والی دعا۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے مستقل بدلتے رہنے والے حالات کے لئے اپنی سنت میں رہنمائی کی ہے اور مختلف اوقات میں کی جانے والی دعائیں سکھائی ہیں۔ صبح کو اٹھنے کی دعا، رات کو سونے کی دعا، دن نکلنے کی دعا، شام ڈھلنے کی دعا، گھر سے نکلنے اور گھر واپس آنے کی دعا، کھانے پینے، کپڑے پہننے، سواری پر چڑھنے، نیا چاند دیکھنے کی دعا، مختلف قسم کے قدرتی حالات میں کی جانے والی دعائیں، مشکل کے وقت دعا، غصے کی کیفیت کے لئے دعا، خوشی کی حالت میں کی جانے والی دعا وغیرہ۔ رسول کریم ﷺ کی سکھائی ہوئی جامع دعائیں ہر طرح کی کیفیت میں ایک رہنمائی ہیں، مثلاً یہ کہ اللہ سے بخشش کی دعا کی جائے، حفاظت کے لئے اس سے

دعا کی جائے اور دنیا و آخرت کے ہر مرحلہ میں بہتری و آسانی کے لئے اس سے دعا کی جائے۔تفکرات اور غم سے نجات کے لئے دعا کی جائے، کسل مندی کو دور کرنے کے لئے دعا کی جائے، قرض سے نجات کے لئے یا لوگوں کے جبر سے بچنے کے لئے دعا کی جائے۔

رسول کریم ﷺ یہ قرآنی دعا[۲:۲۰۱] مستقل پڑھا کرتے تھے: **ربنا أتنا في الدنيا حسنه وفي الآخرة حسنه وقنا عذاب النار** (اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا)[بروایت: بخاری و مسلم]۔

قرانی اور مسنون دعائیں مومن کو تصوراتی، اخلاقی اور عملی قدروں اور معیاروں کو ذہن نشیں کراتی ہیں کہ مختلف حالات میں اسے آپ کو کس طرح رکھنا ہے۔ یہ واضح ہے کہ وہ دعائیں جو انفرادی، خانگی اور سماجی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں، اس تصنیفی کاوش کا سب سے شاندار اور زبردست اختتامیہ ہوں گی اس لئے اس کتاب کا آخری باب دعاؤں کے لئے مخصوص ہے۔

کہنے کی ضرورت نہیں کہ اللہ سے ہدایت اور مدد کی دعا کرنے کے لئے عاجزی ضروری ہے اور یہ احساس کہ انسان اپنے آپ میں کمزور ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست و قادر مطلق ہے۔ نیز اس کی ہدایت کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنا اور یہ کہ جو دعا مانگی جارہی ہے اس کی حقیقی اور شدید آرزو رکھنا۔ اللہ سے کچھ متعین الفاظ میں ہی دعا کرنا کافی نہیں ہے بلکہ انسان اپنے حال اور کیفیت کے اعتبار سے اپنے الفاظ میں اپنی احتیاج اللہ کے سامنے رکھے اور اس سے ہدایت مانگے تو یہ بھی مناسب اور فطری عمل ہے۔

❁ ❁ ❁

اللہ کی حمد، تسبیح وتکبیر اور توبہ استغفار کا بیان

فَاذۡكُرُوۡنِىۡٓ اَذۡكُرۡكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِىۡ وَلَا تَكۡفُرُوۡنِ ﴿۱۵۲﴾

پس تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔ (۱۵۲:۲)

فَاِذَا قَضَيۡتُمۡ مَّنَاسِكَكُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَذِكۡرِكُمۡ اٰبَآءَكُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِكۡرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا وَمَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّمَّا كَسَبُوۡا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو تو (منیٰ میں) اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (اللہ سے) التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں (جو دینا ہے) دنیا ہی میں عنایت کر اور ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت عطا فرمانا اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے کاموں کا حصہ (یعنی نیک اجر تیار) ہے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب لینے والا (اور جلد اجر دینے والا) ہے۔ (۲۰۰:۲ تا ۲۰۲)

وَيَسۡـئَلُوۡنَكَ عَنِ الۡمَحِيۡضِ ؕ قُلۡ هُوَ اَذًى ۙ فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الۡمَحِيۡضِ ۙ وَلَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ حَتّٰى يَطۡهُرۡنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرۡنَ فَاۡتُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيۡنَ وَيُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِيۡنَ ﴿۲۲۲﴾

اور تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ وہ تو نجاست ہے سو ایامِ حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں اُن سے مقاربت نہ کرو۔ ہاں جب پاک ہو جائیں تو جس طریق سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ارشاد فرمایا ہے اُن کے پاس جاؤ کچھ شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۲۲۲:۲)

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا اكۡتَسَبَتۡ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَآ اِنۡ نَّسِيۡنَآ اَوۡ

اللہ کسی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اچھے کام کرے گا تو اُس کو اُن کا فائدہ ملے گا اور بُرے کرے گا تو اُسے اُن کا

اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَاۤ اِصۡرًا كَمَا حَمَلۡتَهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعۡفُ عَنَّا ٚ وَاغۡفِرۡ لَنَا ٚ وَارۡحَمۡنَا ٚ اَنۡتَ مَوۡلٰٮنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝٢٨٦

نقصان پہنچے گا۔اے رب اگر ہم سے بھول چوک ہوگئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کرنا۔اے اللہ ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔اے اللہ جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھنا اور (اے اللہ) ہمارے گناہوں سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہمیں کافروں پر غالب فرما۔(۲:۲۸۶)

اَلَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝١٦ اَلصّٰبِرِيۡنَ وَالصّٰدِقِيۡنَ وَالۡقٰنِتِيۡنَ وَالۡمُنۡفِقِيۡنَ وَالۡمُسۡتَغۡفِرِيۡنَ بِالۡاَسۡحَارِ ۝١٧

جو اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم ایمان لے آئے پس ہمیں ہمارے گناہ معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔یہ وہ لوگ ہیں جو (مشکلات میں) صبر کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں اور عبادت میں لگے رہتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے اور اوقاتِ سحر میں گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں۔(۳:۱۶ تا ۱۷)

قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّىۡۤ اٰيَةً ‌ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمۡزًا ‌ؕ وَاذۡكُرْ رَّبَّكَ كَثِيۡرًا وَّسَبِّحۡ بِالۡعَشِىِّ وَالۡاِبۡكَارِ ۝٤١

زکریا نے کہا کہ اللہ (میرے لئے) کوئی نشانی مقرر فرما۔اللہ نے فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کر سکو گے تو (ان دنوں میں) اپنے رب کی کثرت سے یاد اور صبح وشام اُس کی تسبیح کرنا۔(۳:۴۱)

وَالَّذِيۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِهِمۡ ۚ وَمَنۡ يَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَلَمۡ يُصِرُّوۡا عَلٰى مَا فَعَلُوۡا وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ۝١٣٥ اُولٰۤٮِٕكَ جَزَآؤُهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَجَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ‌ؕ وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ ۝١٣٦

اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور بُرائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اَڑے نہیں رہتے۔ایسے ہی لوگوں کا صلہ رب کی طرف سے بخشش اور باغ ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) وہ اُس میں ہمیشہ بستے رہیں گے اور (اچھے) کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے۔
(۳:۱۳۵ تا ۱۳۶)

وَمَا كَانَ قَوۡلَهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِىۡۤ اَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝١٤٧ فَاٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنۡيَا وَحُسۡنَ ثَوَابِ الۡاٰخِرَةِ ‌ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝١٤٨

اور (اس حالت میں) اُن کے منہ سے کوئی بات نکلتی تو یہی کہ اے رب ہمارے گناہ اور زیادتیاں جو ہم اپنے کاموں میں کرتے رہے ہیں معاف فرما۔اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح عنایت فرما۔تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو دنیا میں بھی بدلا دیا اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلا (دے گا) اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔
(۳:۱۴۷ تا ۱۴۸)

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا
غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ
وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

(اے محمد ﷺ!) اللہ کی مہربانی سے تمہاری اُفتادِ مزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے، تو اُن کو معاف کر دو اور اُن کے لئے (اللہ سے) مغفرت مانگو اور اپنے کاموں میں اُن سے مشورہ لیا کرو اور جب (کسی کام کا) عزمِ مصمم کر لو تو اللہ پر بھروسا رکھو بے شک اللہ تعالیٰ بھروسا رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔(۳:۱۵۹)

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ
وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا
خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں (اور کہتے) ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے (اس بات سے کہ بے کار کام کرے) تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچانا۔(۳:۱۹۱)

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا
بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا
سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾

اے رب! ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سنا کہ ایمان کے لئے پکار رہا تھا (یعنی) اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے محو کر اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا۔(۳:۱۹۳)

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ
ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ
وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ
يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ ؕ
اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾

اللہ انہیں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بُری حرکت کر بیٹھتے ہیں پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں، پس ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ مہربانی کرتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) بُرے کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت آ موجود ہو تو اُس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۴:۱۷ تا ۱۸)

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ لَوْ
اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ
وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔ اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے، اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول (اللہ ﷺ) بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے۔(۴:۶۴)

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

پھر جب تم نماز تمام کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) اللہ کو یاد کرو پھر جب خوف جاتا رہے تو (اُس طرح سے) نماز پڑھو (جس طرح امن کی حالت میں پڑھتے ہو) بے شک نماز کا مومنوں پر اوقاتِ (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔ (۱۰۳:۴)

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾

اور جو شخص گناہ کے بعد توبہ کر لے اور نیکوکار ہو جائے تو اللہ اس کو معاف کر دے گا کچھ شک نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
(۳۹:۵)

وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

اور موسیٰ نے اس میعاد پر جو ہم نے مقرر کی تھی اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب (کر کے کوہِ طور پر حاضر) کئے جب ان کو زلزلے نے پکڑا تو موسیٰ نے کہا کہ اے اللہ! اگر تو چاہتا تو اُن کو مجھ سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا۔ کیا تو اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے بےعقلوں نے کیا ہے ہمیں ہلاک کر دے گا؟ یہ تو تیری آزمائش ہے اس سے تو جس کو چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت بخشے، تو ہی ہمارا کارساز ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔
(۱۵۵:۷)

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

اور اپنے رب کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے، پست آواز سے صبح وشام یاد کرتے رہو اور (دیکھنا) غافل نہ ہونا۔ (۲۰۵:۷)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾

مومنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ مراد حاصل کرو۔ اور اللہ اور اُس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو کہ اللہ صبر کرنے والے کا مددگار ہے۔ اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو اتراتے ہوئے (حق کا مقابلہ کرنے کے لئے) اور لوگوں کو دکھانے کے لئے گھروں سے نکل آئے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو یہ اعمال کرتے ہیں اللہ اُن پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔
(۴۵:۸ تا ۴۷)

أَلَمْ يَعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَأْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ أَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور ان کے صدقات کو قبولیت عطا فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ بہت معاف کرنے والا رحیم ہے؟ (۹:۱۰۴)

وَّ أَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا إِلٰٓى أَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ إِنْ تَوَلَّوْا فَإِنِّيْٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ﴿٣﴾ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤﴾

اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو وہ تمہیں ایک وقت مقرر تک اچھا سامان زندگی دے گا اور ہر صاحب فضل کو اُس کا فضل عطا کرے گا اور اگر رُوگردانی کرو گے تو مجھے تمہارے بارے میں (قیامت کے) بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ تم (سب) کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۱۱:۳ تا ۴)

وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٥٢﴾

اور اے قوم! اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کے آگے توبہ کرو وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا اور (دیکھو) گنہگار بن کر رُوگردانی نہ کرو۔ (۱۱:۵۲)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿٢٨﴾

جو لوگ ایمان لے آئے اور ان کے دل یادِ الٰہی سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو کہ اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ (۱۳:۲۸)

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾

اے اللہ! حساب (کتاب) کے دن مجھے اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو بخش دینا۔ (۱۴:۴۱)

وَ لَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٩٨﴾

اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے تمہارا دِل تنگ ہوتا ہے۔ تو تم اپنے رب کی تسبیح اور (اس کی) خوبیاں بیان کرتے رہو اور سجدہ کرنے والوں میں شامل رہو۔ اور اپنے رب کی عبادت کئے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت (کا وقت) آ جائے۔ (۱۵:۹۷ تا ۹۹)

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ أَصْلَحُوْٓا ۙ إِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٩﴾

پھر جن لوگوں نے نادانی سے بُرا کام کیا پھر اُس کے بعد توبہ کی اور نیکوکار ہو گئے تو تمہارا رب اس کے بعد بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (۱۶:۱۱۹)

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿١١١﴾

اور کہو کہ سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اُس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے۔ اور نہ اس کا کوئی ولی ہے کہ وہ خود عاجز ہو۔ اور اُس کی بڑائی بیان کرو پوری تکبیر کے ساتھ۔ (۱۷:۱۱۱)

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۚ﴿۴۲﴾

توتم اورتمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سُستی نہ کرنا۔(۴۲:۲۰)

وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر سیدھے رستے چلے، اُس کو میں بخش دینے والا ہوں۔(۸۲:۲۰)

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

پس جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں اس پر صبر کرو اور سورج کے نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کرو اور رات کی ساعات (اوّلین) میں بھی اُس کی تسبیح کیا کرو اور دن کے اطراف (یعنی دوپہر کے قریب ظہر کے وقت بھی) تاکہ تم خوش ہو جاؤ۔ (۱۳۰:۲۰)

وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۠﴿۱۱۸﴾

اور اللہ سے دعا کرو کہ میرے رب! مجھے بخش دے اور (مجھ پر) رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔(۱۱۸:۲۳)

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلند کئے جائیں اور وہاں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے، صبح وشام اُس کی تسبیح کرتے ہیں وہ لوگ جن کو اللہ کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت، وہ اس دن سے جب دل (خوف وگھبراہٹ کے سبب) الٹ جائیں گے اور آنکھیں (اوپر کو چڑھ جائیں گی) ڈرتے ہیں۔ تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلا دے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔ (۳۶:۲۴ تا ۳۸)

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا ۚۛ﴿۵۸﴾

اور اس ہمیشہ زندہ رہنے والے (اللہ) پر بھروسہ رکھو جو (کبھی) نہیں مرے گا، اور اُس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے کو کافی ہے۔(۵۸:۲۵)

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

(اے محمد ﷺ!) یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے جانتا ہے۔(۴۵:۲۹)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ؕ﴿۲۱﴾

تمہارے لئے اللہ کے رسول (کی شخصیت) میں بہترین نمونہ ہے، اُس شخص کے لئے جسے اللہ (سے ملنے) اور روزِ قیامت (کے

آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔ (۳۳:۲۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾
وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۴۲﴾

اے اہلِ ایمان! اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو، اور صبح اور شام اُس کی پاکی بیان کرتے رہو۔ (۳۳:۴۱ تا ۴۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ
وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱﴾

سب تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے، جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے اور آخرت میں بھی اُسی کی تعریف ہے اور وہ حکمت والا اور خبردار ہے۔ (۳۴:۱)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

یہ جو بھی بکواس کرتے ہیں اس سے تمہارا رب، عزت والا رب پاک ہے۔ اور پیغمبروں پر سلام ہو۔ اور سب طرح کی تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ (۳۷:۱۸۰ تا ۱۸۲)

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا
مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ
هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا
لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾
وَ اتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ
قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا
تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ
فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ
تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ
تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ
مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا
وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾

(اے پیغمبر! میری طرف سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ واقع ہو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ (ورنہ) پھر تم کو مدد نہیں ملے گی۔ اور اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آ جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو اس نہایت اچھی (کتاب) کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے پیروی کرو۔ کہ (مبادا اس وقت) کوئی متنفس کہنے لگے کہ (ہائے ہائے) اس تقصیر پر افسوس ہے جو میں نے اللہ کے حق میں کی اور میں تو ہنسی کرتا رہا۔ یا یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھ کو ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا۔ یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے کہ اگر مجھے پھر ایک دفعہ دنیا میں جانا نصیب ہو تو میں نیکوکاروں میں ہو جاؤں۔ (اللہ فرمائے گا) کیوں نہیں میری آیتیں تیرے پاس پہنچ گئی تھیں مگر تو نے ان کو جھٹلایا اور شیخی میں آ گیا اور تو کافر بن گیا۔ (۳۹:۵۳ تا ۵۹)

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ
سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

تو صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور صبح و شام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔ (۴۰:۵۵)

هُوَ الۡحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادۡعُوۡهُ مُخۡلِصِیۡنَ لَهُ الدِّیۡنَ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶۵﴾

وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو اس کے لئے مخلص ہو کر اسی کو پکارو، ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔ (۶۵:۴۰)

وَ هُوَ الَّذِیۡ یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَ یَعۡفُوۡا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور (ان کے) قصور معاف کرتا ہے اور جو تم کرتے ہو (سب) جانتا ہے۔ (۲۵:۴۲)

وَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا وَ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡفُلۡکِ وَ الۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡکَبُوۡنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسۡتَوٗا عَلٰی ظُهُوۡرِهٖ ثُمَّ تَذۡکُرُوۡا نِعۡمَةَ رَبِّکُمۡ اِذَا اسۡتَوَیۡتُمۡ عَلَیۡهِ وَ تَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا کُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾

اور جس نے تمام قسم کے حیوانات پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو اور جب اس پر بیٹھ جاؤ پھر اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو اور کہو کہ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیرِ فرماں کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے۔ اور ہم اپنے پروردگار کی طرف ہی لوٹ کر جانے والے ہیں۔ (۴۳:۱۲ تا ۱۴)

فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَکُمۡ وَ مَثۡوٰىکُمۡ ﴿۱۹﴾

پس جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی اور اللہ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے واقف ہے۔ (۱۹:۴۷)

وَ اصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعۡیُنِنَا وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَ اِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ﴿۴۹﴾

اور تم اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو تم تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو اور جب اٹھا کرو تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔ اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کی تسبیح کیا کرو۔ (۵۲:۴۸ تا ۴۹)

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ ۙ وَ لَا یَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَیۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَ کَثِیۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۱۶﴾

کیا مومنوں کے لئے ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد سے اور (قرآن) جو (اللہ) برحق (کی طرف) سے نازل ہوا ہے اس کو سن کر ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو (ان سے) پہلے کتابیں دی گئی تھیں پر ان پر زمانہ طویل گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔
(۱۶:۵۷)

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِکۡرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۹﴾

شیطان نے ان کو قابو میں کر لیا ہے اور اللہ کی یاد ان کو بھلا دی ہے یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے اور سن رکھو کہ شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے۔ (۱۹:۵۸)

وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝١٠

اور (ان کے لئے بھی) جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ (۵۹:۱۰)

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝٢٢ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٢٣ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٢٤

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں بادشاہ (حقیقی) پاک ذات سلامتی دینے والا، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زبردست بڑائی والا، اللہ پاک ہے ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے۔ وہی اللہ (تمام مخلوقات کا) خالق، ایجاد و اختراع کرنے والا، صورتیں بنانے والا، اس کے سب نام اچھے ہیں، جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ (۵۹:۲۲ تا ۲۴)

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ اغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٥

اے ہمارے پروردگار! ہم کو کافروں کے لئے فتنہ (مشق ستم) نہ بنانا اور اے ہمارے پروردگار! ہمیں معاف فرما بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔ (۶۰:۵)

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ ۡ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝١

جو چیز آسمانوں میں اور جو چیز زمین میں ہے (سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہے، اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۶۴:۱)

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝١٠ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝١١ۙ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝١٢ۭ

اور میں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے لگاتار مینہ برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور (ان میں) تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔ (۷۱:۱۰ تا ۱۲)

وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ۙ

اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو۔ (۷۴:۳)

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ۙ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ۙ وَ الَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ۙ

(اے پیغمبر!) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو جس نے (انسان کو) پیدا کیا پھر (اس کے اعضاء کو) درست کیا اور جس نے (اس کا) اندازہ ٹھہرایا (پھر اس کو) رستہ بتایا۔ (۸۷:۱ تا ۳)

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَ اسۡتَغۡفِرۡهُ ؕؔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

جب اللہ کی مدد آ پہنچے اور فتح (حاصل ہو جائے) اور تم دیکھ لو کہ لوگ غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔ (۱۱۰:۱ تا ۳)

انسان کو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ وہ محض اللہ کی ایک مخلوق ہے، اس کی رضا اور اس کی رہنمائی کے آگے اپنے آپ کو جھکا دے اور کبھی بھی تکبر اور خودسری میں مبتلا نہ ہو۔ یہ ایک ایسی تصوراتی اور جذباتی کیفیت ہے جو ہمیشہ ذہن میں بنی رہنی چاہئے، اور ہر جگہ و ہر وقت انسان کے عمل وسلوک میں نظر آنی چاہئے۔ اس روحانی، نفسیاتی اور عقلی شعور اور ادراک کو اپنے اندر پروان چڑھانے اور بنائے رکھنے کے لئے انسان کو زبان سے اللہ کی بندگی کا اقرار اور اس کی حمد وثنا اور اس سے استغفار کرتے رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

نمازیں، دعائیں، ذکر اور تلاوت قرآن اس کا ذریعہ ہیں۔ نماز کی تمام حرکتوں میں یہ اذکار بندے کو کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اللہ کے سوا ہر ایک کی خدائی سے انکار (تحلیل)، اللہ کی عظمت و پاکی بیان کرنا (تسبیح)، اس کی بڑائی بیان کرنا (تکبیر) اور اس کی تعریف کا بیان (حمد) کے کلمے نماز میں پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر نماز کے بعد الگ سے بھی بندہ استغفار پڑھتا ہے، تکبیر پڑھتا ہے اور تسبیح و تحمید کرتا ہے، کہ اس کی تعلیم رسول کریم ﷺ نے دی ہے۔ اللہ کی یکتائی اور اس کی صفات کا خیال ذہن میں رکھنے کے لئے اللہ کے اسمائے حسنیٰ کا ورد بھی ایک اہم عمل ہے۔ رسول کریم ﷺ کی کچھ احادیث میں کچھ خاص اوقات یا حالات کے لئے کچھ مخصوص اذکار بھی بتائے گئے ہیں۔ جیسے نماز کے بعد کے کچھ خاص اذکار یا حج کے دوران کے کچھ خاص اذکار اور کلمے۔ آپس میں ملاقات اور گفتگو و بات چیت کے بعد بھی رخصت ہوتے وقت کے لئے دعا سکھائی گئی: **سبحانک اللھم و بحمدک اشھد الا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک** (ابوداؤد اور الحاکم فی المستدرک)

چوں کہ کامل ذات صرف اللہ کی ہے، انسان کامل نہیں ہے، اور وقتاً فوقتاً انسان سے بھول چوک اور غلطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں اس لئے اسے بار بار اللہ سے معافی اور مغفرت طلب کرتے رہنا چاہئے۔ اگر کوئی سنگین غلطی (بڑا گناہ) ہو جائے یا کچھ عرصہ تک انسان مستقل غفلت ولاپرواہی میں صراط مستقیم سے دور رہے تو حق بات کی طرف واپس آنا اور اللہ سے توبہ کرنا لازمی ہے، لیکن توبہ کا یہ عمل جتنی جلد ممکن ہو کر لینا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ موت کا وقت آ پہنچے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔ اگر دوسرے انسانوں کی حق تلفی کا یعنی حقوق العباد کی پامالی کا گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کے ساتھ ساتھ اس غلط عمل کی تلافی اور جو حق سلب کیا ہے اس کو واپس کرنا لازمی ہے۔ اور اگر عزت وآبرو کو نقصان پہنچایا ہے تو اس کا اعتراف کر کے اس کے لئے معافی مانگنا۔

قرآن نے توبہ کے سارے دروازے کھولے ہیں اور یقین دہانی کرائی ہے کہ اللہ کی رحمت اور فضل کی کوئی حد نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کوئی بھی گناہ معاف کر دیتا ہے اور برے عمل کے بدلے نیک عمل کرنے سے اس برائی کا گناہ جاتا رہتا ہے۔ سچی توبہ کا صلہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں لامحدود ہے اور انسان کے تصور سے پرے ہے: ''جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے'' [۲۵:۷۰]۔ یہاں تک کہ کسی قصوروار کی گرفتاری سے پہلے اگر اس کی توبہ اور اصلاح کا ٹھوس ثبوت مل جائے تو اس پر قانونی سزا بھی ہٹائی جا سکتی ہے [دیکھیں ۵:۳۳ تا ۳۴]

اسلامک پینل لاء کا عام اصول یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو جرمانہ اور سزا عائد کرنے کے بجائے توبہ اور اخلاق و عمل کی اصلاح پر زور دیا جائے۔

قرآن کی تلاوت

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

(یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کئے دیتے ہو حالانکہ تم (اللہ تعالیٰ کی) کتاب بھی پڑھتے ہو کیا تم نہیں سمجھتے؟ (۲:۴۴)

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو (ایسے) پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے تو یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں اور جو لوگ اس کو نہیں مانتے وہ خسارہ پانے والے ہیں۔ (۲:۱۲۱)

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا تو اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے۔ (۴:۸۲)

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (۷:۲۰۴)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول کے حکم پر چلو اور اُس سے روگردانی نہ کرو اور تم سنتے ہو۔ اور اُن لوگوں جیسے نہ ہونا جو کہتے ہیں کہ ہم نے (حکمِ الٰہی) سن لیا مگر (حقیقت میں) نہیں سنتے۔ (۸:۲۰ تا ۲۱)

وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾

اور تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی (اور) کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں اور تمہارے رب سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس (ذرّے) سے چھوٹی ہے یا بڑی، مگر کتابِ روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔ (۱۰:۶۱)

وَ لَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾

اور ہم نے تمہیں سات (آیتیں) جو (نماز میں) دہرا کر پڑھی جاتی ہیں (یعنی سورۂ فاتحہ) اور عظمت والا قرآن عطا فرمایا ہے۔ (۱۵:۸۷)

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے پناہ مانگ لیا کرو۔ کہ جو مومن ہیں اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں اُن پر اُس کا کچھ زور نہیں چلتا۔ اس کا زور اُنہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو رفیق بناتے ہیں اور اس کے (وسوسے کے) سبب (اللہ کے ساتھ) شریک مقرر کرتے ہیں۔ (۱۶:۹۸ تا ۱۰۰)

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۗ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

اور جب تم قرآن پڑھا کرتے ہو تو ہم تم میں اور ان لوگوں میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے حجاب پر حجاب کر دیتے ہیں۔ اور اُن کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں کہ اُسے سمجھ نہ سکیں اور اُن کے کانوں میں بوجھ پیدا کر دیتے ہیں اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ بدک جاتے ہیں اور پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ (۱۷:۴۵ تا ۴۶)

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۗ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾

(اے محمد ﷺ!) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی) نمازیں اور صبح کو قرآن پڑھا کرو کیونکہ صبح کے وقت قرآن پڑھنا موجب حضور (ملائکہ) ہے۔ (۱۷:۷۸)

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾

کہہ دو کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔ (۱۷:۸۸)

وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

اور اپنے رب کی کتاب کو جو تمہارے پاس بھیجی جاتی ہے پڑھتے رہا کرو، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور اس کے سوا تم کہیں پناہ کی جگہ بھی نہیں پاؤ گے۔ (۱۸:۲۷)

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۗ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کے سمجھانے) کے لئے ہر طرح کی مثالیں بیان فرمائی ہیں لیکن انسان سب چیزوں سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ (۱۸:۵۴)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۫ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۗ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے پیغمبروں میں سے فضل کیا (یعنی) اولاد آدم میں سے اور اُن لوگوں میں سے جن کو ہم نے نوح کیساتھ (کشتی میں) سوار کیا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا۔ جب اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدے میں گر پڑتے اور

روتے رہتے تھے۔ (۵۸:۱۹)

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾

اور ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح کے ڈراوے بیان کر دیئے ہیں تاکہ لوگ پرہیزگار بنیں یا اللہ ان کیلئے نصیحت پیدا کر دے۔(۱۱۳:۲۰)

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۫ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾

(کہہ دو کہ) مجھے یہی ارشاد ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کروں جس نے اس کو محترم (اور مقامِ ادب) بنایا ہے اور سب چیز اُسی کی ہے اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس کا حکم بردار رہوں۔ اور یہ بھی کہ قرآن پڑھا کروں تو جو شخص راہِ راست اختیار کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ رہتا ہے تو کہہ دو کہ میں تو صرف نصیحت کرنے والا ہوں۔ (۲۷:۹۱ تا ۹۲)

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

(اے محمد ﷺ!) یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے جانتا ہے۔ (۲۹:۴۵)

وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں؟ کہہ دو کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں۔ کیا ان لوگوں کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کیلئے اس میں رحمت اور نصیحت ہے۔
(۲۹:۵۰ تا ۵۱)

وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾

اور ہم نے ان (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ ان کو شایاں ہے یہ تو محض نصیحت اور قرآن مبین ہے۔(۳۶:۶۹)

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور کافر کہنے لگے کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور (جب پڑھنے لگیں تو) شور مچا دیا کرو تا کہ تم غالب رہو۔ (۴۱:۲۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾

جن لوگوں نے نصیحت اپنے پاس آنے کے بعد اس کو ٹھکرایا، اور وہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے۔ اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔(۴۱:۴۱ تا ۴۲)

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ
اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ
وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ
بَعِيْدٍ ۴۴

اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی (غیر عربی) زبان میں (نازل) کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں (ہماری زبان میں) کیوں کھول کر بیان نہیں کی گئیں؟ کیا (خوب کہ قرآن تو) عجمی اور (مخاطب) عربی؟ کہہ دو کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لئے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (یعنی بہرا پن) ہے اور یہ ان کے حق میں (موجبِ) نابینائی ہے گرانی کے سبب ان کو (گویا) دُور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔ (۴۱:۴۴)

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۲۴

بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔ (۴۷:۲۴)

وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۱۷

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟ (۵۴:۱۷)

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ
نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ
يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ
عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ
سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي
الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖؗ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا
تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ
خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۲۰

تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات قیام کیا کرتے ہو اور اللہ تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے معلوم کیا کہ تم اس کو نباہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی پس جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض اللہ کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں اور بعض اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا پڑھ لیا کرو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰ ادا کرتے رہو اور اللہ کو نیک (اور خلوصِ نیت سے) قرض دیتے رہو اور جو نیک عمل تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور صلے میں بڑھ کر پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگتے رہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۷۳:۲۰)

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۱۷ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ
قُرْاٰنَهٗ ۱۸ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۱۹

اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم اسے پڑھا کریں تو تم (اس کو سنا کرو اور) پھر اسی طرح پڑھا کرو۔ پھر اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔ (۷۵:۱۷ تا ۱۹)

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۲۰ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ
لَا يَسْجُدُوْنَ ۲۱

تو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے؟ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔ (۸۴:۲۰ تا ۲۱)

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (سارے عالم کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔

(۹۶:۱تا۵)

قرآن کریم اپنی مخصوص ترتیب وترکیب، اپنے مخصوص اسلوب اور مخصوص غنائیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو بندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری تفویض کی تھی۔ قرآن بتدریج نازل ہوا اور جیسے جیسے قرآن نازل ہوتا گیا اللہ کے رسولؐ اسے بندوں کو سناتے اور سمجھاتے رہے۔ یہ کوئی منظوم کلام نہیں ہے، لیکن یہ کوئی سادہ سی نثری تصنیف بھی نہیں ہے۔ اس کے الفاظ وآہنگ میں ایک ترنم ہے جو پڑھنے والے کو بھی مسرور کرتا ہے اور سننے والے کو بھی وجد میں لے آتا ہے اور اسی خصوصیت کی بنا پر اس کی تلاوت، اس کی سماعت اور اس کا حفظ کرنا بہت خوش کن اور آسان ہوتا ہے۔ قرآن کا پڑھنا اور سننا مسلمانوں کے لئے ایک عبادت کا عمل ہے۔

دن بھر کی پنج وقتہ نمازوں میں قرآن کی تلاوت کرنا ایک لازمی عمل ہے، تاہم یہ تعلیم دی گئی ہے کہ قرآن کو پڑھنا یا سننا جہاں تک آسان ہو وہیں تک اسے پڑھنا یا سننا چاہئے۔ یعنی جب تک طبیعت مسرور ومطمئن ہوتی رہے تب تک پڑھے یا سنے اور جب طبیعت میں کسل مندی یا گرانی محسوس ہونے لگے تو رک جائے۔ قرآن پڑھنے والے کے لئے لازم ہے کہ شروع کرتے وقت شیطان سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ مانگے کیوں کہ شیطان اپنے کام سے کبھی نہیں چوکتا اور جو مشن اس نے اپنے ذمہ لے لیا ہے اسے پورا کرنے میں ہر وقت لگا رہتا ہے۔ قرآن پڑھنے والا اپنے مستقل دشمن کی دشمنی کو ذہن میں رکھتا ہے اور اس کے وسوسوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے تا کہ قرآن سے ہدایت لیتے ہوئے وہ غلطیوں اور خطا کاریوں سے محفوظ رہے۔ جو شخص عبادت کی نیت سے قرآن کی تلاوت کرتا ہے اسے یکسو ہو کر اور تنہائی میں قرآن کی تلاوت کرنی چاہئے، اور سننے والا جب قرآن کی تلاوت سنے اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جائے اور پورے ادب واحترام اور توجہ سے اس کی سماعت کرے۔ قرآن پڑھنے اور سننے والے دونوں کو قرآن کے مطلب اور پیغام پر دھیان دینا چاہئے، محض قرائت کے انداز اور فن پر قناعت نہیں کرنی چاہئے۔ قرآن پڑھنے اور سننے والے کے لئے کچھ خاص مقامات پر سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ حالانکہ جو کوئی قرآن کو پوری توجہ سے پڑھتا یا سنتا ہے اور اس کے پیغام کو سمجھتا چلا جاتا ہے وہ اپنے آنسوؤں کو روک ہی نہیں پاتا۔

قرآن کا یہ اعجاز خود ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی صداقت کا ثبوت ہے کہ یہ ایسی کتاب ہے جو ہر مقام اور ہر زمانہ میں انسانی ذہن اور دل کو مخاطب کرتی ہے۔ یہ خود ہی معجزہ ہے اس معجزہ کے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور ایسے معجزہ کی ضرورت نہیں تھی جو مافوق الفطری انداز سے ظاہر ہو اور انسان کو وقتی طور پر مبہوت کر دے اور انہی لوگوں کو وہ دکھائی دے جو اس وقت سامنے موجود ہوں۔ قرآن کی تلاوت اور سماعت دونوں ایک عبادتی عمل ہے اور تعلیم وتزکیہ کا ایک ذریعہ ہے۔ قرآن میں عقیدہ، عبادت، اخلاقی قدروں اور قوانین کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے کہ یہ ساری تعلیمات ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ وپیوستہ رہتے ہوئے قرآن میں جامعیت کے ساتھ موجود ہیں اور ان میں ایک تصوراتی وصوتی ہم آہنگی ہے۔ قرآن میں تواتر کے ساتھ بیان ہونے والے قصوں سے انسان کی روحانی اور سماجی تاریخ سے آگہی ہوتی ہے۔ آدم وحوا کا اپنی جستجو میں ممنوعہ درخت کو چھونا اور پھر اس کے نتیجے میں ہمیشگی کی جنت سے نکل کر زمین کی محدود زندگی میں آنا، پھر ان کے

درمیان جنسی تعلق اور اولاد کی پیدائش کا سلسلہ۔ مغرور وسرکش شیطان کا آدم کی اولادوں کو بھٹکانا، حضرت آدم کے دو بیٹوں کے درمیان اپنی نذر کی قبولیت کے لئے جھگڑا اور تاریخ انسانی کا سب سے پہلا قتل، حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولادِ یعقوب میں اللہ کے رسولوں کا سلسلہ اور دوسری طرف حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب کا بالترتیب عاد و ثمود اور مدین کی قوموں میں نبی ہونا؛ یہ سب قدیم زمانے میں انسانی تاریخ کے اولین سنگ ہائے میل ہیں جو انسان کی روحانی، سماجی اور ثقافتی ارتقاء کا حال بیان کرتے ہیں۔ بعد کے زمانے میں حضرت موسیٰ سے حضرت عیسیٰ تک اور پھر محمد ﷺ کی نبوت کے مراحل آتے ہیں۔ موجودہ دنیا میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام کی موجودگی کے حوالے سے حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ ہمیں آخری اور اپنے زمانے سے قریبی زمانے کے پیغمبر ہونے کا احساس دلاتے ہیں۔

ان تینوں ابراہیمی مذاہب کی مشترک بنیادوں کے باوجود ان کے درمیان فرق اور ان کے الگ الگ عقائد و طور طریقے انہیں ایک دوسرے سے ممتاز کرتے ہیں۔ قرآن کا بیان ہے: ''تو ہم نے یہودیوں کے ظلموں کے سبب (بہت سی) پاکیزہ چیزیں جو ان کو حلال تھیں ان پر حرام کر دیں اور اس سبب سے بھی کہ وہ اکثر اللہ کے رستے سے (لوگوں کو) روکتے تھے'' [۴:۱۶۰]؛ ''اور (میں عیسیٰ) اُس تورات کی تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے (نازل ہوئی) تھی اور (میں) اس لئے بھی (آیا ہوں) کہ بعض چیزیں تم پر حرام تھیں، اُن کو تمہارے لئے حلال کر دوں اور میں تو تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں [۳:۵۰]؛ ''وہ (محمد ﷺ) انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو اُن کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں اور اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں'' [۷:۱۵۷]۔

مزید برآں، قرآن کا قاری یہ دیکھتا ہے کہ حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام اپنے خاندان یا قبیلے میں الگ تھلگ پڑ گئے اور جب قوم نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور انہیں بستی سے نکال دینے کی دھمکیاں دیں تو انھوں نے اپنی قوم کو اس دنیا کی زندگی میں فوری عذاب سے خبردار کیا اور اللہ سے انہیں سزا دینے کی دہائی دی: ''انہوں نے کہا کہ نوح اگر تم باز نہ آؤ گے تو سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔ نوح نے کہا کہ الٰہی! میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا۔ سو تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں ان کو بچا لے۔ پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ان کو بچا لیا۔ پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو ڈبو دیا'' [۲۶:۱۱۶ تا ۱۲۰]۔ ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا کہ دیوانہ ہے اور انہیں ڈانٹا بھی، تو انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ (بارِالٰہی) میں (ان کے مقابلے میں) کمزور ہوں، تو (ان سے) بدلا لے پس ہم نے زور کے مینہ سے آسمان کے دہانے کھول دیئے، اور زمین میں چشمے جاری کر دیئے تو پانی ایک کام کے لئے جو مقدر ہو چکا تھا جمع ہو گیا۔ اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی سوار کر لیا'' [۵۴:۹ تا ۱۳]؛ ''اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے (لا چکے) اُن کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لائے گا تو جو کام یہ کر رہے ہیں اُن کی وجہ سے غم نہ کھاؤ، اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے روبرو بناؤ اور جو لوگ ظالم ہیں اُن کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ ضرور غرق کر دیئے جائیں گے۔'' [۱۱:۳۶ تا ۳۷]؛

''اور جب ہمارا حکمِ (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے ہُود کو اور جو لوگ اُن کے ساتھ ایمان لائے تھے اُن کو اپنی مہربانی سے بچا لیا اور انہیں عذابِ شدید سے نجات دی'' [۱۱:۵۸]؛ ''جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو اور جو لوگ اُن کے ساتھ ایمان لائے تھے اُن کو اپنی

مہربانی سے بچا لیا اور اُس دن کی رسوائی سے (محفوظ رکھا) بے شک تمہارا رب طاقتور اور زبردست ہے"[۱۱:۶۶]؛ "تو جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس (بستی) کو (الٹ کر) نیچے اوپر کر دیا اور اُن پر پتھر کی تہہ بتہہ (یعنی پے در پے) کنکریاں برسائیں"[۱۱:۸۲]؛ "اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اُن کے ساتھ ایمان لائے تھے اُن کو تو اپنی رحمت سے بچا لیا اور جو ظالم تھے اُن کو چنگھاڑ نے آ دبوچا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے"[۱۱:۹۴]؛ "تو ہم نے سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا ان میں کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ ایسے تھے جن کو غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے"[۲۹:۴۰]۔

ان بدکار قوموں کو جس طرح فوری طور سے اللہ کی طرف سے سزا دی گئی اس کی بنسبت محمد ﷺ سے قوم کو عذاب دئے جانے سے متعلق جو کچھ کہا گیا وہ کچھ مختلف ہے: "لیکن اگر ہم تم کو (وفات دے کر) اٹھا لیں تو ان لوگوں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے، یا (تمہاری زندگی ہی میں) تمہیں وہ (عذاب) دکھا دیں جن کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے، یقینا ہم ان پر قابو رکھتے ہیں۔ پس تمہاری طرف جو وحی کی گئی ہے اس کو مضبوط پکڑے رہو بے شک تم سیدھے رستے پر ہو اور یہ (قرآن) تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے، اور (لوگو!) تم سے عنقریب پرسش ہوگی"[۴۳:۴۱ تا ۴۴]۔ قرآن اس بات پر زور دیتا ہے کہ قریش مکہ کے ظلم و ستم اور ان کے انکار کی وجہ سے قرآن کا پیغام نازل ہونا رک نہیں جائے گا اور نہ اس پیغام کے مکمل ہونے سے پہلے رسول کی وفات ہوگی کہ قرآن کا سلسلہ نزول رک جائے، نہ قرآن یقینی طور سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جھٹلانے والوں پر فوری طور عذاب نازل ہوگا۔ اس نے دوسرے متبادل کھلے رکھے ہیں اور رسول و مومنوں کو یہ ذہن نشیں کراتا ہے کہ یہ ایک کھلا اور مستقل پیغام ہے اور آنے والی نسلوں کو بھی اس پیغام کو سمجھنے اور قبول کرنے کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ یہ کسی ایک بند اور الگ تھلگ سماج کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ تمام زمانوں اور تمام مقامات کے لوگوں کے لئے کھلا ہوا ہے، اور اس پر سب سے پہلے ایمان لانے والے لوگ اس پیغام کی ابتداء میں ہی اسے حاصل کرنے کا ایک اعزاز رکھتے ہیں۔

اسی طرح یہ پیغام اور اس پر ایمان لانے والے لوگ بنیادی طور پر مستقل فطری قوانین کا سامنا کرتے ہیں اور برائی و ظلم کے مقابلے نیکی پر قائم رہنے کے لئے اپنی کوششوں پر بھروسہ کرتے ہیں: "اور تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اس شہر سے، جس کے رہنے والے ظالم ہیں، نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما"[۴:۷۵]؛ "جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتواں تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟"[۴:۹۷]؛ "اور کفار کے پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو جس طرح تم بے آرام ہوتے ہو اسی طرح وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں اور تم اللہ سے ایسی ایسی امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھ سکتے"[۴:۱۰۴]؛

"اگر تمہیں زخمِ (شکست) لگا ہے تو اُن لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے۔ یہ تو زمانوں کا الٹ پھیر ہے جنہیں ہم لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ تم پر یہ وقت اس لئے لایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے ایمان والے کون ہیں اور ان لوگوں کو چھانٹ لینا چاہتا تھا جو واقعی (سچائی کے) گواہ ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خالص (مومن) بنا دے اور کافروں کو نابود کر دے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بے آزمائش) جنت میں جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد

کرنے والوں اور ثابت قدم رہنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں‘‘ [۳: ۱۴۰ تا ۱۴۲]۔

انسان کے دل میں ایک اللہ پر اور اس کے انصاف و آخرت کی جزاء سزا پر ایمان کو راسخ کرتے ہوئے قرآن انسان اور اس دنیا کی زندگی کے درمیان تعلق کو اجاگر کرتا ہے اور دنیا میں اللہ کے جو مستقل قوانین جاری ہیں جن سے ہر ایک انسان بندھا ہوا ہے چاہے اس کا عقیدہ اور دین کچھ بھی ہو [۱۱: ۱۵؛ ۱۷: ۱۸ تا ۲۰]، ان کے حوالے دیتا ہے، اور اس حوالے سے ہر طرح کی غلط فہمی اور تضاد کو رفع کرتا ہے:
’’اگر اللہ چاہتا تو ان (حق کو جھٹلانے والوں اور مومنوں کو ستانے والوں) سے (خود) انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے‘‘ [۴۷: ۴]۔

حق و صداقت کے لئے انسان کی مستقل و سچی جستجو میں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی رہنمائی میں قرآن ایک حقیقی دوست اور واقعی ذریعہ ہے۔ قرآن کو پڑھنے والوں اور اسے سننے والوں کے لئے اس عمل میں ثواب اور تعلیم و رہنمائی دونوں مضمر ہیں۔

اللہ کے لئے نذر ماننا

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾

اور تم (اللہ کی راہ میں) جس طرح کا خرچ کرو یا کوئی نذر مانو تو اللہ اُس کو جانتا ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ (۲: ۲۷۰)

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿۷﴾

یہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہو گی خوف رکھتے ہیں۔ (۷۶: ۷)

اہل ایمان اللہ کی رضا کے لئے خود اپنی طرف سے صدقہ کا کوئی عمل کرنے کی نیت بھی کر سکتے ہیں جسے نذر کرنا یا نذر ماننا کہتے ہیں، اور یہ نیت محض اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور اپنی کسی خاص ضرورت کے لئے اللہ سے مدد مانگنے کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ کسی بھلائی کے حصول کے لئے یا کسی برائی، بیماری یا خطرے کے دور ہونے کے لئے نذر پہلے سے مانی جاتی ہے۔ نذر یا منت ماننے کا یہ سلسلہ اسلام کے پہلے سے ہی چلا آ رہا ہے: ’’(وہ وقت یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے رب جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے میں اُس کو تیری نذر کرتی ہوں، اُسے دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی، تو (اُسے) میری طرف سے قبول فرما تُو تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے‘‘ [۳: ۳۵]؛ ’’اور (اے مریم) اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہنا کہ میں نے اللہ کے لئے روزے کی منت مانی ہے تو آج میں کسی آدمی سے ہرگز کلام نہ کروں گی‘‘ [۱۹: ۲۶]۔ مشرکین عرب بھی اسلام کے آنے سے پہلے نذریں مانا کرتے تھے: ’’اور (یہ لوگ) اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں یعنی کھیتی اور چوپایوں میں اللہ کا ایک حصہ مقرر کرتے ہیں اور اپنے خیالِ (باطل) سے کہتے ہیں کہ یہ (حصہ) تو اللہ کا اور یہ ہمارے شریکوں (یعنی بتوں) کا‘‘ [۶: ۱۳۶]۔

اسلام اس بات کو پسند کرتا ہے کہ مومن بندہ بغیر کسی شرط کے کوئی اچھا عمل کرے یعنی کسی اچھے عمل کے ارادے کو پورا کرنے کے لئے کوئی شرط نہ رکھے [بحوالہ حدیث رسول، روایت کردہ بخاری و مسلم]، اس لئے نذر کی آیات (۷۶: ۷؛ ۲: ۲۷۰) کی تشریح مفسرین یہ کرتے ہیں کہ یہ اسلام کی رہنمائی میں چلنے کا (ہدایت کو اختیار کرنے کا) ایک وعدہ و عہد ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ’’جو کوئی اللہ سے کسی نیک عمل کی نذر مانے تو اسے پورا کرے، لیکن اگر گناہ کے کسی عمل کی قسم کھائے تو اسے پورا نہ کرے‘‘

[روایت: البخاری، ابن حنبل، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ]۔ کچھ دوسری احادیث میں (جو ابن ماجہ، ترمذی اور طبری نے نقل کی ہیں) نذر کو نفل عبادت یا صدقہ کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، چنانچہ جو کوئی کسی نیک عمل کا ارادہ کرے اور کسی سبب سے اسے پورا نہ کر سکے تو اسے اس کا کفارہ اسی طرح ادا کرنا چاہئے جس طرح کسی عہد شکنی کے لئے کرنا ضروری ہے [دیکھیں آیت ۵:۸۹]

❀ ❀ ❀

باب ششم

اخلاقی قدریں اور آداب

تعارف: اخلاق پیغام الٰہی کا جوہر خاص ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنا دین اور اپنی ہدایت انسانوں کے فائدے کے لئے بھیجی ہے۔ جو انسان اپنے خالق اور پروردگار کے آگے جھکتے ہیں اللہ ان کی رہنمائی کرتا ہے کہ وہ اپنی استعداد اور قوتوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر بروئے کار لائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھے انداز اور برتاؤ کے ساتھ پیش آئیں۔ اللہ تعالیٰ کسی نسل، قوم یا جنس وغیرہ سے کوئی بیر نہیں رکھتا نہ کسی کے حق میں طرف داری کرتا ہے، اس لئے اس کی ہدایت مطلقاً انصاف پر مبنی ہے۔ اپنے آپ کو صرف ایک الہ واحد کے آگے جھکانے اور اس کی بندگی کرنے سے انسان کو خودغرضی اور لالچ سے نجات ملتی ہے اور برتری اور کم تری دونوں کے طرح کے احساسات سے انسان بچتا ہے جو کہ الگ الگ طرح کی صورت حال میں انسان کے اندر پنپ جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک اللہ کی عبادت کرنے والا دیگر انسانوں سے اچھا تعلق اور رشتہ رکھتا ہے، اور دوسروں سے اچھا برتاؤ کر کے اللہ کی رضا حاصل کرنے کی آرزو رکھتا ہے، اور اس دنیا میں اپنے اعمال کے بدلے آخرت کے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہے۔

پہلے انسانی جوڑے کی تخلیق کے وقت ہی اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا دیا تھا کہ وہ اپنی ہدایت انسانوں کو بھیجے گا تا کہ وہ ڈر، لالچ اور مشکلات سے محفوظ رہیں [۲:۳۸ تا ۳۹؛ ۲۱:۲۳ تا ۲۴]۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے عمل سے ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ کی ہدایت انسان کو کس طرح ایک مثبت رویہ اختیار کرنے اور انسانوں کے ساتھ بہتر معاملہ کرنے کی تعلیم دیتی ہے اور خود گناہ گار و خطا کار انسان کو اس کی غلطی کا احساس دلاتی اور غلطی پر پچھتاوے اور رنج کو اس کے اندر پیدا کرتی ہے [۵:۲۷ تا ۳۱]۔ عرب میں قدیم زمانے میں آنے والے ایک پیغمبر نے اپنی قوم کو ناپ تول میں کمی اور بدعنوانی سے بچنے کی تعلیم دی تھی [۱۷:۸۵؛ ۱۱:۸۴ تا ۸۸]۔ قرآن میں بنی اسرائیل کو دی گئی تعلیمات کا جو ذکر ہوا ہے اس میں لازمی اخلاقی قدروں کا بیان ہے [۲:۸۳]، جو کہ بائبل میں مذکور دس فرامین میں بھی بیان کی گئی ہیں۔ قرآن کا قاری خود کو ان قدروں سے الگ نہیں پاتا [۶:۱۵۱ تا ۱۵۳؛ ۷:۳۳؛ ۱۶:۹۰ تا ۹۱؛ ۱۷:۲۳ تا ۳۸؛ ۲۵:۶۳ تا ۷۶ وغیرہ]۔ رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اپنی آمد کا مقصد یہ بیان کیا کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں [بخاری باب الادب، حاکم

مستدرک، بیہقی شعب الایمان]۔

قرآن میں اخلاقی قدروں کو انسان کی فطرت سے جوڑا گیا ہے جو کہ اللہ نے بنائی ہے [۳۰:۳۰؛ ۷۶:۳؛ ۹۰:۱۰؛ ۹۱:۷ تا ۱۰]۔ چوں کہ انسان اچھائی اور برائی کو خود اپنی عقل سے سمجھ سکتا ہے اس لئے قرآن میں اچھی باتوں کو المعروف (جانی پہچانی بات) کہا گیا ہے، اور برائی و بدی کو المنکر (قابل رد بات) کہا گیا ہے [۷:۱۵۷؛ ۳:۱۰۴، ۱۱۰؛ ۹:۷۱، ۱۱۲؛ ۲۲:۴۱]۔ یہ دونوں الفاظ نہ صرف محمد ﷺ کے پیغام میں استعمال ہوئے ہیں بلکہ دوسرے انبیاء کرام پر نازل ہونے والے اللہ کے کلام میں بھی نیز دوسرے انبیاء کی تعلیمات میں بھی استعمال ہوئے ہیں [۳:۱۱۴؛ ۵:۷۸ تا ۷۹]۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نبی بننے سے پہلے عربوں میں رائج شرافت اور عدل وانصاف کی باتوں کی تائیدوتوصیف کی تھی۔ آپ ﷺ حاتم طائی کی سخاوت کی تعریف کرتے تھے،۔ انسانوں کی حفاظت اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے شرفائے عرب کے درمیان ہونے والے معاہدہ 'حلف الفضول' کو بھی آپ خوشی سے یاد کرتے تھے اور آپ نے فرمایا تھا کہ آج بھی کوئی مجھے اس جیسے معاہدے کی طرف بلائے تو میں اس میں شامل ہوؤں گا [بروایت ابن حنبل]۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان، اللہ کے انصاف پر ایمان اور آخرت کی زندگی میں اعمال کی جزاوسزا پر ایمان انسانی اخلاق کی حفاظت کرتا ہے [۲:۱۷۷، ۲۰۴ تا ۹؛ ۳:۱۳۳ تا ۱۳۶؛ ۴:۳۶؛ ۶:۱۵۱ تا ۱۵۳؛ ۷:۳۳، ۸۵، ۱۵۷؛ ۱۱:۸۴ تا ۸۸؛ ۱۶:۹۰ تا ۹۷، ۱۰۵؛ ۱۷:۲۳ تا ۳۸؛ ۲۳:۱ تا ۱۱ وغیرہ]۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں واضح طور سے کہا گیا ہے کہ کوئی مومن جب زنا، چوری، شراب نوشی جیسے قبیح گناہ کرتا ہے تو اس وقت وہ ایمان اور تقویٰ کی حالت میں نہیں ہوتا [بروائت ابن ماجہ]۔ عبادت کے اعمال مومن کے اندر نیکی، اخلاق اور شرافت کو پروان چڑھاتے ہیں اور یہ چیز عبادت گزار کے عمل میں نظر آنی چاہئے [۲:۱۷۷؛ ۹:۵۴؛ ۲۹:۴۵؛ ۱۰۷:۱ تا ۷]۔ قانون اور ریاست کا کام بھی لوگوں کے اخلاق کی حفاظت کرنا ہے [۲۲:۴۱]۔ معروف کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا فرد کی، خاندان کی، سماجی گروپوں کی اور پورے سماج کی ایک بنیادی ذمہ داری ہے۔ ہر فرد سے یہ تقاضا ہے کہ وہ خود بھی معروف کام کرے اور منکرات سے بچے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرے، بشرطیکہ وہ ٹھیک سے سمجھتا ہو کہ منکر کیا ہے اور معروف کیا۔ اگر اظہار کی آزادی محفوظ نہ ہو تو مومن کو اپنے ذہن میں ہی یہ بات صاف طور سے رکھنا چاہئے کہ کیا عمل سنت کے مطابق ہے اور کیا نہیں [بروایت مسلم، ابن حنبل، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ]۔ قرآن میں حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت نقل کی گئی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان اور خاندان کے بڑوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں میں اخلاقیات کو فروغ دیں [۳۱:۱۷]۔ اس مقصد کے لئے سماجی تنظیمیں بھی بننا چاہئیں [۳:۱۰۴]، اور مجموعی طور پر پورے سماج پر سماج کو با اخلاق بنانے کی ذمہ داری ہے [۳:۱۱۰؛ ۴:۱۱۴]۔

اخلاقیات ایک لازمی چیز ہے، اور گواہی قبول کرنے میں، افسروں وعہدیداروں کو مقرر کرنے میں اور رسول اللہ کی احادیث کو بیان کرنے میں بھی اس کا پورا پورا لحاظ رکھنا چاہئے۔ قرن اول میں معروف کے حکم اور برائی سے روکنے کا فریضہ ادا کرنے کے لئے ایک سرکاری ادارہ حسبہ تھا جو گلیوں و بازاروں، دوکانوں، پارکوں وغیرہ کا معائنہ کرنے، انصاف اور عوام کی سلامتی کے تحفظ کے لئے، نظم ونسق کو بنائے رکھنے کے لئے، صحت کی حفاظت کے لئے اور شرافت واخلاق کی نگرانی کے لئے تھا۔ رسول اللہؐ کی احادیث اور آپ کی سیرت پاک اخلاق کے اعلیٰ ترین تصورات اور ان پر عمل کا نمونہ ہیں، اور قرآن کے مطابق خود نبیؐ ان خوبیوں اور خصلتوں کا مجسم نمونہ ہیں جنہیں اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے اللہ کے دین میں لوگوں کو نصیحت کی گئی ہے [۲:۱۲۳، ۲۸۳؛ ۳:۳۱، ۱۳۱ تا ۳۴؛ ۶:۵۲، ۱۵۹؛ ۹:۹۰، ۱۲۸؛ ۱۱:۸۸؛ ۱۸:۲۸؛ ۳۳:۲۱؛ ۶۰:۴ تا ۶؛ ۶۸:۴؛ ۸۰:۱ تا ۱۲؛ ۹۳:۶ تا ۱۱]۔ افراد، خاندانوں اور مختلف سماجی طبقوں میں اخلاق کی نشوونما اور

حفاظت کے لئے سماج میں اخلاق کے نمونے، اخلاقی روایات اور اخلاقی شعور ہونا لازمی ہے [۲:۰ ۱۴؛ ۳:۱۱۰؛ ۷:۱۶۴؛ ۱۱:۱۱۶ تا ۱۱۷؛ ۲۵:۴۷]۔ افراد اور خاص طور سے سماج کے سرکردہ لوگ، خاندان اور طبقے بھی سماج پر اسی طرح اپنا اثر رکھتے ہیں جس طرح سماج اپنے افراد پر اثر انداز ہوتا ہے [۵:۸۷ تا ۹۷، ۱۰۵؛ ۸:۲۵، ۹۲؛ ۱۱:۱۱۷؛ ۶۷:۱۷]۔ مختلف سماجی طبقے اور مختلف افراد ایک دوسرے سے میل جول کے ذریعہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں اور ایک دوسرے میں اللہ کے دین کے اخلاقی جوہر کی نشونما، حفاظت اور توسیع کرتے ہیں۔

اخلاقی قدریں

خاندان میں، پڑوس میں، سماج میں اور پوری انسانیت میں

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

(یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کئے دیتے ہو حالانکہ تم (اللہ تعالیٰ کی) کتاب بھی پڑھتے ہو کیا تم نہیں سمجھتے؟ (۲:۴۴)

کسی بھی اخلاقی تعلیم کے لئے یہ ایک بنیادی بات ہے کہ جو شخص دوسروں کو اخلاقی قدروں کی تلقین کرے وہ خود بھی ان پر عمل کرے کیوں کہ ''یہ اللہ کے نزدیک بہت ہی بری بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرو نہیں'' [۶۱:۳]۔ ایمان والوں کو اپنے عمل سے یہ ظاہر کرنا چاہئے کہ وہ لوگوں کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ زبان حال کو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے چاہے اس کی تعلیم، عقل اور شعور کی سطح کچھ بھی ہو، یہ زبان ہی زیادہ موثر اور متاثر کن ہے۔ کسی بھی اخلاقی درس یا درس دینے والے کا کوئی اعتبار اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک وہ تعلیم اور وہ قدریں خود اس کے اپنے انفرادی اور سماجی رویہ میں نظر نہ آئیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾

مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے؟ اللہ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔ (۶۱:۲ تا ۳)

سچے ایمان اور اخلاق کی بنیاد یہ ہی ہے کہ جس بات کی تبلیغ کی جائے اس پر عمل کیا جائے۔ یہ اخلاقی عنصر اور کلیہ مومن کے دل اور دماغ میں اللہ کے تقوے سے گہرائی کے ساتھ جما ہوا ہوتا ہے کہ اللہ ''آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینوں میں پوشیدہ ہیں (ان کو بھی)'' [۴۰:۱۹]۔ یہ رہنمائی اللہ کی تعلیم سے ملتی ہے جو ایمان کو محض ایک زبانی اقرار یا رسمی کلمہ بنا لئے جانے [۲:۴۴، ۱۷۴] اور خود کو یا دوسروں کو فریب دینے پر متنبہ کرتی ہے [۲:۲۰۴ تا ۲۰۷]، اور ہر ایک کو یہ یاد دلاتی ہے کہ اللہ حقیقت سے باخبر ہے اور اسے فریب نہیں دیا جا سکتا۔ یہ بالکل لازمی امر ہے کہ جو کوئی کچھ قدروں کی تبلیغ الفاظ سے کرے ان کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں عمل میں بھی لائے۔ انبیاء کرام کو ان قدروں کو برتنے کے لئے بھیجا گیا جن کی تبلیغ انھوں نے لوگوں سے معاملات کرنے میں کی، اور ان قدروں کا عملی نمونہ بننے کے لئے انھیں بھیجا گیا جس کی طرف انھوں نے لوگوں کو بلایا، اور اس طرح انھوں نے وہ روشنی دکھائی جس میں اللہ کا پیغام پڑھا گیا [۵:۱۵ تا ۱۶]۔ رسول اللہ کے اس کردار کو ان کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان الفاظ میں بیان کہ ''کان خلقہ القرآن'' (ان کا اخلاق گویا قرآن تھا)۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٨٣﴾

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا تو چند لوگوں کے سوا تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر کر پھر بیٹھے۔ (۸۳:۲)

اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کے ذریعے سے آنے والے دین میں اخلاقی تعلیمات تقریباً ایک جیسی ہی ہیں۔ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کا تقویٰ ہو اور تمام انسانی سرگرمیوں میں اللہ کی ہدایت کی پیروی کی جائے۔ یہ چیز والدین، رشتے داروں اور مدد کے طالب دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک میں نظر آنی چاہئے۔ تمام لوگوں سے نرمی سے بات کرنا چاہے وہ قریبی ہوں یا دور کے لوگ ہوں برابر سے سے ضروری ہے اور اسی طرح مہربانی کا سلوک کرنا بھی لازمی ہے۔ نماز اور زکوٰۃ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے مستقل تعلق بنائے رکھنے سے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ دل میں پروان چڑھتا ہے جس سے فرد اور سماج میں عام اخلاقی قدریں اور ہمدردی کو فروغ دینے میں زبردست مدد ملتی ہے۔ البتہ بہت سے لوگوں میں اللہ کے دین میں سکھائی گئی اخلاقی قدریں اور خوبیاں نہیں ہوتیں ،تاہم وہ شیخی بگھارتے رہتے ہیں وہ طویل عرصے سے اللہ کے بندے ہیں، یا کچھ رسمی انداز اختیار کئے رکھتے ہیں۔

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۟ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾

اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرے والوں کو (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اُن کے رب کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی سیدھے رستے پر ہیں۔

(۲:۱۵۵تا۱۵۷)

زندگی میں مشکلات، مسائل، لالچ اور دباؤ سے لوگوں کی آزمائش کی جاتی ہے۔ جو چیز انسان کو ہر حال میں توازن اور استحکام پر قائم رکھتی ہے وہ ہے اس بات کو یاد رکھنا کہ ''ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں'' [۲:۱۵۶]۔ اللہ اور آخرت پر ایمان مایوسی یا دل برداشتگی کی نتیجے میں ضائع ہونے والی انسان کی توانائی کو محفوظ رکھتا ہے۔ اللہ کے عبادت گزار بندے یہ جو انسانی توازن محسوس کرتے ہیں وہ اس دنیا میں ایمان کی ایک مخصوص برکت و نعمت ہے جو ان عبادت گزاروں کو اللہ کی نصرت، ہدایت اور رحمت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس ایمان کا صلہ آخرت میں تو تصور و گمان سے کہیں زیادہ ہے: ''کہہ دو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اپنے پروردگار سے ڈرو جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لئے بھلائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا''۔ [۳۹:۱۰]

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ

نیکی یہی نہیں ہے کہ تم مشرق یا مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور فرشتوں پر

الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

اور (اللہ کی) کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کرلیں تو اُس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں۔(۲:۱۷۷)

یہ آیت اس بات کا صاف اعلان ہے کہ اللہ اور اس کے دین کی نظر میں حقیقی نیکی اور صالحیت کا مطلب کیا ہے، اور سطحی انداز کی رسمی دین داری کے جال میں میں پھنسنے سے یہ خبردار کرتی ہے۔ نماز میں کسی خاص سمت کی طرف چہرہ کرلینا مومن کے لئے اس بات کی یاد دہانی ہوتا ہے کہ اپنے پورے وجود، اپنی توانائیوں، افکار اور اعمال کا رخ پوری طرح اللہ اور اس کی ہدایت کی طرف کرلیا جائے۔ نماز میں سمت کا مشرق یا مغرب میں ہونا خود اپنے آپ میں کافی نہیں ہے کیوں کہ تمام سمتیں تو اللہ تعالیٰ کی ہی ہیں[۲:۱۱۵، ۱۴۲]۔ حقیقی نیکی یہ ہے کہ اللہ اور روز آخرت پر سچے دل سے ایمان لایا جائے اور اس کے پیغام کو دل سے مانا جائے۔ ایسا حقیقی ایمان ہر وقت اور زندگی کے تمام شعبوں میں اپنے اثرات اور مضمرات رکھتا ہے۔ ایمان کا اظہار اعمال سے ہونا چاہئے اور اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ خود غرضی، لالچی پن کی اکساہٹ سے لڑا جائے، اس کے بجائے اپنے اموال و وسائل کو دوسرے ضرورت مندوں پر خرچ کیا جائے، خواہ ضرورت مند خود مانگے یا اس کی ضرورت از خود ہی نظر آئے یا کسی دوسرے ذریعہ سے علم میں آجائے۔

یہ بات اہم ہے کہ ضرورت مندوں میں ابن السبیل (مسافر) بھی شامل ہیں۔ یہ لفظ ان تمام لوگوں کے لئے ہے جو اپنے ایمان یا معاشی یا سیاسی اسباب سے اپنے گھر سے دور ہوں۔ قرآن اس پر زور دیتا ہے کہ اللہ کی زمین وسیع ہے اور کسی جگہ ظلم سہنے اور اپنے انسانی وقار و حقوق کو قربان کرنے کے بجائے انسان دوسری جگہ جاسکتا ہے[۴:۹۷، ۱۰۰؛ ۲۹:۵۶]۔ اپنا گھر اور وطن چھوڑنے پر مجبور کردئے جانے والے کسی شخص کی مدد و حمایت کی تعلیم متعدد آیات میں دی گئی ہے[۲:۱۷۷، ۲۱۵؛ ۴:۳۶؛ ۸:۴۱؛ ۱۷:۲۶؛ ۳۰:۳۸]۔

لوگوں کو غلامی سے آزاد کرانے کے لئے خرچ کرنا بھی کم اہم نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی آزادی کی حفاظت کرنا اسلام کے خاص مقاصد میں سے ہے جس کے لئے وہ تمام انفرادی، سماجی اور حکومتی کوششوں کو بروئے کار لاتا ہے تاکہ غلامی کی ناپسندیدہ صورت حال کو تبدیل کیا جائے جو اسلام کے سامنے تھی لیکن اسلام نے شروع نہیں کی تھی اور نہ اسلام نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ زکوٰۃ کی مد سے سرکاری خزانے میں آنے والی رقم لوگوں کو غلامی سے آزاد کرانے کے لئے بھی خرچ ہوتی تھی[۹:۶۰] مدد کے طالب یا ضرورت مند لوگوں پر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ اخلاق وسلوک کی دیگر قدریں بھی ہیں جو سچے ایمان کی عکاسی کرتی ہیں، جیسے کسی مشکل یا پریشانی یا خوف کی حالت میں صبر کرنا۔ نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی اللہ سے اور سماج میں دوسرے انسانوں سے تعلق کا ایک مستقل ذریعہ ہے جو تقویٰ، اخلاقیات اور اتحاد و اتفاق کو پروان چڑھاتا ہے۔ جو لوگ ان حقیقی خوبیوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں وہ واقعتاً صالح، نیک اور مقدس لوگ ہوتے ہیں، جب کہ وہ لوگ جو صرف رسمی عبادتیں کریں اور ان عبادتوں کے مقاصد کو پورا نہ کریں وہ سچے عابد و زاہد نہیں ہیں[۴:۷۷؛ ۲۲:۳۷؛ ۲۹:۴۵؛ ۱۰۷:۱ تا ۷]۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ
الْحَجِّ ؕ وَ لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا
وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَ اْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

(اے محمد ﷺ!) لوگ تم سے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) کہہ دو کہ وہ لوگوں کے لئے میقات (مقرر کرنے) اور حج کے (اوقات معلوم ہونے) کے لئے ہے اور نیکی اس بات میں نہیں کہ (احرام کی حالت میں) گھروں میں اُن کے پچھواڑے کی طرف سے آؤ بلکہ نیکوکار وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔ اور گھر میں اُن کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ نجات پاؤ۔ (۱۸۹:۲)

نیا چاند نظر آنے کو کوئی پراسرار اور مافوق الفطری بات سمجھنے کے بجائے ایک قدرتی منظر نامہ کے طور پر دیکھنا چاہئے۔ اسے سال کے ایک نئے مہینے کی شروعات کی علامت کے طور پر استعمال کرنا چاہئے۔ اسلام کے آغاز سے ہی عرب میں جہاں عام طور سے کھیتی باڑی نہیں ہوتی، چاند کو مہینوں کے شمار کی بنیاد بنایا گیا اور اب تک وہاں قمری کیلینڈر ہی چلا آرہا ہے۔ اسی طرح حج کی سالانہ عبادت قبل از اسلام کے زمانے سے ہی اسی قمری کیلینڈر کے حساب سے ہوتی تھی، اور وہ چار محترم مہینے جن میں لڑائی ممنوع تھی اسی قمری کیلینڈر سے ہی طے ہوتے تھے [۳۶:۹]۔ اب اسلام میں روزوں کا مہینہ اور سال کے دو تیوہار، نیز حج قمری سال کے مخصوص مہینوں میں ہی منعقد ہوتے ہیں۔

کائنات اور اس میں کارفرما نظم و قوانین سے متعلق کسی معاملہ کو ایک قدرتی منظر نامہ کے طور پر دیکھنا یا اس سے عملاً فائدہ اٹھانا ، جیسے ہم چاند کی روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور وقت کا اندازہ کرتے ہیں، اس قدرتی منظر نامہ سے ہمارے براہ راست تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی قدرتی مظہر یا منظر نامہ کو کسی پراسرار اور مافوق الفطری عمل کے طور پر دیکھا جائے تو یہ چیزوں کو جاننے اور سمجھنے کے معاملہ میں ایک غلط موقف ہے جس طرح یہ ایک غلط طریقہ ہے کہ گھر میں دروازے سے داخل ہونے کے بجائے کسی اور طریقہ سے کود پھاند کر داخل ہوا جائے۔ علاوہ ازیں، مذہبی فرائض کی بجا آوری کے لئے صرف ان کی شکل اور طریقے پر ہی توجہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کے حقیقی مقصد اور اس کے روحانی و اخلاقی فوائد نظر انداز ہو رہے ہیں۔ اس طرح قرآن انسانی ذہن کو توہمات اور رسمیات سے آزاد کرتا ہے۔ جب رسول اللہؐ کے صاحب زادے ابراہیم کی وفات کے بعد اتفاق سے سورج کو گرہن لگا تو بعض لوگوں نے اسے کائنات کے غمگین ہونے اور رسول کے غم میں شریک ہونے کی ایک علامت سمجھا۔ تب رسول اللہؐ نے صاف صاف فرمایا کہ ستارے اور سیارے اپنے متعین قوانین کے پابند ہیں، اور کسی انسان کی موت پر سورج کو گرہن نہیں لگتا [بروایت البخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ]۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ
اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ
رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ
خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا
حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو تو (منیٰ میں) اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (اللہ سے) التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں (جو دینا ہے) دنیا ہی میں عنایت کر اور ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت عطا فرمانا اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان

أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَ اللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝٢٠٢

کے کاموں کا حصہ (یعنی نیک اجر تیار) ہے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب لینے والا (اور جلد اجر دینے والا) ہے۔ (۲:۲۰۰ تا ۲۰۲]

قبائلی سماج میں کسی شخص کی خاندانی وابستگی کو ہمیشہ ذہن میں رکھا جاتا ہے، کیوں کہ فرد کو ایک اجتماعی وجود کا حصہ اور اپنے آبائی سلسلے کی توسیع سمجھا جاتا ہے۔علاوہ ازیں، اولاد اپنے والدین کے سب سے قریبی افراد میں شمار ہوتی ہے اور اپنے سلوک و رویے میں اپنے والدین کا نمونہ سمجھی جاتی ہے۔قرآن اللہ پر ایمان رکھنے والوں کو تاکید کرتا ہے کہ اللہ سے ان کا تعلق دوسرے کسی بھی تعلق سے زیادہ ہونا چاہئے اور اس بات کو ذہن میں پوری طرح واضح رکھنا چاہئے۔اس کے علاوہ، قرآن درج بالا آیات میں دو طرح کی قدروں کا ذکر کرتا ہے: ایک یہ ہے کہ صرف اس دنیا کی زندگی کے فائدوں کی ہی طلب رکھنا اور اس کے زیر اثر اپنے خاندان و قبیلے کی آن پر جمے رہنا، اور دوسری یہ کہ اس دنیا میں بھی بھلائی حاصل ہو اور آخرت کی زندگی میں بھی بھلائی حاصل ہو۔اللہ پر ایمان رکھنے والے لوگ اس دوسرے رویے کے حامل ہوتے ہیں، جبکہ پہلے والا رویہ انسان کو انانیت و خود پسندی اور محض مادی فوائد پر نظر رکھنے تک محدود کر دیتا ہے۔اللہ پر ایمان رکھنے والے سے یہ مطلوب نہیں ہے کہ وہ اس دنیا کی بھلائی و بہتری کو نظر انداز کرے، بلکہ اس سے یہ مطلوب ہے کہ آخرت کی ابدی زندگی کو بھول نہ جائے اور وہاں کے فوائد کو نظر انداز نہ کرے'' اور جو (مال) تمہیں اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کرو اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلاؤ اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو'[۲۸:۷۷]۔ایک صحیح اسلامی رویہ یہ ہے کہ اس دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے فوائد کے درمیان ایک متوازن رویہ رکھا جائے، اور یہی رویہ یہ طے کرتا ہے کہ اسلامی زندگی کی قدریں کیا ہیں۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝٢٠٤ وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ۗ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝٢٠٥ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۗ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝٢٠٦ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۗ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝٢٠٧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۗ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝٢٠٨ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝٢٠٩

اور کوئی شخص تو ایسا ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں تمہیں دلکش معلوم ہوتی ہے اور جو اُس کے دل میں ہے اس پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو (برباد) اور (انسانوں اور حیوانوں کی) نسل کو نابود کر دے، اور اللہ تعالیٰ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا۔اور جب اُس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے خوف کر تو غرور اُس کو گناہ میں پھنسا دیتا ہے، سو ایسے کو جہنم سزاوار ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔اور کوئی شخص ایسا ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے۔پھر اگر تم احکام روشن پہنچ جانے کے بعد لڑکھڑا جاؤ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ (۲:۲۰۴ تا ۲۰۹)

قول کی تائیداورتوثیق عمل سے ہونا چاہئے۔ حالانکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ کسی کی زبان سے بڑی موثر اوردل پزیر باتیں سنیں، اور اس کی نیت بھی ٹھیک ہوجس کا صحیح علم تو اللہ ہی کو ہوتا ہے، لیکن اس کے اعمال اس کے خوبصورت اقوال کے برخلاف ہوں اور وہ ہرجگہ بدعنوانی اورابتری میں مبتلا ہو۔ جب کبھی بھی کوئی ایسے فریبی اوراخلاق واقدار کے جھوٹے دعوے دارکواس کے قول اورعمل کے تضاد کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو وہ اورزیادہ اکڑنے لگتا ہے اور بدسلوکی پر اتر آتا ہے، لیکن ایسا شخص آخرکار آخرت کی زندگی میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اس طرح کے کرداراوررویہ کی ان آیات میں مذمت کی گئی ہے [نیز دیکھیں ۲:۴۴؛ ۶۱:۲ تا ۳]، کیوں کہ اس منافقت سے باتیں اورالفاظ بے مطلب ہوجاتے ہیں اورلوگوں کا بھروسہ ختم ہوجاتا ہے، خاص طور سے اخلاق اوراقدار کے معاملے میں۔ لیکن دوسری طرف ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جوخودکو پوری طرح اللہ کے سپرد کردیتے ہیں اوراللہ کی رضاجوئی میں لگے رہتے ہیں اوراس کا کوئی اظہار بھی نہیں کرتے۔ انسان کا مقصداصلی اورمکمل سکون واطمینان ہے جوکہ خودکو پوری طرح اللہ کے سپرد کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا؛ انسان کی سوچ میں، احساسات میں اورافعال میں مکمل سکون۔ ایسا شخص الگ الگ طرح کے لوگوں سے متضادشخصیت اورمتضادرویے کے ساتھ نہیں ملتا اور مختلف حالات میں قول وعمل کے تضاد کا شکارنہیں ہوتا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۶۱ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۲۶۲ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَاۤ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝۲۶۳

جولوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن (کے مال) کی مثال اُس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اُگیں اور ہرایک بالی میں سوسودانے ہوں اور اللہ جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے اور وہ بڑی وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ جولوگ اپنا مال اللہ کے رستے میں صرف کرتے ہیں پھر اُس کے بعد نہ اُس خرچ کا (کسی پر) احسان رکھتے ہیں اور نہ (کسی کو) تکلیف دیتے ہیں اُن کا صلہ اُن کے رب کے پاس (تیار) ہے اور (قیامت کے روز) نہ اُن کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جس خیرات دینے کے بعد (لینے والے کو) تکلیف دی جائے اُس سے تو نرم بات کہہ دینا اور (اُس کی بے ادبی سے) درگزر کرنا بہتر ہے۔ اور اللہ بے پرواا ور بُردبار ہے۔ (۲:۲۶۱ تا ۲۶۳)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶۴ وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ

مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کردینا جولوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو اُس (کے مال) کی مثال اُس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اُس پر زور کا مینہ برس کر اُسے صاف کر ڈالے، (اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کرسکیں گے، اور اللہ ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اور جولوگ اللہ کی خوشنودی حاصل

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ
جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ
فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ
وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ
الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖۚ
فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾ يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ
اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ
تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَ
اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ
الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً
مِّنْهُ وَ فَضْلًا ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾ ۖۙ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ
مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا
كَثِيْرًا ؕ وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾ وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ
مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَ
مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ
فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ يُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا

کرنے کے لئے اور خلوصِ نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو، (جب) اُس پر مینہ پڑے تو دُگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ بھلا تم میں کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور اس میں اُس کے لئے ہر قسم کے میوے موجود ہوں اور اُسے بڑھاپا آ پکڑے اور اُس کے ننھے ننھے بچے بھی ہوں تو (ناگہاں) اُس باغ پر آگ کا بھرا ہوا بگولہ چلے اور وہ جل (کر راکھ کا ڈھیر ہو) جائے! اس طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تا کہ تم سوچو (اور سمجھو)۔ مومنو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اُن میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور بُری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا کہ اگر وہ چیزیں تمہیں دی جائیں تو بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو اُن کو کبھی نہ لو، اور جان رکھو کہ اللہ بے پروا اور قابلِ ستائش ہے۔ (اور دیکھو) شیطان (کا کہا نہ ماننا وہ) تمہیں تنگ دستی کا خوف دلاتا اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے، اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے اور جس کو دانائی ملی بے شک اُس کو بڑی نعمت ملی، اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔ اور تم (اللہ کی راہ میں) جس طرح کا خرچ کرو یا کوئی نذر مانو اللہ اُس کو جانتا ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اگر تم خیرات ظاہراً دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور دو بھی اہلِ حاجت کو تو وہ خوب تر ہے اور (اس طرح کا دینا) تمہارے گناہوں کو بھی دور کر دے گا۔ اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) تم ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہو بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے، اور (مومنو) تم جو مال خرچ کرو گے تو اُس کا فائدہ تمہیں کو ہے اور تم تو جو خرچ کرو گے اللہ کی خوشنودی کے لئے ہی کرو گے، اور جو مال تم خرچ

تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

کرو گے وہ تمہیں پورا پورا لوٹا دیا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہ کیا جائے گا۔(اور ہاں تم جو خرچ کرو گے تو) اُن حاجتمندوں کیلئے جو اللہ کی راہ میں رُکے بیٹھے ہیں اور ملک میں کسی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتے (اور مانگنے سے عار رکھتے ہیں) یہاں تک کہ نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص اُن کو غنی خیال کرتا ہے اور تم چہرے سے اُن کو صاف پہچان لو (کہ حاجتمند ہیں اور شرم کے سبب) لوگوں سے (منہ پھوڑ کر اور) لپٹ کر نہیں مانگ سکتے اور تم جو مال خرچ کرو گے کچھ شک نہیں کہ اللہ اُس کو جانتا ہے۔ جو لوگ اپنا مال رات اور دن اور پوشیدہ اور ظاہر (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں اُن کا صلہ اللہ کے پاس ہے۔ اور اُن کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ غم۔ (۲:۲۶۴ تا ۲۷۴)

قرآن نے جو اخلاقی تعلیمات دی ہیں ان میں ایک انتہائی اہم اور لازمی بات یہ ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے اس میں سے وہ دوسروں پر خرچ کرے [۲:۳]، اپنے مال میں سے غریبوں کو دے، اپنے علم سے دوسرے ضرورت مند لوگوں کو فائدہ پہنچائے، اپنی توانائی اور طاقت سے دوسرے کمزور لوگوں کی مدد کرے وغیرہ وغیرہ۔ قرآن میں انفاق (دوسروں پر خرچ کرنے) کا حکم تقریباً ۵۰ بار آیا ہے، اور اہل ایمان کو خبردار کیا گیا ہے کہ مال جمع کر کے نہ رکھیں اور اسے غلط جگہ خرچ نہ کریں۔ کسی ایک شخص کی پر تعیش زندگی نہ صرف اس کے اپنے لئے تباہ کن ہوتی ہے بلکہ پورے سماج کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے [۲:۱۹۵؛ ۹:۳۴ تا ۳۵؛ ۱۱:۱۱۶ تا ۱۱۷؛ ۱۷:۱۶]۔ چنانچہ درج بالا آیات بتاتی ہیں کہ اللہ کی خاطر دوسروں پر خرچ کرنے سے دونوں جہاں میں بہترین بدلہ ہے، چاہے یہ خرچ (انفاق افراد پر ہو یا مجموعی طور سے پورے سماج پر)۔ کسی بھی صدقہ کا اجر سات سو گنا تک مل سکتا ہے یا اس سے بھی زیادہ [۲:۲۶۲]، جتنے لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے اس دنیا میں اس کے لحاظ سے بھی اور خود صدقہ کرنے والے کو مادی اور اخلاقی فوائد حاصل ہونے کی صورت میں بھی۔ اور آخرت کی ابدی زندگی میں اس کا اجر تصور و گمان سے بھی کہیں زیادہ ہے" (کیوں کہ) کوئی متنفس نہیں جانتا کہ اُن کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ اُن اعمال کا صِلہ ہے جو وہ کرتے تھے" [۳۲:۱۷]

اس عمومی بیان کے بعد ان آیات میں انفاق کے اخلاقی پہلوؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ دوسروں کی مدد بغیر کسی دکھاوے اور جتاوے کے ہونی چاہئے جس سے ضرورت مند کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے، اور ایسے انفاق کی مثال اس بات سے دی گئی کہ کوئی چٹان پر پیڑ اگانے کی کوشش کرے [۲:۲۶۲ تا ۲۶۵]۔ دوسری یہ کہ سماجی ضرورتوں کے لئے خرچ کرنے کو ناجائز آمدنی کے لئے آڑ نہ بنایا جائے، نہ بے کار اور ناقص چیزیں صدقے میں دی جائیں [۲:۲۶۷]؛ نیز دیکھیں ۳:۹۲؛ ۱۶:۶۲]۔ آدمی کو شیطان کے ان وسوسوں سے بچنا چاہئے کہ دوسروں پر خرچ کرنے سے وہ خود غریب ہو جائے گا [۲:۲۶۸]، کیوں کہ انفرادی اور سماجی مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور انہیں ایک دوسرے الگ نہیں کیا جا سکتا، اور سماج کو مضبوط کرنے سے خود فرد کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور آخر کار یہ اس کے اپنے حق میں مفید ہوتا ہے کیوں کہ اس پیداوار اور اس کے استعمال میں اضافہ ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ کم نظری اور ناعاقبت اندیشی فرد اور سماج

دونوں کا نقصان پہنچاتی ہے جب کہ فکر ونظر کو وسیع کرنے کا مطلب ہے کہ ذہن کی وسعت اور حکمت حاصل ہونا'' اور جس کو دانائی ملی بے شک اُس کو بڑی نعمت ملی'' [۲:۲۶۹]۔ چوتھی بات یہ کہ سماجی ضرورتوں پر خاموشی سے خرچ کرنا فرد کے اپنے اخلاق کے لئے بہتر ہے کہ اس سے بے نفسی اور بے لوث پیدا ہوتی ہے، لیکن اعلانیہ خرچ کرنا بھی ٹھیک ہے، اور دوسروں کو ترغیب دینے کے لئے کبھی کبھی یہ ضروری بھی ہوتا ہے [۲:۲۷۱، ۲۷۴؛ نیز ۳:۱۳۳ تا ۱۳۴؛ ۵۷:۲۱؛ ۸۳:۲۶]۔ پانچویں بات یہ کہ سماجی ضرورتوں کے لئے کیا جانے والا خرچ سبھی ضرورت مندوں تک پہنچے، چاہے ان کا مذہب اور عقیدہ کچھ بھی ہو، کیوں کہ سماج کے تئیں فرد کی ذمہ داری مجموعی ہے اور اسے کسی خاص مذہب، نسل یا جنس والے کسی خاص طبقے تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ سماجی حقوق کسی پر احسان برتنے کے طور پر نہیں ادا کرنا چاہئیں نہ کوئی دباؤ بنانے کے لئے دوسروں کو ان سے محروم کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں اسلام میں کسی تفریق کی اجازت نہیں ہے کیوں کہ لوگوں کو ہدایت کے راستے پر چلانا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے [۲:۲۷۲]۔ چھٹی بات یہ کہ پیسے کی ضرورت کسی کو عارضی طور پر بھی پڑ سکتی ہے کہ روزگار کے لئے کوئی اپنے گھر سے نکلا ہو، اللہ کی راہ میں نکلا ہو یا دشمنوں کے مظالم سے بچنے کے لئے نکلا ہو [۲:۲۷۳]۔ انفاق یعنی دوسرے ضرورت مندوں پر خرچ کرنا اسلام میں بنیادی اہمیت کا حامل فریضہ ہے، اور اس سے فرد و سماج کے اندر دیگر بہت سے اوصاف وخصائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ
قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰی
شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ
یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰۳ وَ لْتَكُنْ
مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ
عَظِیْمٌ ۝۱۰۵ۙ یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا
الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۫ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ
فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۱۰۶ وَ اَمَّا
الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ
فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۰۷ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ
بِالْحَقِّ ؕ وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝۱۰۸ وَ لِلّٰهِ مَا

اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور اللہ کی اُس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور تم اُس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اُس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔ اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔ اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور صاف صاف احکام کے آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا۔ جس دن بہت سے منہ سفید ہوں گے اور بہت سے منہ سیاہ، تو جن لوگوں کے منہ سیاہ ہوں گے (اُن سے اللہ فرمائے گا کہ) کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے؟ پس (اب) اس کفر کے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو۔ اور جن لوگوں کے منہ سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت (کے باغوں) میں ہوں گے اور اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تمہیں برحق پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اہلِ عالم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اور جو

فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ
الۡاُمُوۡرُ ﴿۱۰۹﴾ کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ
تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ
تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ ؕ وَ لَوۡ اٰمَنَ اَہۡلُ الۡکِتٰبِ لَکَانَ خَیۡرًا
لَّہُمۡ ؕ مِنۡہُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ اَکۡثَرُہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾

کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور سب کاموں کا رجوع (اور انجام) اللہ ہی کی طرف ہے۔ (مومنو! جتنی امتیں ہوئی ہیں ان میں) تم سب سے بہتر امت ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کے لئے بہت اچھا ہوتا۔ اُن میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔ (۳:۱۰۳ تا ۱۱۰)

تمام اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے درمیان آپس میں اتحاد اور اخوت مسلم سماج کی لازمی خوبی ہے اور یہ ایمان کا جزوِ لاینفک ہے، چنانچہ اہل ایمان سے کہا گیا ہے کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں [۳:۱۰۳] اور ''مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست'' بنیں [۹:۷۱]۔ لیکن اتحاد و اخوت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے درمیان اختلاف رائے نہیں ہوگا کہ یہ ایک فطری بات ہے، لیکن ان اختلافات کو قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں مخصوص آداب اور متعین طریقوں سے برتنا ہوگا۔ معروف کا حکم اور منکر سے روکنا فرد اور سماج دونوں کی ذمہ داری ہے جس کا تعلق ایمان سے ہے اور اس کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی [دیکھیں ۵:۷۸ تا ۷۹]، اور یہ مردوں وعورتوں دونوں کو انجام دینا ہے [۹:۷۱]۔ اس مقصد کے لئے جمع ہونے اور جڑنے کا حق، چاہے یہ عارضی بنیاد پر ہو یا مستقل ہو ہر فرد کو حاصل ہونا چاہئے جو جڑنا چاہتا ہو ایک ''ایسی جماعت (سے) جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے، معروف (باتوں و کاموں) کا حکم دے اور برائی سے روکے'' [۳:۱۰۴]۔

جو سماج اور قوم عقیدے اور اخوت کی بنیاد پر متحد ہو، جس کے افراد اور گروہ اچھائیوں کو قائم رکھنے، بہترین اخلاق و اعمال کو فروغ دینے اور برائیوں سے روکنے کے لئے متحرک ہوں وہ ''ایک بہترین امت ہے جو انسانیت (کی بھلائی اور خیر) کے لئے نکالی گئی'' ہے۔ یہ مقام ومنصب مسلمانوں کو اللہ نے محض ان کے ایمان کی وجہ سے یا مومنوں کی جماعت سے وابستہ ہونے کی وجہ سے نہیں بخش دیا ہے، بلکہ یہ مقام ومنصب اپنے انفرادی اور سماجی اعمال میں ایمان کی اخلاقی قدروں کو برتنے کی پرمشقت کوششوں سے اور سماج میں نظریاتی اور عملی یکجہتی کو برقرار رکھنے کی کوششوں کی بدولت قدرتی طور سے حاصل ہوتا ہے۔ مسلمان پیدائشی طور پر ''اللہ کی چہیتی قوم'' نہیں ہیں، نہ انہیں محض خالی خولی ایمان کے دعوے پر نجات مل جائے گی بلکہ جب وہ اتحاد و اخوت پر قائم رہیں گے اور انفرادی وسماجی معاملوں میں اخلاق پر قائم ہوں گے تبھی لائق تحسین ہوں گے۔

پچھلے نبیوں پر ایمان لانے والے لوگوں یا اہل کتاب کو یہ تاکید کی گئی تھی کہ ایمان کی اخلاقی قدروں کو اپنائیں کیوں کہ یہی حقیقی ایمان ہے اور ایمان کا اصلی جوہر ہے اور یہ نہیں کہا گیا کہ صرف محمدؐ کے دین پر ایمان لے آؤ ''اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کیلئے بہت اچھا ہوتا'' [۳:۱۱۰]۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر ایمان کی تصدیق یا تکذیب اسے اپنے اخلاق میں برتنے سے ہی ہوگی۔ کوئی شخص اگر یہ سمجھتا ہے کہ یہ دین اللہ کی طرف سے ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق فرماتے ہیں، تو اسے دین پر اور پیغمبر پر ایمان لانا ہوگا، لیکن اگر کوئی ایسا نہیں سمجھتا جب کہ ایسا سمجھنے کے لئے اسے کوئی نفسیاتی یا مادی لالچ یا افراد یا سماج کی طرف سے کوئی دباؤ نہ ہو، تو یہ بالکل فطری ہے کہ وہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر ایمان

نہ لائے، جب کہ یہ بہت ہی غیر اخلاقی رویہ ہے کہ دل اور دماغ میں تو ایمان ہو لیکن رویہ اور عمل اس کے برعکس ہو۔

اہل کتاب سے جو تقاضا کیا گیا وہ یہ کہ ایمان کی اخلاقی قدروں کو اپنائیں، اور جو اہل کتاب محمد ﷺ کے زمانہ میں عرب میں موجود تھے ان کے بارے میں کہا گیا کہ ان میں ایمان والے بھی ہیں لیکن زیادہ تر لوگ فاسق ہیں۔ یہ لوگ محمد ﷺ کے دین سے پہلے بھی ایسے ہی تھے، جیسا کہ موجودہ بائبل میں ہے، اور محمد ﷺ کے دین پر ان کا ایمان نہ لانا قرآن کے بیان پر موقوف نہیں ہے۔ یہ وہ بات ہے جس سے اللہ پر ایمان کی اخلاقی قدروں سے ان کی وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے، صرف محمد ﷺ کے پیش کردہ عقیدے پر ایمان نہ لانے کا ہی معاملہ نہیں ہے۔

آیت ۳:۱۱۰ کے اس مفہوم کی تائید بعد کی آیات [۳: ۱۱۳ تا ۱۱۵] سے ہوتی ہے: ''یہ بھی سب ایک جیسے نہیں ہیں، ان اہلِ کتاب میں کچھ لوگ (اللہ کے حکم پر) قائم بھی ہیں جو رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے اور (اُسکے آگے) سجدے کرتے ہیں۔ (اور) اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے اور اچھے کام کرنے کو کہتے اور بُری باتوں سے منع کرتے اور نیکیوں پر لپکتے ہیں اور یہی لوگ نیکوکار ہیں۔ اور یہ جس طرح کی نیکی کریں گے اُس کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہی۔''

یہ بات بہر حال ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اہل کتاب کے بارے میں یہ قرآنی بیانات بالعموم ان اہل کتاب کے بارے میں تھے جو اس وقت عرب میں مقیم تھے اور عرب ان کو جانتے تھے، نہ کہ وہ سارے اہل کتاب جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے یا پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن نے اہل کتاب کے انحرافات اور اپنے دین سے بے نیازی پر ان کی جو ملامت کی ہے وہ آج کے زمانے میں متعدد مقامات پر بسے مسلمانوں پر بھی صادق آتی ہے۔

وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۟ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۟ۙ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔ اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور بُرائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔ ایسے ہی لوگوں کا صلہ رب کی طرف سے بخشش اور باغ ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) وہ اُس میں ہمیشہ بستے رہیں گے اور (اچھے) کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے۔

(۳: ۱۳۳ تا ۱۳۶)

ان آیات میں اسلامی اخلاقیات کے کچھ لازمی اصول بتائے گئے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اچھے کاموں کے لئے ایک دوسرے سے مسابقت و مقابلہ مطلوب اور پسندیدہ ہے؛ مقابلہ انسانی فطرت میں شامل ہے اور اس کو صحیح سمت دینے کے لئے اس کی حدود متعین کی گئی

ہیں اور کس چیز میں مقابلہ جائز ہے یہ بتایا گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ رکھنے والا انسان بھی بہر حال انسان ہی ہے، اور اللہ پر ایمان لانے سے وہ کوئی فرشتہ نہیں بن جاتا ہے۔ اللہ کا تقویٰ رکھنے والا انسان بھی کبھی کوئی غلط کام کرسکتا ہے یا خود اپنے آپ میں غلط ہوسکتا ہے، لیکن جیسے ہی اس سے کسی غلطی کا صدور ہوتا ہے، تو وہ فوراً اللہ کی طرف پلٹتا ہے اور توبہ کرتا ہے اور اللہ سے اپنی غلطی کی معافی مانگتا نیز غلطی کی اصلاح کرتا ہے ''اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور بُرائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے'' [۳:۵ ۱۳]۔ غلطی یا گناہ سے زیادہ بد تر بات یہ ہے کہ آدمی اخلاقی طور پر بے حس ہو اور جان بوجھ کر مستقلاً غلطی یا گناہ پر کاربند رہے۔ رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث میں بتایا گیا کہ تمام انسان خطا کار ہیں لیکن سب سے اچھے خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرلیں [بروایت ابن حنبل، ترمذی، ابن ماجہ اور الحاکم]۔ جو لوگ اللہ کے معاملہ میں اتنے زیادہ حساس ہوتے ہیں ان سے مغفرت اور بخشش کا وعدہ کیا گیا ہے جب وہ توبہ کرلیں اور غلطی سے باز آجائیں، ''اور اللہ کے سوا کون معاف کرسکتا ہے؟'' [۳۹: ۵۳ تا ۵۴]۔ اللہ کا تقویٰ یا نیکی یہ نہیں ہے کہ محض کچھ باتوں کو مانا جائے یا کچھ رسموں پر عمل کیا جائے، بلکہ ہر طرح کے حالات میں اللہ کی ہدایت کو اپنانا اللہ کا تقویٰ ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے انسان کو اپنے مادی وسائل، علم اور توانائی کو اپنی وسعت و استعداد کے مطابق ان لوگوں پر خرچ کرنا چاہیے جو اس کے ضرورت مند ہوں، اور جب کسی کی غلط بات پر انہیں غصہ آئے تو وہ ضبط کریں اور قصور وار کو معاف کردیں۔ یہ خوبیاں اور اخلاقی رویہ اللہ پر ایمان اور تقویٰ کے جوہر اصلی کو ظاہر کرتی ہیں [نیز دیکھیں ۲:۷۷ ۱]، اور جو لوگ ان صفات کے حامل ہوتے ہیں ان کے لئے اللہ کی طرف سے اجر و صلہ اور اس کی نعمتیں تیار رکھی گئی ہیں۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب کرو گے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کردیں گے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے۔ (۴:۳۱)

اسلام ایک حقیقت پسندانہ معیاری تصور یا ایک معیاری حقیقت پسندی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام نے جو کچھ سکھایا ہے اسے ایک لازمی امر (مومنوں کے لئے) یا محض ایک سفارش کے طور پر (تمام انسانوں کے لئے) لیا جاسکتا ہے، اور جس چیز سے اسلام نے روکا ہے اسے ممنوع یا ناپسندیدہ مانا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ غلط کام بڑے یا چھوٹے دونوں طرح کے ہوتے ہیں اور اللہ کا فرمان ہے کہ: ''جو صغیرہ گناہوں کے سوا بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں تو بے شک تمہارا پروردگار بڑی بخشش والا ہے'' [۵۳:۳۲]۔ کچھ بڑے بڑے گناہوں میں بھی کچھ گناہ جیسے قتل یا زنا دوسرے گناہوں سے زیادہ سنگین ہوتے ہیں۔ کچھ قدیم مفسرین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے جن کاموں کا حکم دیا ہے یا جنہیں منع کیا ہے انہیں تین زمروں میں رکھا جاسکتا ہے: لازمی، ضروری اور مستحب [الموافقات: شاطبی]۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں اور گناہ کرنے کو اپنے لئے جائز مان لیا جائے۔ اللہ کا سچا تقویٰ رکھنے والا انسان کبھی کسی غلط کام کو اپنے لئے درست نہیں سمجھتا، اس کے برعکس وہ اپنی اصلاح کی طرف مائل ہوتا ہے [۲:۷۵]۔ مسلم فقہاء اور معلمین اخلاق نے مستقلاً اس بات پر بھی توجہ دلائی ہے کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں میں مبتلا رہنے سے آدمی کا اعتبار جاتا رہتا ہے اور ایسے آدمی کی شہادت قبول نہیں کی جاسکتی۔ مزید برآں، اس طرح سے سوچ لینا اور چھوٹے چھوٹے گناہ کرتے رہنے کو عادت بنالینا آدمی کو سنگین گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔

ایسا حقیقت پسندانہ موقف جو ہر چیز کو یا تو سفید یا کالے کی طرح نہیں دیکھتا، انسانیت کے ارتقاء میں بہت اہم ہے۔ یہ دنیا کی اس

زندگی میں صحیح راستہ کھولتا ہے اور آخرت میں لوگوں کی بڑی تعداد کے لئے اللہ کی طرف سے مغفرت اور اجر کا راستہ کھولتا ہے جن سے وقتاً فوقتاً غلطیاں ہوتی رہی ہوں گی اور آزمائش میں ناکام ہوئے ہوں گے، کہ سارے انسانوں کا معاملہ یہی ہے۔ کاملیت پسند لوگ جو بندگی کے ہر تقاضے پر پورا اترنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی حوصلہ افزائی اور تعریف کی گئی ہے اور آخرت میں ان کے لئے اعلیٰ درجے کے انعامات ہیں، لیکن انہیں یہ سکھایا گیا ہے کہ وہ دوسروں کو حقیقت پسندی کی نظر سے دیکھیں، جو کہ فطری طور پر لوگوں کی اکثریت پر مشتمل ہیں۔ مزید برآں، معیارِ مطلوب کے تعلق سے ایسا حقیقت پسندانہ طرزِ عمل ہمیشہ ایک تدریجی عمل کو آگے بڑھاتا ہے، بجائے اس کے کہ معیار کو چھو لینے پر زور دیا جائے، اور جو لوگ اس میں ناکام ہوں وہ مایوس ہو کر رہ جائیں۔ اگرچہ جو کوئی قصداً اور سوچ سمجھ کر گناہ (برے کام) کرے وہ اللہ کی طرف سے سخت پکڑ اور سزا کا مستحق ہے لیکن اللہ کی رحمت، اس کی ہدایت اور اس کا دامن مغفرت بہت وسیع اور لامحدود ہے [٦:٧ ١٤؛ ٧:١٥٦]۔

وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡـًٔا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ
اِحۡسَانًا وَّ بِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡجَارِ
ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡجَارِ الۡجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَ
ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا
یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ﴿۳۶﴾ الَّذِیۡنَ
یَبۡخَلُوۡنَ وَ یَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ وَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ
اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا
مُّہِیۡنًا ﴿۳۷﴾ وَ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ رِئَآءَ النَّاسِ وَ
لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ لَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ وَ مَنۡ یَّکُنِ
الشَّیۡطٰنُ لَہٗ قَرِیۡنًا فَسَآءَ قَرِیۡنًا ﴿۳۸﴾ وَ مَا ذَا عَلَیۡہِمۡ لَوۡ
اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقَہُمُ اللّٰہُ ؕ
وَ کَانَ اللّٰہُ بِہِمۡ عَلِیۡمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ
ذَرَّۃٍ ۚ وَ اِنۡ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفۡہَا وَ یُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡہُ
اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۴۰﴾

اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہم سایوں اور اجنبی ہم سایوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کہ اللہ تعالیٰ (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو (مال) اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اسے چھپا چھپا کے رکھیں اور ہم نے ناشکروں کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور خرچ بھی کریں تو (اللہ کے لئے نہیں بلکہ) لوگوں کے دکھانے کو اور ایمان نہ اللہ پر لائیں نہ روزِ آخرت پر (ایسے لوگوں کا ساتھی شیطان ہے) اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو (کچھ شک نہیں کہ) وہ بُرا ساتھی ہے۔ اور اگر یہ لوگ اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لاتے اور جو کچھ اللہ نے اُن کو دیا تھا اُس میں سے خرچ کرتے تو اُن کا کیا نقصان ہوتا اور اللہ اُن کو خوب جانتا ہے۔ اللہ کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا۔ اور اگر نیکی (کی) ہوگی تو اُس کو دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجرِ عظیم بخشے گا۔ (٤:٣٦ تا ٤٠)

اللہ کے دین میں اللہ پر ایمان اور اللہ کی عبادت کو عمل صالح (لوگوں کے ساتھ اچھے برتاؤ) سے جوڑا گیا ہے۔ ہر آدمی دوسرے لوگوں سے وابستہ ہوتا ہے۔ دوسروں سے اس تعلق کا سلسلہ والدین سے شروع ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ جو گھر اور خاندان میں اس سے قریب ترین ہوتے ہیں یا محلہ اور علاقے میں اس سے قریب تر ہوتے ہیں، جیسے پڑوسی جو رشتے دار بھی ہو سکتے ہیں اور غیر بھی۔ اس کے علاوہ مذکورہ

بالا آیات میں سے پہلی آیت ایک طرف اعزہ واقارب سے اچھا تعلق رکھنے کی تاکید کرتی ہے اور جو کسی کی بیوی (یا شوہر) بھی ہوسکتی ہے یا کوئی قریبی دوست بھی، نیز ساتھ میں کام کرنے والے، یا خدمت گار بھی ان میں شامل ہیں، (آزاد کردہ غلام بھی)۔ اسلام غلامی کو اصولی طور پر تسلیم نہیں کرتا ہے، البتہ اس نے اپنے ابتدائی زمانے میں کچھ ایسی مخصوص شرائط اور قوانین کے ساتھ غلام رکھنے کی اجازت دی جو غلاموں کی رہائی اور غلامی کے خاتمے کا باعث تھیں۔ انسانی مساوات، انصاف اور باہمی تعاون کی شرط لگائی، جنگ میں قید ہوکر آنے والوں کو ہی غلام کے طور پر رکھنے کی اجازت دی جب کہ غلاموں کی تجارت اور اغوا کاری کو ممنوع قرار دیا، رضا کارانہ طور سے یا لازماً غلاموں کی رہا کرنے کے اسباب وسیع کئے اور غلاموں کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرنے کی تعلیم دی جس طرح کا برتاؤ مالک خود اپنے لئے چاہتا ہے؛ ان تمام بندشوں اور تقاضوں نے غلامی کو بے مطلب بنا کر رکھ دیا۔ اگر ان تمام اسلامی احکامات واقدامات پر مکمل طریقے سے عمل کیا جاتا تو غلامی کا خاتمہ ہوگیا ہوتا۔

حسن سلوک کی تاکید صرف اپنے قریبی رشتے دار یا دوست کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ پورے سماج میں ہر اس شخص کے ساتھ حسن سلوک لازمی ہے جس سے فرد کو سابقہ پیش آئے، اور جو سماج میں احسان ورعایت کا ضرورت مند ہو جیسے یتیم ومساکین وغیرہ۔ یہ اہم بات ہے کہ اسلام نے مسافروں کو بھی جو اپنے گھر اور وطن سے دور ہوں اور کسی مشکل میں ہوں، ان لوگوں کی فہرست میں شامل کیا ہے جو حسن سلوک اور صدقہ وخیرات کے مستحق ہوتے ہیں۔ چوں کہ اسلام عالم گیریت اور پورے عالم میں نقل وحرکت کرنے کی تعلیم دیتا ہے [۹۷:۴، ۱۰۰؛۵۶:۲۹]، اس لئے یہ ان لوگوں کی مدد کی تعلیم دیتا ہے جو اس طرح کی مسافرت میں مشکلات سے دوچار ہوں۔

چوں کہ ضرورت مندوں پر خرچ کرنا اسلام کی ایک اخلاقی تعلیم ہے اس لئے دو طرح کے غیر اخلاقی رویوں کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے: ایک کنجوسی اور دوسرا دکھاوا۔ اگر چہ صرف اپنی سخاوت وفیاضی کے مظاہرے کے لئے ضرورت مند پر خرچ کرنے سے ضرورت مند کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، لیکن یہ خود اخلاقی لحاظ سے غلط اور اخلاق کے لئے نقصان دہ ہے، چاہے یہ انفرادی اخلاق کا معاملہ ہو یا سماج کے اجتماعی اخلاق کا معاملہ ہو۔ اللہ نیتوں سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے اور اپنے انصاف کے ترازو میں رتی برابر وزن کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ اس کی ہدایت کا مقصد اچھے اعمال کے ذریعے اخلاق اور تقویٰ کو فروغ دینا ہے، اور اخلاقی حس نیز تقویٰ کے ذریعے اچھے کام کرنے پر ابھارنا ہے بجائے اس کے کہ لوگ ایک دوسرے کینہ وحسد رکھیں اور ان میں آپس میں پھوٹ پڑے۔

وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۪ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾

کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں (نہیں) بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پاکیزہ کرتا ہے اور اُن پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ دیکھو یہ اللہ پر کیسا جھوٹ (طوفان) باندھتے ہیں اور یہی گناہ صریح کافی ہے۔ (۴۹:۴ تا ۵۰)

اللہ تعالیٰ کسی شخص یا کسی گروہ کو غیر مشروط اجازت نامہ نہیں دیتا کہ ''(نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو شخص برے عمل کرے گا اُسے اُسی (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار'' [۴: ۱۲۳]۔ اپنے مقدس ہونے یا اللہ کا چہیتا ہونے کا دعویٰ یا یقینی طور سے نجات پانے کا دعویٰ کرنے کی کوئی اجازت اللہ نے کسی کو نہیں دی ہے، ''یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں کہو کہ پھر وہ تمہاری بداعمالیوں کے سبب تمہیں عذاب

کیوں دیتا ہے؟ (نہیں) بلکہ تم اُس کی مخلوقات میں (دوسروں کی طرح کے) انسان ہو وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور (سب کو) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے' [۱۸:۵]۔ مسلمان بھی کبھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ وہ غیر مشروط طور پر اور ہمیشہ کے لئے تزکیہ حاصل کر چکے ہیں، ہر طرح سے مکمل ہیں اور اللہ کے چہیتے ہیں۔ وہ صرف اس بنیاد پر ''بہترین امت ہیں جو انسانوں کے لئے نکالی گئی ہے'' کہ ''نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں'' [۱۱۰:۳]۔ لیکن یہ بات کہ کسی مومن کو اپنے مقدس ہونے یا مقرب الی اللہ ہونے کا غرور نہیں کرنا چاہئے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ایک خاص مقام حاصل کرنے کے لئے درکار لیاقتوں کا اظہار نہیں کر سکتے۔ اس حوالے سے حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک اچھی مثال چھوڑی ہے۔ انھوں نے بادشاہ مصر سے کہا تھا: ''مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں۔'' [۵۵:۱۲]

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُن کے اہل لوگوں کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔
(۵۸:۴)

یہاں ایمان داری کو اس کی ہر شکل میں برتنے کی صاف ہدایات دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ جس کسی کو بھی کوئی امانت سونپی جائے، چاہے وہ کوئی راز کی بات ہو، کوئی رقم یا قیمتی چیز ہو، یا کوئی عہدہ اور ذمہ داری ہو، اسے پوری طرح محفوظ رکھنا چاہئے اور جب اسے اس کے اصل حق دار کو دینے کا وقت آئے تو اسے سونپ دینا چاہئے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس آیت کے دوسرے حصے میں اس شخص کو حکم دیا گیا جو لوگوں پر حکمراں بنایا گیا ہو، کچھ فریقوں کے درمیان تصفیہ کا ذمہ دار بنایا گیا ہو، یا کوئی بھی ذمہ داری کسی کو سونپی گئی ہو۔ انصاف ایک اخلاقی قدر اور ایک قانونی اصول ہے۔ تمام انسانی تعلقات میں اور انسانوں کے درمیان ہر طرح کے معاملات میں انصاف سے کام لینا ضروری ہے۔ خاندان میں بھی، زوجین کے درمیان، والدین اور بچوں کے درمیان، خود آپس میں بچوں کے درمیان، کنبہ اور خاندان کے درمیان، اور خاندان وقوم کے درمیان بھی، انصاف کا برتاؤ ضروری ہے۔ عوامی سطح پر انصاف سیاسی ہوسکتا ہے، انتظامی ہوسکتا ہے، سماجی واقتصادی ہوسکتا ہے، عدالتی ہوسکتا ہے اور بین الاقوامی ہوسکتا ہے۔ بعد والی آیت [۵۹:۴] خاص طور سے حاکم اور عوام کے درمیان تعلقات کے بارے میں ہے، اور اس بارے میں اس کتاب کے اگلے باب میں بحث کی گئی ہے۔ قدیم فقہاء نے اس بات پر زور دیا ہے کہ انصاف کو اس کے جامع تصور کے ساتھ بروئے کار لانا اور انسانوں کو نفع پہنچانا شریعت اسلامیہ کے خاص مقاصد ہیں۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو اس (کے ثواب) میں سے حصہ ملے گا اور جو بُری بات کی سفارش کرے اس کو اس (کے عذاب) میں سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔
(۸۵:۴)

قرآن مومنوں کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ ہر معاملہ میں جہاں تک ممکن ہو مثبت اور اخلاقی موقف اختیار کیا کریں۔ کسی واقعہ کا شاہد بننے والے کے اوپر یہ ذمہ داری آجاتی ہے کہ وہ گواہی دے اور حق بات بولے [۲۸۲:۲ تا ۲۸۳؛ ۱۱۲:۴، ۱۱۴، ۱۳۵؛ ۸:۵، ۱۶۰ تا ۱۶۸؛

۲۲:۰۳؛ ۲۵:۲۷؛ ۸۵:۲]۔مسلمانوں کواچھی باتوں کاحکم دینے اور بری باتوں سے روکنے والی امت بنایا گیاہے۔چنانچہ مومنوں سے کہا گیاہے کہ وہ اسلام کی اخلاقی اقدار کے دائرے میں خودکواچھے کاموں کے لئے پیش کیا کریں اورانصاف واچھائی کی تائید میں کھڑے ہوں۔مثال کے طور پر، خاندان میں یا قوم میں مصالحت کرانے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہےاوراس کام پر اجر کا وعدہ کیا گیاہے[۱۸۲:۲، ۲۲۴، ۱۲۸:۴؛۱:۸؛۹:۴۹ تا۱۰]۔لیکن بہت سے لوگ ایسے ہیں جوانسانی تعلقات کوبگاڑنے کا کام کرتے ہیں اوران کی بات یاان کے عمل سے جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔

وَ لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۚ﴿١٠٧﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ
النَّاسِ وَ لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ
يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿١٠٨﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۟ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾ وَ مَنْ يَّعْمَلْ
سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾ وَ مَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى
نَفْسِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١١١﴾ وَ مَنْ يَّكْسِبْ
خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ
بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾

اور جولوگ اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں اُن کی طرف سے بحث نہ کرنا کیونکہ اللہ خائن اور مرتکبِ جرائم کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ جب وہ راتوں کو ایسی باتوں کے مشورے کیا کرتے ہیں جن کو وہ پسند نہیں کرتا (تو اس وقت بھی) وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ ان کے (تمام) کاموں پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ بھلا تم لوگ دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے بحث کر لیتے ہو قیامت کو ان کی طرف سے اللہ کے ساتھ کون جھگڑے گا اور کون ان کا وکیل بنے گا؟ اور جو شخص کوئی بُرا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کر لے پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائے گا۔ اور جو کوئی گناہ کرتا ہے تو اُس کا وبال اُسی پر ہے اور اللہ جاننے والا (اور) حکیم ہے۔ اور جو شخص کوئی قصور یا گناہ تو خود کر بیٹھے لیکن اس کا الزام کسی بے گناہ پر لگائے تو اس نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔ (۱۰۷:۴ تا ۱۱۲)

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ
مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا
يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ
الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ
اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿١١٣﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ
اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ
النَّاسِ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ
فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١١٤﴾ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو ان میں سے ایک جماعت تم کو بہکانے کا قصد کر ہی چکی تھی اور یہ اپنے سوا (کسی کو) بہکا نہیں سکتے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اور اللہ نے تم پر کتاب اور دانائی نازل فرمائی ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم نہیں جانتے تھے ، اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ ان لوگوں کی اکثر خفیہ مشاورت میں کوئی خیر کی بات نہیں ہوتی الا یہ کہ کوئی خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں صلح کرنے کے لئے سرگوشی کرے ، اور جو ایسے کام اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرے گا تو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔ اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور

الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اُسے اُدھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔ (۴:۱۱۱ تا ۱۱۵)

یہ بات کہ انسان خود اپنے ساتھ خیانت کرتا ہے، قرآن کی اخلاقی ہدایات کے بیانات میں ایک لازمی عنصر ہے۔ خودفریبی، نفس پرستی، انانیت، ناعاقبت اندیشی، لالچ اور دوسری اخلاقی خرابیاں ایک بے چیدہ اخلاقی بیماری بن جاتی ہیں۔ ایسی خرابیوں میں مبتلا شخص کی وکالت کرنے سے یہ بات صادق آتی ہے کہ دوسرے لوگ دھوکے میں ہیں اور بات کی تہہ تک نہیں پہنچ پا رہے ہیں۔ جو لوگ خود اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں وہ کھل کر نہیں بولتے؛ وہ خفیہ منصوبہ بندی کرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے کس طرح سے پیش آنا ہے۔ اس طرح کی دوہرے پن کی زندگی سے انسان خود اپنی وقعت اور اعتبار کھو بیٹھتا ہے، اور مستقل خودفریبی میں مبتلا رہنے سے انسان کی اصلیت فنا ہوجاتی ہے۔ اس طرح کا فریب کار شخص اپنے قصوروں کا اعتراف نہیں کرتا اور دوسروں پر الزام دھر کر غیر اخلاقی رویے کا مرتکب ہوتا ہے اور اس طرح جھوٹ اور بزدلی سے کام لیتا ہے۔ اس طرح جو کوئی اپنے آپ کو اور دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے وہ ان برائیوں میں دن بہ دن دھنستا چلا جاتا ہے۔ ایسی خودفریبی اور فریب کاری کے خلاف قرآن سخت الفاظ میں متنبہ کرتا ہے

یہ بڑی اہم بات ہے کہ جس موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں وہ بعض روایتوں کے مطابق، یہ موقع تھا کہ کچھ عربوں نے جو اسلام قبول کرچکے تھے ایک بے قصور یہودی پر چوری کا الزام لگایا تھا۔ اس موقع کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت دینے کے لئے استعمال کیا کہ محض افواہوں سے انصاف کے تقاضوں کو پامال نہیں کیا جاسکتا اور ان لوگوں کے مقابلے پر جو خودفریبی میں مبتلا ہیں انصاف کے تقاضوں کو کس طرح پورا کیا جائے۔ دوسری طرف قرآن ان لوگوں کی تصویر پیش کرتا ہے جو خود کو مثبت سرگرمیوں میں لگاتے ہیں اور کھل کر کام کرتے ہیں، اور اس طرح سماج میں خیر سگالی اور بھلائیوں کو عام کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے کٹ جانے والے لوگوں کے درمیان مصالحت کراتے ہیں [۴:۱۱۴]۔ اس طرح کے سماجی اور اخلاقی کارکن جو اللہ کی توفیق سے یہ سب کرتے ہیں ان کی تعریف کی گئی ہے اور آخرت میں وہ اجرِ عظیم سے نوازے جائیں گے۔

مندرجہ بالا آیات میں اسلام کی اخلاقی اور قانونی تعلیمات سے متعلق ایک اور عظیم بات کہی گئی ہے۔ اخلاق اور قانون کی بنیادی باتوں کو حالانکہ انسانی عقل اور شعور سے سمجھا جاسکتا ہے لیکن اس کے لئے مخصوص ضابطے وضع کرنا چاہئیں اور عوام کو بتائے جانے چاہئیں تاکہ ایک سچی اخلاقی اور قانونی ذمہ داری کی بنا پڑ سکے۔ اللہ کی ہدایت اتنی واضح اور متعین انداز میں معلوم ہونی چاہئے کہ وہ اس پر عمل کرنے کے ذمہ دار بن سکیں [۴:۱۱۵]۔ اس ہدایت کے خلاف ورزی کا قصور اس تعلیم کو عوام تک پہنچانے کے بعد ہی عائد ہوسکتا ہے کیوں کہ اسی صورت میں یہ طے ہوسکتا ہے کہ خلاف ورزی کا مرتکب شخص جان بوجھ کر اور قصداً رسولؐ اور رسول کے امتیوں کے راستے سے انحراف کررہا ہے۔ اسلامی اخلاقیات میں یہ اہم اصول اسلامی سماج کے تمام تعلیمی اداروں یعنی خاندان، کالج و مدارس، مسجد اور تزکیہ و تربیت کے دیگر تمام مقامات، ابلاغ عامہ (ماس میڈیا) اور حکومت وغیرہ پر یہ اہم ذمہ داری ڈالتا ہے۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾

(نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو شخص بُرے عمل کرے گا اُسے اُسی (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔ (۴:۱۲۳)

قرآن کے مطابق، فیصلے کے دن ہر فرد کا محاسبہ اس کی اپنی استعداد کے مطابق ہوگا[۱۹:۸۰ تا ۹۵]۔ کسی بھی عقیدے والی کسی خاص جماعت کے لئے کوئی مخصوص رعایت نہیں ہے، حتیٰ کہ حق وصداقت میں یقین رکھنے والوں کی جماعت کے لئے بھی، کیوں کہ ایک حقیقی ایمان انسان کے ارادوں اور اعمال یا اس کی داخلی اور خارجی کیفیت پر اثر انداز ہوتا ہے اور یہ چیز اللہ کے فیصلے اور جزا میں ایک فیصلہ کن عنصر ہوگی۔ چنانچہ اللہ کی ہدایت میں نیت اور اعمال برابر سے مطلوب ہیں اور انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا[قرآن کی متعدد آیات میں ایمان اور عمل صالح کے باہمی تعلق کو ملاحظہ فرمائیں: مثلاً ۲:۲۵، ۶۲، ۸۲؛ ۳:۵۷؛ ۵:۶۹؛ ۱۶:۹۷؛ ۱۸:۳۰، ۸۸، ۱۰۷؛ ۳۴:۳۷، ۴۰؛ نیز دیکھیں ۷:۴۲؛ ۹:۹۴، ۱۰۵؛ ۱۰:۱۴؛ ۱۶:۳۲؛ ۳۶:۵۴؛ ۴۲:۱۵؛ ۹۹:۷ تا ۸]۔ ان آیات میں اللہ کی ہدایت پر ایمان رکھنے والے تمام لوگوں کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا وہ اہل کتاب جو سابقہ کتب آسمانی پر ایمان رکھتے ہیں، خبردار کیا گیا ہے کہ وہ محض اپنی گروہی شناخت کی بنیاد پر اپنی اجتماعی نجات یا انعام کے دعوے دار نہ بنیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ﴿۱۴۰﴾

جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر کفر میں بڑھتے گئے اُن کو اللہ نہ تو بخشے گا اور نہ سیدھا رستہ دکھائے گا۔ (اے پیغمبر) منافقوں (یعنی دورُخے لوگوں) کو بشارت سنا دو کہ اُن کے لئے دردناک عذاب (تیار) ہے۔ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا یہ اُن کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔ اور اللہ نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے اور اُن کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں اُن کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہوجاؤ گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

(۴:۱۳۷ تا ۱۴۰)

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ وَ اِذَا

جو تم کو دیکھتے رہتے ہیں اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو (فتح) نصیب ہو تو (اُن سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے اور تم کو مسلمانوں (کے ہاتھ) سے بچایا نہیں؟ تو اللہ تم میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا۔ منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اُس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ تو خود انہیں دھوکے میں رکھے ہوئے ہے۔ اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سستاتے ہوئے، لوگوں کو دکھانے

قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا
يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ
اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾
اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَ لَنْ
تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ
اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا
عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

کے لئے، اور اللہ کو تو یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم۔ بیچ میں پڑے لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ اُن کی طرف، اور جس کو اللہ تعالیٰ بھٹکائے تو تم اُس کے لئے کبھی بھی رستہ نہ پاؤ گے۔ اے اہلِ ایمان! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لو؟ کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم اُن کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔ ہاں جنھوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور اللہ (کی رسی) کو مضبوط پکڑا اور خاص اللہ کے فرماں بردار ہو گئے تو ایسے لوگ مومنوں کے زمرے میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ عنقریب مومنوں کو بڑا ثواب دے گا۔ (۴:۱۴۱ تا ۱۴۶)

جو لوگ مسلمان ہونے کا دکھاوا کرتے ہیں جب کہ وہ اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان کے خلاف لگاتار خفیہ طریقے سے سرگرم رہتے ہیں ان کو قرآن میں بے نقاب کیا گیا ہے اور ان کی مذمت کی گئی ہے [۲:۸ تا ۲۰؛ ۴:۸۸ تا ۹۱؛ ۹:۴۲ تا ۵۹، ۶۱ تا ۶۹، ۷۳ تا ۹۸، ۱۰۱، ۱۰۷ تا ۱۱۰، ۱۲۴ تا ۱۲۵؛ ۲۴:۴۷ تا ۵۰؛ ۳۳:۱۲ تا ۲۰، ۶۰ تا ۶۲؛ ۴۷:۲۰ تا ۳۲؛ ۴۸:۶، ۱۵ تا ۱۶؛ ۵۸:۱۴ تا ۱۹؛ ۵۹:۱۱ تا ۱۲؛ ۶۰:۱ تا ۶؛ ۶۳:۱ تا ۱۱]۔ منافقت انفرادی طور پر انسان کے اپنے لئے مہلک ہے کہ منافق انسان بے ایمانی سے اور چھپ چھپا کر کام کرتا ہے اور ساتھ ہی یہ پورے سماج کے لئے بھی تباہ کن خرابی ہے۔ منافقت کا یہ مرض مدینے میں بڑی سنگین شکل اختیار کر گیا تھا کیوں کہ اس وقت مسلمانوں کو کسی قدر اقتدار اور طاقت حاصل ہو گئی تھی اور ان کی ایک شہری ریاست قائم ہو گئی تھی۔ مسلمانوں کے داخلی دشمن مدینہ میں ان کی اس مقبولیت کو نہیں روک پائے تھے اس لئے انھوں نے خود بھی مسلمان ہونے کا چولہ اوڑھ لیا تھا حالانکہ اندر ہی اندر وہ اسلام کے دشمنوں کی مدد کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ قرآن نے دشمنوں کے ساتھ ان کی ساز باز کو اجاگر کیا [۵۹:۱۱ تا ۱۲]، اور اس طرح ان کے دورخے پن اور موقع پرستی کو واشگاف کیا۔ ایسے لوگوں کو قرآن نے ان لوگوں سے بھی بدتر قرار دیا جو کھل کر اسلام کا انکار کر رہے تھے اور کفر پر قائم تھے [۴:۱۳۷ تا ۱۴۵]، ان کی بزدلی، فریب کاری اور جھوٹ کو نمایاں کیا [۹:۴۲ تا ۵۲]، اور مسلمانوں کو خبردار کیا کہ ان پر بھروسہ نہ کریں اور جو کچھ وہ دکھاوا کرتے ہیں انہیں ویسا نہ مانیں [۹:۴۲ تا ۴۳، ۵۶ تا ۵۷، ۶۲، ۶۴ تا ۶۸، ۸۳، ۸۶ تا ۸۷، ۹۳ تا ۹۸، ۱۰۱؛ ۴۷:۲۰ تا ۳۲؛ ۶۳:۱ تا ۶]۔ یہ داخلی دشمن مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے کھل کر بھی سامنے آ گئے تھے اور انھوں نے خود اپنی الگ سے ایک مسجد بنالی تھی جہاں یہ سازشیں کرنے کے لئے ایک دوسرے سے ملتے تھے [۹:۱۰۷ تا ۱۱۰]۔

منافقین کی پہچان اگرچہ ان کے بعض اعمال اور حرکتوں سے ہو جاتی ہے [۴۷:۲۹ تا ۳۰] لیکن قرآن نے ان کو صرف متنبہ ہی کیا [۳۳:۶۰ تا ۶۲] کیوں کہ اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کے مفاد میں شاید یہ نہیں تھا کہ جنگ کا ایک محاذ ان لوگوں کے خلاف کھولا جائے جو خود کو مسلمان دکھا رہے تھے جب کہ ان کے دل میں ایمان نہیں تھا۔ علاوہ ازیں اسلام کے نظامِ انصاف کا تقاضا بھی یہ ہے کہ کسی

کے خلاف فیصلہ اور کارروائی کے لئے ٹھوس شہادت ضروری ہے جب کہ ان لوگوں کے خلاف کوئی ٹھوس شہادت فراہم کرنا تقریباً ناممکن ہے جو اوپر سے تو مسلمان ہونے کا مظاہرہ کرتے ہوں اور مومنوں کے ساتھ شامل ہوں لیکن ان کے دل میں نفاق اور فریب چھپا ہوا ہو۔ اس طرح کے حالات کا لحاظ کرتے ہوئے قرآن منافقین کو یہ موقع دیتا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں اور ایمان پر قائم ہوں [۴:۱۴۶ تا ۱۴۷]۔ اللہ کے دین میں انسان کے اندر تبدیلی کے امکان کو خارج نہیں رکھا گیا ہے حالانکہ قرآن کی تقریباً ۱۵۰ آیتوں میں منافقت اور منافقوں کی مذمت کی گئی ہے اور ان کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو اعلانیہ بُرا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو اور اللہ (سب کچھ) سنتا (اور) جانتا ہے۔ (۴:۱۴۸)

اس آیت میں قرآن اسلام کے نظام انصاف کے ایک عام اصول اور اخلاقی ضابطے کو بیان کرتا ہے اور ''مومنوں میں بے حیائی (یعنی تہمت کی خبر، بدکاری) پھیلانے'' [۲۴:۱۹] والوں کو متنبہ کرتا ہے۔ کسی کے خلاف کوئی الزام لگانے والا جب اپنے الزام کو ثابت نہیں کرتا تب تک وہ اس الزام کو لوگوں کے سامنے بیان نہیں کر سکتا کیوں کہ اس صورت میں خود الزام کی تشہیر کرنے والا بے حیائی پھیلانے کا مرتکب ہوگا۔ اس آیت میں دوسروں کے خلاف عوام میں بے پرواہی کے ساتھ کوئی بھی بات کہہ دینے کی ممانعت بے حیائی کی ممانعت سے بھی زیادہ سخت انداز میں کی گئی ہے۔ اس تنبیہ کو چاہے قانون کی شکل دے کر نافذ کیا جائے یا اخلاقی تربیت اور عملی ترغیب پر ہی چھوڑ دیا جائے بہر حال یہ تنبیہ ہر فرد کی شخصیت و وقار کی حفاظت کے لئے اور افواہوں سے لوگوں کو پہنچنے والے نقصان سے محفوظ رہنے کا بھروسہ دینے کے لئے ایک لازمی بندوبست فراہم کرتی ہے۔ اخلاقی تحفظ کا یہ نظام اجتماعی طور پر طبقوں کو بھی اپنے دائرے میں لیتا ہے اور اس کی رو سے کسی طبقے کے خلاف مذہبی، نسلی، پیشہ وارانہ یا کسی دوسری بنیاد پر نفرت اور دشمنی کو پھیلانا یا اسے اجتماعی طور پر بدنام کرنا بھی اخلاقی اور قانونی طور سے ممنوع ہے [۴۹:۱۱ تا ۱۲]۔

دوسری طرف یہ بھی ضروری ہے کہ کسی مظلوم فریق کو اپنے دفاع کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ ظلم و ستم کا نشانہ بننے والا فریق اپنے مفادات کی حفاظت کے لئے حکام سے شکایت کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ ایسی شکایات عوامی طور پر الزام کی صورت میں بھی ظاہر کی جا سکتی ہیں لیکن بہر حال ایسے معقول واسطے سے ہوں جو انسانی حقوق کے دفاع کے لئے دستیاب ہوں۔ بعض معاملات میں، مثلاً کوئی سرکاری اہل کار یا کوئی بڑی سیاسی شخصیت اگر اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرے اور مظلوم فریق پورا سماج ہو، ظلم و زیادتی کا الزام عوامی طور پر لگایا جا سکتا ہے اگر اس کے لئے معقول بنیاد موجود ہو اور کسی کو بدنام کرنا مقصود نہ ہو، چاہے اس کے لئے کوئی ایسا ٹھوس ثبوت موجود نہ ہو جسے عدالت میں پیش کیا جا سکتا ہو۔ ایسے حساس معاملوں میں انفرادی اور عوامی حقوق کے درمیان ہمیشہ ایک توازن بنے رہنا چاہئے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوا دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، تو کیا تم (ان کاموں سے) باز آتے ہو؟ (۵:۹۱)

انسانی اور مادی ترقی کے لئے قانونی بندوبست کر کے انسانی عقل اور انسان کے ذریعہ روزگار کی حفاظت کرنا نوع انسانی اور دنیا میں اس کی کارکردگی کے لئے لازمی ہے۔ قرآن و سنت میں اس کے اشارے موجود ہیں اور فقہا نے یہ نتائج نکالے ہیں کہ یہ چیز (یعنی انسانی

عقل کی حفاظت) شریعت کے خاص مقاصد میں سے ہے۔نشہ خوری کی تمام شکلیں، چاہے یہ شراب نوشی ہو یا نشہ آور دوائیں لینا ہو یا دوسری شکلیں ہوں، انسانی عقل کو وقتی طور پر یا مستقل طور سے معطل اور متاثر کر دیتی ہیں اور ان چیزوں سے روکنے کے لئے سخت سے سخت اقدامات یا سزائیں بھی کافی نہیں ہوں گی جب تک کہ نشہ آور چیزوں کی فراہمی کی قانونی اجازت ملی رہے گی اور ان پر قانونی پابندی نہیں لگائی جائے گی۔اس لئے ان چیزوں کا اصولی طور سے ممنوع ہونا ضروری ہے، ہر آدمی کے لئے، ہر عورت کے لئے اور ہر عمر کے انسان کے لئے۔ یہ ایک متضاد رویہ ہے کہ ایک طرف تو انسانی عقل کو انسان کی ایک زبردست خوبی مانا جائے اور دوسری طرف عقل کو ماؤف کرنے اور انسان کی حرکت وعمل کو معطل کر دینے والی چیزوں کی فراہمی بھی عام ہو۔سوچ وفکر اور ضبط نفس کے بغیر یا ان کی کمزوری کے چلتے لوگ اپنی مذہبی اور اخلاقی ذمہ داریوں اور اپنے عہد وارادے سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔اس حالت میں انہیں ایک دوسرے کے خلاف آسانی سے بھڑکایا بھی جاسکتا ہے جس سے ان کے سماجی تعلقات اور اتحاد واتفاق کو نقصان پہنچتا ہے۔ جہاں تک جوئے اور قمار بازی نیز اس طرح کی دیگر شکلوں کا تعلق ہے، یہ مادی اور انسانی ترقی کے لئے کام کرنے کی اخلاقی اقدار کے برعکس ہیں اور عوام کے مفاد اور سماجی انصاف کے خلاف ہیں۔

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ نشہ آور اشیاء اور جوئے بازی انسان کی عقلی،نفسیاتی اور جسمانی توانائی کو سنگین نقصان پہنچاتی ہیں اور ترقی یافتہ یا ترقی پزیر ملکوں میں ان کی قانونی یا غیر قانونی فراہمی سے زبردست نقصان پہنچ رہا ہے۔نشہ کے اثر میں گاڑی چلانا،شراب کے نشے میں مست رہنا یا نشہ آور دوائیں لینا آج کی دنیا میں سب سے زیادہ پریشان کن سماجی مسئلہ ہیں،اور نقصان دہ چیزوں کی مشروط فراہمی ایک غیر عملی بات ثابت ہو چکی ہے۔ برائی کا دروازہ پوری طرح بند کر دینا ہی انفرادی اور سماجی فوائد کے لئے سب سے بہتر پالیسی ہے۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

کہہ دو کہ ناپاک چیزیں اور پاک چیزیں برابر نہیں ہوتیں گو کہ ناپاک چیزوں کی کثرت تمہیں حیران ہی کرے، تو عقل والو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔ مومنو! ایسی چیزوں کے بارے میں مت سوال کرو کہ اگر (اُن کی حقیقتیں) تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بُری لگیں اور اگر قرآن کے نازل ہونے کے ایام میں ایسی باتیں پوچھو گے تو تم پر ظاہر بھی کر دی جائیں گی (اب تو) اللہ نے ایسی باتوں (کے پوچھنے) سے درگزر فرمایا ہے اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔

(۵:۱۰۰تا۱۰۱)

سچائی اور اچھائی کی خود اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے قطع نظر اس کے کہ اسے اپنانے والے لوگوں کی تعداد کتنی ہے۔اور برائی وبدی ترک کئے جانے کی چیز ہے حالانکہ بہت سے لوگ برائی اور بدی میں اور اس کی متعدد شکلوں میں ملوث ہوتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کی ہدایت کے طلب گار ہوتے ہیں انہیں ہر بات کے لئے قانون کی ضرورت نہیں ہوتی کہ قانوناً اجازت ہو یا ممنوع ہو۔اب یہ بات معروف ہے کہ ایک ترقی یافتہ سماج سماجی اصلاح کے لئے گھریلو تربیت، مذہبی اور عام تعلیم، ابلاغ عامہ کے ذرائع (ماس میڈیا)، سماجی بیداری اور روایات پر منحصر ہوتا ہے بجائے قانون اور اس کے جبری نفاذ کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ’’مجھ سے ان باتوں کے بارے میں سوال نہ کرو جن کے بارے میں میں نے کچھ نہیں کہا‘‘، اور ’’اللہ نے تمھیں جو احکامات دئے ہیں ان سے کبھی صرف نظر نہ کرو، حدیں بتادی ہیں جنہیں کبھی پار

نہ کرو، اور اپنی رحمت سے کچھ خاص معاملات جان بوجھ کر چھوڑ دیئے ہیں لہذا ان کے بارے میں سول نہ کیا کرو" [آیت ۵:۱۰۱ کی تشریح میں ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے]۔ مومنوں کو یہ جاننا ہوگا کہ عقائد اور عبادات کے علاوہ انسانی حرکت وعمل کے لئے اجازت ایک عام اصول ہے، جب تک کہ کسی چیز کو خاص کر کے ممنوع قرار نہ دیا جائے، اور اس طرح ممنوعات کا دائرہ محدود ہے۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ تعلیم وتربیت اور اخلاقیات قانون سازی اور قانون کے نفاذ سے زیادہ موثر ذرائع ہیں، اور اللہ کا ڈر انسان کو تنہائی میں بھی محسوس ہوتا ہے جہاں کوئی قانون اور قانون نافذ کرنے والا موجود نہیں ہوتا۔

وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

اور جن لوگوں کو یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں اُن کو بُرا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں اللہ کو بے ادبی سے بغیر سمجھے بُرا (نہ) کہہ بیٹھیں۔ اس طرح ہم نے ہر ایک فرقے کے اعمال (اُن کی نظروں میں) اچھے کر دکھائے ہیں پھر ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے تب وہ اُن کو بتائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔ (۶:۱۰۸)

دوسروں سے مکالمہ کرتے ہوئے ایک مومن ان سے منطقی اور موثر گفتگو اس وقت تک کر سکتا ہے جب تک کہ یہ مکالمہ مثبت اور تعمیری انداز سے جاری رہے اور باہمی افہام وتفہیم کے لئے نتیجہ خیز ہو، لیکن اسے ایسی ہر بحث وتکرار سے بچنا چاہیئے جو مشتعل کرنے والی اور جارحانہ ہو [۲۹:۴۶]۔ اللہ کو چھوڑ کر جن خداؤں کو لوگ پکارتے ہیں ان کی یا خود پکارنے والوں کی ہر معاملہ میں ملامت کرنا نہ تو منطقی بات ہے اور نہ حکیمانہ، کیوں کہ اس سے اسلام اور اس کے متبعین کی شبیہ مجروح ہوتی ہے اور یہ چیز دوسروں کو مشتعل کرنے کا سبب بنتی ہے جس کے نتیجے میں وہ پلٹ کر مسلمانوں کے عقیدہ وایمان اور ان کے معبود کی توہین کے مرتکب ہوں گے۔ قرآن میں یہ بات بار بار زور دے کر کہی گئی ہے کہ دین وایمان کے معاملے میں لوگوں کے درمیان تمام اختلافات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ روز محشر کرے گا، جب تمام انسان اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے، اور یہ کہ وہی ہے جو ہر انسان کے دل کو جانتا ہے اور اس کے حالات نیز استعداد سے باخبر ہے [۲:۱۱۳؛ ۳:۵۵؛ ۴:۱۴۱؛ ۵:۴۸، ۱۰۵؛ ۶:۶۰، ۱۰۸، ۱۶۴؛ ۱۰:۲۳، ۹۳؛ ۱۶:۱۲۴؛ ۲۲:۶۹؛ ۲۹:۸؛ ۳۱:۱۵؛ ۳۲:۲۵؛ ۳۹:۳، ۷، ۴۶؛ ۴۳:۱۷]۔ چنانچہ مختلف عقائد ومذاہب کے لوگوں کو پر امن، تعمیری بقائے باہم کے اصول پر آپسی تعلقات رکھنا چاہئیں، اور مقامی وبین الاقوامی سطح پر باہمی افہام وتفہیم اور تعاون کو فروغ دینا چاہیئے، بجائے اس کے کہ اپنی باتوں اور کاموں سے ایک دوسرے کے جذبات کو مجروح ومشتعل کریں کہ جس کا کوئی فائدہ نہ تو حق پرستی کو ملتا ہے اور نہ حق پرستوں کو۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا

کہہ دو کہ (لوگو!) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (اُن کی نسبت اُس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے (بدسلوکی نہ کرنا بلکہ) نیک سلوک کرتے رہنا اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تمہیں اور انہیں ہم ہی رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ اُن کے پاس نہ جانا اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے قتل

بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ ۚ وَ اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَ الۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ ۚ لَا نُکَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ۚ وَ اِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَ لَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی ۚ وَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ اَوۡفُوۡا ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۱۵۲﴾ وَ اَنَّ ہٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۵۳﴾

نہ کرنا مگر جائز طور پر (یعنی جس کا شریعت حکم دے) ان باتوں کی وہ تمہیں تاکید فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر ایسے طریقے سے کہ بہت ہی پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے۔ اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو۔ ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اور جب (کسی کی نسبت) کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو گو وہ (تمہارا) رشتہ دار ہی ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور یہ کہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے رستوں پر نہ چلنا کہ (اُن پر چل کر) اللہ کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ (۶:۱۵۱ تا ۱۵۳)

بنیادی اخلاقی قدروں پر اللہ کے تمام پیغمبروں کے واسطے سے آنے والی تعلیم میں زور دیا گیا ہے۔ بچوں کو یا کسی بھی انسان کو ناحق قتل کرنے، بے حیائی کے کام کرنے، یتیموں کا مال ناجائز طریقے سے لینے، معاملات میں اور ناپنے و تولنے میں دھوکہ دینے جیسی باتوں کی ممانعت؛ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک اور تمام طرح کے حالات میں انصاف کی بات کہنے اور انصاف پر عمل کرنے کی تعلیم پچھلے انبیاء کے ذریعہ آئی تمام آسمانی تعلیمات میں پائی جاسکتی ہیں [۲:۸۳ تا ۸۴؛ ۵:۲۷ تا ۳۲، ۴۵؛ ۷:۸۰ تا ۸۵؛ ۱۱:۸۴ تا ۸۸؛ ۴۲:۱۳؛ ۵۷:۲۵]۔ یہ بھی ایک اہم بات معلوم ہوتی ہے کہ درج بالا احکامات اور ممانعت کے بعد یہ آیت آئی ہے کہ ''ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی تاکہ اُن لوگوں پر جو نیکوکار ہیں نعمت پوری کر دیں اور (اس میں) ہر چیز کا بیان (ہے) اور ہدایت (ہے) اور رحمت ہے تاکہ (ان کی اُمت کے) لوگ اپنے رب کے روبرو حاضر ہونے کا یقین کریں۔ اور (اے کفر کرنے والو!) یہ کتاب بھی ہم نے ہی اتاری ہے، برکت والی۔ تو اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے'' [۶:۱۵۴ تا ۱۵۵]۔ دوسری آیات میں بھی اس پر زور دیا گیا ہے جیسے ''اور ہم نے (تورات کی) تختیوں میں ان کے لئے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی پھر (ارشاد فرمایا کہ) اسے مضبوطی سے پکڑے رہو اور اپنی قوم سے بھی کہہ دو کہ ان باتوں کو جو اس میں (درج ہیں اور) بہت بہتر ہیں پکڑے رہیں۔ میں عنقریب تم کو نافرمان لوگوں کا گھر دکھاؤں گا'' [۷:۱۴۵]۔ ایک اللہ پر اور آخرت کی ابدی زندگی پر ایمان انسان کو انانیت اور مادہ پرستی کے راستے پر بڑھنے سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو تنہا اپنی عبادت اور آخرت کی ابدی زندگی پر ایمان کی طرف خود ان کے اپنے فائدے کے لئے ہی بلاتا ہے کیوں کہ اللہ کے تقویٰ سے اخلاقی شعور پیدا ہوتا ہے۔ قرآن میں ایمان کو عمل صالح کے ساتھ ہی بیان کیا گیا ہے اور یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کا جزو لاینفک ہیں [۲:۲۵، ۶۲، ۸۲، ۷۷، ۲۷۷؛ ۳:۵۷؛ ۴:۵۷، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۷۳؛ ۵:۹، ۶۴، ۹۳؛ ۷:۴۲؛ ۲۱:۹۴؛ ۲۲:۱۴، ۲۳، ۵۰، ۵۶؛ ۲۴:۵۵؛ ۲۵:۷۰ تا ۷۱؛ ۲۸:۶۷، ۸۰؛ ۲۹:۷، ۹، ۵۸؛ ۳۰:۱۵، ۴۵؛ ۳۱:۸؛ ۳۲:۱۹؛ ۳۴:۴؛ ۳۵:۷؛ ۳۸:۲۴؛ ۴۰:۴۰؛ ۴۱:۸؛ ۴۲:۲۲ تا ۲۳، ۲۶؛ ۴۵:۳۰؛ ۴۷:۲، ۱۲؛ ۴۸:۲۹؛ ۶۵:۱۱؛ ۸۴:۲۵؛ ۸۵:۱۱؛ ۹۵ تا ۹۶؛ ۹۸:۷؛ ۱۰۳:۳]۔

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَ
اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ
اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۸ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ
بِالْقِسْطِ ۟ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ
ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ
تَعُوْدُوْنَ ۝۲۹ فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ
الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۰ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ
خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا
تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱ قُلْ مَنْ حَرَّمَ
زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ
الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّعْلَمُوْنَ ۝۳۲ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ
تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا
عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۳

اور جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے۔ کہہ دو کہ اللہ بے حیائی کے کام کرنے کا حکم ہرگز نہیں دیتا بھلا تم اللہ کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ کہہ دو کہ میرے رب نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی طرف) رخ کیا کرو اور خاص اسی کی عبادت کرو اور اُسی کو پکارو اُس نے جس طرح تمہیں ابتداء میں پیدا کیا تھا اُسی طرح تم پھر پیدا ہو گے۔ ایک فریق کو تو اُس نے ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہو چکی۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو رفیق بنا لیا اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہدایت یافتہ ہیں۔ اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو مزین کیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ کہ اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ پوچھو تو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں اُن کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں سمجھنے والوں کے لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ کہہ دو کہ میرے رب نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اُس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔ (۷: ۲۸ تا ۳۳)

انسانی عقل انسان کا ایک اہم سرمایہ اور اس کی لازمی ضرورت ہے جس کے ذریعہ انسان فیصلہ لیتا ہے اور اپنی آزاد مرضی کا مالک بنتا ہے۔ آباؤ اجداد کے خیالات اور اعمال کی اندھا دھند پیروی، یا یہ کہنا کہ یہ اللہ نے ہی طے کر دیا ہے کہ کون انسان کیا کرے گا، اس کا مطلب درحقیقت ارادے کی آزادی کا انکار کرنا ہے جو کہ انسانی عقل کے استعمال سے ہی بروئے کار لائی جا سکتی ہے، نیز جھوٹے عذر تراشنا اور بے بنیاد اسباب پیش کرنا ہے۔ عقل عامہ (کامن سینس) اس طرح کے دعووں اور معذرتوں کو تسلیم نہیں کرتی اور آدمی کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ انسان سے برے اعمال نہیں کراتا۔ وہ صرف انصاف کو بروئے کار لاتا ہے اور ہر انسان کو عقلی استعداد، آزاد مرضی اور انفرادی ذمہ داری کے ساتھ پیدا کرتا ہے۔ اللہ کی ہدایت کو اپنانا یا ٹھکرانا ہر انسان کی اپنی آزاد مرضی کا معاملہ ہے جس کے فطری اور ناگزیر روحانی اور سماجی نتائج انسان کے سامنے آنا ہیں: ''تو جس نے (اللہ کے رستے میں مال) دیا اور پرہیزگاری کی، اور نیک بات کو سچ جانا، اس کو ہم آسان

طریقے کی توفیق دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا، اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، اسے سختی میں پہنچائیں گے'' [۵:۹۲ تا ۱۰]۔
ایک اور لازمی اصول جو اوپر کی آیات میں دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی ہدایت اس دنیا میں انسان کی جائز مسرتوں اور خوشیوں پر قدغن نہیں لگاتی۔ بنی آدم کو متوازن اور معتدل طریقے سے جسم اور روح دونوں کے حسن کی طلب رکھنی چاہئے۔ انسان اپنی انسانی فطرت کی بنا پر عیش و آرام کا متمنی ہوتا ہے چنانچہ اگر وہ حد سے زیادہ عیش و آرام میں مگن نہیں رہتا تو متعدل انداز میں یہ آرام پسندی ناپسندیدہ نہیں ہے۔ جو کچھ اللہ نے حلال اور جائز کیا ہے اسے ممنوع قرار دینا بھی ناجائز اور ممنوع چیزوں کو حلال کر لینے سے کم درجہ کا گناہ نہیں ہے۔ اللہ نے اس بات کو ممنوع نہیں کیا ہے کہ آدمی اس دنیا کی مسرتوں سے معتدل طریقے سے اور خود کو یا دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر محظوظ ہو، بلکہ شرمناک باتوں، برائیوں اور نامناسب کاموں سے محظوظ ہونے کو ممنوع کیا ہے۔ لوگ اخلاقی حدود و قیود کا لحاظ کرنے سے زیادہ طاقت سے نافذ ہونے والی پابندیوں کو قبول کرنے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ قرآن خود پر جبر کرنے، دنیا کو ترک کرنے اور حد سے زیادہ زہد اختیار کرنے کی تائید نہیں کرتا ہے۔

وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

اور اُس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ اُنہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گنہگار ہیں اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۸:۲۵)

یہ آیت فرد اور سماج کے درمیان باہمی تعلق کو اجاگر کرتی ہے اور دونوں کے مفادات کے درمیان مطلوبہ توازن کو پیش کرتی ہے۔ فرد کسی خلاء میں نہیں رہتا، اور نہ سماج محض افراد کا ایک مجموعہ ہے۔ دوسری طرف سماج کوئی ایسا بلاک بھی نہیں ہے جس میں افراد اس طرح سما جائیں کہ ان کی انفرادیت ہی ختم ہو جائے۔ سماج پر افراد کے رویہ اور سلوک کا اثر پڑتا ہے، اور سماجی حالات افراد کو متاثر کرتے ہیں۔ اس لئے کچھ افراد کا غلط سلوک یا بدعملی صرف ان کو ہی نقصان نہیں پہنچاتی ہے، بلکہ اس کے منفی اثرات پورے سماج پر پڑتے ہیں۔ رسول اللہؐ کی ایک حدیث میں سماج کی مثال ایک جہاز میں سوار مسافروں سے دی گئی ہے کہ: اگر ان مسافروں میں سے کوئی جہاز کے فرش میں سوراخ کرنے لگے اور کوئی اسے نہ روکے تو پورا جہاز ڈوب جائے گا اور جہاز کے سبھی مسافر غرقاب ہو جائیں گے، چنانچہ جہاز کی سلامتی کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب لوگ مل کر اسے جہاز میں سوراخ کرنے سے روکیں اور اپنی مرضی کا مالک ہونے اور عمل کے لئے آزاد ہونے کے اس کے حق کو محدود کریں [بحوالہ بخاری، ابن حنبل، ترمذی]۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ سماج و فرد کے مابین تعلق کے معاملہ میں دونوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کا شعور پیدا کیا جائے اور ان کی ساختیاتی ہم آہنگی کو سمجھا جائے جو اخلاقی اور قانونی ذمہ داریوں کے لئے بنیاد فراہم کرتی ہے [نیز دیکھیں آیت ۱۱: ۱۱۳ کی تشریح]۔

وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور جو لوگ ظالم ہیں اُن کی طرف مائل نہ ہونا نہیں تو تمہیں (دوزخ کی) آگ آ لپٹے گی اور اللہ کے سوا تمہارے اور دوست نہیں ہیں اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہو گئے تو پھر تم کو (کہیں سے) مدد نہ مل سکے گی۔ (۱۱:۱۱۳)

یہاں بھی قرآن ہر فرد کی سماجی ذمہ داری پر زور دیتا ہے اور یہ جتاتا ہے کہ ناانصافی کی تائید سے، چاہے وہ خاموش اور بے نیاز بنے رہنے کی صورت میں ہی، اس ناانصافی کا نقصان پورے سماج کو پہنچے گا، بے نیاز اور لاتعلق رہنے والے لوگ بھی نقصان اٹھانے والوں

میں شامل ہوں گے، اور یہ نقصان دنیا کی اس زندگی میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی۔ اس دنیا میں ناانصافی کرنے والے چاہے کتنے ہی طاقت ور ہوں کہ ان کی طاقت کو دیکھ کر چاہے کچھ لوگ ان کے طرف دار ہوجائیں یا کچھ لوگ خاموش رہیں، آخرت میں اللہ کے سامنے ان کا کوئی زور نہیں چلے گا اور ان کے آج کے حمایتی بھی دیکھیں گے کہ آج ان کو بچانے والا کوئی نہیں، اور وہ بھی بالکل عاجز و بے بس ہوں گے اور اللہ کے سامنے بے یارو مددگار کھڑے ہوں گے [دیکھیں آیت ۲۵:۸ پر گزشتہ تفسیری نوٹ]۔ جو لوگ ناانصافی کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں وہ اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ سماج میں ابھی بھی امید کی کرن باقی ہے اور اس طرح اس زندگی میں سماج کو ہلاکت سے بچانے کی اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچانے کی جدوجہد کرکے وہ خود کو بچا لیتے ہیں۔ جو لوگ انصاف کے لئے جدوجہد کرتے ہیں وہ انصاف کی برکتوں سے متمتع ہوں گے اور ساتھ ہی ساتھ آخرت میں اللہ کی رحمت کے مستحق بنیں گے [نیز دیکھیں بعد والی آیات ۱۱۶:۱۱ تا ۱۱۷]۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بُری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (۷۱:۹)

یہ آیت یہ بتاتی ہے کہ ہر مرد اور عورت کی ایک دوسرے کے تئیں بھی اور سماج کے تئیں بھی ذمہ داری برابر ہے، اور اسی طرح ہر مرد اور عورت کے لئے پورے سماج کی ذمہ داری ہے۔ یہ مردوں اور عورتوں کے مساوی اور باہمی حقوق و ذمہ داریوں کا اور فرد و سماج کے درمیان تعلقات کا اولین اعلامیہ ہے۔ اچھی اور صحیح باتوں و کاموں پر زور دینا اور غلط اور بری باتوں و کاموں سے روکنا سماجی قدروں کی حفاظت میں ہر مرد اور عورت کے انفرادی اور فعال رول کو اجاگر کرتا ہے جو اسلام پر ان کے کاربند رہنے سے ان پر لازم ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی عبادت، سماج کے تئیں افراد کی ذمہ داریوں کی ادائیگی اور تمام معاملات و اعمال میں اللہ کی ہدایت کی پیروی، یہ سب باتیں اسلامی سماج کے اصل خط و خال کو اجاگر کرتی ہیں جو کہ ہر مرد اور عورت کو اپنے انفرادی عمل اور سماجی سرگرمیوں پوری مستعدی کے ساتھ برتنا چاہئیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا

اللہ تمہیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ اور جب اللہ سے پختہ عہد کرو تو اُس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو اُن کو مت توڑو کہ تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کرچکے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس کو جانتا ہے۔ اور اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے محنت سے تو سوت کاتا پھر اُس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ بنا لو گے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ غالب رہے، بات یہ ہے کہ اللہ تمہیں اس سے آزماتا ہے

يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَ لَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾
وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کو اُس کی حقیقت تم پر ظاہر کردے گا۔ (۱۶:۹۰ تا ۹۲)

اور اگر اللہ چاہتا تو تم (سب) کو ایک ہی جماعت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جو عمل تم کرتے ہون کے بارے میں (قیامت کے دن) اُ تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔ اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ کہ (لوگوں کے) قدم جم چکنے کے بعد لڑکھڑا جائیں اور اس وجہ سے کہ تم نے لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکا، تم کو عقوبت کا مزہ چکھنا پڑے اور بڑا سخت عذاب ملے گا۔ اور اللہ سے جو تم نے عہد کیا ہے (اس کو مت بیچو اور) اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو (کیونکہ ایفائے عہد کا) جو (صلہ) اللہ کے ہاں مقرر ہے وہ اگر سمجھو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے، اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم اُن کو اُن کے اعمال کا نہایت اچھا بدلا دیں گے۔ جو شخص نیک عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو تو ہم اُس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) اُن کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔ (۱۶:۹۳ تا ۹۷)

انصاف ایک جامع عمل ہے۔ یہ افراد کے درمیان بھی قائم ہونا چاہئے جیسے خاندان میں، پڑوسیوں کے درمیان اور کاروباری معاملات وغیرہ میں، اسی طرح عوامی معاملات میں جیسے حاکم اور محکوم یعنی حکومت اور عوام کے درمیان، اور مختلف ملکوں کے باہمی تعلقات بھی انصاف پر مبنی ہونا چاہئیں۔ لیکن قرآن عدل کا ذکر کرتا ہے جو کہ انصاف سے بھی اوپر درجہ کی بات ہے اور عدل کے ساتھ احسان کا بھی، اور یہ کہ تنازعات کے تصفیہ میں انصاف اور عدل کے ساتھ مروت، مہربانی اور ایثار و ہمدردی جیسے کریمانہ اخلاق سے بھی کام لیا جانا چاہئے [۱۰۹:۲، ۱۷۸، ۲۳۷؛ ۱۳۴:۳، ۱۵۹؛ ۱۴۹:۴؛ ۱۳:۵؛ ۱۹۹:۷؛ ۲۲:۲۴؛ ۳۴:۴۱؛ ۴۰:۴۲؛ ۱۴:۶۴]۔ عدل وانصاف اور مروت و احسان سے کام لینے کا سب سے پہلا میدان آدمی کے لئے اس کا اپنا گھر اور اپنے رشتے داروں کا دائرہ ہے، جہاں خاندانی رشتے داریوں کے باوجود بہت سے تنازعات اور جھگڑے کھڑے ہوتے رہتے ہیں۔

چوں کہ انسانی تعلقات میں انصاف کو ایک بنیادی وصف مانا گیا ہے اس لئے ناانصافی ایک بنیادی خرابی ہے، اور یہ خرابی مختلف شکلوں میں اور مختلف مضمرات کے ساتھ موجود ہوتی ہے۔ جس طرح عدل و احسان اور تصفیہ کی مختلف قسمیں اور سطحیں ہیں جنہیں مطلق انصاف سے بھی اوپر درجہ کی خوبیاں مانا گیا ہے اسی طرح خرابی اور عیب کی مختلف قسمیں اور شکلیں جن میں بے حیائی اور ظلم و ستم سب سے

بدترین باتیں ہیں۔ ظلم وستم یا جبر سب سے بڑی ناانصافی ہے کیوں کہ یہ دوسروں کے حقوق پر ایک کھلا حملہ ہوتا ہے۔ یہ جبر وستم گھر کے افراد کے درمیان بھی ہوسکتا ہے اور پڑوسیوں، شرکاء کام اور ساتھیوں کے ساتھ ہوسکتا ہے، دو یا دو زیادہ افراد کے مابین بھی ہوتا ہے، ملک کے حکمرانوں اور عوام کے درمیان معاملات میں بھی ہوتا ہے اور دنیا کے مختلف ملکوں کے مابین معاملات وتعلقات میں بھی۔ مومنوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ تنازعات اور اختلافات میں مثبت طریقے سے عمل کریں اور صلح وتصفیہ کے لئے پوری کوشش کریں [۲:۲۲۴، ۲۲۸؛ ۴:۳۵، ۱۱۴، ۱۲۸؛ ۸:۱؛ ۹:۴۹ تا ۱۰]۔ جب کوئی جھگڑا کھڑا ہو تو انہیں مظلوم فریق کا ساتھ دینا چاہئے اور انصاف سے کام لینا چاہئے بجائے اس کے کہ ردعمل میں مزید ناانصافی کا سلسلہ شروع ہو [۴۹:۹]۔ قرآن میں برائی اور خرابی کو منکر (قابل رد بات) کہا گیا ہے اور اچھائی اور بھلائی کی بات کو معروف (قابل قبول اور پسندیدہ بات) کہا گیا ہے [۳:۱۰۴، ۱۱۰، ۱۱۴؛ ۷:۱۵۷؛ ۹:۷۱، ۱۱۲؛ ۲۲:۴۱]۔

عہد اور وعدہ کو پورا کرنا بھی ایک ایسی عظیم بات ہے جس کو اس کی تمام جہتوں کے ساتھ برتنا چاہئے۔ نجی زندگی میں عوامی معاملات وتعلقات میں، افراد کے باہمی معاملات میں، عوام اور ان کے حکم رانوں کے درمیان معاملات میں اور حکومتوں کے باہمی معالات وغیرہ سب میں معاہدوں اور عہد و پیمان کی بہت اہمیت ہے اور اسے پورا کرنا ایک لازمی امر ہے۔ بعض اوقات کسی معاہدے کے تحت کوئی فریق اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتا، معاہدے کے خلاف ورزی کرتا ہے یا معاہدے سے کوئی فریق نکل جانا چاہتا ہے۔ لہذا مومنوں کو یہ یاد دلایا گیا ہے کہ جیسے ہی وہ کوئی معاہدہ کریں تو اس کے خود اللہ کو ضامن بنالیں، پھر اپنی قسموں اور وعدوں کا پاس ولحاظ کریں اور خود اپنے ہاتھ سے کا تا ہوا سوت ٹکڑے ٹکڑے نہ کردیں اور اس طرح اپنے اعتبار اور اخلاق کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اس زندگی کا کوئی بھی فائدہ عارضی چیز ہے، لیکن جو لوگ اللہ کی ہدایت پر چلتے ہیں ان کے لئے اللہ کے پاس نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ اسلام اپنے ماننے والے کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی بھی قیمت پر دوسروں پر اپنا زور چلائے کیوں کہ اچھے مقصد کو حاصل کرنے کا طریقہ بھی اچھا ہی ہونا چاہئے۔ تمام لوگ خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو، اپنے معاملات سے ہی جانچے جاتے ہیں، وہ لوگوں کے ساتھ معاملات میں جو کچھ بھی کرتے ہیں اس کی جواب دہی ان پر عائد ہوتی ہے اور وہ اللہ کے حضور جواب دہ ہوں گے۔ اللہ کی منشا یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی ہدایت کسی پر تھوپے، لیکن وہ ہر ایک کو اپنی پسند اور مرضی کے مطابق عمل کرنے کی آزادی دیتا ہے۔ چنانچہ جو کوئی اپنی روحانی اور عقلی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے اللہ اس کی رہنمائی کرتا ہے، لیکن جو خود پسند ہو، ناعاقبت اندیش ہو اور گھمنڈ کرے اسے اللہ تعالیٰ اس کے حال پر اور گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے [۹۰:۱۰ تا ۲۰؛ ۹۱:۷ تا ۱۰]۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو کوئی، مرد ہو یا عورت، ایمان لاتا ہے اور درست کام (''صالح اعمال'') کرتا ہے اسے اس دنیا میں اس کے نفسیاتی اور سماجی توازن اور روحانی تقاضوں کو پورا کرنے کے نتیجے میں اچھی زندگی ملے گی، اور آخرت میں وہ نعمتوں بھری جنت میں پہنچایا جائے گا۔ یہ بات غور طلب ہے کہ قرآن اپنی ذمہ داریوں اور جواب دہی کے حوالے سے مردوں اور عورتوں کا الگ الگ تذکرہ کرتا ہے، اور اس طرح انسانی ذمہ داریوں میں اور خود اللہ کی نظر میں مردوں اور عورتوں کی برابری کی تاکید کرتا ہے [۳:۱۹۵؛ ۴:۱۲۴؛ ۹:۷۱ تا ۷۲؛ ۱۶:۹۷؛ ۲۴:۱۲، ۳۱ تا ۳۲؛ ۳۳:۳۵ تا ۳۶؛ ۴۰:۴۰؛ ۴۹:۱۳؛ ۷۱:۲۸]۔

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ اِنۡ	(اے پیغمبر!) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو، جو اس کے رستے سے بھٹک گیا تمہارا رب اُسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں اُن سے بھی خوب واقف ہے۔ اور

عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

اگر تم اُن کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تمہیں اُن سے پہنچی اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور صبر ہی کرو اور تمہارا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے ہے اور ان کے بارے میں غم نہ کرو اور جو یہ بداندیشی کرتے ہیں اُس سے تنگدل نہ ہو۔ کچھ شک نہیں کہ جو پرہیزگار ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں اللہ اُن کا مددگار ہے۔ (۱۶:۱۲۵ تا ۱۲۸)

اللہ کی ہدایت کی طرف لوگوں کو بلانے کی کوشش ایسے طریقوں سے ہونا چاہئے جو اس مقصد سے مطابقت رکھتے ہوں اور اللہ کے دین کی اعلیٰ قدروں کا مظہر ہوں۔ اسلام کی یہ نمائندگی بہت دانش مندی کے ساتھ اور موثر طریقے سے ہونا چاہئے اور بحث و استدلال بہترین طریقے سے ہونا چاہئے۔ اس کام میں لگے لوگوں کو مدعوئین کے ساتھ بات چیت اور مکالمہ کرنا چاہئے نہ کہ محض اپنا نقطہ نظر تھوپیں اور دوسروں سے یہ چاہیں کہ وہ صرف سنیں۔ یہ مکالمہ و مذاکرہ بہت اخلاقی اور سودمند انداز میں ہونا چاہئے اور اوہام و خرافات پر یقین رکھنے والوں کو ان پر مختلف طرح کے دباؤ بنا کر قائل کرنے سے بچنا چاہئے۔ اللہ ہر انسان کی نیت کو جانتا ہے، دعوت کا کام کرنے والوں کے حقیقی جذبے سے بھی وہ باخبر ہے اور جسے دعوت دی جا رہی ہو اس کی نیت سے بھی باخبر ہے، اور آخرت میں اللہ کا فیصلہ انسانوں کی نیت کے مطابق ہی ہوگا۔

ایک اور اخلاقی اصول جو اوپر کی آیات میں دیا گیا وہ ہے کہ کسی جارحیت کا جواب اسی حد تک دینا چاہئے جس حد تک ظلم ہوا ہو، جواب دینے میں بھی زیادتی نہیں کرنی چاہئے؛ نیز یہ کہ معافی اور درگزر اور صبر و برداشت انتقام یا بدلے سے بہتر ہے۔ چوں کہ اچھائی اور برائی دونوں ایک سی نہیں ہوتیں اس لئے کہا گیا کہ برائی کو بھلائی سے دفع کرو، اور تم دیکھو گے کہ اس طرح جو شخص دشمن تھا وہ ایک قریبی دوست بن جائے گا [۴۱:۳۴، نیز ۲۳:۹۶]۔ یہ وہ اعلیٰ تر اخلاقی مقام ہے جس تک مومن کو پہنچنے کی کوشش کرنا چاہئے اور ''یہ چیز کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی سوائے ان کے جو بہت صبر کرنے والے ہیں، اور یہ چیز کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی سوائے ان کے جو بہت خوش قسمت ہیں'' [۴۱:۳۵]۔ اس معاملہ میں اللہ کے رسولؐ خود اسوہ اور نمونہ ہیں اور انہیں بھی اللہ کی طرف سے ہی اس کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور مشکل حالات میں اللہ ہی ان کا بھی مددگار رہے۔ دوسری طرف، جو شخص اس طرح خود پر قابو رکھے اسے دشمنوں کی ان باتوں یا حرکتوں سے جو وہ اس کے خلاف کرتے ہیں گھبرانا نہیں چاہئے کیوں کہ ''اللہ متقیوں اور محسنوں کے ساتھ ہے''

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ ؕ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ

اور تمہارے رب نے یہ لازم کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ اُنہیں جھڑکنا، اور ان سے بات ادب سے کرنا، اور عجز و نیاز سے اُن کے آگے جھکے رہو اور اُن کے حق میں دعا کرو کہ اے اللہ! جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی اُن (کے حال) پر رحم فرما۔ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تمہارا رب اس سے بخوبی واقف ہے، اگر تم نیک ہو گے تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخش

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ
الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ
الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ
لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ
رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَ لَا تَجْعَلْ
يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ
فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾
وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ
اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَ لَا تَقْرَبُوا
الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَ لَا تَقْتُلُوا
النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ
مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي
الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ
اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَ اَوْفُوْا
بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ
اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ
اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ
اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ
مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ
تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ
كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

دینے والا ہے۔اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو اُن کا حق ادا کرو اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے رب کا ناشکرا ہے۔اور اگر تم اپنے رب کی رحمت (یعنی فراخ دستی) کے انتظار میں جس کی تمہیں امید ہو ان (مستحقین) کی طرف توجہ نہ کر سکو تو ان سے نرمی سے بات کہہ دیا کرو، اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا ہوا (یعنی بہت تنگ) کر لو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو) کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔ بے شک تمہارا رب جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کرتا ہے (اور جس کی روزی چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور (ان کو) دیکھ رہا ہے۔اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا (کیونکہ) اُن کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں، کچھ شک نہیں کہ اُن کا مار ڈالنا بڑا گناہ ہے۔اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔اور جس جاندار کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اُسے قتل نہ کرنا سوائے برحق وجہ کے، اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے، ہم نے اُس کے وارث کو اختیار دیا ہے (کہ ظالم قاتل سے بدلہ لے)، تو اس کو چاہیے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے، (اگر وہ اس بات کو مانے گا تو) اس کی مدد کی جائے گی۔اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ پھٹکنا مگر ایسے طریق سے کہ بہت بہتر ہو یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے، اور عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور (جب تول کر دو تو) ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اُس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب (جوارح) سے ضرور باز پرس ہوگی۔اور زمین پر اکڑ کر (اور تن کر) مت چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا۔ان سب (عادتوں) کی برائی تیرے رب کے نزدیک بہت ناپسند ہے۔ (۱۷: ۲۳ تا ۳۸)

ان آیات میں افراد، خاندان اور سماج کے لئے لازمی اخلاقی اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ والدین کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آنا اللہ کی عبادت کے بعد سب سے اہم اور افضل کام ہے کہ یہ دونوں باتیں شکر گزاری کا اظہار ہیں۔ شکر گزاری اس انداز سے ہونی چاہئے کہ کوئی ایک بول یا عمل بھی اس شکر گزاری کے خلاف صادر نہ ہو۔ تاہم اللہ تعالیٰ اس بات سے باخبر ہے کہ آدمی کے دل کی گہرائی میں کیا جذبات موجزن ہیں اور اگر اس کے منھ سے کوئی غلط بات سچی خیر خواہی کے باوجود نکل جاتی ہے اور اس پر اسے خفت و شرمندگی ہوتی ہے تو اللہ اس کو جانتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

خاندان کے دائرے میں برتنے کے لئے بھی کچھ ہدایات ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ رشتہ داروں کی اخلاقی اور مادی مدد کرتے رہنا چاہئے۔ خاندان کا وجود اور اس کا رکھ رکھاؤ زنا اور حرام کاری سے تباہ ہو جاتا ہے، زنا کاری ایک بنے بنائے خاندان کو تباہ کرتی ہے اور حرام کاری خاندان کی تشکیل کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ یہاں نکاح کے دائرے سے باہر جنسی تعلقات (زنا) کا ذکر کرنے سے پہلے بچوں کے قتل کا ذکر ہے اور اس کے معاً بعد ناحق کسی کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے؛ مطلب یہ ہوا کہ ناجائز جنسی تعلقات افراد، خاندان اور سماج سبھی کے لئے اخلاقی اور جسمانی بربادی کا باعث ہیں۔

عام طور سے خاندان کے باہر اور سماج کے اندر جس کسی کو بھی مدد کی ضرورت ہو اس کی مدد فرد اور سماج دونوں کو کرنا چاہئے۔ ایسے ضرورت مند لوگوں کی فہرست میں سب سے اوپر یتیم آتے ہیں جنہیں خاندان اور سماج میں تحفظ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یتیموں کا ذکر اس آیت کے فوراً بعد والی آیت میں ہونا بھی اہم ہے جس میں ناجائز جنسی تعلقات سے منع کیا گیا، کہ نکاح کے دائرے سے باہر جنسی تعلقات کے نتیجے میں یتیموں کی تعداد میں اضافہ متوقع ہے، کیوں کہ ایسی صورت میں والدین غائب ہوتے ہیں اور بچے بن کے باپ کے پیدا ہوتے ہیں اور یہ بھی یتیمی کی ایک شکل ہے۔ یتیموں کے حقوق اور ان کے مال کی حفاظت اور اسے فروغ دینے کا یہاں حکم دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بیماری، معذوری، بے روزگاری، بڑھاپے یا دوسرے اسباب سے عارضی یا مستقل مدد کے ضرورت مند ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کی مدد خاندان اور عوامی فنڈ سے کی جانی چاہئے۔ سیاسی اور نظریاتی پناہ گزینوں کے مختلف حقوق کا بھی ذکر قرآن میں مسافرین کے عنوان کے تحت ہوا ہے۔ چوں کہ قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان کو پوری دنیا سے تعلق رکھنا چاہئے، اور اپنے انسانی حقوق کی حفاظت کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کر لینا چاہئے، اس لئے یہ بلاد المسلمین میں اپنے گھر اور وطن کو چھوڑ کر آنے والوں کو سیاسی، اقتصادی اور سماجی تحفظ فراہم کرتا ہے، چاہے ان کے سابقہ حالات کچھ بھی ہوں اور وہ کتنے ہی دولت مند رہے ہوں کیوں کہ انہیں ان کے وطن اور وسائل سے محروم ہونا پڑا ہے۔

اللہ کی ہدایت میں مال کمانے کی طرح ہی مال خرچ کرنے پر بھی پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ افراد اور سماج کے مفادات کی حفاظت اور ان کے درمیان توازن رکھنا اور مادی فوائد کو انسانی جوہر اور انسانی اخلاقیات و روحانیت کے اوپر غالب نہ آنے دینا اس حوالے سے اسلام کی تعلیمات کا ہدف ہیں۔ اسراف اور تبذیر یعنی حد سے زیادہ مال خرچ کرنے یا فضول خرچی کرنے کا تعلق نہ صرف اخراجات کی مقدار سے ہے بلکہ اس کے مقصد سے بھی ہے جیسا کہ طبری نے اپنی تفسیر میں کچھ قدیم مفسرین کا قول نقل کیا ہے۔ اللہ کی نعمت کو ضائع کرنا بھی اللہ کی ناشکری ہے، اور جو کوئی اپنے عقلی، اخلاقی اور مادی وسائل کو ضائع کرتا ہے وہ اپنے رب کے سب سے بڑے اور سب سے پہلے ناشکرے شیطان کے خیمے میں چلا جاتا ہے۔

قران میں لوگوں سے معاملات کرنے کے لئے خصوصی ضابطے دئے گئے ہیں۔ مال کمانے کے سلسلے میں قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ

ناپ تول میں ایمانداری سے کام لیا جائے، اور یہ اصول ہر فیصلہ اور جانچ کے ہر عمل پر اور ہر طرح کے انسانی معاملات پر عائد ہوتا ہے اور محض کاروباری لین دین تک ہی محدود نہیں ہے۔ جہاں تک انسانی جان کا معاملہ ہے تو یہ جان اللہ کی دی ہوئی ہے، اللہ نے اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے، اسے محترم قرار دیا ہے اور اسے ناحق لینے سے منع کیا گیا ہے، الا یہ کہ شریعت اسلامی کے مطابق انصاف کے لئے ایسا کرنا ضروری ہوجائے جیسے کہ خود اپنے دفاع کی کوشش میں دوسرے کی جان چلی جانا یا سماج کے حقوق کی حفاظت میں کسی کی جان لینا۔ قاتل کی سزا کے بطور مظلوم کا حق وصول کرنے کا اختیار اس کے قریبی متعلقین کو دیا گیا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ خود حکومت بھی اس صورت میں محض ایک فریق ہے جب مقتول کے متعلقین موجود ہوں، اور اگر مقتول کا کوئی رشتہ دار یا وارث موجود نہ ہو تو پھر حکومت ہی واحد فریق ہے۔ قرآن کے مشہور مفسر زمخشری (متوفی ۱۱۱۹ ہجری) نے اس پر عمدہ بات لکھی ہے۔ اگرچہ قتل خود اپنے آپ میں ایک سنگین جرم ہے اور اللہ نے اس کی مذمت کی ہے [حضرت آدم کے ایک بیٹے کے ہاتھوں قتل کا دوسرے بیٹے کے ہاتھوں قتل سب سے پہلا انسانی قتل تھا]، لیکن معصوم بچوں کو قتل کرنا، جو عام طور سے غربت کے اندیشے سے ہوتا ہے، انسانی جان پر سب سے بڑا مجرمانہ حملہ ہے۔

لازمی اخلاقی قدروں کا ذکر مکمل کرتے ہوئے قرآن انسان کی جسمانی، نفسیاتی اور عقلی لیاقتوں کے غلط استعمال کے خلاف بھی متنبہ کرتا ہے، جن اہلیتوں اور صلاحیتوں کی جواب دہی انسان کو اس زندگی میں بھی کرنا ہے اور مرنے کے بعد آخرت کی زندگی میں بھی کرنا ہے۔ کسی کو بھی اپنی قوتوں کا استعمال دوسروں کے حقوق کی پائمالی میں نہیں کرنا چاہئے اور دوسری طرف انہیں اتنا نظرانداز بھی نہیں کرنا چاہئے کہ عقائد، احساسات اور فیصلے ٹھوس حقائق کی کسی ٹھوس بنیاد یا معقول اسباب کے بغیر ہی ہونے لگیں۔ عقل عام کو نظرانداز کرنا اور معقولیت کے خلاف کام کرنا اخلاقی ذمہ داری کے فقدان کو اور جہالت، ہٹ دھرمی و جلد بازی کو ظاہر کرتا ہے۔ انسانی تعلقات میں انصاف کا واحد محافظ اخلاق ہے، اور یہ اخلاق ہی ہے جو انصاف سے بھی آگے بڑھ کر احسان اور مروت سے کام لینے پر آمادہ کرتا ہے۔ ایک اللہ پر اور آخرت کی ابدی زندگی پر ایمان انسان کے اخلاقی شعور کو پروان چڑھاتا اور اسے تیز کرتا ہے، اور مومن کے نزدیک ہر طرح کی بد اخلاقی اللہ سے دوری کا سبب ہے۔

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

اور جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اُس کی خوشنودی کے طالب ہیں اُن کے ساتھ صبر کرتے رہو اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں کہ تم دنیا کی زندگی کی زیب و زینت کے طلب گار ہو جاؤ، اور اس کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی میں لگا رہتا ہے۔ (۱۸:۲۸)

ہر آدمی کے لئے یہ بات اہم ہے کہ اپنے دوستوں کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کرے کہ ضرورت کے وقت جن کی دوستانہ مدد پر وہ بھروسہ کرتا ہے، اور یہ بات اللہ کے پیغمبر کے لئے خاص طور سے ضروری ہے۔ ان کے اصحاب ایسے ہی ہونے چاہئیں جن کا عمل اللہ کے دین کی ان قدروں کی عکاسی کرتا ہو جن کی طرف اللہ کے رسول لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ درج بالا آیت یہ اشارہ کرتی ہے کہ اللہ کے پیغمبر کے ساتھیوں کی اصل خوبی یہ ہے کہ اللہ ان کے دل و دماغ میں اور ان کے اعمال میں موجود ہوتا ہے۔ وہ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، نہ صرف نمازوں میں بلکہ سوتے اور جاگتے اپنے تمام کاموں اور باتوں میں اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس رکھتے ہیں۔ اس سے بھی

زیادہ اہم بات یہ ہے کہ وہ اللہ کو مشینی انداز کی عبادت یا سماجی رسموں میں ہی نہیں یاد کرتے بلکہ زندگی بھر پورے ہوش وحواس کے ساتھ اس کی رضا کے طالب رہتے ہیں: ''اور وہ اپنے دماغ میں کسی کا احسان اتارنے کا خیال نہیں رکھتے، بلکہ اپنے رب الاعلیٰ کی رضامندی ہی چاہتے ہیں''[۹۲:۱۹تا۲۰]۔

جو لوگ اپنے دل ودماغ میں اللہ کے حاضر وناظر ہونے کا احساس رکھتے ہیں ان کے برعکس ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ سے بے پرواہ ہو کر اور اس کی ہدایت کے بغیر اندھیرے میں جیتے ہیں، اور صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اور اس طرح دو انتہاؤں کے بیچ جھولتے رہتے ہیں اور ان کا عمل معقولیت اور اعتدل کی تمام حدیں پار کر لیتا ہے۔ حالانکہ ایسے بااختیار لوگ کسی خاص وقت پر ایسے بے بس ہو جاتے ہیں کہ سماج میں ہو رہی تبدیلیوں کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتے اور ان قدروں کے حامل نہیں ہوتے جن کے لئے اللہ کا دین اور اللہ کے پیغمبر دعوت دیتے ہیں، اور چوں کہ وہ اس دنیا کی عارضی کشش میں پھنس کر رہ جاتے ہیں اور اپنی وقتی خواہشات پوری کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ کا دین پوری سنجیدگی اور شعور کا متقاضی ہے تاکہ آدمی اسے پوری توجہ سے سنے اور قبول کرے اور خود کو پورے شعور کے ساتھ اس کے حوالے کرے۔ اسی لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ان لوگوں کو نظر انداز کریں جو بے پرواہ ہیں خواہ وہ کتنے ہی دولت مند ہوں اور ان کی سماجی حیثیت کچھ بھی ہو۔ یہ روحانی اور اخلاقی کیفیت اگرچہ تمام لوگوں سے ایک ہی درجہ میں مطلوب نہیں ہے، اور خال خال ہی پائی جاتی ہے، تاہم یہ ایک معیار ہے جو لوگوں کو ان کے عمل کے لئے راہ دکھاتا ہے۔

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا
جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا
بَيْنَهُمَا زَرْعًا ؕ(٣٢) كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَ لَمْ
تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۙ(٣٣) وَّ كَانَ
لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ
مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا (٣٤) وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ
لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۙ(٣٥) وَّ مَاۤ
اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ
لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا (٣٦) قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ
يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ
نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ؕ(٣٧) لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَ لَاۤ
اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا (٣٨) وَ لَوْ لَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ
قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا

اور ان سے دو شخصوں کا حال بیان کرو جن میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ (عنایت) کئے تھے اور ان کے گرداگرد کھجوروں کے درخت لگا دیئے تھے اور ان کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی۔ دونوں باغ (کثرت سے) پھل لاتے اور اُس (کی پیداوار) میں کسی طرح کی کمی نہ ہوتی اور دونوں میں ہم نے ایک نہر بھی جاری کر رکھی تھی۔ اور (اس طرح) اس (شخص) کو (ان کی) پیداوار (ملتی رہتی) تھی تو (ایک دن) جب کہ وہ اپنے دوست سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کہ میں تم سے مال و دولت میں بھی زیادہ ہوں اور جتھے (اور جماعت) کے لحاظ سے بھی زیادہ عزت والا ہوں۔ اور (ایسی شیخیوں سے) اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا کہنے لگا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہو۔ اور نہ یہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت برپا ہو اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو (وہاں) ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا۔ تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا کہنے لگا کہ کیا تم اُس (اللہ) سے کفر کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تمہیں پورا مرد بنایا۔ مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی

اَقَلَّ مِنۡكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰی رَبِّیۡۤ اَنۡ یُّؤۡتِیَنِ
خَیۡرًا مِّنۡ جَنَّتِكَ وَ یُرۡسِلَ عَلَیۡهَا حُسۡبَانًا مِّنَ
السَّمَآءِ فَتُصۡبِحَ صَعِیۡدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوۡ یُصۡبِحَ مَآؤُهَا
غَوۡرًا فَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَ اُحِیۡطَ بِثَمَرِهٖ
فَاَصۡبَحَ یُقَلِّبُ كَفَّیۡهِ عَلٰی مَاۤ اَنۡفَقَ فِیۡهَا وَ هِیَ
خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوۡشِهَا وَ یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُشۡرِكۡ
بِرَبِّیۡۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَ لَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ فِئَةٌ یَّنۡصُرُوۡنَهٗ مِنۡ
دُوۡنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنۡتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الۡوَلَایَةُ لِلّٰهِ
الۡحَقِّ ؕ هُوَ خَیۡرٌ ثَوَابًا وَّ خَیۡرٌ عُقۡبًا ﴿۴۴﴾ وَ اضۡرِبۡ لَهُمۡ
مَّثَلَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ
فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ فَاَصۡبَحَ هَشِیۡمًا تَذۡرُوۡهُ
الرِّیٰحُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ مُّقۡتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلۡمَالُ
وَ الۡبَنُوۡنَ زِیۡنَةُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ۚ وَ الۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ
خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیۡرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

کوشریک نہیں کرتا۔ اور (بھلا) جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کیوں نہ کہا؟ اگر تم مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتے ہو۔ تو عجب نہیں کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمائے اور اس (تمہارے باغ) پر آسمان سے آفت بھیج دے تو وہ صاف میدان ہوجائے۔ یا اس (کی نہر) کا پانی گہرا ہوجائے تو پھر تم اُسے نہ لاسکو۔ اور اُس کے میووں کو عذاب نے آ گھیرا اور وہ اپنی چھتریوں پر گر کر رہ گیا تو جو مال اُس نے اُس پر خرچ کیا تھا اُس پر (حسرت سے) ہاتھ ملنے لگا اور کہنے لگا کہ کاش میں اپنے رب کیساتھ کسی کو شریک نہ بناتا۔ (اس وقت) اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مددگار نہ ہوئی اور نہ وہ بدلا لے سکا۔ یہاں (سے ثابت ہوا کہ) حکومت سب اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اُسی کا صلہ بہتر اور (اُسی کا) بدلا اچھا ہے۔ اور ان سے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کرو (وہ ایسی ہے) جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا تو اُس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی پھر وہ چُورا چُورا ہوگئی کہ ہوائیں اسے اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے رب کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔ (۱۸:۳۲تا۴۶)

قرآن میں پچھلے انبیاء اور ان کی قوموں کے کئی قصے بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کے بارے میں جو قصے بیان ہوئے ہیں وہ بائبل میں بھی ہیں اور بائبل پڑھنے والوں کے علم میں پہلے سے بھی ہیں۔ اوپر کے قصے اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ تمام قدرتی وسائل اور انسانی کاوشیں جو انفرادی اور عوامی سرمایہ ہوتے ہیں اللہ نے ہی پیدا کئے ہیں، جو مسبب الاسباب اور خالق حقیقی ہے اور داتا و بخشی ہے۔ انسان بعض اوقات سامنے سے نظر آنے والے اسباب کو بھی نہیں سمجھتا اور اپنی اعلیٰ عقلی لیاقتوں کو بھی یہ جاننے کے لئے استعمال نہیں کرتا کہ ظاہر میں نظر آنے والی چیزوں کے پیچھے کون کارفرما ہے حالانکہ اسے سمجھنے کا دارومدار عقل پر ہی ہے اور عقل کو کام میں لانے کا فطری اور لازمی نتیجہ یہی شعور حاصل ہونا ہے۔ انسان کا گھمنڈ اور غیر ذمہ دارانہ رویہ اور اپنے فرائض سے پہلوتہی کی روش انسان کی ناعاقبت اندیشی کو اور زیادہ بڑھا دیتی ہے اور اس ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد بس عیش و آرام حاصل کرنا اور زندگی کی لذتوں سے محظوظ ہونا ہی ہے۔ قرآن بار بار کہتا ہے کہ ”جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لئے آرائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے“[۱۸:۷]۔

قرآن کی متعدد آیات میں بار بار اس بات سے متنبہ کیا گیا ہے کہ انسان اس دنیا کی کشش اور لذتوں میں پوری طرح الجھ کر نہ رہ

جائے۔ان دنیاوی دل فریبیوں میں سب سے پہلی چیز بیوی بچے اور مال و دولت ہے۔ان چیزوں میں پوری طرح مگن ہوجانے سے انسان کم نظری میں مبتلا ہوجاتا ہے اور دوراندیشی سے کام نہیں لے پاتا اور اپنے اعمال کے دوررس نتائج سے آنکھیں پھیرے رہتا ہے۔اس طرح اپنی عقلی ، نفسیاتی اور اخلاقی ضرورتوں کو نہیں سمجھ پاتا ہے[مزید دیکھیں ۳:۱۰، ۱۱۶؛ ۸:۲۸؛ ۱۱:۸۷؛ ۱۹:۷۷ تا ۸۰؛ ۲۸:۷۶ تا ۸۳؛ ۳۴:۳۵؛ ۵۷:۲۰؛ ۵۸:۱۷؛ ۶۸:۱۲ تا ۲۳؛ ۶۹:۲۸ تا ۲۹؛ ۸۹:۱۷ تا ۲۰؛ ۹۲:۱۱؛ ۱۰۴:۳ تا ۴]۔اوپر بیان ہوئے قصے میں ایک آدمی کا ذکر ہے جس کے پاس پھل دار باغ تھے، زرخیز زمین تھی، زبردست دولت تھی اور کثیر اولاد تھی نیز حمایتی اور مددگار تھے۔وہ اس دنیاوی جاہ وحشمت سے گھمنڈ میں آگیا اور اس بات کا ہی انکار کر بیٹھا کہ یہ مال و دولت دینے والا اللہ ہے جو خالق کل ہے اور جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔اس نے اس بات کو بڑی لاپرواہی سے لیا اور یہ سمجھا کہ یہ نعمتیں اسے ہمیشہ ملی رہیں گی۔لیکن اچانک ہی اس کے باغات تباہ ہوگئے اور پھر اس نے یہ مانا کہ اس کا خیال غلط تھا اور اس زعم باطل کی وجہ سے اس کا سب کچھ تباہ ہوگیا ہے۔اس کا ساتھی دولت اور حشمت میں اس سے کم تھا، لیکن اس نے اس بات کو سمجھا جسے سمجھنے میں اس کا مالدار ساتھی ناکام رہا تھا۔اس نے اپنے مال دار ساتھی کی توجہ عارضی چیزوں کی کشش اور دنیاوی زندگی کی حیثیت سے ورے اصل حقائق کی طرف دلانے کی کوشش کی۔یہ قصہ کم مال و دولت رکھنے یا مال دولت سے محروم مومنوں کی ایک مثال ہے اور دوسری طرف ایسے متکبر مال دار اور صاحب جبروت لوگوں کی ایک مثال ہے جو اللہ کی ہدایت اور پیغام سے بے نیازی برتتے ہیں اور دونوں کے مطمح نظر اور نصب العین ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔سچ آخر کار غالب آتا ہے لیکن کون صحیح ہے اور کون غلط یہ بعد میں ہی معلوم ہوتا ہے۔اس مختصر سی دنیاوی زندگی کی فریب کاری کا بیان اسی سورۃ میں اس سے پہلے بھی ہوچکا ہے[۱۸:۴۶]۔

اوپر کے قصے میں دونوں آدمیوں کی باہمی تکرار کا جو بیان ہوا ہے وہ ان جیسے حالات میں کہیں بھی سامنے آسکتی ہے، اور قرآن اس طرح کی عارضی وقتی کششوں میں مست ہوجانے کا ذکر کرتا ہے:''جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (وآرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (وستائش) اور مال واولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (وخواہش) ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اے دیکھنے والے) تو اس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہوجاتی ہے۔اور آخرت میں (کافروں کے لئے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لئے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے''[۵۷:۲۰]۔یہ تمثیل بھی پہلے والی آیت ۱۸:۴۵ میں بیان ہوئی تمثیل سے مناسبت رکھتی ہے۔''مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں''، اور یہ ایک فطری خواہش اور جائز میلان ہے جس کی مذمت نہیں کی جاسکتی[۷:۳۱ تا ۳۲؛ ۱۶:۷۲؛ ۲۵:۷۴]۔لیکن یہ زندگی کا اصل مقصد اور نصب العین نہیں ہونا چاہئیں اور انہیں وہی مقام دینا چاہئے جو عقل بتاتی ہے اگر سنجیدگی کے ساتھ عقل سے سوچا جائے۔عقل دنیا کی اس مختصر سی زندگی کے ماخذ، اس کے مقصد و نصب العین اور اس کے انجام پر غور کرتی ہے تو یہ پاتی ہے کہ انسان کی تمام امنگوں اور آرزوؤں کی تکمیل اور حقیقی انصاف صرف آخرت کی زندگی میں ہی ہوسکتا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ

بیشک ایمان والے فلاح پا گئے، جو نماز میں عجز اختیار کرتے ہیں، اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں، اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں یا (کنیزوں) جو اُن کی مِلک ہوتی ہیں کہ (ان سے) مباشرت کرنے

حٰفِظُوْنَ ۵ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۷ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ
عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۸ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ
يُحَافِظُوْنَ ۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ
الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۱۱

سے انہیں ملامت نہیں۔ اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے) نکل جانے والے ہیں۔ اور جو امانتوں اور اِقراروں کا لحاظ رکھتے ہیں، اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں ہیں۔ یہی لوگ میراث حاصل کرنے والے ہیں۔ (یعنی) جو جنت کی میراث حاصل کریں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۲۳:۱ تا ۱۱)

روزمرہ کی زندگی میں اخلاقی قدروں کو برتنے کے لئے اللہ کا تقویٰ ایک مستقل نگراں ہے۔ تاہم خاص خاص اخلاقی قدروں کی نشاندہی ضروری ہے تاکہ لوگ اس بارے میں کسی ابہام میں نہ رہیں کہ ان کے لئے دین داری اور نیکی کا تقاضا کیا ہے، اور ممنوع و مشروع یا عزیمت و رخصت میں انتہاپسندی سے بچ سکیں۔ قرآن اور سنت نے خاص خاص اخلاقی قدروں کی وضاحت کردی ہے۔ ان آیات میں مومنوں کی کچھ اہم اخلاقی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی اختیار کرتے ہیں، اور ان نمازوں سے اپنی عملی زندگی کے لئے سبق حاصل کرتے ہیں جیسے اللہ کا تقویٰ، جسمانی اور روحانی و اخلاقی پاکیزگی، اپنی سمت درست رکھنا، نظم وضبط اور سلیقہ وغیرہ [۲۹:۴۵]۔ علاوہ ازیں ایک مومن صرف اسی گفتگو میں حصہ لیتا ہے جس کا کوئی مقصد و مطلب ہو اور فضول باتوں سے الگ رہتا ہے۔ وہ اپنے حواس اور اپنی قوتوں کا استعمال ایمانداری سے کرتا ہے اور جو چیز اس کے یا دوسروں کے لئے جسمانی یا اخلاقی لحاظ سے نقصان دہ ہوتی ہے اسے دیکھنے، سننے، چکھنے یا چھونے سے بچتا ہے۔ اسی طرح مومن امانتوں کو محفوظ رکھتا ہے اور اپنے وعدے اور عہد پورے کرتا ہے۔

اخلاقی قدروں کو برتنے کا سب سے پہلا میدان آدمی کا گھر ہے۔ کسی مومن کا کسی سے بھی نکاح کے باہر کوئی جنسی تعلق نہیں ہونا چاہئے چاہے یہ گھر کی خادمہ ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام میں باندی رکھنے کا رواج اولین زمانہ میں ایک عارضی اجازت تھی اور جب تک آزادی اور مساوات کے قانونی اور اخلاقی اصول وضع نہیں ہوئے تھے تب تک کے اس رواج کو عبوری طور پر منظوری دی گئی تھی جو کہ عرب اور باقی دنیا میں زمانہ قدیم سے چلا آرہا تھا۔ خادمہ یا باندی سے جنسی تعلق صرف ہوس کی وجہ سے نہیں قائم کیا جاسکتا اور نہ اسے خفیہ رکھا جانا چاہئے بلکہ جائز طریقے سے اس کے ساتھ نکاح کیا جاسکتا ہے جیسا کہ قرآن میں کہا گیا ہے: ''ان (خادماؤں) کے ساتھ نکاح کرو اُن کے گھر والوں کی اجازت سے اور دستور کے مطابق اُن کا مہر بھی ادا کرو، بیوی بنا کر رکھو نا کہ بدکاری ہو اور نہ در پردہ تعلق'' [۴:۲۵]۔

مزید برآں، اخلاقی قدریں تب تک مکمل نہیں ہوسکتیں جب تک کہ سماجی انصاف اور خیرخواہی کی عادت اور جذبات ان سے پیدا نہ ہوں۔ چنانچہ قرآن یہ انسانی رویہ پروان چڑھاتا ہے کہ ہر آدمی اپنی توانائی، علم، دولت یا جو چیز بھی اسے حاصل ہے اس میں سے دوسرے ضرورت مندوں پر خرچ کرے یا مجموعی طور پر سماجی ضرورتوں کے لئے خرچ کرے۔ قرآن سماجی بہبود کی اس لازمی مد کے لئے جو ہر آدمی پر عائد ہوتی ہے ایک خاص اصطلاح استعمال کرتا ہے جس سے اس کی اخلاقی اہمت ظاہر ہوتی ہے: یعنی زکوٰۃ (مال کو پاک کرنے والی مد)۔

جن مومنوں میں مندرجہ بالا خوبیاں اور اوصاف ہوتے ہیں وہ ''جنت کی میراث حاصل کریں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''
آخرت کی ابدی زندگی پر یقین کا ذکر اوپر کی آیت میں ایک اللہ پر ایمان کے ایک لازمی حصے کے طور پر کیا گیا کہ یہ ایمان ان خوبیوں اور خصوصیات کو

مومن کے اندر گہرائی کے ساتھ جما دیتا ہے۔ اللہ رب العزت اور اس کی ہدایت، اس کے انصاف اور آخرت کی زندگی میں صلہ واجر کا یہ جامع عقیدہ ایسا عقیدہ ہے جو اخلاقی قدروں کی حفاظت کرتا ہے۔ رسول اللہ کی احادیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ سچا ایمان متعدد قسم کے اچھے کاموں پر ابھارتا ہے، جس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کسی تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دیا جائے تا کہ کسی کو اس سے تکلیف نہ پہنچے [مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ]، کسی سے مسکرا کر ملنا بھی نیکی ہے [بخاری، ابن حنبل، ترمذی]، اور کسی کا اپنی بیوی کے منہ میں نوالا دینا بھی نیکی ہے [بخاری، مسلم، ابن حنبل، ابوداؤد، ترمذی]۔

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ
لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ
تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ
بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾
وَ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ
بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ
اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ
اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ
وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ
فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ
اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَ لَا يَاْتَلِ
اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَ
الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَ لْيَعْفُوْا وَ
لْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

اور اگر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس بات کا تم چرچا کرتے تھے اُس کی وجہ سے تم پر بڑا (سخت) عذاب نازل ہوتا۔ جب تم اپنی زبانوں سے اُس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمہیں کچھ علم نہ تھا اور تم اُسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور اللہ کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی۔ اور جب تم نے اُسے سنا تو کیوں نہ کہا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں (اللہ!) تو پاک ہے یہ تو (بہت) بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر مومن ہو تو پھر کبھی ایسا (کام) نہ کرنا۔ اور اللہ تمہارے (سمجھانے کے لئے) اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی (یعنی تہمت کی خبر، بدکاری) پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہوتا مگر وہ کریم ہے) اور یہ کہ اللہ نہایت مہربان اور رحیم ہے۔ اے مومنو! شیطان کے قدموں پر نہ چلنا اور جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے حیائی (کی باتیں) اور بُرے کام ہی بتائے گا اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو ایک شخص بھی تم میں پاک نہ ہوسکتا مگر جس کو اللہ چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے (اور) اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ اور جو لوگ تم میں صاحبِ فضل (اور صاحبِ) وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ (خیرات) نہیں دیں گے ان کو چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ تو

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾

بخشنے والا مہربان ہے۔ جو لوگ پرہیزگار اور بُرے کاموں سے بے خبر اور ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں اُن پر دنیا و آخرت (دونوں) میں لعنت ہے اور اُن کو سخت عذاب ہوگا۔ (یعنی قیامت کے روز) جس دن اُن کی زبانیں ہاتھ اور پاؤں سب ان کے کاموں کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ ان کو (ان کے اعمال کا) پورا پورا (اور) ٹھیک ٹھیک بدلا دے گا اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ برحق (اور حق کو) ظاہر کرنے والا ہے۔ (۲۴:۱۴ تا ۲۵)

قرآن کہتا ہے کہ ''جس چیز کا تمھیں علم نہ ہو اُس کے پیچھے نہ پڑا کرو کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب (جوارح) سے ضرور باز پرس ہوگی'' [۱۷:۳۶] اسی طرح قرآن مسلمانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ جب کوئی خبر سنیں تو اس کی تصدیق کرلیا کریں تاکہ بے خبری میں کسی کو نقصان نہ پہنچائیں [۴۹:۶]، اور قرآن بے بنیاد قیاس آرائیوں، تجسس اور غیبت سے بچنے کی تعلیم بھی دیتا ہے [۴۹:۱۲]۔ اور اگر کسی پر فحش کاری یا زنا کا الزام بلا ثبوت لگا دیا جائے تو یہ تو انتہائی مہلک بات ہوگی، جن کے تعلق سے اوپر کی آیات میں اور پہلی والی آیات میں اخلاقی اور قانونی تعلیمات دی گئی ہیں۔ کسی کی شخصیت و وقار کو نقصان پہنچانے والی افواہیں نہ صرف اس شخص کو نقصان پہنچاتی ہیں بلکہ پورے سماج کو نقصان پہنچاتی ہیں اس طرح کہ سماج سے حیا اور ذمہ داری رخصت ہو جاتی ہے اور بدعنوانی کے معاملات کے تعلق سے سماج بے حس اور ان کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں افراد اور سماج کا بھروسہ ختم ہو جاتا ہے [۲۴:۱۲، ۱۹]، اور اس اخلاقی ابتری کا نقصان سبھی کو ہوگا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جو برائی بھی کہیں جنم لے اسے فوراً وہیں کے وہیں دبا دینا چاہئے، چنانچہ بہتان تراشی کرنے والوں اور بہتان سننے والوں دونوں کو غلط بات کہنے اور سننے سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے [۲۴:۱۲، ۱۵ تا ۱۶] کیوں کہ زبان اور دیگر تمام اعضاء قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ ان سے اس دنیا میں کیا کام لیا گیا ہے [۲۴:۲۴]۔

لیکن، اس دنیا میں بہتان تراشی کے نتائج بھگتنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی غریب یا ضرورت مند کو جو بہتان تراشی کا قصوروار ہو بھوکا مرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ اسے اپنی مادی ضروریات حاصل کرنے کا حق ہے نیز اس کی اخلاقی تربیت بھی کرنی ہوگی، البتہ ایسا شخص اپنے غلط کام کے لئے اخلاقی اور قانونی لحاظ سے جواب دہ ہوگا۔ اس طرح کے اخلاقی اور قانونی جرم میں اسلام کی تعلیم اور اس کا قانون انسان کی اصلاح پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ ایک طرف قصوروار کا توبہ و تلافی کرنا، اور دوسری طرف مظلوم کو عفو و درگزر سے کام لینا اسلام میں پسندیدہ ہے اور اسی کو ترجیح دی گئی ہے نیز اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے بجائے برائی کا جواب برائی سے دینے اور تہمت کے جواب میں تہمت لگانے کے [۲:۱۰۹، ۱۶۰، ۱۷۸، ۲۳۷؛ ۳:۸۹، ۱۳۴، ۱۵۹؛ ۴:۱۴۶؛ ۵:۱۳؛ ۳۴، ۳۹؛ ۷:۱۵۳؛ ۲۳:۹۶؛ ۲۴:۵، ۲۲؛ ۲۵:۷۰؛ ۴۲:۴۰؛ ۶۴:۱۴]۔

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

اور رحمان کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے آگے سجدہ کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔ اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ
غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَ الَّذِيْنَ
اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ
ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ
وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا
يَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ
الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ
تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ
سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَ
مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ
مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا
بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ
رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ﴿۷۳﴾

اللہ! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دُور رکھنا کہ اُس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بُری جگہ ہے۔اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ، نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم ۔اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے اور جن جانداروں کا مارڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اُن کو قتل نہیں کرتے مگر حق بات پر، اور بدکاری نہیں کرتے۔اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا، قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور ذلت اور خواری سے اس میں ہمیشہ رہے گا ۔مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو بیہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو شریفانہ انداز سے گزرتے ہیں۔اور وہ کہ جب انہیں ان کے رب کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ غور سے سنتے ہیں)۔ (۲۵: ۶۳ تا ۷۳)

وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا
قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ
الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا ﴿۷۵﴾
اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا
تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ
مُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ ۚ
فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

اور وہ جو (اللہ سے) دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔ان (صفات کے) لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیئے جائیں گے اور وہاں فرشتے ان سے دعا وسلام کے ساتھ ملاقات کریں گے۔اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے ۔کہہ دو کہ اگر تم (اللہ کو) نہیں پکارتے تو میرا رب بھی تمہاری کچھ پرواہ نہیں کرتا تم نے تکذیب کی ہے سو اس کی سزا (تمہارے لئے) لازم ہوگی۔(۲۵: ۷۴ تا ۷۷)

یہاں اخلاقیات کا تعلق اور اس کی بنیاد ایک اللہ کی عبادت کو بتایا گیا ہے۔اللہ کے لئے یہاں اس کا اسم صفت ''الرحمٰن'' استعمال کیا گیا ہے کیوں کہ اس کی ہدایت و رہنمائی انسان کے لئے اس کی رحمت اور نگہبانی کا ہی نتیجہ ہے، اس کے قاہر و حاکم ہونے سے نہیں ہے۔صرف اسی کی عبادت اور اس کے تقویٰ سے پیدا ہونے والا اخلاق انسان کے انفرادی اور سماجی فائدے کے لئے ہے، کیوں کہ وہ رب

اعلیٰ اپنے آپ میں تو بے نیاز ہے۔ جو لوگ اللہ کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں پکارتے اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں وہ جب بھی اللہ کو یاد کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے انہیں ہدایت ملتی ہے۔ ان کا اللہ سے مستقل تعلق اور اسی کی طرف اپنا رخ بنائے رکھنا ان کے اخلاق کے لئے ایک بنیاد ہے کیوں کہ ان کے دل و دماغ میں اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس انہیں دنیا کی زبردست اکساہٹوں اور عدم برداشت کے مقابلے اخلاقی گراوٹ سے بچاتا ہے۔ چنانچہ رحمان کے بندوں کو احمقانہ اشتعال انگیزیوں کے مقابلے ضبط نفس کی قوت حاصل ہوتی ہے اور ان کی عزت نفس انہیں ناشائستہ حرکتوں سے دور رکھتی ہے۔ وہ کبھی جھوٹی گواہی نہیں دیتے، کیوں کہ انہیں اپنی ہر بات کی جواب دہی کا احساس رہتا ہے۔ جہاں تک ان کے اعمال کی بات ہے تو وہ خود قتل اور زنا جیسے جرائم میں کبھی ملوث نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ، اللہ کے بندے اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کی جواب دہی کا احساس رکھتے ہیں اس لئے وہ خرچ کرنے میں میانہ روی سے کام لیتے ہیں اور فضول خرچی و بخل دونوں میں شدت پسندی سے پرہیز کرتے ہیں۔ اچھی باتوں و کاموں کے لئے اور اخلاقی ارتقاء کے لئے مرکزی کارگاہ خاندان اور گھر ہوتا ہے اس لئے اللہ کے بندے اپنے رب سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ان کے ازواج اور ان کی اولاد ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں، اور ان کا گھر سماج میں دوسروں کے لئے نمونہ بنے۔ البتہ غلطی سرزد ہونا ایک بشری کمزوری ہے اور ایسی صورت میں آدمی کو توبہ کر لینا چاہئے اور اچھے کاموں میں لگے رہنا چاہئے۔ سچی توبہ سے انسان کے نامہ اعمال میں گناہ کی جگہ ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ جو لوگ اللہ کے تقویٰ کی وجہ سے اس طرح کا اعلیٰ اخلاقی معیار رکھتے ہیں انہیں اس دنیا میں بھی اس کا صلہ ملتا ہے اور آخرت میں وہ بھی اس کا اجر پائیں گے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿٥٣﴾ اُولٰٓىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؗ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ؗ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿٥٥﴾ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؗ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ؗ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿٥٥﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾

جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی (اور وہ) اس پر ایمان (بھی) رکھتے ہیں تو جب اُن کو (قرآن) پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بے شک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے (اور) ہم تو اپہلے سے ہی اس کے حکم بردار ہیں۔ ان لوگوں کو دگنا بدلا دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کیساتھ بُرائی کو دُور کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں تو اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اعمال اور تم کو تمہارے اعمال تم کو سلام ہم جاہلوں کو منہ نہیں لگاتے۔ (اے محمد ﷺ!) تم جس کو دوست رکھتے ہواُسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ (۲۸:۵۲ تا ۵۶)

اوپر کی آیات میں اللہ کے تمام نبیوں کی تعلیمات کے اصل پیغام اور مشترک اقدار کو بیان کیا گیا ہے: ''اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے اُن کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو'' [۲۱:۲۵]؛ ''اور ہم نے ہر قوم میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں سے بچو تو اُن میں بعض ایسے ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی سو زمین میں

چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا"[۱۶:۳۶]۔محمد ﷺ سے پہلے جن لوگوں کے پاس اللہ کا پیغام آیا ہے وہ اس سے مانوس ہوتے ہیں: "کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بے شک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے (اور) ہم تو پہلے سے ہی سر اطاعت جھکائے ہوئے ہیں"۔ چوں کہ وہ ایمان دار تھے اور اللہ کے آخری پیغام کو انھوں نے سنجیدگی سے سنا اور سمجھا اور تکبر نہیں کیا اس لئے وہ پہلے اور بعد والے دونوں پیغاموں پر ایمان لانے کا صلہ پائیں گے۔ انھیں ان کے اخلاق اور ان اچھے اعمال کا بدلہ بھی دیا جائے گا جن سے انھوں نے اپنے سچے ایمان کو ثابت کیا جیسے مستقل مزاجی اور ثابت قدمی، برائی کو بھلائی سے دفع کرنا، اور اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں میں سے دوسرے ضرورت مندوں پر خرچ کرنا۔

علاوہ ازیں، ایمان لانے والوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب وہ کوئی تہمت یا گھٹیا بات سنیں تو وہ اس سے کنارہ کش ہوجائیں یہ کہتے ہوئے کہ ہر آدمی کو اپنے عمل کا جواب اللہ کو دینا ہوگا، اور یہ بات اللہ پر ایمان رکھنے والے ہر فرد کی خاصیت ہے۔ اس بات کے کچھ ناگزیر عقلی و اخلاقی نتائج ہیں جو ضرور سامنے آتے ہیں: اس سے مومنوں کو یہ احساس ملتا ہے کہ وہ فی الحال بھی اور آئندہ بھی ایک مضبوط بنیاد پر کھڑے ہیں اور یہ احساس انہیں جارحیت کرنے والوں کے ساتھ پر امن معاملہ کرنے کے لئے آمادہ کرتا ہے، کیوں کہ علم رکھنے والے لوگ حقائق کو نظر انداز کرنے اور جھٹلانے والوں کے برابر نہیں ہوسکتے "اور عقل رکھنے والے ہی غور و فکر سے کام لیتے ہیں"[۳۹:۹]۔ کوئی شخص اپنے کسی محب کو سچائی پر ایمان لانے کے مجبور نہیں کرسکتا کیوں کہ ہر شخص کے پاس اپنی عقل اور اپنی آزاد مرضی ہے۔ لہذا، آدمی اسی بات کا مکلف ہے کہ دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اخلاق سے پیش آئے، اور فیصلہ ہر فرد پر چھوڑ دیا جائے: "تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر جن باتوں میں تمہیں اختلاف تھا وہ تمہیں بتادے گا"[۵:۴۸]۔

وَ ابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۝

اور جو (مال) تمہیں اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلایئے اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو اور ملک میں طالبِ فساد نہ ہو کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(۲۸:۷۷)

اسلام ایمان لانے والوں کو اپنے عمل و سلوک میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ مال خرچ کرنے میں انہیں بخل اور فضول خرچی دونوں سے منع کیا گیا ہے کہ اس دنیا کی کشش میں مبتلا ہو کر کہیں وہ اپنی اخلاقی اور سماجی ذمہ داریاں نہ بھول جائیں یا دنیا کو ترک نہ کردیں اور دوسرے لوگوں سے بھی پوری طرح بے نیاز نہ ہوجائیں اور شدید قسم کے زہد کو اختیار کرکے اپنے نفس کو کچل نہ ڈالیں۔ اعتدال کا راستہ یہ ہے کہ اس دنیا میں سخت محنت و مشقت کی جائے اور لوگوں سے ملا جلا جائے جب کہ ذہن میں مستقل یہ خیال ہو کہ اس ساری محنت و مشقت کا مطلب اللہ کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا ہے اور اس کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ اس طرح آدمی مال و دولت اور طرز زندگی کے بارے میں خود پر قابو رکھتا ہے، وہ نہ تو اس دنیا کی عارضی لذتوں میں کھو کر رہ جاتا ہے اور نہ ان سے معقولیت کے ساتھ جائز طریقے سے استفادہ کرنے سے خود کو محروم کرتا ہے اور اپنی سماجی و اخلاقی ذمہ داریوں کو پورا کرتا رہتا ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝۸۳

وہ (جو) آخرت کا گھر (ہے) ہم نے اُسے اُن لوگوں کیلئے (تیار) کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور (نیک)

انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔ (۲۸:۸۳)

آخرت کی زندگی پر ایمان اور وہاں آدمی کی آرزوؤں وامنگوں کی تکمیل اور سب کو انصاف ملنے کا یقین زمین پر کسی بھی طرح کی بدعنوانی اور فساد پر قابو پانے میں مدد کرتا ہے۔ یہ یقین دہانی کہ اخلاق پر قائم رہنے کا صلہ آخرت میں ملے گا دنیا میں اخلاق کو باقی رکھے ہوئے ہے۔

وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریق سے کہ نہایت اچھا ہو ہاں جو اُن میں سے بے انصافی کرے (اُن کے ساتھ اسی طرح مجادلہ کرو) اور کہہ دو کہ جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو (کتابیں) تم پر اُتریں ہم سب پر ایمان لاتے ہیں اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے فرماں بردار ہیں۔ (۲۹:۴۶)

اخلاقی رویہ نہ صرف ظاہری کاموں تک ہی محدود ہے بلکہ عقلی کاموں میں بھی ضروری ہے اور تمام اخلاقیات چاہے وہ کسی بھی سطح کی ہوں اللہ کے تقویٰ سے جلا پاتی اور ترقی کرتی ہیں۔ ہر انسان کو اپنا عقیدہ رکھنے اور اس کا اظہار کرنے کا حق ہے، اسے ذہن میں رکھنا نہ صرف اخلاقی بات ہے بلکہ خود ایمان وعقیدے میں اس کی جڑیں پیوست ہیں کیوں کہ تمام انسانوں کو آخرکار پلٹ کر اللہ کی طرف جانا ہے اور وہی ہے جو حق کے بارے میں انسانوں کے باہمی اختلافات کا فیصلہ کرے گا۔ علاوہ ازیں جو لوگ ایک اللہ میں یقین رکھتے ہیں انہیں اپنی مشترک بنیادوں کو سمجھنا چاہئے، اور اپنے اختلافات کے بارے میں اشتعال انگیز باتوں سے بچنا چاہئے، کہ سبھی لوگ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے آگے خود کو جھکاتے ہیں نیز اس کی ہدایت کی پیروی کرتے ہیں۔ یا تو مناسب، موثر اور تعمیری انداز سے باہمی مکالمہ ہونا چاہئے یا پھر اگر لگے کہ اس سے نقصان ہو رہا ہے اور تعلقات خراب ہو رہے ہیں تو اس سے پوری طرح گریز کرنا ہی بہتر ہے۔ ہر قوم میں برے افراد کا بھی موجود ہونا ایک فطری بات ہے، اور ایسے افراد سے حجت وتکرار بے مطلب اور بے نتیجہ ہی ہوگی۔ اس لئے یا تو ان سے یہ تکرار شروع ہی نہ ہونا چاہئے یا پھر جیسے ہی یہ لگے کہ مخاطب حق کو سمجھنے اور بات کو نتیجے تک پہنچانے میں سنجیدہ نہیں ہے تو درمیان میں ہی اس سے رک جانا چاہئے۔ کسی بھی صورت میں جارحانہ اور اشتعال انگیز تکرار برحق نہیں ہے چاہے یہ بحث ان لوگوں سے ہی ہو رہی جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بناتے ہیں [۶:۱۰۸]۔ سوچ وفکر میں، خیال کے اظہار میں اور دوسروں سے تبادلہ خیال کرنے میں علمی اخلاق برتنا ضروری ہے۔ آدمی کو ہمیشہ خود اپنے تئیں بھی اور دوسروں کے تئیں بھی ایمان دار ہونا چاہئے۔ دوسروں کی بات سننا، ان کے خیالات کو منطق و دلیل کے مطابق جانچنا اور جس کی جو بات صحیح لگے اسے تسلیم کرنا، ان خوبیوں کے لئے اعلیٰ درجہ کا اخلاق درکار ہے۔ جو لوگ اللہ کا تقویٰ رکھتے ہیں انہیں اس سلسلے میں اپنی صلاحیت کو ثابت کرنا ہوگا۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآىٕمِیْنَ وَ الصّٰٓىٕمٰتِ

(جو لوگ اللہ کے آگے سر اطاعت خم کرنے والے ہیں یعنی) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور متقی مرد اور متقی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے

وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ
كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا
عَظِیْمًا ۳۵

رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے اللہ نے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔
(۳۵:۳۳)

یہ بات غور طلب ہے کہ اوپر کی آیت میں خوبیوں اور اوصاف کے ذیل میں مردوں اور عورتوں دونوں کا الگ الگ ذکر کیا گیا ہے۔قرآن نے متعدد مقامات پر عورتوں کے آزاد تشخص اور مساوی حیثیت کو اجاگر کیا ہے [۳:۱۹۵؛ ۳۳:۳۶؛ ۴۹:۱۱]۔ایک اللہ کی عبادت و بندگی، اللہ پر مضبوط ایمان اور توکل، اس کے تئیں سرافندگی، اس کے آگے عجز اختیار کرنا اور اس کی ہدایت کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا، شعور و آگہی رکھنا تصوراتی خصوصیات ہیں جب کہ صداقت پسندی، صبر و استقامت، صدقہ و خیرات، ضبطِ نفس اور اپنے کردار کی حفاظت جیسی خوبیاں انسان کے سلوک و رویہ کو ظاہر کرتی ہے۔دونوں طرح کی خوبیاں ایک دوسرے سے تعامل کرتی ہیں کہ ایمان اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور ان اچھے اعمال سے ایمان بڑھتا اور نکھرتا ہے۔ان دونوں باتوں کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ اور بار بار کیا گیا ہے۔

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ
اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ
حَمِیْمٌ ۳۴ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا
یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۳۵

اور بھلائی اور بُرائی برابر نہیں ہو سکتی تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے۔اور یہ بات انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحبِ نصیب ہیں۔(۴۱:۳۴تا۳۵)

قرآن انصاف کا حکم دیتا ہے لیکن اس بات پر بار بار زور دیتا ہے کہ معاف کرنا اور برائی کا جواب بھلائی سے دینا ایک اعلیٰ درجہ کی صفت ہے [۲:۱۰۹، ۱۷۸، ۲۳۷؛ ۳:۱۳۴؛ ۵:۱۳؛ ۷:۱۹۹؛ ۱۳:۲۲؛ ۱۵:۸۵؛ ۲۴:۲۲؛ ۴۲:۴۰؛ ۴۳:۸۹؛ ۶۴:۱۴]۔اس طرح کا اعلیٰ ترین اخلاقی معیار دشمنوں کو دوست بنا دیتا ہے، لیکن اس کے لئے ضبطِ نفس اور خود پر قابو پانے کی بھرپور طاقت ہونا ضروری ہے اور محض اچھا نہیں بلکہ اچھے سے اچھا طریقہ اختیار کرنے کا جذبہ چاہئے۔جو لوگ اس خوبیوں سے متصف ہوتے ہیں وہ بہت خوش قسمت ہوتے ہیں اس لحاظ سے کہ اس دنیا میں ان کے دوست بڑھتے چلے جاتے ہیں اور دشمن کم ہوتے جاتے ہیں، اور آخرت میں وہ اللہ کی طرف سے اجرِ عظیم پائیں گے۔

فَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ مَا عِنْدَ
اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ
یَتَوَكَّلُوْنَ ۳۶ ۚ وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ
وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ۳۷ ۚ وَ الَّذِیْنَ
اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى

(لوگو!) جو (مال و متاع) تم کو دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا (ناپائیدار) فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر اور قائم رہنے والا ہے (یعنی) ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز

بَيْنَهُمْ ۠ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَاۤ
اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ
سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

پڑھتے ہیں اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم و تعدی ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔ اور بُرائی کا بدلا تو اسی طرح کی بُرائی ہے مگر جو درگزر کرے اور (معاملے کو) درست کر دے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(۴۲:۳۶تا۴۰)

وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ
سَبِيْلٍ ؕ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ
النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ
لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ۧ

اور جس پر ظلم ہوا ہو اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کچھ الزام نہیں۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔ اور جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کام ہیں۔ (۴۲:۴۱ تا ۴۳)

اللہ پر ایمان کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ ہر مومن اللہ پر بھروسہ رکھے اور اللہ نے مومنوں کے لئے جو اخلاقی ضابطے دئے ہیں ان کی پیروی کرے، خواہ کیسے ہی اکساہٹیں ہوں یا دباؤ کا سامنا ہو۔ اللہ کی مشیت یہ نہیں ہے کہ ہم سے کبھی غلطی ہی نہ ہو اور ہمیشہ ہم بے خطا ہی رہیں، لیکن ہمیں بڑے بڑے گناہوں سے بچنے کی ہمیشہ پوری پوری کوشش کرنی چاہئے اور چھوٹی چھوٹی خطائیں جب کبھی ہم سے سرزد ہو جائیں تو ہم فوراً توبہ کریں [۳:۱۳۵]۔

قرآن نے جہاں کہیں ایمان والوں کی جماعت کے بنیادی اوصاف کا ذکر کیا ہے وہاں سب سے پہلے انہیں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی ہدایت کی پیروی کریں اور نمازوں کی حفاظت کریں۔ اس کے بعد قرآن براہ راست یہ بتاتا ہے کہ انہیں آپس کے معاملات میں مشورے سے کام کرنا چاہئے اور جو کچھ انہیں رزق کے بطور دیا گیا ہے اس میں سے دوسرے ضرورت مندوں پر نیز سماجی ضروریات پر خرچ کریں۔ آپسی صلاح و مشورے سے فیصلے لینے کو اس سورۃ میں سب سے اہم معاملہ کے بطور پیش کیا گیا ہے اور اسی مناسبت سے اس کا نام الشوریٰ ہے۔ اجتماعی طور سے فیصلہ لینا ایک طرز زندگی ہونا چاہئے، اور یہ طرز سب سے پہلے گھر اور خاندان سے شروع ہونا چاہئے اس طرح کہ زوجین گھر کے معاملات باہمی تبادلہ خیال اور مشورے سے طے کریں [۲:۲۳۳]۔

ان آیات میں انفرادی طور سے کسی کے غصہ ناک ہونے اور جبر و ستم کرنے کے معاملہ میں فرق کیا گیا ہے [۴۲:۳۹ تا ۴۳]؛ جہاں ایک طرف عفو و درگزر سے کام لینے کو کہا گیا ہے، وہیں دوسری طرف اپنے دفاع کا حق بھی تسلیم کیا گیا ہے، اور جس نے جبر و ستم شروع کیا ہو اسے تمام نتائج کی ذمہ داری لینی ہوگی، جس میں جارحیت کا نشانہ بننے والے کی طرف سے اپنے دفاع میں کی گئی کارروائی کا نتیجہ بھی شامل ہے۔ تاہم معاف کر دینا بہرحال قابل ترجیح ہے اور اس آیات میں تین بار اسی پر زور دیا گیا ہے [۳۷، ۴۰، ۴۲]، اپنا دفاع کرنے کی تائید کے باوجود بھی کیوں کہ معاف کر دینے سے ظالم مزید ظلم سے باز آ سکتا ہے، جب کہ جواب دینے سے اسے مزید ظلم کرنے کا بہانہ ملتا

ہے اور اس کا اشتعال اور بڑھتا ہے۔ ان دونوں متبادل میں سے آدمی کس کو منتخب کرتا ہے یہ صورت حال پر منحصر ہے، خاص طور سے ظلم و جارحیت کی کیفیت کے لحاظ سے، ظلم کرنے والے کی شخصیت کے لحاظ سے اور اس لحاظ سے کہ طاقت کا جواب طاقت سے دینا بہتر رہے گا یا فی الحال درگزر کر دینا ہی مناسب ہوگا۔ جو بھی صورت ہو، بہر حال ظلم کے مقابلے میں معاف کر دینے کا فیصلہ لینے کے لئے بھی جسمانی اور مادی طاقت ہونا ضروری ہے، کیوں کہ جس کے پاس طاقت ہی نہیں ہے اس کے پاس تو معاف کرنے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہوتا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔ (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سربسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں، (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تا کہ کافروں کا جی جلائے جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ (۴۸:۲۹)

ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور مروت کے ساتھ پیش آنا، اور کسی جارحیت کے مقابلہ ثابت قدمی اور مضبوطی دکھانا کسی بھی سماج کے لئے دوطرفہ اخلاقی قدر ہے۔ جو لوگ اللہ کے آگے سربسجود ہوتے ہیں ان سے قرآن یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اللہ کی ہدایت کی پیروی کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور انکساری سے پیش آئیں۔ اسی کے ساتھ دوسروں کی جارحیت اور ظلم کے مقابلے انہیں مضبوطی سے کھڑے ہونا چاہئے اور ان لوگوں کا جم کر، نہ کہ تکبر سے، مقابلہ کرنا چاہئے جو مومنوں کی نرمی کو ان کی کمزوری سمجھتے ہوں اور جبر وستم پر آمادہ رہیں [نیز دیکھیں آیت ۵:۵۴ جس میں مومنوں کو ''مومنوں کے ساتھ نرمی برتنے اور کافروں سے سختی سے پیش آنے'' کو کہا گیا ہے]۔ اس آیت میں جن لوگوں کو حق کے منکر کہا گیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو مومنوں کے خلاف جارحیت کرتے ہیں، جب کہ وہ لوگ جو مومنوں کے ساتھ پرامن طریقے سے رہتے ہیں ان سے مہربانی اور شرافت سے پیش آنے کی تعلیم ہے چاہے ان کے عقائد کچھ بھی ہوں [دیکھیں آیت ۸:۶۰ تا ۹ جہاں ان دونوں طرح کے لوگوں کے درمیان صاف فرق کیا گیا ہے]۔

اس آیت میں اللہ کے آگے مومنوں کے سربسجود رہنے اور اس کے اثرات ان کے چہروں اور رویوں پر نظر آنے کو پچھلی کتابوں کے حوالے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، کیوں کہ اللہ کے تمام پیغمبروں کی تعلیم میں صرف اللہ کی عبادت کرنے اور اللہ سے تعلق کے اثرات اخلاقی رویوں پر مرتب ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ پیڑ پودھوں کی اچھی نشونما اور اس سے اچھی فصل آنے کی مثال انجیل میں دی گئی مثالوں کے عین مطابق ہے [دیکھیں Mark IV 27-28]۔ یہ آیت یہ تاکید کرتی ہے کہ سچے ایمان سے حقیقی اخلاقی اور سماجی ترقی ہوتی ہے جس سے زندگی محفوظ ہوتی اور بنی رہتی ہے اور مومن داخلی گراوٹ نیز خارجی حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ کے پیغمبر زندگی کا ایسا اخلاقی نمونہ پیش کرنے

کے لئے آئے جس سے اللہ کا پیغام پھیلتا ہے اور اثر انداز ہوتا ہے اور جو اقوال سے زیادہ موثر ہوتا ہے خواہ یہ اقوال کتنے ہی منطقی اور دل نشیں ہوں۔ اولین مسلم جماعت کی زندگی جس کا نمونہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے پیش کیا عرب کے ان بہت سے لوگوں کے لئے موثر ہوئی جو زندگی کے عملی معاملات سے بہت دور جا پڑے تھے، جب کہ وہ لوگ جو غور و فکر کرنے کے اہل تھے انہیں قرآن نے اپنے صوتی اثرات اور معنوی پیغام سے متاثر کیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا
اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ
نٰدِمِيْنَ ﴿٦﴾ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ
يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ
حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ
اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الرّٰشِدُوْنَ ﴿٧﴾ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ﴿٨﴾ وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا
فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى
الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ
اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ
اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٩﴾ اِنَّمَا
الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا
اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٠﴾

مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔ اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر ہیں اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا، یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔ یہ اللہ کے فضل اور احسان ہے اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔ اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادہ کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے پس جب وہ رجوع کرے تو دونوں فریقوں میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔ (۴۹:۶ تا ۱۰)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى
اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى
اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا
تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ
الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿١١﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ٞ اِنَّ

مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو، ایمان لانے کے بعد بُرا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔ اے اہلِ ایمان! بہت زیادہ گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا

بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوۡا وَ لَا يَغۡتَبۡ بَّعۡضُكُمۡ
بَعۡضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمۡ اَنۡ يَّاۡكُلَ لَحۡمَ اَخِيۡهِ مَيۡتًا
فَكَرِهۡتُمُوۡهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيۡمٌ ۝١٢ يٰۤاَيُّهَا
النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّ اُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا
وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ
اَتۡقٰٮكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ۝١٣ قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ
اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰكِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَ لَمَّا
يَدۡخُلِ الۡاِيۡمَانُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ وَ اِنۡ تُطِيۡعُوا اللّٰهَ
وَرَسُوۡلَهٗ لَا يَلِتۡكُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِكُمۡ شَيۡــًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝١٤ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ
وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ لَمۡ يَرۡتَابُوۡا وَ جٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ
وَ اَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ۝١٥

تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے توتم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ کا ڈر رکھو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔ بدو (عرب کے دیہاتی) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے لڑے یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔
(۴۹:۱۱ تا ۱۵)

ان آیات میں کچھ سنگین اخلاقی اور سماجی برائیوں کے بارے میں تنبیہ کی گئی ہے، جن میں سب سے پہلی بات جو بیان کی گئی وہ بے بنیاد اور بے ثبوت باتیں کہنا یعنی افواہیں اڑانا ہے۔ قرآن ایسی باتیں پھیلانے والوں اور سننے والوں دونوں سے کہتا ہے کہ اس طرح عوام میں گشت کرنے والی کہانیوں کو جانچنے کے لئے اپنی سمجھ سے کام لیا کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نادانستہ لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھیں۔ ان کا ایمان اور ان کی اخلاقی قدریں ان کے بھائی بہنوں کے تعلق سے انہیں جو کچھ سکھاتی ہیں اس کو اپنایا کریں۔

چوں کہ اس طرح کی فرضی باتوں سے جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اس لئے آگے کی آیتوں میں مومنوں سے کہا گیا کہ جھگڑنے والے فریقوں کے درمیان صلح کرا دینے کے لئے اپنی پوری کوشش کیا کریں، لیکن جب کوئی فریق زیادتی پر آمادہ ہو تو تمام مومن مل کر مضبوطی کے ساتھ اس فریق کی حمایت و مدد کریں جو زیادتی کا نشانہ بن رہا ہو اور زیادتی کرنے والے سے مزاحمت کریں۔ درحقیقت امن و انصاف کے لئے اس طرح کے کسی مسئلہ سے بے نیازی اور بے عملی نہیں دکھانی چاہئے۔ البتہ جب زیادتی کرنے والا باز آ جائے اور اللہ کے فرمان کو ماننے کی طرف پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ امن قائم کرنا چاہئے تا کہ لڑائی کا سلسلہ پھر سے شروع ہو جانے سے روکا جا سکے۔ اللہ کے انصاف کا مقصد ناانصافی کو روکنا ہے نہ کہ اس فرد یا گروہ کو ذلیل یا تباہ کرنا جو ناانصافی کر بیٹھا ہو لیکن پھر اپنی غلطی کو تسلیم بھی کر لے۔ بہت سے ایسی صلح نامے جن میں انصاف کے اصولوں کی روگردانی کی گئی ہو شکست خوردہ فریقوں کے اوپر تھوپے جاتے رہے ہیں اور اس طرح ان سمجھوتوں سے ہی ایک نئی لڑائی کی بنا پڑ جاتی ہے اور کچھ عرصہ بعد انتقام کی کارروائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ امن، جو کہ ہمیشہ انصاف پر مبنی ہونا چاہئے، تب تک قائم ہو ہی نہیں سکتا جب تک لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ جنگ تمام فریقوں کے لئے تباہ کن ہوتی ہے، اس لئے متحارب فریقوں

کے درمیان خوں ریزی کے بجائے صلح ہو جانا نہ صرف ان کے لئے اپنے لئے بہتر ہوتا ہے، بلکہ بالعموم پوری دنیا کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ قرآن نے ایک عام اصول کے طور پر صلح اور مصالحت کی یہ جو تعلیم چودہ سو برس پہلے دی تھی اس کی آج بھی ضرورت ہے خاص طور سے عوامی تباہی کے نئے نئے تکنیکی ہتھیار ایجاد ہو جانے کے بعد جو کہ نیوکلیائی، کیمیائی اور حیاتیاتی بموں کی صورت میں دنیا میں موجود ہیں۔

قرآن کی یہ تعلیمات کسی خاص واقعہ کے حوالے سے کسی فرد کے لئے ہی خاص نہیں ہیں بلکہ انسانی وقار اور اخلاقی استحکام کی حفاظت کے لئے ایک عام اصول ہیں۔ دوسرے انسان کو بدنام اور رسوا کرنا یا اس کو نشانہ بنانا تمام اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے لئے ممنوع ہے کہ ان کی اخلاقی اور قانونی ذمہ داریاں برابر ہیں۔ بے بنیاد قیاس آرائیوں سے بھی منع کیا گیا ہے، لیکن کوئی بات اگر ضروری اور تحقیق طلب ہو تو مناسب طریقے سے جانچ پڑتال کی اجازت دی گئی ہے [۴۹:۶]۔ اسی طرح تجسس کرنا اور دوسروں کی ٹوہ لینا یا پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا بھی منع ہے الا یہ کہ پولس اور فوجی تحقیق یا انتظامی تقاضوں کے پیش نظر ایسا کرنا ضروری ہو۔ ان اخلاقی اور سماجی برائیوں کا ذکر درج بالا آیات میں کیا گیا ہے۔ افواہیں پھیلانے اور مختلف طریقوں سے ان کی تضحیک کرنے کو ایمان کے خلاف اور اللہ کی ہدایت و اخلاق سے انحراف قرار دیا گیا ہے [۴۹:۶ تا ۷]۔ کسی غائب شخص کے بارے میں منفی طریقے سے کوئی بات کہنے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی طرح کہا گیا ہے [۴۹:۱۲]۔ تاہم اپنا رویہ درست کرنے اور توبہ کرنے کے لئے اللہ کے دروازے ہمیشہ کھلے ہوئے ہیں۔

مندرجہ بالا اخلاقی قدریں مسلمانوں کو صرف آپس میں ہی برتنے کے لئے نہیں کہا گیا ہے۔ قرآن چوں کہ عالم گیر انسانیت کی بات کرتا ہے اور یہ سکھاتا ہے کہ لوگوں کے درمیان اختلافات اور فرق مختلف اسباب، ضرورتوں اور لیاقتوں کی وجہ سے باہمی مکالموں اور تعاون کو بڑھانے کا ذریعہ ہیں۔ انفرادی یا اجتماعی فرق و اختلاف کے باوجود تمام انسانوں کو برابری کے ساتھ ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہئے کیوں کہ وہ تمام کے تمام ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کئے گئے ہیں [۴۹:۱۳]۔ اللہ کی نظر میں سب سے معزز وہ ہے جو اللہ سے زیادہ تعلق (تقویٰ) رکھتا ہے، اور ایسا شخص ہی انسانوں کی وحدت اور یکسانیت کا سب سے زیادہ خیال رکھنے والا ہوتا ہے۔ لیکن اس دنیا میں ہر فرد کو اس کی خوبیوں کے لحاظ سے ہی جانچا جائے گا جو انسانوں کو نظر آتی ہیں، جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کے دل اور دماغ میں چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے اور ان کی نیت اور عقیدہ و ایمان کا فیصلہ وہی کرے گا۔

اوپر مذکور آیتوں میں سے آخری دو آیتوں میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اسلام نے جو اخلاقی قدریں سکھائی ہیں ان پر کاربند رہنا اور اپنے عمل میں انہیں برتنا، خواہ اس کی کچھ قیمت بھی ادا کرنی پڑے، سچے ایمان کا حقیقی ثبوت ہے جس سے ایک سچے مومن کے اور ایک ایسے آدمی کے درمیان فرق واضح ہوتا ہے جس نے رسمی طور پر صرف زبان سے ہی ایمان کا اقرار کیا ہو۔ ایمان پر سنجیدگی سے قائم ہونے کا اثر آدمی کے کاموں اور اعمال میں نظر آتا ہے، اور یہی حقیقی ایمان ہے جو اس دنیا میں بھی اہمیت رکھتا ہے اور آخرت میں بھی اسی کی قدر ہوگی۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ
اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى
﴿٣١﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا
اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ
اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے (اور اس نے خلقت کو) اس لئے (پیدا کیا ہے) کہ اللہ برائی کرنے والوں کو ان کے عمل کا بدلہ دے اور ان لوگوں کو اچھی جزا سے نوازے جنھوں نے نیک رویہ اختیار کیا ہے۔ جو صغیرہ گناہوں کے سوا بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ بے شک تمہارا پروردگار بڑی بخشش والا ہے وہ تمہیں خوب

اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿٣٢﴾

جانتا ہے جب اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے، تو اپنے آپ کو پاک صاف نہ جتاؤ، وہ تقویٰ رکھنے والوں کو جانتا ہے۔ (۵۳:۳۱ تا ۳۲)

اللہ سب سے واقف ہے اور سب کو ان کے اعمال کا صلہ دینے والا ہے۔ وہ خالق ہے اس لئے وہ انسان کو جانتا ہے اور اس کے ان تمام حالات سے باخبر ہوتا ہے جن سے پیدا ہونے کے بعد سے وہ گزرتا رہا ہے۔ لہٰذا اللہ اس بات سے پوری طرح باخبر ہے کہ کون اس سے ڈرتا اور اس کا لحاظ کرتا ہے، اور ایک انسان اپنے متقی ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے اور اپنے آپ کو اچھا سمجھتا اور جتاتا ہے، لیکن اس سے حقائق نہیں بدل سکتے البتہ آدمی کے اندر گھمنڈ ضرور پیدا ہوسکتا ہے۔ ایک آدمی اپنی خوبیوں کے بارے میں فرضی دعوے کر کے دوسروں کو دھوکا دے سکتا ہے، اور اس طرح اپنی غلطیوں میں اضافہ کرتا ہے، لیکن وہ خدا کو کبھی دھوکا نہیں دے سکتا۔ البتہ انسان اپنی خوبیوں اور لیاقتوں کے بارے میں بتا سکتا ہے تاکہ دوسرے لوگ اس کو جانچ سکیں۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے خزانہ کا تحویل دار بننے کے لئے اپنی امانت داری اور لیاقت کا اظہار کیا [۱۲:۵۵]، لیکن اللہ کا خوف اور اللہ سے تعلق کی کیفیت کو خود اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس کا دعویٰ کوئی انسان خود نہیں کرسکتا ''کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں (نہیں) بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پاکیزہ کرتا ہے اور اُن پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا'' [۴:۴۹]۔

لیکن اللہ تعالیٰ اتنا رحیم و کریم ہے کہ وہ ایمان لانے والے کسی شخص سے اکمل و مکمل ہونے کا تقاضا نہیں کرتا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور وہ انسان کی کمزوریوں اور حدود کو جانتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ اللہ کی نظر میں اچھے اعمال والے ہیں وہ وہ ہیں جو کبیرہ گناہوں اور بے شرمی کی باتوں سے دور رہتے ہیں البتہ چھوٹے موٹے قصور ان سے سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ مسلم فقہاء اور محدثین نے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کا تجزیہ کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ کیا باتیں ہیں جن سے مقبولیت اور اعتبار قائم ہوتا ہے، عدالت میں گواہی دینے والے کا عادل ہونا اور اس سے بھی اونچے درجہ میں رسول اللہؐ کی کسی حدیث کو بیان کرنے والے کا عادل ہونا۔ کسی بڑے گناہ کے ارتکاب سے یا چھوٹے چھوٹے گناہ کرتے رہنے سے گواہ کی مقبولیت اور اعتبار ختم ہوجاتا ہے۔ عدالت میں خاص طور سے عدالت عالیہ (سپریم کورٹ) میں جہاں بڑے بڑے مظالم اور ناانصافیوں کے مقدمے فیصل کئے جاتے ہیں ایسے افراد ہوتے ہیں جو کچھ خاص شعبوں کے ماہرین ہوتے ہیں اور عدالت کو اپنی معلومات سے واقف کراتے ہیں۔ جہاں تک اخلاقی اور روحانی ارتقاء کی بات ہے، ان کے بارے میں قانونی ضابطے اور فیصلے کچھ بھی ہوں، لیکن اللہ کا دامن مغفرت وسیع ہے۔ اسلامی اخلاق انسان کی استعداد سے باہر کی چیز نہیں ہے، اس کا معیار مطلوب حقیقت حال کے دائرے میں ہے۔ جنہیں قرآن میں اللہ سے ڈرنے والا کہا گیا ہے ان سے بھی غلطیاں اور گناہ ہوسکتے ہیں لیکن وہ ''جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور بُرائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اَڑے نہیں رہتے'' [۳:۱۳۵]۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢١﴾

(بندو!) اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت (کی طرف) لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے اور جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔ (۵۷:۲۱]

ایک دوسرے سے مسابقت اور مقابلہ آرائی انسانی فطرت ہے، قرآن اس مسابقت کو جائز قرار دیتا ہے لیکن اس مسابقت کا رخ اچھے کاموں کی طرف کرتا ہے جو فرد کے مفاد میں بھی ہوتے ہیں اور سماج کے لئے بھی مفید ہوتے ہیں۔ اسلام ایک طرف سماجی اتحاد اور باہمی تعاون میں توازن قائم کرتا ہے اور دوسری طرف انفرادی مقابلہ آرائی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ چوں کہ اسلام کی تعلیم کے مطابق انسانوں کے درمیان مسابقت کا ہدف آخرت میں جنت کا حصول ہے اس لئے اس دنیا کی لذتوں کے بجائے جو کہ انسان کے اندر لالچ اور خودغرضی کو تحریک دیتی ہیں اور نتیجتاً انسانوں کے درمیان جھگڑے اور رقابت کا سبب بنتی ہیں، انسانوں کے مشترک اہداف اور مفادات کے لئے مسابقت کرنے کی تلقین کی گئی ہے جن سے سماجی اتحاد کو تقویت ملتی ہے اور اخلاقیات کو فروغ ملتا ہے۔ جو لوگ ایمان لے آتے ہیں وہ مشترک مقاصد کے حصول اور سماجی خدمت میں ایک دوسرے سے مسابقت میں لگ جاتے ہیں، اس سے ان کی ذات کی تکمیل بھی ہوتی ہے اور پورے سماج کا بھی فائدہ ہوتا ہے۔ اسلامی فقہ میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے تحت افراد کے فرائض بتائے گئے ہیں تو جو حقوق العباد ہیں وہ فی الواقع ہر فرد پر سماج کا ایک اجتماعی حق ہے۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ ٨

جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۸:۶۰)

اسلام جس جدوجہد کے لئے امن عامہ کی برہمی کو گوارا کرتا ہے وہ صرف انسانی حقوق کی حفاظت اور ظلم و جبر کے خلاف لڑنے کی جدوجہد ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات انصاف کے اصولوں اور سخاوت و فیاضی کی اخلاقی اقدار پر مبنی ہونا چاہئیں، اور ان اخلاقی قدروں کا مقام انصاف مطلق سے اوپر ہے۔ اسلام عقائد میں اختلاف کے خلاف نہیں ہے کیوں کہ اختلاف ایک انسانی فطرت ہے [۵:۴۸، ۱۱:۱۱۸ تا ۱۱۹]، اور اسلام کہتا ہے کہ عقیدے کے معاملے میں کسی پر کوئی جبر نہیں ہے [۲:۲۵۶]، لیکن اسلام اختلافات کو ظلم و جبر کا سبب اور بنیاد بنانے کے خلاف ہے۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا
لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۙ ۝ ١٧ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝ ١٨ فَطَافَ
عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ ١٩ فَاَصْبَحَتْ
كَالصَّرِيْمِ ۙ ۝ ٢٠ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۙ ۝ ٢١ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى
حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝ ٢٢ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ
يَتَخَافَتُوْنَ ۙ ۝ ٢٣ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ
مِّسْكِيْنٌ ۙ ۝ ٢٤ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝ ٢٥ فَلَمَّا رَاَوْهَا
قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۙ ۝ ٢٦ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ ٢٧ قَالَ

ہم نے ان لوگوں کی اسی طرح آزمائش کی ہے جس طرح باغ والوں کی آزمائش کی تھی جب انہوں نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہوتے ہم اس کا میوہ توڑ ڈالیں گے۔ اور انشاء اللہ نہ کہا۔ سو وہ ابھی سو ہی رہے تھے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے (راتوں رات) اس پر ایک آفت پھر گئی، تو وہ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی۔ جب صبح ہوئی تو وہ لوگ ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اگر تم کو کاٹنا ہے تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی جا پہنچو، تو وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ آج یہاں تمہارے پاس کوئی فقیر نہ آنے پائے۔ اور کوشش کے ساتھ سویرے ہی جا پہنچے (گویا کھیتی پر) قادر ہیں۔ پھر جب باغ کو دیکھا تو (وہ ویران نظر آیا) کہنے لگے کہ ہم رستہ بھول

اَوۡسَطُهُمۡ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ لَوۡ لَا تُسَبِّحُوۡنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوۡا
سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى
بَعۡضٍ يَّتَلَاوَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوۡا يٰوَيۡلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيۡنَ ﴿۳۱﴾
عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَـنَا خَيۡرًا مِّنۡهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا
رٰغِبُوۡنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الۡعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ
اَكۡبَرُ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۳﴾

گئے ہیں،نہیں بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ۔ان میں سے ایک جو اعتدال پسند تھا بولا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ (تب) وہ کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے بے شک ہم ہی قصوروار ہیں۔ پھر ایک دوسرے کو منھ در منھ ملامت کرنے لگے، کہنے لگے کہ ہائے شامت، ہم ہی حد سے بڑھ گئے تھے۔امید ہے کہ ہمارا پروردگار اس کے بدلے میں ہمیں اس سے بہتر باغ عنایت کرے ،ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (دیکھو) عذاب یوں ہوتا ہے،اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں بڑھ کر ہے، کاش یہ لوگ جانتے ہوتے۔(۶۸:۱۷ تا ۳۳)

اللہ تعالیٰ کی یہ ہدایت کہ جو لوگ زیادہ آمدنی والے ہیں وہ اپنے مال میں سے دوسرے ضرورت مندوں اور غریبوں خاص طور سے ان مسکینوں کو بھی دیں جو عارضی طور پر یا مستقل طور سے کام کرنے سے معذور ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے متواتر پیغامات میں ایک بنیادی ہدایت ہے[شعیب کے لئے حوالہ ۱۱: ۸۴ تا ۸۸، بنی اسرائیل کے لئے حوالہ ۲: ۸۳]۔قرآن یہاں ضرورت مند اور محروم لوگوں کے ساتھ آسودہ اور متمول لوگوں کے متکبرانہ سلوک اور ان کے لالچی رویہ کے بارے میں ایک قصہ بیان کرتا ہے۔ معاشی آسودگی اور دولت کے غرور کی ایک اور مثال آیت ۱۸: ۳۲ تا ۴۴ میں پیش کی گئی ہے۔ان دونوں مثالوں میں لالچ اور بخل کو تقویٰ اور خوف الٰہی کے فقدان سے وابستہ کیا گیا ہے:''اور (ایسی شیخیوں سے) اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا کہنے لگا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہوگا،اور نہ یہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت برپا ہو اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا یا بھی جاؤں تو (وہاں) ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا''[۱۸: ۳۵ تا ۳۶]۔مندرجہ بالا آیات میں باغ کے مالک'' نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہوتے ہم اس کا میوہ توڑ ڈالیں گے، اور انشاء اللہ نہ کہا۔''[۶۸: ۱۷ تا ۱۸]۔قرآن اہل ایمان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ''کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کردوں گا مگر (انشاء اللہ کہہ کر یعنی اگر) اللہ چاہے تو (کردوں گا) اور جب اللہ کا نام لینا بھول جاؤ تو یاد آنے پر لے لو اور کہہ دو کہ اُمید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کی باتیں بتائے''[۱۸: ۲۳ تا ۲۴]۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ اپنے عزم وارادے کی کمزوری یا کوتاہی کے لئے اس بات کو کوئی عذر بنایا جائے بلکہ یہاں اپنے پکے ارادے کے ساتھ اللہ کا تقویٰ رکھنے اور اللہ پر توکل کرنے کی تاکید کی جارہی ہے تاکہ اپنی کوشش کے ساتھ اللہ کی مدد ونصرت کی طلب رکھی جائے۔اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے اور صرف اسی کی عبادت کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور ہدایت کے دائرے میں کسی عمل کے لئے عزم وارادہ یا عہد اور وعدہ کریں؛اس طرح انسان اس بات کو ذہن نشین کرتا ہے کہ سارا اختیار تو اللہ کے پاس ہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے،لہٰذا ایسا کوئی بھی وعدہ اور فیصلہ نہیں کرنا چاہئے جس سے مومن کی اخلاقی اور قانونی ذمہ داری کی نفی ہوتی ہو۔

اس قصے میں بھی اور آیت ۱۸: ۳۲ تا ۴۴ میں مذکور دوسرے قصے میں بھی اللہ سے ڈرنے والے کس شخص کی یہ بات دوہرائی گئی ہے کہ اس نے اللہ پر ایمان نہ رکھنے والے یا اس ایمان سے غفلت برتنے والے دوسرے شخص (یا اشخاص) کو متنبہ کیا۔قرآن اس بات پر بار بار زور دیتا ہے کہ دنیا کی لذتوں میں مبتلا ہوجانے سے آدمی کے اندر خود غرضی، لالچ، غرور اور بے بصیرتی پیدا ہوتی ہے:''ان کی قوم کے

سردار جو کافر تھے اور آخرت کے آنے کو جھوٹ سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی کہنے لگے کہ یہ تو تمہارے جیسا آدمی ہے، جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اسی طرح کا یہ بھی کھاتا ہے اور پانی جو تم پیتے ہو اسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے۔ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو گھاٹے میں پڑ گئے‘‘[۲۳:۳۳ تا ۳۴؛ نیز دیکھیں ۱۱:۱۱۶؛ ۱۷:۱۶؛ ۲۱:۱۳؛ ۲۳:۶۴؛ ۳۴:۳۴؛ ۴۳:۲۳؛ ۵۶:۴۵ تا ۴۶]۔ قرآن انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ اس دنیا کی لذتوں اور مسرتوں کو برتنے میں توازن اور اعتدال سے کام لیں اور آخرت کو کبھی نہ بھولیں [۷:۳۱ تا ۳۲؛ ۱۷:۲۶ تا ۳۰؛ ۱۸:۷، ۴۶؛ ۲۸:۷۷ تا ۷۸]۔ جو لوگ اللہ اور اس کی ہدایت کے مقابلے اپنی حیثیت و طاقت کو بھول جاتے ہیں وہ اس دنیا کی زندگی میں توازن اور تناسب نہ ہونے کا نقصان اٹھائیں گے اور خود پسندی و انانیت اور لالچ کی وجہ سے اس نقصان سے زیادہ بڑا نقصان آخرت میں اٹھائیں گے [۶۸:۳۳]۔

❁ ❁ ❁

آداب حسنہ

وَ اِذَا حُيِّيۡتُمۡ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡهَاۤ اَوۡ رُدُّوۡهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ حَسِيۡبًا ﴿۸۶﴾

اور جب تم کو کوئی دعا دے تو (جواب میں) تم اُس سے بہتر (کلمے سے (اُسے) دعا دو یا انہیں لفظوں سے دعا دو بیشک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ (۸۶:۴)

لوگوں کے درمیان آپس میں باہمی تعلقات کو فروغ دینے کے لئے قرآن آسان طریقے بتاتا ہے جیسے اہل ایمان کو یہ تاکید کرتا ہے کہ سلام میں پہل کریں، اور جب کوئی سلام کرے تو اس کو اسی طرح یا اس سے بھی بہتر طریقے سے سلام کا جواب دیں۔ یہ اگرچہ خوش اخلاقی کی ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن انفرادی اور سماجی رویوں کو بنانے میں اس کی بہت اہمیت ہے اور یہ اتنی اہم ہدایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا کیوں کہ وہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ نے بھی اپنی متعدد احادیث میں سلام کرنے اور ملنے جلنے کے آداب سکھائے ہیں۔ سلام کرنے میں چھوٹوں کو پہل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، اسی طرح راہ گیر یا سوار سے کہا گیا ہے کہ راہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کیا کریں، اور کم تعداد والی جماعت زیادہ تعداد والی جماعت کو سلام کیا کرے [البخاری، مسلم، مالک، ابن حنبل، ابوداؤ، الترمذی]۔ سلام کا مطلب سلامتی کی دعا دینا ہوتا ہے چنانچہ جب کوئی مسلمان کسی دوسرے کو سلام کرتا ہے تو وہ گویا اسے اپنی طرف سے سلامتی اور امن کا پیغام دیتا ہے۔ جس شخص کو سلام کیا جائے وہ بھی اسی طرح اپنے مخاطب کو سلامتی کی دعا دے اور ساتھ ہی اس پر اللہ کی رحمت اور برکت نازل ہونے کی دعا بھی دے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتًا غَيۡرَ بُيُوۡتِكُمۡ حَتّٰى تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَ تُسَلِّمُوۡا عَلٰٓى اَهۡلِهَا ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فِيۡهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدۡخُلُوۡهَا حَتّٰى يُؤۡذَنَ لَكُمۡ‌ ۚ وَ اِنۡ قِيۡلَ لَكُمُ ارۡجِعُوۡا فَارۡجِعُوۡا‌ هُوَ اَزۡكٰى لَكُمۡ‌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ ﴿۲۸﴾ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا

مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لئے اور اُن کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (اور ہم یہ نصیحت اس لئے کرتے ہیں کہ) شاید تم یاد رکھو۔ اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو اور اگر یہ کہا جائے گا (اس وقت) لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ سب جانتا ہے۔ (ہاں)

بُیُوۡتًا غَیۡرَ مَسۡکُوۡنَۃٍ فِیۡہَا مَتَاعٌ لَّکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا
تُبۡدُوۡنَ وَ مَا تَکۡتُمُوۡنَ ﴿۲۹﴾ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ
اَبۡصَارِہِمۡ وَ یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَہُمۡ ؕ اِنَّ
اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وَ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ
یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِہِنَّ وَ یَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَہُنَّ وَ لَا
یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَہُنَّ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنۡہَا وَ لۡیَضۡرِبۡنَ
بِخُمُرِہِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِہِنَّ ۪ وَ لَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَہُنَّ اِلَّا
لِبُعُوۡلَتِہِنَّ اَوۡ اٰبَآئِہِنَّ اَوۡ اٰبَآءِ بُعُوۡلَتِہِنَّ اَوۡ اَبۡنَآئِہِنَّ
اَوۡ اَبۡنَآءِ بُعُوۡلَتِہِنَّ اَوۡ اِخۡوَانِہِنَّ اَوۡ بَنِیۡۤ اِخۡوَانِہِنَّ اَوۡ
بَنِیۡۤ اَخَوٰتِہِنَّ اَوۡ نِسَآئِہِنَّ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُنَّ اَوِ
التّٰبِعِیۡنَ غَیۡرِ اُولِی الۡاِرۡبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفۡلِ الَّذِیۡنَ
لَمۡ یَظۡہَرُوۡا عَلٰی عَوۡرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا یَضۡرِبۡنَ
بِاَرۡجُلِہِنَّ لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِہِنَّ ؕ وَ تُوۡبُوۡۤا
اِلَی اللّٰہِ جَمِیۡعًا اَیُّہَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۳۱﴾

اگر تم کسی ایسے گھر میں جاؤ جس میں کوئی بستا نہ ہو اور اس میں تمہارا اسباب (رکھا) ہو تم پر کچھ گناہ نہیں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے۔ مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں یہ ان کیلئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے خبردار ہے۔ اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (یعنی زیور کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا نیز ان خدام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں سے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں (غرض ان لوگوں کے سوا) کسی پر اپنی زینت (اور سنگھار کے مقامات) ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے پاؤں (ایسے طور سے زمین پر) نہ ماریں کہ (جھنکار کی آواز کانوں میں پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے اور مومنو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (۲۴:۲۷ تا ۳۱)

ان آیات میں اچھے آداب و اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ گھروں کا اپنا احترام ہوتا ہے اور کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہیں ہوا جا سکتا، اور جب اجازت ملے تو سلام کر کے ہی داخل ہونا چاہئے۔ اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو جو اجازت دے اور استقبال کرے تو گھر میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔ جب آنے والے کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت ملے تو اسے فوراً ہی گھر والوں کو سلام کرنا چاہئے تا کہ ملاقات اور بات چیت کا سلسلہ شروع ہو اور یہ اندازہ ہو کہ گھر والے کس موڈ میں ہیں اور اس کا آنا گھر والوں کو کیسا لگا ہے۔ یہ اخلاق و آداب نبی کریم ﷺ نے عرب کے اس قبائلی سماج کو سکھائے جو ایسی تہذیب سے نا آشنا تھا۔ جن کا حال یہ تھا کہ ان میں سے کچھ لوگ جب نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے لئے آئے تو باہر سے انہیں آوازیں دینے لگے اور پھر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ ”جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ ۴۔ اور اگر وہ صبر کئے رہتے یہاں تک کہ تم خود نکل کر ان کے پاس جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا“ [۴۹: ۴ تا ۵]۔ اگر صاحب خانہ ملاقات کے لئے آنے والے سے ملنے کی پوزیشن میں نہ ہو تو ملاقاتی کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ واپس چلا جائے اور گھر والوں کی خلوت میں خلل نہ ڈالے کیوں کہ ہر فرد پر یہ لازم ہے کہ دوسرے کی خلوت کا احترام کرے۔ اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوگی کہ آنے والا کسی غلط نیت سے نہیں آیا تھا۔ البتہ ایسی عمارتیں جو کسی کا نجی گھر نہیں ہوتیں اور عام لوگوں کے آنے جانے کی

جگہ ہوتی ہیں، یا ایسے گھر جہاں کوئی رہتا نہ ہو یا کسی اجتماعی مقصد کے لئے بنائی گئی ہوں وہاں داخل ہونے کے لئے ہمیشہ اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد ان آیات میں مردوں اور عورتوں دونوں کو اچھے آداب و اخلاق بتائے گئے ہیں جو کسی مخلوط سماج میں مطلوب ہیں۔ دونوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنی چاہئے؛ اور یہ ہدایت صرف عورتوں کو نہیں دی گئی ہے بلکہ مردوں کو بھی دی گئی ہے۔ اسلام سے پہلے عرب کے مردوں کی طرح عرب عورتیں بھی دھوپ سے بچنے کے لئے اپنے سر ڈھانکا کرتی تھیں جب کہ ان کے سینے سامنے سے کھلے ہوتے تھے۔ قرآن نے انہیں تاکید کی کہ وہ اپنے سروں کے پلوؤں سے اپنے سینوں کو بھی ڈھک لیا کریں اور اپنا حسن لوگوں کو نہ دکھایا کریں سوائے اس کے کہ جو کچھ از خود ہی عادتاً ظاہر ہو، اپنے شوہروں اور ان مردوں کو چھوڑ کر جو ان سے احترام کا رشتہ رکھنے کی وجہ سے ان کی طرف جنسی جذبات سے دیکھنے کا میلان نہ رکھتے ہوں۔ جنسی کشش سے ایسے ہیجانی جذبات امڈتے ہیں جو مردوں اور عورتوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں یا جن سے مرد یا عورتیں متوجہ ہوتی ہیں، دونوں سے یہ کہا گیا کہ وہ اخلاق و سلوک کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو اپنائیں اور اس سلسلے میں کسی بھی ناکامی اور نامرادی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور نامرادی کی صورت میں اللہ سے معافی مانگیں، جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اس دنیا میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی کامیاب و بامراد ہوں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

مومنو! تمہارے غلام لونڈیاں اور جو بچے تم میں سے بلوغ کو نہیں پہنچے تین دفعہ (یعنی تین اوقات میں) تم سے اجازت لیا کریں (ایک تو) نمازِ صبح سے پہلے اور (دوسرے گرمی کی دوپہر کو) جب تم کپڑے اتار دیتے ہو اور تیسرے عشاء کی نماز کے بعد (یہ) تین (وقت) تمہارے پردے (کے) ہیں، ان کے (آگے) پیچھے (یعنی دوسرے اوقات میں) نہ تم پر کچھ گناہ ہے نہ اُن پر کہ کام کاج کیلئے ایک دوسرے کے پاس آتے رہتے ہو اس طرح اللہ اپنی آیتیں تم پر کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔ اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو اُن کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہئیے جس طرح ان سے اگلے (یعنی بڑے آدمی) اجازت حاصل کرتے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی اور وہ کپڑے اتار کر سر ننگا کر لیا کریں تو اُن پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ اپنی زینت کی چیزیں نہ ظاہر کریں اور اگر اس سے بھی بچیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اللہ سنتا اور جانتا ہے۔

(۲۴:۵۸ تا ۶۰)

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى
الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ
بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ
اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ
بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ
مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا
فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً
طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ۠ ﴿۶۱﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا
حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ
لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ
لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ
الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ
الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ
يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

نہ تو اندھے پر کچھ گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر اور نہ خود تم پر کہ اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اس گھر سے جس کنجیاں تمہارے ہاتھ میں ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (اور اس کا بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھانا کھاؤ یا جدا جدا اور جب گھروں میں جایا کرو تو اپنے (گھر والوں کو) سلام کیا کرو (یہ) اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔ اس طرح اللہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کبھی ایسے کام کیلئے جو جمع ہو کر کرنے کا ہو پیغمبر الٰہی کے پاس جمع ہوں تو اُن سے اجازت لئے بغیر چلے نہیں جاتے، اے پیغمبر! جو لوگ تم سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں سو جب یہ لوگ تم سے کسی کام کیلئے اجازت مانگا کریں تو ان میں سے جسے چاہا کرو اجازت دیدیا کرو اور ان کیلئے اللہ سے بخشش مانگا کرو کچھ شک نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بیشک اللہ کو یہ لوگ معلوم ہیں جو تم میں سے آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا دردناک عذاب نازل ہو۔ (۲۴: ۶۱ تا ۶۳)

آیات ۵۸ تا ۶۰ میں ایک ہی گھر میں ساتھ ساتھ رہنے والے لوگوں کے لئے سلوک و عمل کے ضابطے بتائے گئے ہیں۔ بڑے خاندان میں جہاں غلام بھی گھر میں رہتے ہوں اور آزاد اشخاص بھی، جیسا کہ اس وقت کا عام چلن تھا، اور خاندان کے بالغ افراد کی خلوت کو مخصوص اوقات میں محفوظ کرنا تھا، جیسا کہ اب بھی ضروری ہے، ان کے ساتھ رہنے والے دیگر لوگوں کو شرافت و شائستگی کی یہ تعلیم دی گئی۔ رات کی نماز (عشاء) کے بعد، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے بعد آرام کے وقت میں غلاموں کو اور کم سن بچوں کو بڑوں کی خلوت گاہ میں بغیر اجازت چلے آنے سے منع کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ اوقات اپنے معمول کے لباس کو اتار کر رکھ دینے کے ہوتے ہیں۔ ان اوقات کے

علاوہ غلاموں اور بچوں کو گھر کے بڑوں کے ساتھ بلا روک ٹوک گھلنے ملنے کی اجازت دی گئی، اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے کہ ان کا آتے جاتے رہنا اور گھر کے سبھی لوگوں کا ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہنا ایک فطری ضرورت ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ان عام اوقات میں گھر کے بڑوں (بالغ افراد) کو لباس کی پابندی کرنی ضروری ہے۔ گھر میں رہنے والے وہ بالغ افراد جن کی ایک دوسرے سے شادی ہوسکتی ہے، انہیں ایک دوسرے کی خلوت گاہ میں آنے کے لئے ہمیشہ اجازت لینے کا حکم دیا گیا۔ یہ ایسا ضابطہ ہے جو ہر اس بچے کے لئے بھی ضروری ہے جو بلوغت کی عمر کو پہنچ گیا اور گھر کے کسی ایسے فرد کی خلوت گاہ میں داخل ہو جس سے اس کی شادی ہوسکتی ہے۔ زیادہ عمر کی عورتیں، جن کے جنسی جذبات سرد پڑ گئے ہوں اور کوئی جنسی کشش نہ رکھتی ہوں ان کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ چاہیں تو دن میں بھی اپنے اوپر کے کپڑے (چادر، دوپٹہ وغیرہ) اتار کر رکھ سکتی ہیں جس سے ان کی منشاء اپنی زینت و آرائش کی نمائش کرنا نہ ہو؛ اس کے باوجود انہیں یہ تلقین کی گئی کہ ان کے لئے بھی بہتر یہی ہے کہ بالغوں کے لئے جو ضابطے بتائے گئے ہیں ان پر عمل کریں۔ یہ ان کے لئے زیادہ اچھی بات ہوگی اور ان کے جسمانی و اخلاقی سلامتی کی ضامن ہوگی۔

آگلی آیت ۶۱:۲۴ قریبی رشتے داروں اور دوستوں کے گھروں میں داخل ہونے سے متعلق ہے، کہ وہ ان گھروں میں گھر والوں کی غیر موجودگی میں کھانے پینے کے لئے داخل ہوسکتے ہیں اگر انہیں اس کا اختیار گھر والوں کی طرف سے پہلے سے ملا ہوا ہے۔ جس گھر کی چابی کسی کے پاس ہو اس کے لئے بھی یہی حکم ہے کیوں کہ گھر کی چابی دینے کا مطلب بھروسہ اور اعتماد رکھنا اور گھر میں داخل ہونے کا اختیار دینا ہے۔ معذور اور بیمار لوگ ضرورت اور صورت حال کے تقاضے کی بنا پر اس اجازت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رکھنے کی ہے کہ اس زمانہ میں وہاں مہمان خانے، مسافر خانے، ہوٹل اور ریسٹورنٹ وغیرہ نہیں تھے، ایسی صورت میں دوسروں کے خالی پڑے گھر ٹھہرنے اور لوگوں کے جمع ہونے کے لئے ایک ذریعہ تھے۔ دوسروں کے گھر سے اس طرح مستفید ہونے والے لوگ گھر میں انفرادی یا اجتماعی طور سے آسکتے ہیں، لیکن ان حالات میں جو لوگ ایسے گھروں میں ملاقات کے لئے آئیں انہیں چاہئے کہ ایک دوسرے کو سلام کرکے اور تہنیت پیش کرتے ہوئے گھر میں داخل ہو۔

اوپر کی آیات میں آخری دو آیات (۶۲:۲۴ تا ۶۳) میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اجتماعی معاملات کے لئے جب ایک جگہ جمع ہوں تو وہ آپس میں کس طرح کا برتاؤ کریں۔ ایسے موقعوں پر کسی کو بھی یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ خود اپنی مرضی کے مطابق کام کرے، اور جب جو چاہے کرے۔ عوامی اجتماع نظم وضبط کے ساتھ ہونا چاہئے اور قائد و رہنما کی ہدایت کے مطابق عمل ہونا چاہئے، اور اس وقت وہاں لوگوں کے قائد و امام نبی کریم ﷺ خود تھے۔ سبھی شرکاء ان کا فیصلہ ماننے کے پابند تھے، اور کسی بھی شریک اجتماع کو یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ کسی بھی عذر کی بنا پر اٹھ کر خود چلا جائے جب تک کہ اجلاس کے سربراہ سے اجازت نہ لے لے، اور سربراہ اجلاس (نبی کریم محمد ﷺ) کسی کو اس کے ذاتی معاملہ کی وجہ سے اگر مناسب سمجھیں تو جانے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ سربراہ اجلاس اور رہبر کو اس جانے والے کے لئے دعا بھی کرنی چاہئے کہ اس نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی اس لئے اللہ اسے معاف کرے۔ قائد (نبی ﷺ) کے ساتھ لوگوں کا برتاؤ ان کے آپسی برتاؤ سے الگ ہونا چاہئے: ان کی عزت، ان کے ساتھ وفاداری اور جاں نثاری اور قائد کی ہدایات کے مطابق عمل کرنے کا خیال ہمیشہ رکھنا چاہئے۔ اس معاملہ میں اللہ کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی کا ارتکاب دنیا اور آخرت دونوں جگہ شدید اذیتوں کا باعث ہوگا۔ مزید برآں، اس کے نتائج پورے سماج کو جھیلنے پڑیں گے کیوں کہ کسی اجتماعی معاملہ میں اس طرح کے قصور کا اثر صرف قصوروار افراد تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ پورا سماج متاثر ہوتا ہے [۲۵:۸]

خاندان میں اور سماج میں انسانوں کے باہمی تعلقات کے لئے اس طرح کے واضح اور سخت ضابطے ایک قبائلی سماج میں نافذ کئے گئے جو بہت اہم بات ہے۔ان سے واضح ہوتا ہے کہ عرب کے قبائلی سماج میں اور پوری دنیا میں اسلام نے کتنی عظیم ترقی کی بنا ڈالی: ''ہر چیز کو واضح کرنے والی، اور اللہ کی فرماں برداری اختیار کرنے والوں کو رہنمائی، رحمت اور خوش خبری دینے والی (کتاب)''[۱۶:۸۹]۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَ مَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۱۲﴾ وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۱۴﴾ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۶﴾ وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَ اقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾

اور ہم نے لقمان کو دانائی بخشی کہ اللہ کا شکر کرو اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کیلئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بھی بے پرواہ اور سزاوارِ حمد (وثنا) ہے۔اور (اس وقت کو یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا! اللہ کیساتھ شرک نہ کرنا شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔اور ہم نے انسان کو جسے اُس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر اُس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخرکار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (اپنے نیز) اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ علم نہیں تو اُن کا کہنا نہ ماننا ہاں دنیا (کے کاموں) میں اُن کا اچھی طرح ساتھ دینا اور جو شخص میری طرف رجوع لائے اُس کے رستے پر چلنا پھر تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے تو جو کام تم کرتے رہے ہو میں سب سے تم کو آگاہ کروں گا۔(لقمان نے یہ بھی کہا کہ) بیٹا! اگر کوئی عمل (بالفرض) رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو اور ہو بھی کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں (مخفی ہو) یا زمین میں، اللہ اس کو قیامت کے دن لاموجود کرے گا کچھ شک نہیں کہ اللہ باریک بین (اور) خبردار ہے۔بیٹا! نماز کی پابندی رکھنا اور (لوگوں کو) اچھے کاموں کے کرنے کا اَمر اور بُری باتوں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو اُس پر صبر کرنا بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔اور (ازراہِ غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا کہ اللہ کسی اِترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔اور اپنی چال میں اعتدال کئے رہنا اور (بولتے وقت) آواز نیچی رکھنا کیونکہ (اونچی آواز گدھوں کی ہے اور کچھ شک نہیں کہ) سب آوازوں سے بُری آواز گدھوں کی ہے۔

(۳۱:۱۲تا۱۹)

قدیم عرب میں جناب لقمان کو ایک ایسے مہذب اور دانا شخص کی حیثیت سے جانا جاتا تھا جو ہمیشہ اخلاق پر اور فرد کی اندرونی اصلاح کے لئے فکرمند رہے۔ قبل اسلام کے زمانہ کے ایک شاعر النابغہ الضوبیانی نے ان کے قصیدے لکھے ہیں۔ درج بالا آیات میں وہ اپنے بیٹے کو اعلیٰ اخلاقی قدروں کی تعلیم دے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ایک اللہ کی عبادت تمام اخلاقی قدروں کا جوہر اور اخلاق کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ اللہ کی شکرگزاری کے بعد سب سے بڑی شکرگزاری والدین کے تئیں ہے [نیز دیکھیں ۲: ۸۳؛ ۴: ۳۶؛ ۶: ۱۵۱؛ ۱۷: ۲۳]۔ اگر کسی کے والدین اس سے اللہ کے ساتھ شرک کرنے کو بھی کہیں تب بھی اسے اپنے والدین کے ساتھ دنیا میں اچھا سلوک ہی کرتے رہنا چاہئے البتہ شرک کی بات کو تسلیم نہیں کرنا چاہئے، اور اس معاملہ میں والدین کی اطاعت کرنے کے بجائے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہئے جو اللہ کے راستے پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کسی کے دل اور دماغ میں حقیقتاً کیا ہے اور کسی عمل کے پیچھے آدمی کی اصل نیت کیا ہے۔ اللہ کی شکرگزاری اور اس کا تقویٰ نماز کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے اور اخلاقی قدروں کے لئے ثابت قدم رہنے سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اچھی اور معروف باتوں کا حکم دینا اور منکرات سے روکنے کا ذکر نماز کے فوراً بعد کیا گیا ہے جو کہ اللہ کے تقوے اور اس کی ہدایت پر کاربند رہنے کا سماجی مظہر ہے۔ لیکن، اچھے اعمال کرنے والا انسان کبھی کبھار اپنی نیکیوں اور اچھے اعمال کے غرور میں بھی مبتلا ہوسکتا ہے۔ اس طرح کے امکان سے بھی جناب لقمان نے اپنی نصیحت اور حکیمانہ تعلیم میں صرف نظر نہیں کیا اور اپنے بیٹے کو خبردار کیا کہ شیخی سے بچے جس کا اظہار آدمی کے چہرے، آواز اور چال ڈھال سے ہوتا ہے۔ انھوں نے نصیحت کی کہ غرور و تکبر انسان کے اچھے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔ [نیز دیکھیں ۲: ۲۶۳ تا ۲۶۵]۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾

جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کئے رہتے یہاں تک کہ تم خود نکل کر ان کے پاس جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔
(۴۹: ۴ تا ۵)

ان سبھی آیات میں اخلاقی قدروں اور اچھے آداب کا ایک مجموعہ پیش کیا گیا ہے۔ جس سورۃ میں یہ آیات آئی ہیں اس کا نام ہجرات (ہجروں کی جمع) ہے، اور یہ سورۃ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی ہے۔ کچھ عربی لوگ جو رسول اللہ ﷺ کو دیکھنا اور ان سے ملنا چاہتے تھے وہ آپؐ کے ہجرے پر آئے جو مسجد نبوی سے لگا ہوا تھا، یہ لوگ بجائے اس کے کہ آپؐ کے باہر نکلنے کا انتظار کرتے کہ آپؐ کو نماز کے لئے تو مسجد میں آنا ہی تھا، اور کچھ لوگ پہلے سے ہی آپ کے انتظار میں وہاں موجود تھے، ہجرے کے باہر سے ہی آپؐ کو آوازیں لگانے لگے۔ چنانچہ یہ سورۃ اس بات کی تعلیم سے شروع ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو نبی ﷺ کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آنا چاہئے، انہیں اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے زیادہ بلند نہیں کرنی چاہئے، اور حضورؐ سے اس طرح سے بات نہیں کرنا چاہئے جس طرح وہ آپس میں کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرب لوگ اپنی سادہ سی قبائلی زندگی میں، اس طرح کی ہدایت اور تعلیم کے بہت ضرورت مند تھے، کیوں کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ اس طرح کے کئی واقعات پیش آئے جن کا ذکر قرآن میں کئی جگہ ہوا ہے [۲۴: ۶۲ تا ۶۳؛ ۳۳: ۵۳]۔ اس طرح کے سماجی اور تاریخی حالات میں یہ اہم تعلیم دئے جانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے اصلاحی مقاصد میں اچھے آداب و اخلاق کی کتنی زیادہ اہمیت ہے، اور اسلام کس طرح کا مہذب سماج بنانا چاہتا ہے۔ یہ تہذیب و شائستگی ہر سماج کی ضرورت ہے اور اس کی طلب ہر سماج میں چلی آرہی ہے اگر چہ اس کو برتنے کی شکلیں الگ الگ ہوسکتی ہیں۔ سماج کے سربرآوردہ لوگوں کو ان کے مرتبے کے لحاظ سے عزت دینا ضروری

ہوتا ہے، بغیر اس کے کہ انسانی مساوات کی اخلاقی قدر پامال ہو۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝۵۳ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۵۴ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَ لَآ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَ لَا نِسَآئِهِنَّ وَ لَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَ اتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝۵۵

مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کیلئے اجازت دی جائے اور اُس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے لیکن جب تمہاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو یہ بات پیغمبر کو ایذا دیتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں (اور کہتے نہیں) لیکن اللہ سچی بات کے کہنے کے سے شرم نہیں کرتا اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو یہ تمہارے اور اُن کے دونوں کے دلوں کیلئے بہت پاکیزگی کی بات ہے اور تم کو یہ شایاں نہیں کہ پیغمبر الٰہی کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑا (گناہ کا کام) ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کر دو یا اس کو مخفی رکھو تو (یاد رکھو کہ) اللہ ہر چیز سے باخبر ہے ۔ ۵۴۔ عورتوں پر اپنے باپوں سے (پردہ نہ کرنے میں) کچھ گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں سے اور نہ اپنے بھائیوں سے اور نہ اپنے بھتیجوں سے اور نہ اپنے بھانجوں سے اور نہ اپنی (قسم کی) عورتوں سے اور نہ لونڈیوں سے اور (اے عورتو!) اللہ سے ڈرتی رہو بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (۳۳: ۵۳ تا ۵۵)

اوپر کی آیات میں اگرچہ مومنوں کو رسول اللہ کے احترام اور تکریم کی ہدایت دی گئی ہے کہ، لیکن اس میں ملاقات کے لئے دوسروں کے گھر پر جانے کے اور کھانے کی دعوت سے متعلق جو ادب و اخلاق سکھایا گیا ہے وہ ایسا اعلیٰ و عمدہ نمونہ ہے کہ اس سے سبھی لوگوں کے معاملہ میں سیکھ لینی چاہئے، خاص طور سے اکابرین، قائدین اور بزرگوں و معزز لوگوں سے ملاقات کے معاملہ میں۔ مکان ایک نجی جگہ ہے جہاں مکینوں کو تخلیہ اور علیحدگی کے ساتھ رہنے کا حق ہوتا ہے، چاہے مکان کیسا بھی ہو اور مکان میں رہنے والا کوئی بھی ہو۔ بغیر اجازت کسی کے بھی گھر میں داخل ہونے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ اس بات کو بنیاد بنا کر کہ یہ تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مقام و مرتبہ [۳۳:۶، ۴۰] کی وجہ سے ان کے لئے ہی خاص ہے، اس لازمی اصول کو نظر انداز کرنے کے لئے کوئی عذر پیش نہیں کیا جا سکتا، اور نہ میزبان کی شرافت و کریم النفسی کا استحصال ہی کیا جا سکتا ہے [۳:۱۵۹؛ ۹:۱۲۸؛ ۶۸:۴]۔ کسی کو کھانے کی دعوت میزبان اپنی مرضی اور خوشی سے ہی دے سکتا ہے۔ کوئی مہمان اگر کھانے کے وقت آ پہنچے تو ضروری نہیں کہ میزبان اسے دعوت ہی دے۔ چنانچہ میزبان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کھانے کے وقت مہمان کو بلائے یا ملاقات کا عرصہ کھانے کے وقت تک رکھے۔ جب کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو مہمان کو چاہئے کہ ایک مناسب اور معقول وقت تک ہی میزبان کے یہاں رکے۔ بے حسی کے ساتھ وہاں رکا نہ رہے نہ بے کار کی گپ شپ کرتا رہے، اور میزبان کو ہونے

والی زحمت کا کوئی احساس ہی اسے نہ ہو، اور میز بان کی شرم وحیا کا فائدہ اٹھائے۔ اس طرح کے تمام ناپسندیدہ اور بے حسی کے رویے کی توقع کسی غیر مہذب مہمان سے آج تک بھی نہیں کی جاسکتی، اور اسلام جس طرح کا سماج بنانا چاہتا ہے، اس کے لحاظ سے آج کا سماج کتنا مہذب اور شائستہ بن پایا ہے؟

❁ ❁ ❁